دینی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا
ہزاروں مستند فتاوی جات کا پہلا مجموعہ

جامع الفتاویٰ

۹

تقاریظ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری رحمہ اللہ
مورخ اسلام حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوری رحمہ اللہ
ودیگر مشاہیر امت

مرتب اول
حضرۃ مولانا مفتی مہربان علی صاحب رحمہ اللہ

جدید ترتیب
اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

مقدمہ
حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہ
(مرتب "خیر الفتاویٰ" جامعہ خیر المدارس ملتان)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

فہرست عنوانات

احکام المسجد

مسجد اور اس کی بناء

مسجد شرعی کی تعریف

سوال: مسجد شرعی کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مسجد شرعی وہ ہے کہ کوئی ایک شخص یا چند اشخاص اپنی مملوکہ زمین کو مسجد کے نام سے اپنی ملک سے جدا کر دیں اور اس کا راستہ شاہراہ عام کی طرف کھول کر عام مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں' جب ایک مرتبہ اذان و جماعت کے ساتھ اس جگہ نماز پڑھ لی جائے تو یہ جگہ مسجد ہو جائے گی۔ (امداد المفتیین ص ۷۵۹)

مسجد کبیر کی تعریف کیا ہے؟

سوال: ایک صف میں تقریباً پچاس آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں اور پوری مسجد میں تقریباً چھ سو یا سات سو آدمی آ سکتے ہیں' تو یہ مسجد صغیر کا حکم رکھتی ہے یا کبیر کا؟ اور مسجد صغیر و کبیر کی کیا تعریف ہے؟

جواب: جو مسجد چالیس گز شرعی لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہو وہ مسجد کبیر ہے جو اس سے چھوٹی ہو وہ مسجد صغیر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۸۱)

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب

سوال: مسجد کا بنوانا فرض ہے یا واجب' یا سنت یا مستحب؟

جواب: ہر شہر و قصبہ و گاؤں میں مسجد کے لیے بقدر ضرورت زمین وقف کرنا تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب علی الکفایہ ہے' باقی عمارت بنوانا فرض نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۵۷)

مسجد ضرار کی تعریف

سوال: مسجد ضرار کی تعریف کیا ہے؟ اور اس کی بناء کیوں کر ہوتی ہے؟

جواب: مسجد ضرار جس کی قرآن میں مذمت ہے وہ یہ ہے جس کی بناء سے مسجدیت مقصود نہ ہو اور جس کی تعمیر سے مسجدیت مقصود ہو وہ مسجد ہے' گو فسادنیت کی وجہ سے ثواب کم ہو۔ (امداد الاحکام ص ۳۶۹ ج ۱)

عارضی طور پر بنی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: ایک عارضی منڈی دو سال سے آباد ہے' مسلمانوں نے کئی مرتبہ مسجد بنانے کی اجازت مانگی' مگر افسروں نے اجازت نہ دی' اب اجازت دی ہے مگر یہ تحریر کر دیا ہے کہ جب یہ عارضی منڈی اٹھائی جائے گی تو یہ مسجد بھی گرائی جائے گی' تو یہ عارضی مسجد بنائی جائے یا نہیں؟

جواب: ایسی مسجد (جس طرح کے لیے یہ شرط ہے کہ جب منڈی الخ) شرعاً مسجد نہ ہوگی اور نہ اس کے احکام مسجد کے مانند ہوں گے لیکن نماز پڑھنے کے لیے مختصر سی ایسی جگہ سرکار کی اجازت سے بنالی جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ اگرچہ یہ حقیقی مسجد نہ بنے گی لیکن ایک گونہ مسجد کا فائدہ' جماعت وغیرہ کا اہتمام اور جگہ کی صفائی و پاکی وغیرہ اس سے بھی حاصل ہو جائے گی اور ایسی مسجد ہو جائے گی جیسی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنے گھروں میں مسجدیں بناؤ۔ (مشکوٰۃ ص ۶۹)

لیکن باتفاق اُمت جو جگہ گھروں میں نماز کے لیے بنائی جاتی ہے وہ احکام مسجد میں نہیں ہوتی لیکن اہتمام نماز اور پاکی و صفائی وغیرہ ان سے حاصل ہو جاتا ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بھی حکم فرمایا۔

الغرض اس جگہ پر مسجد کی صورت نماز و جماعت کی غرض سے بنا دینا مناسب ہے' اگرچہ حقیقی مسجد نہ بنے اور اس کا پہلے ہی اعلان کر دیا جائے کہ یہ اصلی اور حقیقی مسجد نہیں ہے جب ضرورت نہ رہے گی منہدم کر دی جائے گی۔ (امداد المفتین ص ۷۷۱)

کونسی مسجد میں نماز درست نہیں؟

سوال: کون سی مسجد میں نماز درست نہیں؟

جواب: جب قواعد شرعیہ کے مطابق مسجد بن جائے تو اس میں نماز درست ہے' ایسی کوئی مسجد نہیں جس میں باوجود مسجد ہونے کے نماز جائز نہ ہو۔ (امداد المفتین ص ۷۷۵)

چھوٹے گاؤں میں قریب قریب مسجد بنانا

سوال: ایک گاؤں میں چودہ مکان ہیں اور ایک مسجد ہے' اب گاؤں والوں نے جدید مساجد بنائی ہیں' پرانی مسجد کے ساتھ چھ مکان رہ گئے ہیں اور نئی مسجدوں کے ساتھ آٹھ مکان ہیں' ایک مسجد

کے ساتھ دو مکان ہیں اور ایک مسجد کے ساتھ چھ مکان ہیں' تو نئی مسجدوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اتنے چھوٹے گاؤں میں اتنی اتنی قریب مسجدیں بنانا فضول ہے اور اگر بلا وجہ شرعی پہلی جماعت کم کرنے یا محض فخر و مباہات کے لیے دوسری مسجدیں بنائی ہیں تو بنانے والوں کو بجائے ثواب کے گناہ ہوگا لیکن جو مسجدیں بنی ہیں وہ بہر حال واجب الاحترام اور تمام احکام میں مساجد کا حکم رکھتی ہیں اور اگر آپس کے اختلاف کو رفع کرنے یا اور کسی ضرورت سے بنائی ہیں تو کوئی گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر ملک فتح کیے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے محلوں میں مسجدیں بناؤ مگر ایسی دو مسجدیں نہ بناؤ کہ جن میں ایک سے دوسرے کو ضرر پہنچے۔ (امداد المفتیین ص ۷۶۵)

محض سنگ بنیاد رکھنے سے مسجد ہو جائے گی یا نہیں؟

سوال: تقریباً دس سال پہلے مسلمانوں کی رہائش گاہیں تعمیر کرنے کے لیے ایک قطعہ زمین خریدا اور اس کے پلاٹ بنائے اور دو پلاٹ مسجد و مدرسہ کے لیے رکھے گئے جب اس جگہ مکان کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا تو اس وقت ایک بزرگ سے مسجد کا صرف سنگ بنیاد رکھا گیا' اس کے بعد تعمیری کام رک گیا اور کوشش کے باوجود جاری نہ ہو سکا' مجبوراً فیصلہ کرنا پڑا کہ یہ پوری زمین بیچ دی جائے' اس زمین کا جائے وقوع ایسا ہے کہ دور دور تک مسلمانوں کے مکانات نہیں ہیں اور نہ مستقبل قریب میں ہونے کا امکان ہے' اس لیے مسلم خریدار ملنا بھی دشوار ہو رہا ہے' ایک ہندو پارٹی زمین خریدنے کے لیے تیار ہے لیکن مسئلہ مسجد و مدرسہ کے دونوں پلاٹوں کا ہے۔

واضح رہے کہ اس جگہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے نہ اذان دی گئی ہے' نہ نماز پڑھی گئی ہے جب غیر مسلم وہ جگہ خریدیں گے تو مسجد و مدرسہ کے پلاٹ میں مکانات بنائیں گے' کیا حکم ہے؟

جواب: ان مذکورہ حالات میں صرف سنگ بنیاد رکھنے سے جب کہ وہاں نہ اذان ہوئی نہ نماز پڑھی گئی اور نہ مسجد بننے اور اس کے آباد ہونے کے اسباب و قرائن پائے جاتے ہیں' نہ قرب و جوار میں چھوٹی بڑی کوئی مسلم آبادی ہے نہ اس کی مسلمانوں کو حاجت ہے' لہٰذا شرعی مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۸۵)

"بنیاد جو بطور مسجد معلوم ہوتی ہو" اس کا حکم

سوال: جنگل میں سینکڑوں برس سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ کچھ عمارت کی بنیادیں پختہ ہیں' اس

میں ایک بنیاد بطور مسجد معلوم ہوتی ہو اب اس کی بنیاد نکال کر مسجد میں لگادی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس مسجد کا ہونا ظاہر ہے یا کاغذات وغیرہ سے اس کا ثبوت ہے تو اس کی بنیاد کا مسجد میں لگادینا درست ہے اور اس جگہ کو احاطے کے ذریعے محفوظ کردیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۵۶)

مسجد کی بنیاد رکھنے کی دعاء

سوال: مسجد کی بنیاد رکھتے ہوئے کیا پڑھنا چاہئے؟

جواب: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۴۸۶)

''بہتر ہے واجب ولازم نہیں'' (م ع)

بانی مسجد کون ہے؟

سوال: کون سا آدمی کس وقت بانی مسجد کہا جاسکتا ہے؟

زید مرحوم کی وصیت پر اس کے لڑکوں میں ایک نے وقف شدہ زمین پر مسجد بنائی' پھر بیس پچیس برس بعد دوسرے لڑکے نے پہلی مسجد کے سامان کو فروخت کردیا اور یہ روپیہ اور مزید خود کار روپیہ ڈال کر' نیز لوگوں سے چندہ وصول کرکے دوسری مسجد بنائی تو ان میں سے مسجد کا بانی کون ہوگا؟

جواب: جو آدمی جس وقت مسجد بنائے وہی بانی مسجد ہے۔ پہلا شخص بانی اول ہے دوسرا شخص بانی دوم ہے اور جن لوگوں نے اس میں پیسہ دیا اور محنت کی وہ بھی بناء میں شریک ہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۱۹۲)

مسجد کی بنیاد رکھنے سے مسجد کا حکم

سوال: مسجد کی بنیاد رکھنے سے مسجد کے احکام جاری ہوتے ہیں یا نہیں؟ یا اذان و جماعت جاری ہونے پر جاری ہوں گے؟ مسجد کی سمت قبلہ کی دیوار قد آدم تک تیار ہوچکی ہے اور شمال و جنوب کی دیواریں بھی ہوچکی ہیں' صحن کا بھراؤ بھی کردیا گیا ہے' یہاں قریب میں چار مسجدیں اور ہیں' اب یہ خیال ہوا کہ اگر قرب مساجد کی وجہ سے یہ مسجد آباد نہ ہوئی تو ہم عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے تو اب اس تعمیر کو روک کر مدرسہ کے مکان کی صورت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یہ مسجد مدرسہ کی جگہ میں ہے اور مدرسہ کی مسجد ہے؟

جواب: وہ جگہ پہلے سے مدرسہ کے لیے وقف ہے اور متولی کو اختیار حاصل ہے کہ جو تعمیر مدرسہ کی مصلحت کے موافق ہو بنائے' پھر اس نے بہ نیت مسجد اس کی بنیاد رکھی' نیز اس نیت اور نام سے لوگوں نے چندہ دیا اور جو تعمیر اب تک ہوئی وہ اسی نیت اور ہیئت پر ہوئی۔ لہٰذا اس پر شروع ہی سے مسجد کے

احکام جاری ہوں گے۔ اگر چہ اس کی تعمیر ابھی تک مکمل نہیں اور اس میں اذان و جماعت بھی نہیں ہوتی لیکن جس طرح مسجد کی مسجدیت کو باطل کر کے کسی دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز نہیں' اسی طرح تعمیر مذکور بدلنا یا مسجد کے کام میں نہ لانا درست نہیں' آبادی اور غیر آبادی سے متعلق پہلے سوچنے کی بات تھی' کارکنان مدرسہ کا فریضہ ہے کہ مسجد کو آباد رکھنے کی سعی کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۴۶)

بانی کا مسجد منہدم کرنے سے روکنا

سوال: ایک مسجد میرے بھائی نے پانچ چھ سال پہلے بنوائی تھی' اب کچھ لوگ بالکل شہید کر کے دوبارہ پتھر کی بنوانا چاہتے ہیں' کیونکہ ایام بارش میں کچھ پانی چھت میں آتا ہے' بھائی شہید کرنے سے روکتے ہیں اور وہ لوگ نہیں مانتے' ایسی حالت میں اگر بھائی صاحب مسجد کی تعمیر کا خرچ ان لوگوں سے لینا چاہیں تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟

جواب: اگر چھت کی شکایت ہے تو چھت کی مرمت کافی ہے' بلا ضرورت پوری مسجد شہید کرنا درست نہیں اور چونکہ بانی مسجد متولی ہونے میں سب سے مقدم ہے' لہٰذا بانی اس فعل سے روک سکتا ہے اور منہدم کرنے والوں سے تاوان لاگت لے سکتا ہے لیکن ان کو اپنے خرچ میں نہیں لا سکتا' بلکہ مسجد میں لگانا واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۶۹۱)

بانی مسجد کا نماز پڑھنے سے روکنا

سوال: زید نے کوشش کر کے مسجد تعمیر کرائی جس میں اہل محلہ نے بھی چندہ دیا' مسجد مکمل ہوگئی' اذان اور جماعت شروع ہوگئی' مدت سے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں' مسجد کا راستہ کسی کی ملکیت نہیں ہے' علیحدہ ہے' اس مسجد کے متعلق تین سوال ہیں؟

۱۔ کیا یہ مسجد وقف ہے؟ تمام اہل محلہ نماز کے حق دار ہیں' یا زید کی ملکیت ہے؟

۲۔ اگر تمام اہل محلہ باتفاق ایک امام مقرر کریں اور زید دوسرے کو تو کس کی رائے کو ترجیح ہوگی؟

۳۔ زید کہتا ہے کہ میں متولی مسجد ہوں اور مسجد کے نام پر چندہ لے کر گھر میں صرف کر دے تو پھر بھی متولی ہوگا یا نہیں؟

جواب: نمبر ۱ کا جواب یہ ہے کہ مسجد وقف تام ہو چکی ہے اور زید کی ملکیت سے نکل گئی ہے' اب اس میں تمام اہل محلہ کو نماز و اذان و جماعت کے حقوق حاصل ہیں' زید کسی کو شرعاً نہیں روک سکتا اور اگر روکے گا تو وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ الآیۃ کی وعید میں داخل ہوگا۔

دوسرے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بانی نے حق تولیت اپنے لیے محفوظ رکھا ہے اور وہ متولی مسجد ہے' فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح کر دی ہے کہ جھگڑا نہ ہو تو بانی مسجد کا مقرر کیا ہوا امام اولیٰ ہے اور متولی و قوم میں جھگڑا ہو تو اس فریق کا امام مقرر کرنا اولیٰ ہے جس کا انتخاب کردہ امام زیادہ نیک اور افضل ہو۔

نمبر ۳ کا جواب یہ ہے کہ وقف کنندہ مسجد اگر تولیت اپنے لیے رکھے اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ مال مسجد میں خیانت کرتا ہے تو اسے معزول کر دینا چاہیے۔ (امداد المفتین ص ۷۷۵)

صرف اذان و جماعت کی اجازت سے بھی مسجد بن جاتی ہے

سوال: ایک آدمی نے زمین وقف نہیں کی' مسجد بن چکی ہے تو اس مسجد میں نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر مالک زمین نے مسجد بنا کر قبضہ اٹھالیا اور ہر ایک کو اجازت دیدی اور اذان و نماز شروع ہوگئی تو اتنی بات سے وہ مسجد بن گئی' وہاں نماز و جماعت سب ٹھیک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۹۲)

مالک مسجد بنانے کو کہے تو کسی کو منع کرنے کا حق نہیں

سوال: میں ایک بڑے مکان میں رہتی ہوں' ایک چھوٹے صحن میں زید و عمر بھی رہتے ہیں جس نے ایک قتل بھی کیا ہے اور سزایاب بھی ہے' یہ سب لوگ مل کر اس صحن (مکان) میں مسجد بنوانا چاہتے ہیں' وہ صحن تقریباً بیس سال سے میرے قبضے میں ہے' وہ زمین ایوب کی ہے' ان کا انتقال ہوگیا ہے یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ ایوب نے مسجد بنوانے کے لیے صحن دیا ہے مگر ہم ان کی رعایا ہیں' ہم کو انہوں نے کوئی اطلاع مسجد بنوانے کی نہیں دی' لہٰذا اب ایوب کے بیٹے کہتے ہیں کہ اس جگہ مسجد بنے گی' میں غریب ہوں' بیوہ عورت مجبور ہوں' کیا کر سکتی ہوں' یہاں پر کیا شرعاً مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس جگہ مسجد مالک نے بنانے کے لیے کہہ دیا ہے اور اس کا ثبوت موجود ہے تو جن لوگوں کو کہا ہے ان کو وہاں مسجد بنانا درست ہے' آپ کو یا کسی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے' اگر آپ کے لیے رہنے کی جگہ نہیں ہے تو اللہ سے دعاء کیجئے کہ وہ آپ کو جگہ دیدے اور اللہ کا گھر بنانے کے لیے جب آپ جگہ چھوڑ دیں گے تو یقیناً آپ کے اخلاص کی برکت سے دوسری جگہ مل جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۹۹)

خاندانی اعزاز کیلئے بلاضرورت مسجد بنانا

سوال: ایک شخص نے اپنی ایک مختصر زمین مسجد کے لیے اپنے خاندان کے لوگوں میں وقف کر دی اور محض اپنی امتیازی حیثیت کے لیے مستقل مسجد کی تعمیر کے لیے درخواست بھی دے دی'

خاندان کے لوگوں نے اپنے ہی لوگوں میں چندہ کر کے تعمیر کی اور آباد کیا جبکہ اس خاندان کے افراد قدیمی مسجد کے مستقل نمازی ہیں اور اذان و نماز بھی اس میں کرتے رہتے ہیں ان حضرات کے ہٹنے سے یقین ہے کہ قدیمی مسجد غیر آباد ہو جائے گی۔

سوال یہ ہے کہ قدیمی مسجد کو غیر آباد کر کے محض اپنے خاندانی اعزاز میں الگ مسجد کی تعمیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۲۔ پھر اس صورت مذکورہ میں قدیمی مسجد سے منتقلی شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

۳۔ محلہ کی قدیمی مسجد کی امداد روک کر محض اپنے خاندانی اعزاز میں مسجد کی تعمیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟

۴۔ محلہ کی مسجد کافی مقروض ہے اس کی ادائیگی کا لحاظ کیے بغیر دوسری مسجد کی تعمیر شرعاً کیسی ہے؟

جواب: مسجد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بنائی جاتی ہے تو اس میں اجر عظیم ہے کسی دوسری غرض کے لیے بنائی جائے تو وہ مقبول نہیں اسی طرح ایسی جگہ بنانا جس سے قدیم مسجد کو ضرر پہنچے ممنوع ہے جس مسجد کے ذمہ قرض ہے اس کی ادائیگی کی فکر مقدم ہے نئی مسجد ابھی نہیں بنائی گئی تو سوال میں مذکور اغراض کی خاطر ہرگز نہ بنائی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۲۴)

مسجد کے توڑ دیئے جانے کے احتمال کے باوجود مسجد بنانا

سوال: ہمارے شہر میں دس بارہ سال پہلے ایک گرجا گھر خریدا ہے اس کو عبادت خانے کے طور پر استعمال کرتے ہیں ایک بزرگ نے لوگوں کے ذہن کو صاف کیا اور مسجد شرعی کی نیت کرنے کی ترغیب دلائی۔ یہاں حکومت کا قانون ہے کہ مکانات جب سو سال کے ہو جاتے ہیں تو حکومت ان کو گرا دیتی ہے اور باشندے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں تو اس وقت اس مسجد کو کون آباد کرے گا اس لیے یہاں اکثر عبادت خانوں کی نیت کرتے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ

۱۔ موجودہ حالات میں ایسے مکانات میں مسجد شرعی کی نیت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ مسجد شرعی کی نیت کرنے کے بعد اس کو اگر حکومت نے گرا دیا یا اس کے اطراف کی بستی منتقل ہو گئی تو ارکان شوریٰ گنہگار ہوں گے؟ اور لوگوں کا یہ سوچنا کہ آئندہ کون آباد کرے گا شرعی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: شرعی مسجد کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ وہ جگہ مسجد کے لیے وقف ہو اگر وہ جگہ کچھ مدت کے لیے کرائے پر لی گئی ہے تو وہ شرعی مسجد نہ ہوگی۔

آپ کے یہاں یہ صورت ہے حکومت کا قانون الی تو لا منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی زمین نہ پٹے (کرائے) پر لی ہے اور نہ مالک کی اجازت کے بغیر غصب

کی ہے بلکہ باقاعدہ خریدی ہے' البتہ سو سال بعد احتمال ہے کہ حکومت اس کو توڑ ڈالے اور یہ جگہ اپنے قبضے میں لے لے اور پورے ملک میں عام صورت یہی ہے تو سر دست اس احتمال کا خیال نہ کیا جائے اور جو جگہ نماز کی نیت سے خریدیں اس میں عبادت خانے کے بجائے مسجد کی نیت کی جائے کہ ضرورت ہے اور اس ضرورت کی وجہ سے انشاء اللہ اس میں مسجد کا ثواب ملے گا۔

سو سال بعد جب بھی حکومت بستی کو منتقل کرے تو وہ لوگ جو اس وقت موجود ہوں مسجد کو اپنے قبضہ میں رکھنے اور آباد رکھنے کی کوشش کریں اور اگر آباد نہ کر سکیں تو حکومت میں درخواست دے کر اس کا احاطہ کر کے محفوظ کرنے کی پوری کوشش کریں۔

مسجد کی نیت کرنے میں امید ہے کہ موجودہ مجلس شوریٰ کے اراکین انشاء اللہ گنہگار نہ ہوں گے۔ (بلکہ نیت خیر کی وجہ سے انشاء اللہ ماجور ہوں گے) آئندہ خدا اس کی حفاظت کرے گا اور اس کے آباد ہونے کی شکلیں پیدا کرے گا۔ انشاء اللہ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۸-۱۲۷)

پٹے پر لی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

سوال: ایک قطعہ زمین حکومت سے پٹے پر ملی ہے' اس پر مسجد تعمیر کی گئی ہے' متولیوں کو علم ہے کہ جس زمین پر مسجد تعمیر کی گئی ہے وہ ننانوے سال کی مدت ختم ہوتے ہی حکومت بغیر قیمت ادا کیے اپنے قبضے میں لے سکتی ہے' نیز درمیان میں بھی حکومت چاہے تو یہ عمارت خرید سکتی ہے' کیا ایسی زمین پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ مسجد شرعی شمار ہوگی؟

جواب: جب کہ پٹے کی زمین پر مسجد تعمیر کی گئی ہے' حکومت سے خریدی نہیں ہے نہ حکومت نے مسلمانوں کو دی ہے کہ مسلمان اس کو وقف کر کے مسجد شرعی بنا لیتے اور حکومت کو حق حاصل ہے کہ جب چاہے واپس لے لے تو یہ شرعی مسجد نہیں ہے' عبادت خانہ ہے' جماعت کا ثواب ملے گا' مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہ ملے گا لیکن چوں کہ مجبوری ہے اس لیے مسجد کے ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۲۷)

رفاہی پلاٹ پر مسجد بنانا

سوال: ایک خالی پلاٹ اہل محلہ کے رفاہ کے لیے مخصوص ہے' لوگ اسے اپنی انفرادی یا اجتماعی تقاریب میں استعمال کرتے آ رہے ہیں' ضرورت کے تحت اس پلاٹ کے ایک کونے میں چبوترہ بنا کر نماز باجماعت شروع کی گئی جو آج تک جاری ہے' اس کارروائی سے پہلے مقامی حکام سے

اجازت حاصل نہیں کی گئی اب اس کی کوشش جاری ہے' کیا اہل محلہ اس طرح مسجد تعمیر کر سکتے ہیں؟

جواب: حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ بوقت ضرورت اہل محلہ راستے کو بھی مسجد بنا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ گزرنے والوں کو اس سے ایذا نہ ہو اس لیے کہ راستہ بھی انہی لوگوں کی ضرورت کے لیے ہے' لہٰذا وہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں۔

اس بنیاد پر خالی پلاٹ میں جو اہل محلہ ہی کے مفاد کے لیے چھوڑا گیا ہے اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے مسجد کی تعمیر بطریق اولیٰ جائز ہے' مسجد مسلم آبادی کی بنیادی ضرورت ہے' حکومت پر ان لوگوں کا تعاون ضروری ہے نہ یہ کہ وہ اس کام میں رکاوٹ پیدا کرے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۴)

مشترک زمین میں مسجد بنانے کی ایک صورت کا حکم

سوال: ایک مشترک زمین میں ایک شخص نے مسجد بنوائی جس میں شریک ثانی کے روبرو اذان و جماعت ہوتی رہی' تقریباً پانچ برس گزرنے کے بعد شریک ثانی اپنا حصہ مسجد میں دینے سے انکار کرتا ہے تو یہ مسجد شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: ۱۔ شرکت عین میں ہر شریک دوسرے کے حصے میں اجنبی اور فضولی ہے۔

۲۔ فضولی بیع کرے' مشتری قبضہ کرلے اور مالک حاضر ہو تو یہ مالک کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔

۳۔ مالک کو اطلاع کر دینا بھی اس کے حاضر ہونے کے حکم میں ہے۔

۴۔ وقف' اجازت پر موقوف ہونے میں عموماً اور مزیل ہونے میں خصوصاً بیع کے حکم میں ہے۔

۵۔ مسجد میں نماز باجماعت کا ہونا تسلیم و قبض کے درجہ میں ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مسجد شرعی ہو چکی ہے اب اس میں شریک کا دعویٰ سنا نہیں جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۳۰)

گھر میں بنائی گئی مسجد کا حکم

سوال: یہاں بمبئی میں بعض جگہ پر کچھ اہل خیر نے اپنی جگہ پر مسجد بنا رکھی ہے اس میں ایک جگہ تو نماز جمعہ بھی ہوتی ہے' مگر سوال یہ ہے کہ مسجد کے اوپر رہائش گاہ بھی ہے' کیا وہ مسجد کے حکم میں ہوگی؟ اور وہاں جماعت ثانی ہو سکتی ہے؟ اور جس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا ہے' صرف پنج وقتہ نماز ہوتی ہے اور اس کے اوپر بھی رہائش ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب تک وقف کر کے اس سے ملکیت کے حق کو ختم کر کے اس کا راستہ ہی الگ کر دیا جائے اور اس میں سب کو آنے اور نماز پڑھنے کا پورا اختیار نہ دیا جائے وہ شرعی مسجد نہیں ہوگی' اوپر

کے حصے میں خود مالکانہ حیثیت سے رہیں اور نیچے کے حصے میں اذان و جماعت ہونے لگے' اتنی بات اس کے مسجد ہونے کے لیے کافی نہیں' وہاں جماعت ثانیہ جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۲۴۸)

مسجد میں دوسری مسجد بنانا

سوال: ایک مسجد کی موقوفہ زمین پر واقف کی شرط کے خلاف اہل محلّہ کی اتفاق رائے سے دوسری مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو زمین جس مسجد کے لیے وقف کر دی گئی وہاں دوسری مسجد بنانے کا حق نہیں' نہ اس کو دوسری مسجد کے لیے فروخت کیا جا سکتا ہے نہ اس کا روپیہ لیا جا سکتا ہے۔

ہاں اگر خدانخواستہ پہلی مسجد ویران ہو جائے' وہاں مسلمان باقی نہ رہیں اور جہاں وہ زمین ہے وہاں مسلمان موجود ہوں اور ان کو مسجد کی ضرورت ہو تو اس زمین پر دوسری مسجد بنا لینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۱۷۵)

ریاست کی زمین پر مسجد بنانا

سوال: ایک زمین کا لگان سالانہ ریاست کو دینا پڑتا ہے جس سے واضح ہے کہ ریاست زمین کی مالک ہے اس حالت میں اس زمین کو وقف علی اللہ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ریاست سے وہ زمین سالانہ لگان پر جو حاصل کی ہے' اگر اس کو مالکانہ تصرفات کے حق کے ساتھ ملی ہے اگر چہ لگان بھی ادا کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کو تملیکاً دے دی ہے تو اس کا وقف کرنا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۱۹۲) ''ورنہ نہیں'' (م'ع)

بنام مسجد گھری ہوئی زمین کا حکم

سوال: میں نے زمین خریدی ہے اس زمین کے ایک گوشے میں ایک قطعہ چھ فٹ لمبا' پندرہ فٹ چوڑا مسجد کے نام سے گھرا ہوا ہے' دیواریں تین فٹ اونچی ہیں' لوگ بتلاتے ہیں کہ کسی وقت یہاں نماز ہوا کرتی تھی مگر سالہا سال سے اس میں اذان و نماز قطعاً موقوف ہے تو اس زمین کو فروخت کر کے محلّہ کی دوسری مسجد میں اس کے روپے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ یا پھر مسجد کے نام سے ہی باقی رکھا جائے؟ یا اس کی تعمیر ضروری ہے؟

جواب: جب یہ معلوم ہے کہ یہاں نماز ہوا کرتی تھی اور اس کی ہیئت بھی بتاتی ہے کہ یہ قطعہ زمین جداگانہ ہے کسی کے مکان کا جز نہیں ہے اور اونچی دیواروں سے گھرا ہوا ہے اور کوئی ملک کا مدعی نہیں' اس

لیے اس کو فروخت نہ کیا جائے' اگر اس کی تعمیر کی اہل محلہ میں گنجائش نہیں تو بغیر تعمیر ہی وہاں اذان و جماعت کا انتظام کیا جائے' آہستہ آہستہ اس کی تعمیر کی طرف بھی توجہ کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۴۲)

دارالاقامہ میں بنی مسجد کا حکم

سوال: ایک دارالاقامہ کے چند کمروں کو توڑ کر مسجد بنائی گئی جس کو باقاعدہ مسجد کی شکل نہیں دی گئی' یہاں باقاعدہ نماز پنجگانہ و جمعہ اور امام و مؤذن کا انتظام ہے تو کیا اس مسجد کے لیے بھی وہی حکم ہے جو دیگر مساجد کے لیے ہے؟ مثلاً جنبی و حائضہ کا داخل نہ ہونا' جماعت ثانیہ کا جائز نہ ہونا وغیرہ؟

جواب: اس جگہ پر مسجد شرعی کے احکام جاری نہیں ہوں گے' یہاں جماعت ثانیہ بھی منع نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۵۲) ''چونکہ یہ شرعی مسجد نہیں'' (م'ع)

ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنانا

سوال: ایک مسجد پہلے سے ہے اور اس کے قریب دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں تو شرعاً دونوں مسجدوں میں کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

جواب: اگر اس مسجد میں نمازی نہیں سما سکتے جگہ تنگ ہے' اس لیے دوسری مسجد کی ضرورت پیش آئی تو اتنی دور بنائیں کہ قرأت امام کی آواز نہ ٹکرائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۳۵)

عاشورہ خانہ (امام باڑے) کو مسجد بنانا

سوال: ایک ہندو نے ممبری کے لیے مسلمانوں سے ووٹ مانگے اور اس کے عوض ایک عاشورہ خانہ بنوادیا تھا' اب گاؤں میں مسجد کی ضرورت ہے تو اس عاشورہ خانے کو مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر وہاں مسجد کی ضرورت ہے تو عاشورہ خانے کو مسجد بنالینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۴۲)

منارہ بنانا کیسا ہے؟

سوال: مسجد میں منارہ بنانے کا ارادہ ہے' کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں منارہ تھا؟ یہ بدعت تو نہیں ہے؟

جواب: بے شک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں مسجد کے منارے کی یہ شکل نہ تھی جو آج ہے لیکن اذان بلند جگہ سے دی جاتی تھی۔ ابوداؤد میں ایک صحابیہ کا بیان منقول ہے کہ میرا مکان مسجد نبوی سے قریب تھا اور دوسرے مکانوں کی بہ نسبت بلند تھا جس پر چڑھ کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اذان کے لیے بلند جگہ شرعاً مطلوب ہے' لہٰذا ضرورت ہو جہاں منارے کے بغیر اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اسکا بنانا جائز ہے' بدعت نہیں ہے مگر منارے بنانے میں نام ونمود مقصود نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ بلند نہ ہو اور اگر مصلحت نہ ہو اور منارے کے بغیر آواز پہنچتی ہو تو جائز نہیں۔ (سب سے پہلے منارہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے بنایا گیا اور سب سے پہلے منارے پر چڑھ کر اذان دینے والے شرحبیل بن عامر مرادی ہیں۔ "فی الشامية وفی الشرح الشيخ اسماعيل عن الاوائل للسيوطی ان اول من رقی منارة مصر للاذان شرحبيل بن عامر المرادی و بنی مسلمة المنائر للاذان بامر معاوية ولم تكن قبل ذالک' ردالمحتار ص ۲۵۹ ج ۱") (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص۱۱۹)

مسلکی تفریق کی وجہ سے دوسری مسجد بنانا

سوال: دیوبندیوں کو بریلوی صاحبان برا بھلا کہتے ہیں' نیز اکابر علمائے دیوبند کو برا کہتے ہیں' مسجد میں نماز پڑھنے سے جھگڑے کا زبردست خطرہ ہے' کیا اس صورت میں دوسری مسجد بنا سکتے ہیں؟

جواب: اگر دوسری مسجد کی ضرورت بھی ہے اور اس میں جھگڑے سے بھی امن ہے تو دوسری مسجد بنالینا درست ہے' بلکہ قرین مصلحت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۳۳)

غیر آباد مسجد کا دوسری زمین سے تبادلہ کرنا

سوال: زید نے اپنے مملوک کے باغ کے وسط میں تقریباً ایک بسوہ زمین مسجد کے نام سے وقف کردی حالانکہ نہ وہاں کوئی آبادی ہے اور نہ کوئی راستہ کہ جس کے راہ چلنے والے آ کر نماز پڑھیں' اب اگر وہ اپنی اراضی فروخت کرنا چاہے اور خریدنے والا کوئی غیر مسلم ہو اس حالت میں اس مسجد کا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے' تو درست ہے یا نہیں؟ کیا اس کی گنجائش ہے کہ اس ایک بسوہ زمین کی قیمت کسی آباد مسجد میں لگادی جائے؟ یا اتنی ہی اراضی یا اس کی قیمت سے اراضی کسی مسجد کے لیے خرید دے کیونکہ یہ زمین باغ کے بالکل بیچ میں ہے اس لیے کسی کو بیع کرنے کی صورت میں اس کے بچالینے کی کوئی صورت نہیں اور کسی غیر مسلم سے یہ اُمید بھی نہیں کہ وہ اس اراضی کو دین کی مصلحت کے لیے استعمال کرے گا اور مسجد کا احترام برقرار رکھے گا؟

جواب: وقف تام اور لازم ہونے کے بعد اس کی بیع جائز نہیں لیکن اگر اس کے تحفظ کی کوئی صورت نہ رہے اور اس پر غاصبانہ قبضہ ہو کر نفس وقف ہی کے باطل ہوجانے کا مظنہ ہو تو

مجبوراً دوسری زمین سے اس کا تبادلہ کر لیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۸۸)

بڑے مزار کو توڑ کر مسجد میں شامل کرنا

سوال: مسجد میں بخاری شاہ صاحبؒ کا مزار ہے وہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کے لیے بڑی دقت ہوتی ہے اور مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے نمازیوں کو پریشانی ہوتی ہے کیا اس مزار کو کاٹ کر حسب ضرورت چھوٹی قبر کر سکتے ہیں؟

جواب: قبر کا احترام ضروری ہے خاص کر کسی بزرگ کی قبر کا لیکن قبر وہی ہے جس میں مردہ ہو جتنی مقدار قبر کی مردے سے زائد بنائی جائے وہ قبر نہیں بلکہ مٹی کا ڈھیر ہے اس کا حکم قبر کا نہیں پس اگر اتنی لمبی چوڑی ہے کہ مردے کے قد سے بہت زیادہ ہے تو مقدار زائد کو کاٹ کر ختم کر دینا قبر کی بے حرمتی نہیں ہے اگر قبر اتنی پرانی ہے کہ میت اس میں باقی نہ رہے تو قبر کا حکم ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس جگہ حسب ضرورت تعمیر وغیرہ کی بھی اجازت ہوتی ہے اگر ایسی قبر مسجد میں ہو تو اس جگہ کو صاف کر کے مسجد کے کام میں بھی لایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ فتنہ پیدا نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۹۴)

مقلد کی بنوائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: اگر کسی خاص امام کے مقلد بادشاہ نے یا کسی دوسرے شخص نے مسجد بنوائی تو کیا وہ مسجد اس کی ملکیت میں رہے گی اور دوسرے امام کا مقلد اپنے مشروط طریقہ پر اس مسجد میں بیک وقت اور بیک جماعت نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد بنانے والے کی ملکیت میں باقی نہیں رہتی اور اس میں تمام مسلمان اپنے مشروط طریقے پر ہر وقت نماز ادا کر سکتے ہیں اور ایک ہی وقت میں ایک جماعت کے ساتھ بھی مگر ایک وقت میں دو جماعت کرنا جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۱۵۴)

شیعہ کی بنوائی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: اگر کوئی شیعہ اپنے مال سے مسجد بنا دے تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کے برابر ثواب ہوگا یا نہیں؟ اور اس کا حکم مسجد کا ہوگا یا وہ مثل دیگر مکانات کے ہے؟

جواب: شیعہ مسجد لوجہ اللہ تعالیٰ بنا دے تو وہ مسجد ہے ثواب مسجد کا اس میں ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۶)

پرانی قبروں پر مسجد کا حوض بنانا

سوال: پرانی قبریں جو کہ مسجد کے برابر ہو گئی ہوں اور صحن مسجد میں واقع ہوں ان پر حوض یا

دوسری شے مصالح مسجد کے واسطے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر قبرستان وقف ہے تو یہ امر درست نہیں اور جو ایسا ہی دفن واقع ہوا تھا اور مردوں کی ہڈیاں خاک ہوگئیں تو درست ہے اور ہموار کرنے کے بعد ایسی زمین کا فرش مسجد میں داخل کرنا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۱)

مسجد کو فروخت کرنا

سوال: ایک مسجد دو گز لمبی ہے اور ایک گز چوڑی ہے اور ویران ہے' نماز اور اذان اس میں کبھی نہیں ہوتی تو اگر اس کو متولی فروخت کر کے دوسری مسجد میں قیمت یا اس کی اینٹیں لگادے اور اس کی زمین سے پرانی مسجد کے لیے دکان بنوادے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی بیع حرام اور باطل ہے' کسی حال میں بیع نہیں کر سکتے' خواہ وہاں اذان و نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور آباد ہو یا ویران ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۱)

مسجد کی افتادہ زمین کا حکم

سوال: ایک مسجد کے صحن کے آگے کچھ جگہ عرصہ دراز سے پڑی ہوئی ہے اور اس میں ایک جانب غسل خانے بنے ہوئے ہیں' بعض اہل محلہ کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہماری ملک ہے' دیگر لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی ہے اور ظاہر یہی ہوتا ہے مگر قبضہ اہل محلہ کا بھی رہا جیسے کہ گاڑی کھڑی کردی' کباڑ ڈال دیا اور ایسا تصرف افتادہ زمین میں کرلیا کرتے ہیں' مدعی کہتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارے بیع نامہ میں ہے اور غسل خانے ہم نے رعایتہً بنوادیئے ہیں مگر بیع نامہ دکھلاتے نہیں تو یہ جگہ مسجد کی قرار دی جائے یا کس کی؟ اگر وہ بیع نامہ دکھلادیں تب بھی یہ جگہ مسجد ہی کی رہے گی؟

جواب: جب تک وہ لوگ اپنی ملک کا کوئی ثبوت معتبر اور کافی نہ دیں گے اس وقت تک وہ جگہ مسجد ہی کی سمجھی جائے گی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۴)

مسجد کیلئے جبراً جگہ لینا

سوال: ایک مسجد کا صحن کم ہے اور نمازی کثرت سے آتے ہیں اور مسجد سے باہر ایک مسلمان کی جگہ ہے' وہ بہ قیمت بھی جگہ نہیں دیتا' اس صورت میں زبردستی بہ قیمت جگہ لے کر اگر مسجد میں شامل کرلیں تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: تنگی اور ضرورت کی حالت میں جبراً جگہ لے کر مسجد میں بڑھادینا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۵)

نئی مسجد میں پرانی مسجد شامل کرنا

سوال: پرانی مسجد نئی مسجد کے صحن میں شامل کر دی گئی اس میں کوئی عمارت نہیں بنائی گئی تو کیا نئی مسجد کے سامنے کے صحن میں یا اندر نماز پڑھنے سے پرانی مسجد بھی آباد سمجھی جائے گی؟ یا خاص پرانی مسجد کی زمین میں نماز ضروری ہے؟

جواب: اس سے وہ بھی آباد ہوگئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۹۳)

حکومت راستوں کی مالک نہیں اس کو مسجد میں شامل کیا جا سکتا ہے

سوال: مسجد کے سامنے راستے کی افتادہ زمین بعض اہل محلہ مسجد میں شامل کرنا چاہیں اور کمیٹی سے اجازت لے لیں تو یہ حکم مسجد میں داخل اور لینا صحیح ہو جائے گا یا نہیں؟ راستے کی شرعی و قانونی مقدار سات گز چھوڑ کر یہ حصہ لیا جاتا ہے کیا اس میں تمام محلے والوں کی صراحتاً رضا ضروری ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ راستہ حکومت کی ملک ہے اور کمیٹی کو سرکاری چیزوں کا اختیار نہیں ہاں دے دینے پر مزاحمت بھی نہیں ہوتی پس مسلمان ممبر کمیٹی کو اجازت دینے اور لندن کی اجازت کے بغیر اس افتادہ زمین کا ہبہ صحیح نہیں اور نہ اس حصے کو مسجد میں داخل کرنا یا نماز پڑھنا صحیح ہے؟

جواب: عام راستہ بادشاہ کا مملوک نہیں بلکہ حق عامہ ہے اور اگر مسجد میں حاجت ہو اور راہگیروں کو تنگی نہ ہو تو اہل محلہ کے اکثر بڑے لوگوں کی رائے سے مسجد میں ملا لینا جائز ہے اور کمیٹی کی اجازت کی ضرورت بہ مصلحت ہے اور وہ تملیک نہیں ہے کہ اس پر شبہات پیدا ہوں اور حدیث میں جو "سات گز" آیا ہے وہ تحدید کے لیے نہیں بلکہ اس وقت اس سے حاجت پوری ہو جاتی تھی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۸۹)

دریا برد ہونے کے خوف سے مسجد منہدم کرنا

سوال: دریا نے ہمارے قصبہ کو گرانا شروع کر دیا ہے اور قصبہ کی آبادی کے ایک حصے کو کاٹ دیا ہے لوگ نئی آبادی کی بنیاد ڈالنے کی تجاویز کر چکے ہیں اس قصبے میں تقریباً چھ سات مساجد اہلسنت کی ہیں اور قصبے کی طرح سخت خطرے میں ہیں اگر دریا شہر کو کاٹ کر بتدریج ان مساجد تک پہنچے اور ان کو گرانا شروع کر دے تو یقیناً تمام ملبہ پختہ اینٹیں لکڑی کا سامان شہتیر بانسے وغیرہ دریا میں غرق ہو جائیں گے یا بہہ جائیں گے۔

اور چونکہ یہاں کے مسلمان بہت مفلوک الحال ہیں اس قسم کی پختہ عمارات زمانہ قدیم کی تعمیر شدہ ہیں اس صورت میں اگر مسلمان مساجد کا تمام ضروری اور کارآمد ملبہ مع پختہ فرشوں کے

اکھیڑ لیں تا کہ نئی مسجد کی تعمیر میں لگایا جا سکے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جزئیہ کا حوالہ تو ذہن میں نہیں' قواعد سے عرض کرتا ہوں اگر غالب گمان گرنے کا نہ ہو تو گرانا جائز نہیں اور غالب گمان ہو تو اس نیت سے جائز ہے (اور اس نیت کا اعلان بھی کر دیا جائے) کہ اگر دریا برد ہو گئی تو اس کے ملبے سے نئی آبادی میں مسجد بنالیں گے اور اگر سالم رہی تو پھر اصلی جگہ تعمیر کر دیں گے۔

اور یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ جب خود منہدم ہو جانے کے وقت نقل وحمل کی قدرت نہ ہو ورنہ خود انہدام کا انتظار ضروری ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۲۲ ج ۲)

مسجدیت کیلئے افراز طریق شرط نہیں

سوال: ایک شخص نے اپنے کارخانہ میں مسجد تعمیر کی مگر اس کے لیے مستقل راستہ وقف نہ ہو' کیا یہ جگہ شرعی کہلائے گی؟

جواب: یہ مسئلہ حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مابین مختلف فیہا ہے' امام صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستقل راستے کی تعیین کیے بغیر وقف تام نہیں ہوتا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں راستے کی تعیین صحت وقف کے لیے شرط نہیں۔ اس کے بغیر بھی وقف صحیح ہو جائے گا اور راستہ بدون تصریح از خود ثابت ہو جائے گا۔

چونکہ قضا اور وقف میں امام ابو یوسف رحمتہ اللہ تعالیٰ کا قول فتوے کے لیے متعین ہے اس لیے راستے متعین کیے بغیر بھی یہ جگہ شرعی مسجد ہو جائے گی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۶۶)

مسجد کے پتھروں کو پیشاب خانہ میں لگانا

سوال: مسجد شہید کی ہے' جدید تعمیر ہو رہی ہے' جماعت خانے میں جو پتھر بچھے ہوئے تھے انہیں نکال لیے ہیں اور بیکار پڑے ہیں' اگر انہیں بیت الخلاء اور پیشاب خانوں میں لگا دیا جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب: بیت الخلاء اور پیشاب خانوں وغیرہ ناپاک جگہ میں اور جہاں بے ادبی ہوتی ہو ایسے کام میں لگانا بے ادبی ہے' بہتر یہ ہے کہ ان کو مسجد ہی کے کام میں لایا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۶۶)

مسجد کی زمین کی فضا میں چھجہ بنانا

سوال: مسجد و مدرسہ دونوں متصل ہیں' مدرسہ کی تعمیر ہو رہی ہے' مدرسہ کی ایک دیوار مسجد کے صحن کی جانب ہے' لوگوں کی خواہش ہے کہ اس دیوار میں دریچہ لگایا جائے اور دریچہ کی حفاظت کے لیے صحن کے اوپر دریچہ کا چھجہ تعمیر کیا جائے' یہ پورا کا پورا چھجہ مسجد کی زمین میں ہوگا لیکن مسجد کو

اس سے کوئی نقصان نہیں‘ مسجد و مدرسہ ایک ہی محلہ کے ہیں‘ ایک ہی کمیٹی کی نگرانی میں ہے‘ جب چاہیں اس چھجہ کو توڑ کر مسجد کا کام کیا جاسکتا ہے تو دریچہ بنانا اور دریچہ پر چھجہ تعمیر کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی جانب جب کہ نمازیوں کے حق میں خلل انداز نہ ہوتا ہو مدرسہ کی دیوار میں دریچہ بنانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ چھجہ مسجد کی زمین کی فضا میں واقع ہوگا اور نمازیوں کے لیے تکلیف دہ اور آگے چل کر نزاع کا سبب بن سکتا ہے لہٰذا اس کی اجازت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۸۸)

مسجد کی زمین میں اکھاڑہ بنانا

سوال: مسجد کے قریب ایک جگہ ہے جہاں پہلے مدرسہ تھا‘ اس کے بعد وہ جگہ کرائے پر دی گئی تھی اب وہ جگہ خالی ہے‘ محلہ والے کشتی کھیلنے کے لیے بلا کرایہ (مفت) طلب کرتے ہیں تو اس جگہ کو بلا کرایہ اکھاڑے کے لیے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مسجد کی جگہ اکھاڑے کے لیے مفت دینا جائز نہیں‘ کرائے پر دی جاسکتی ہے‘ بشرطیکہ مسجد کو اس کی ضرورت نہ ہو اور نہ مسجد کی بے حرمتی ہو ورنہ کرائے پر دینا بھی جائز نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۹۸)

عام سڑک میں سے کچھ حصہ میں مکان یا مسجد بنانا

سوال: سابق سے ایک شاہراہ عام تھا‘ اس کے کچھ حصہ میں ایک شخص نے اپنے مکان کے آگے اس راستے میں کچھ چبوترہ بنالیا‘ اہل محلہ نے سرکار میں عرضی دی‘ حاکم وقت نے موقع دیکھا‘ اس شخص نے جھوٹا اظہار کیا کہ یہ چبوترہ پندرہ یا بیس برس کا بنا ہوا ہے تو یہ اس شخص نے جھوٹ بیان کیا کیونکہ یہ ایک کا تھا نہ کہ بیس سال کا مگر تب بھی حاکم نے حکم دیا کہ اس چبوترہ کا نصف حصہ دور کردو‘ اس نے کاٹ کر چند روز بعد سابق سے بھی زیادہ تیار کیا‘ پھر وہاں پر کچھ تھوڑے سے حصے میں ایک جانب کو ایک مسجد تیار کی کہ میرا چبوترہ بھی بہانہ مسجد سے رہ جائے گا‘ اب بعد کو اس موقع پر کلکٹر آیا‘ اس نے عرضی دہندہ سے کہا کہ راستہ تو اب بھی وسیع ہے‘ تمہارا کیا حرج ہے‘ جاؤ چلے جاؤ‘ اب بعد دو وسال کے اس نے چبوترہ کا مکان بنوادیا اور بوقت تعمیر مانعین چبوترہ سے اجازت لی‘ سب نے رضا مندی ظاہر کی‘ اس راستے کے مالک اول زمیندار تھے‘ ایام بندوبست میں سرکار جبراً مالک ہوگئی تو حضور فتویٰ دیں کہ یہ مکان و مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص غاصب ہے یا نہیں؟ اگر اجازت زمین داران کافی ہے تو سب کی اجازت چاہئے یا بعض کی بھی کافی ہے کیونکہ زمین دار مشترک ہیں؟

جواب: جب سب لوگ رضا مند ہوگئے ہیں تو وہاں مسجد بنانا درست ہے (فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ اگر راستہ میں وسعت ہو اور اہل محلہ نے مسجد بنالی اور اس سے راستہ میں کچھ نقصان نہیں

تو اس میں کچھ حرج نہیں) اور مکان بنانا بھی درست ہے' جھوٹ کا گناہ اس شخص پر ہے مگر مکان و مسجد میں کوئی خرابی نہیں ہے اور یہ شخص غاصب بھی نہیں ہے مگر سب کی رضامندی درکار ہے' چند کی رضامندی کافی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۹)

جماعت خانہ کی دیوار پتلی کر کے دُکان بنانا

سوال: مسجد کی نئی تعمیر کا ارادہ ہے' جماعت خانے کی جنوبی دیوار کی موٹائی سولہ انچ ہے' اس کی موٹائی کم کر کے اندر کی جانب چھ انچ رکھ کر باہر کی جانب دس انچ کی دکان بنانا کیا جائز ہوگا؟ اسی طرح صحن میں ایک طاق ہے' نئی تعمیر میں یہ ارادہ ہے کہ اس طاق کو صحن سے خارج کر کے اس میں دکان بنا دیں تو کیا جائز ہوگا؟

جواب: مسجد کی دیوار پتلی کر کے اس کا کوئی حصہ مسجد سے خارج نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس حصہ کو دُکان میں شامل کیا جا سکتا ہے' صحن اگر داخل مسجد ہے تو یہ طاق بھی داخل مسجد ہے اس لیے اس جگہ دکان بنانا جائز نہیں اور اگر صحن خارج مسجد ہے تو یہ طاق بھی خارج مسجد ہے لیکن اس جگہ کو فنائے مسجد کہا جائے گا اور فنائے مسجد میں بھی دکان بنانا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۳۰)

مکان کے اندر بنی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: ایک نہایت وسیع مکان کے اندر مسجد ہے' شب کو اس مکان کو اندر سے بند کر لیا جاتا ہے' مسجد عرصے سے غیر آباد ہے' صاحب خانہ نماز نہیں پڑھتے کیا اس مسجد میں نماز ہو جاتی ہے؟

جواب: اگر اس مسجد کا راستہ عام نہیں ہے اور مکان والے اس کو جب چاہیں بند کر سکتے ہیں تو وہ مسجد شرعی نہیں ہوتی' نماز جب مالک کی اجازت سے پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے' البتہ مسجد شرعی نہ ہونے کی صورت میں مسجد کا ثواب نہیں ملتا۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۲۶)

مسجد کو خام رکھنے کی شرط منظور کرنا

سوال: مسجد خام ہے اور عرصہ چھبیس سال سے اذان و جماعت ہو رہی ہے' مسلمانوں نے اس کی عمارت پختہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا' ہندوؤں نے پختہ تعمیر کرنے کا انکار کر دیا' معاملہ عدالت میں پہنچا' عدالت' پولیس اور ہندوؤں کی مرضی یہ ہے کہ مسلمان اس مسجد کے بجائے کسی دوسرے مقام پر پختہ بنا لیں اور اس مسجد کو بدستور خام رہنے دیا جائے' ان کا یہ بھی وعدہ ہے کہ اس مسجد کی بے حرمتی نہ کی جائے گی اور اس کے جملہ حقوق محفوظ رہیں گے' کیا رفع فساد کے لیے ایسا کرنے کی اجازت ہے؟

جواب: اگر مسجد مذکور بدستور رہے اور اس میں اذان و نماز و جماعت کے تمام حقوق قائم رہیں اور اس بات پر جھگڑا ختم ہوتا ہو کہ اس کی عمارت پختہ نہ کی جائے بلکہ پختہ مسجد دوسری جگہ تعمیر کرلی جائے اور مسجد خام کو خام ہی رہنے دیا جائے تو مسلمان اس فیصلے پر عمل کرنے میں گنہگار نہ ہوں گے اور دوسری پختہ مسجد میں جو مسلمان بنائیں گے نماز و اذان و جماعت و جمعہ سب امور ادا کرنا جائز ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۸۰)

قبلے سے منحرف مسجد تعمیر نہ کی جائے

سوال: ایک پرانی مسجد کی جدید تعمیر کے سلسلے میں قطب نما سے دیکھا جاتا ہے تو آٹھ فٹ کا فرق قبلے میں آرہا ہے' کیا ایسی صورت میں سابقہ بنیاد پر جدید تعمیر کرلی جائے؟ یا قطب نما سے قبلہ درست کرنا ضروری ہے؟

جواب: جان بوجھ کر انحراف کے ساتھ تعمیر ہرگز نہ کی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ سابقہ مسجد بنانے کے وقت پورا لحاظ قبلہ کا نہ ہوسکا ہو' کوئی ذریعہ صحیح علم کا نہ ہو' اب جبکہ صحیح علم کے ذریعہ موجود ہے دیگر ایسی مساجد کو بھی دیکھ لیا جائے' قطب نما سے بھی اندازہ کرلیا جائے تب تعمیر کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۳۹)

مکان اور مسجد کے درمیان راستہ کتنا ہو

سوال: مسجد کے قریب ایک صاحب مکان بناتے بناتے مسجد کے قریب آگئے' گاؤں والے کہتے ہیں کہ کم از کم بارہ فٹ چھوڑ کر بنانا چاہیے وہ کہتا ہے کہ اگر اس میں چھوڑ کر بناتا ہوں تو میرے ایک کمرے کا نقصان ہوتا ہے' شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: عام راستے کے لیے اتنی جگہ چھوڑ دی جائے جس میں آدمی اور وہاں کے مطابق بیل گاڑی' چھکڑا وغیرہ بہ سہولت گزر جائے اس سے زیادہ چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۴۸)

محراب بھی داخل مسجد ہے

سوال: یہاں پر ایک مسجد بن رہی ہے تو محراب شامل مسجد ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کی کثرت کے وقت امام محراب میں اندر کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: محراب تو داخل مسجد ہے مگر اس کے باوجود امام کو اس طرح کھڑا ہونا چاہیے کہ اس کے پورے پیر محراب سے باہر ہوں یا کچھ حصہ محراب سے باہر ہو' اگرچہ داخل محراب کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے بھی نماز ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۰۸) ''مگر مکروہ'' (م ع)

مسجد کی صفوں کو بائیں دائیں سے کم کرنا

سوال: جامع مسجد کی صفوں کی چوڑائی تقریباً چار سوفٹ ہے چونکہ صف اول کا پورا کرنا لازم ہے مگراس کی لمبائی اس قدر زیادہ ہے کہ جب جماعت ہوتی ہے تو صف اول میں دائیں بائیں ملنے کی کوشش میں دوڑتے دوڑتے بھی رکعت نکل جاتی ہے اور نمازیوں میں بوڑھے، ضعیف، جوان، بیمار سب ہی ہوتے ہیں اس لیے صف اول کے پورا کرنے میں پریشانی ہوتی ہے اگر صف کو ایک خاص حد تک محدود کر دیا جائے اور دونوں جانب حصہ چھوڑ دیا جائے تاکہ امام صاحب کے پیچھے نمازی ایک خاص حد تک کھڑے ہوں اور دوسری صف میں بھی لوگ اسی کے برابر کھڑے ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس عذر کی وجہ سے دونوں جانب کچھ جگہ چھوڑ دی جائے اور امام وسط ہی میں رہے اور دوسری تیسری صف بھی صف اول کی طرح ہو جائے تو (اس کی وجہ سے دوسری تیسری صف والے اول کی فضیلت سے تو محروم رہیں گے مگر) فضیلت جماعت بلاتردد حاصل ہو جائے گی لیکن اس صورت میں مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔

ہاں اگر رکعت فوت ہونے کا خوف ہو مثلاً امام رکوع میں ہو تو پھر دوسری صف میں شریک ہو جانا مکروہ نہیں بلکہ تحصیل رکعت کے لیے ایسا کرنا افضل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۸۶)

مساجد کے متعلق حکومت کی بعض شرائط کو ماننا

سوال: حکومت اپنی زمین میں رفاہ عام کے لیے ایک شفا خانہ بنانا چاہتی ہے اس زمین میں بعض منہدم مساجد بھی ہیں، حکومت ان کو اپنے خرچ سے بنانے کا وعدہ کرتی ہے مگر عام لوگوں کو وہاں اجازت دینا مشکل ہے البتہ شفا خانہ کے مریضوں اور ملازموں کو ہر وقت اجازت ہے اور ایک مسجد کو بنانے سے کسی وجہ سے عذر کرتی ہے مگر اس کے تحفظ کے لیے احاطہ اس کا بھی بنا دینے کو کہتی ہے اس صورت کو اگر مسلمان منظور کر لیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: احکام شرعیہ دو قسم کے ہیں، ایک اصلی دوسرے عارضی صورت مسئولہ میں حکم اصل یہی تھا کہ مساجد ہر طرح آزاد ہیں، ان میں کسی وقت، کسی کو نہ نماز پڑھنے کی ممانعت ہو نہ آنے جانے سے مگر مسجد کی کسی مصلحت کے لیے۔

اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مسلمان بدوں کسی خطرے میں پڑے اس پر قادر ہوں اور یہ حکم عارضی ہے کہ جس صورت پر صلح کی جاتی ہے اس پر رضامند ہو جائیں اور یہ حکم اس حالت میں

ہے کہ جب مسلمان حکم اصلی پر قادر نہ ہوں۔

نظیر اس کی مسجد الحرام ہے جب تک اس پر مشرکین مکہ مسلط رہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نماز وطواف سب کرتے رہے' اسی درمیان میں وہ زمانہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے عمرہ کے لیے مکہ تشریف لائے اور مشرکین نے نہیں آنے دیا' پھر اس پر صلح ہوئی کہ تین روز کے لیے تشریف لائیں' آپ نے اس صلح کو قبول فرمالیا اور وقت محدود تک قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے۔ یہ سب اس وقت ہوا جب تسلط نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو باقاعدہ تسلط فرمادیا اس وقت حکم اصلی پر عمل فرمایا گیا۔

پس یہ تو تفصیل ہے اس صلح کے لیے منظور کر لینے میں اور حکومت کا مساجد مذکورہ کی مرمت کا وعدہ کر لینا' اس کی بھی اسی مسجد حرام میں ایک نظیر ہے کہ مشرکین نے اس کی تعمیر کی اور آپ نے قدرت کے وقت بھی اس تعمیر کو باقی رکھا۔

البتہ اس وعدے میں اتنی ترمیم کی درخواست مناسب ہے کہ جس مسجد کو صرف احاطے سے محفوظ کر لینا چاہتے ہیں اس کو بھی مسجد ہی کی صورت پر بنادیں' گو چبوترہ ہی بنادیں اور اگر کوئی قوی مجبوری ہو تو احاطہ پر قناعت کریں لیکن ایک پتھر کندہ کر کے نصب کر دیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۹۲)

مسجد بہر حال مسجد ہے' خواہ کتبہ میں کچھ ہی لکھا ہو

سوال: ہمارے شہر میں شاہان اسلام نے ایک مسجد اور اس کے سامنے حجرہ تیار کروا کر اس پر پتھر لگوائے ہیں' حجرے کے پتھر میں لکھا ہوا ہے کہ یہ جگہ مسلمانوں کی آسائش کے لیے تیار کی گئی ہے' اس میں کوئی مقبرہ نہ کرے۔

مسجد کی تاریخی بناء میں یہ شعر لکھا ہوا ہے:

خوشا منزل باغ رضواں رقم — کہ جاں را دہد فیض باغ ارم
بتاریخ ایں جائے عشرت سرشت — زہے جائے عشرت رقم زد قلم

اب بعض فسادی ہندو بعض خبیث مسلمانوں اور احکام کے ذریعے چاہتے ہیں کہ اس شعر کو مسجد کے ہدم کا ذریعہ بنا کر اس میں مندر بنادیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ''عشرت سرشت'' کے لفظ سے مسجد مراد لینا ناجائز ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ سیاق وسباق اور مسجد کی صورت' محراب' قبلہ کے موافق ہونا' دیگر مساجد کی ہیئت کے موافق ہونا اور مسلمانوں کا اس کے مسجد ماننے پر اتفاق کرنا' قدیماً اس میں نماز وجماعت واذان کا

ہونا' یہ سب اس کے مسجد ہونے کے قرائن ہیں' آپ اس سلسلہ میں جواب باصواب سے نوازیں؟

جواب: مسجد کا مسجد ہونا کسی کتبہ وغیرہ پر موقوف نہیں اگر کتبہ بالکل موجود نہ ہو یا اس میں مسجد کی تصریح نہ ہو تو اس سے مسجد ہونے میں کوئی خلل نہیں آتا بلکہ اگر کتبے میں یہ بھی لکھا ہو کہ یہ مسجد نہیں اور تعامل اہل اسلام سے اس کا مسجد ہونا ظاہر ہوتا ہو تو اس کتبہ کا بھی اس وقت تک کوئی اعتبار نہ ہوگا' جب تک یہ کسی حجت سے ثابت نہ ہو جائے کہ یہ کتبہ خود بانی مکان یا بانی مسجد کی جانب سے ہے' بلکہ مسجد ہونے کا مدار صرف اس پر ہے کہ مالک زمین اپنی زمین میں عام مسلمانوں کو نماز باجماعت پڑھنے کی ہمیشہ کے لیے اجازت دے دے اور کوئی رکاوٹ نہ ڈالے۔

جب یہ بات محقق ہوگئی تو یہ جگہ مسجد ہوگئی' خواہ تعمیر بھی نہ ہو' پس جب کہ مسجد ہونے کے لیے تعمیر' محراب اور صورت مسجد ہونا بھی شرط نہیں کتبہ وغیرہ تو کیا شرط ہوتا' تو ایسی صورت میں کتبہ کے موہم الفاظ کی وجہ سے وقف اور مسجد کو باطل کرنا سراسر غلطی ہے اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ اس کتبے کے الفاظ سے مکان کا مسجد ہونا سمجھ میں نہیں آتا لیکن مسجد ہونے کا جس چیز پر مدار ہے وہ یہاں بالکل واضح طور پر موجود ہے۔ یعنی اہل اسلام کا قدیم تعامل لہٰذا بلاشبہ یہ مسجد ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۰۹)

بوجہ شرارت بنائی گئی مسجد کیا مسجد ضرار ہے؟

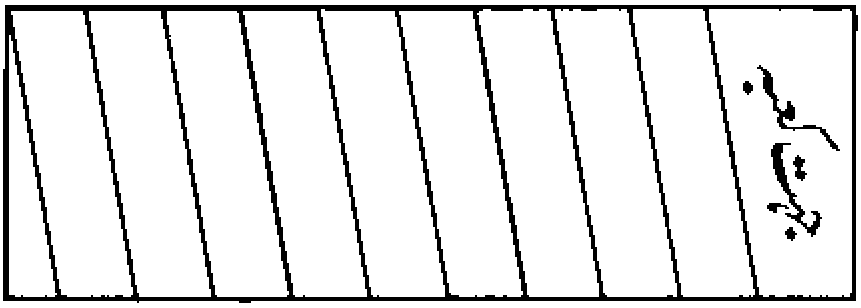
سوال: ایک قصبے میں مسلمانوں نے شرارت کی بناء پر پہلی مسجد سے پچاس قدم کے فاصلہ پر ضداً دوسری مسجد بنائی ہے' کیا یہ مسجد ضرار بن سکتی ہے؟ اور اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ مسجد اگر فی الواقع ضد کی وجہ سے اور مسجد قدیم کی جماعت توڑنے کے لیے بنائی گئی ہے تو اس کے بنانے والوں کو کچھ ثواب نہ ہوگا بلکہ گناہ ہوگا اور یہ مسجد ضرار کے مشابہ ہوگی لیکن اس کے باوجود بلاشبہ مسجد بن گئی ہے' اس کے تمام احکام مسجد ہی کے ہوں گے۔

الغرض بہ نیت ضد مسجد بنانا گناہ ہے لیکن اس مسجد کو مسجد ضرار نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ حقیقی مسجد ہے اور اس کی مسجدیت میں کوئی خلل نہیں کیونکہ مسجد ضرار تو درحقیقت مسجد ہی نہ تھی بلکہ کفار (منافقین) نے اس کا نام محض تلبیس کے لیے مسجد رکھ دیا تھا وہ تو اصل میں ایک مکان اس لیے بنایا تھا کہ مسجد قباء کی جماعت کو کم کیا جائے اور مسلمانوں میں باہم تفریق ڈالی جائے اور وہاں اسلام اور مسلمانوں کے نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورے اور تدبیریں کی جائیں اور ظاہر ہے کہ مسلمان جو مسجد بناتا ہے خواہ کسی وجہ سے ہو نیت اس کی مسجد بنانے کی ہوتی ہے۔ امور مذکورہ سب اس میں نہیں ہوتے۔ (امداد المفتیین ص ۸۰۶)

جہت قبلہ کی رعایت میں صفوں کا چھوٹا بڑا ہونا

سوال: ایک مکان میں نماز باجماعت ہوتی ہے مگر مکان ہونے کی وجہ سے صفیں چھوٹی بڑی بچھائی جاتی ہیں تو اس طرح نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟



جواب: مکان کے رخ پر صفوں کا ہونا ضروری نہیں، جہت قبلہ پر صفیں قائم کی جائیں، اگرچہ بعض چھوٹی بڑی ہو جائیں، پنج وقتہ نماز درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷، ص ۲۱۶)

قرب وجوار میں متعدد مسجدیں ہوں تو؟

سوال: زید کے مکان کے قریب تین مساجد ہیں۔ (۱) مسجد فاطمہ مکان زید سے تراسی قدم کے فاصلہ پر ہے، راستہ میں پختہ سڑک نہیں ہے، ایک مقام پر راستے میں کیچڑ بھی رہتا ہے، پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہے لیکن امام کا تعین نہیں ہے۔

۲۔ مسجد سبحان، مکان زید سے ایک سو تیئس قدم کے فاصلہ پر ہے، راستے میں پختہ سڑک نہیں ہے گلی میں ایک مقام پر حوض بھی ہے، مسجد میں پنج وقتہ نماز بھی ہوتی ہے لیکن امام کا تعین نہیں ہے۔

۳۔ مسجد فیض، مکان زید سے ایک سو تیس قدم کے فاصلہ پر ہے، راستے میں پختہ سڑک بھی ہے، سڑک پر لالٹین کی کافی روشنی رہتی ہے، پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہے امام کا تعین ہے، زید بہ لحاظ سہولت نماز عشاء و فجر اسی مسجد میں ادا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ مسجد ۱و۲ میں شب کو جاتے ہوئے خطرہ دل میں رہتا ہے تو زید کو تینوں مسجدوں میں سے کس میں نماز ادا کرنی چاہیے؟

جواب: ان مسجدوں میں جو مسجد سائل کے محلہ کی ہو وہ افضل ہے۔ اس میں اس کو بالالتزام نماز ادا کرنا چاہیے اور اگر یہ سب اسی محلہ کی مسجدیں ہیں تو ان میں بھی سب برابر ہوں، یا سب سے زیادہ قدیم کون سی ہے، معلوم نہ ہو تو جو سب سے زیادہ قریب ہے وہ افضل ہے۔ (امداد الاحکام ص ۳۶۶ ج ۱)

مسجد کی چھت پر امام کیلئے کمرہ بنانا

سوال: ایک مسجد ہے اس کے دائیں اور بائیں جانب سڑکیں ہیں اور قبلہ کی دیوار کے آگے

مسجد کی کوئی زمین نہیں ہے تو مسجد کی چھت پر امام کا کمرہ بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی چھت پر امام صاحب کے لیے کمرہ بنانا جائز نہیں ہے ہاں غسل خانہ وضو خانہ استنجا خانہ وغیرہ جو فناء مسجد کے درجہ کی عمارت ہو اس کی چھت پر امام صاحب کے لیے کمرہ بنایا جاسکتا ہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۱۴ ج ۱)

مسجد کیلئے چھوڑی گئی زمین امام کو دینا

سوال: یہاں نئی آبادی میں ایک قطعہ مسجد کے لیے چھوڑا گیا ہے ابھی وقف نہیں کیا نہ مسجد کی بنیاد پڑی اور یہ زمین ہندو پٹواری نے چھوڑی ہے اب وہ پٹواری اس زمین کا آدھا ایک مولوی صاحب کے نام کرنا چاہتا ہے اور بننے والی مسجد بھی انہیں کی ماتحتی میں چلانا چاہتا ہے یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگرچہ ابھی تک وہاں مسجد نہیں بنی نہ اس زمین کو وقف کیا گیا لیکن جب منظوری مسجد کے واسطے لی گئی تو اس کو کسی اور کے نام سے نہ چھوڑا جائے مسجد کی تعمیر اور اس کا انتظام سب کے مشورے سے ایک شخص کے سپرد کردیں جس کو مسجد اور نماز سے گہرا تعلق ہو۔ اس میں انتظام اور تولیت کی صلاحیت ہو بلکہ ایک کمیٹی بنائی جائے تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۵۰) "ضروری نہیں" (م ع)

مسجد پر امام کا مکان بنانا

سوال: امام کی سکونت کے لیے مسجد کے اوپر مکان تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زمین کے جتنے قطعے کو ایک بار مسجد شرعی قرار دے دیا گیا اس کے اندر اور نیچے اوپر کوئی چیز بنانا جائز نہیں مسجد شرعی قرار دینے سے قبل امام کے لیے مکان یا مصالح مسجد کے لیے اور کچھ بنانا طے کر لیا ہو اور اس کی عام اطلاع بھی کر دی ہو تو جائز ہے مسجد شرعی ہو جانے کے بعد اگر متولی نے شروع ہی سے نیت کا دعویٰ کیا تو یہ قبول نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۴)

مسجد کی زمین میں حجرہ بنانا

سوال: مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے بڑھائی گئی کسی قدر زمین مسجد کی بچی رہی اس میں حجرہ وغیرہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مسجد کی بچی ہوئی یہ جگہ کسی دوسرے کام میں نہیں آسکتی نہ یہاں حجرہ بنانا درست ہے نہ غسل خانہ وغیرہ جس طرح ہو مسجد میں شامل کر دیں نہ ہو سکے تو احاطہ بنا کر ویسے ہی پڑا رہنے دیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۳)

مسجد کا حجرہ بنوانے کا طریقہ

سوال: مسجد میں نمازیوں کو وضو کی سخت تکلیف گرمی میں رہتی ہے۔ کوئی جگہ سائے کی نہ تھی ایک شخص نے ایک سہ دری بنوانی شروع کی اور مسجد میں کسی طرف کو مسجد کے اسباب کے واسطے حجرہ بنوانا چاہتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے متعلق غسل خانہ حجرہ سہ دری وغیرہ اگر بنوایا جائے تو مسجد کے فرش سے بالکل علیحدہ اور ایک طرف کو ہو حتیٰ کہ اگر کوئی کڑی یا ستون مسجد پر رکھا جائے گا تو جائز نہ ہوگا اور جو ستون بنایا گیا ہو تو اس کو تڑوا دینا چاہیے۔ علیٰ ہذا یہ تعمیر جس میں مسجد کا فرش کام میں آئے گا اس کا لینا ہرگز جائز نہ ہوگا اور اگر کچھ بنایا گیا ہو اور اس میں مسجد کا کچھ فرش آ گیا ہو تو اس کو تڑوا دینا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۳)

غیر مسلم سے مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھوانا

سوال: کسی غیر مسلم سے کسی مسجد یا مدرسہ کی بنیاد رکھوانا کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلم اگر معمار ہو یا انجینئر ہو اور سمت سے خوف واقف ہو اور اسلام کی تقریب یا اعزاز کی نیت نہ ہو تو اس سے بنیاد رکھوانا شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۳۲)

"بعض لوگ کفار نیتاؤں سے بنیاد رکھوا دیتے ہیں جو سراسر غلط ہے" (م ع)

ہندو کے ذریعے مسجد کے درختوں کی آبپاشی کرانا

سوال: احاطہ مسجد میں ایک طرف مسجد سے ملحق لیکن حدود مسجد سے خارج ایک کنواں ہے اور دوسری طرف دو حجرے ہیں، وہ بھی حدود مسجد سے خارج ہیں۔

احاطہ مسجد کے درختوں اور کاشت کی حفاظت کے لیے ایک غیر مسلم کاشت کار ملازم ہے اس کنویں سے (جو حدود مسجد سے خارج ہے) غیر مسلم کے ذریعے احاطہ مسجد کے درختوں کی آبپاشی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس کنویں سے مسجد کے متعلقہ درختوں اور زراعت کے لیے آبپاشی جائز ہے، مسلم کے ذریعے کی جائے یا غیر مسلم کے ذریعہ بشرطیکہ غیر مسلم طہارت و نجاست میں فرق رکھتا ہو۔ (امداد المفتیین ص ۷۷۲)

ہندو سے خریدی ہوئی زمین میں مسجد بنانا

سوال: ایک ہندو سے زمین خرید کر اس زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ہندو کی زمین مسلمان خرید لے تو پھر اسے اختیار ہے کہ اس پر مسجد بنا لے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۵۵)

کافر کا مسجد بنوا کر مسلمانوں کو دینا

سوال: ایک ہندو نے اپنی خوشی سے اپنے ذاتی مال سے ایک مسجد بنوائی اور مسجد بناتے وقت کہا کہ اس مسجد کو مسلمانوں کے لیے بناتا ہوں' مسلمان اس میں نماز پڑھیں گے' یہاں تک کہ جب وہ مسجد تیار ہوگئی تو مسلمانوں سے کہا کہ تم اس میں نماز پڑھا کرو' ہمیشہ کے لیے اور اس مسجد کی تعمیر سے مسلمانوں پر کسی قسم کا احسان نہیں جتایا نہ کوئی اختیار اپنا مسجد پر رکھا' لہٰذا اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ہندو یہ مسجد مسلمانوں کو دے دے اور مسجد کے حق ملکیت' حق تولیت اور حق نگرانی اور ہر قسم کے حقوق سے دست برداری کر دے اور مسلمان اس پر ہر طرح قابض و مختار ہو جائیں تو اس میں نماز جائز ہے اور وہ مسجد ہمیشہ کے لیے جائز ہو جائے گی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۶)

مسجد پر مدرسہ بنانا

سوال: مسجد کے اوپر مدرسہ کی تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بوقت ضرورت شدیدہ گنجائش معلوم ہوتی ہے مگر یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ ابتدا ہی سے مسجد کے اوپر یا نیچے مدرسہ بنانے کا ارادہ ہو۔ اگر ابتداء ارادہ نہ تھا بلکہ مسجد کی حدود متعین کر کے اس رقبے کے بارے میں زبان سے کہہ دیا کہ "یہ مسجد ہے" اس کے بعد اوپر مدرسہ بنانے کا ارادہ ہوا تو جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۳) "**النّیة معتبرة قبل العمل لابعدالعمل**" (م'ع)

مسجد و مدرسہ کی زمین کو صرف مدرسہ میں لگانا

سوال: زید نے ایک بیگھہ زمین وقف کی اور کہا کہ میری زمین میں مسجد و مدرسہ بنانا' ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اہل مدرسہ نے تھوڑی سی زمین میں مسجد کی بنیاد رکھ دی حالانکہ مدرسے کے حالات کے پیش نظر اس جگہ مسجد کی بنیاد مناسب نہیں تھی' مدرسہ کی تنگی کو دیکھتے ہوئے واقف صاحب نے مسجد کی بنیاد کی جگہ (جو کہ ابھی صرف بنیاد کی حد تک ہے' اس پر کسی قسم کی کوئی تعمیر نہیں ہوئی اور نہ کسی نے اس میں نماز پڑھی اور نہ ایسا کوئی کام کیا گیا جو اس کے مسجد ہونے پر دال ہو) مدرسہ کی تعمیر کی اجازت دے دی ہے' اب اس وقت مدرسہ کی تنگی کی وجہ سے نہایت پریشانی ہے' لہٰذا شرعاً جواز کی صورت ہو تو تحریر فرمائیں؟

جواب: وہ جگہ ابھی مسجد نہیں بنی' واقف کو حق ہے کہ اگر وہاں مسجد بنانا درست نہیں تو اس جگہ مدرسہ بنانے کی اجازت دے دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۵۷)

مسجد کی وقف جگہ پر مدرسہ یا مؤذن و امام کا کمرہ بنانا

سوال: ہمارے یہاں ایک صاحب خیر نے مسجد کے احاطہ میں شرعی مسجد سے علیحدہ مدرسہ کی نیت سے دو بڑے کمرے تعمیر کرا دیے ہیں' اس صورت میں مدرسہ کے اوپر امام اور مدرس کے لیے ایک دو منزلہ عمارت بنا دیں تو شرعاً اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: احاطہ مسجد کی وہ جگہ مسجد کے مصالح کے لیے وقف ہے اس جگہ مدرسہ بنانے کی اجازت دینا درست نہیں ہے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کھلی یا بیکار جگہ پر مسجد کے پیسوں سے یا چندہ کر کے عمارت بنائی جائے اور وہ جگہ دینی مدرسہ چلانے کے لیے کرایہ پر دی جائے اور کرایہ مسجد کے مفاد میں صرف ہوتا رہے یا امام و مؤذن کے لیے دے دیا جائے تو یہ صورت جائز ہے۔ صورت مسئولہ میں مسجد کی جگہ پر برائے رہنے کے مدرسہ کی عمارت بن چکی ہے تو مسجد والوں کو چاہیے کہ وہ لوگ رقم ادا کر کے یہ عمارت لے لیں' زمین تو پہلے سے مسجد کی ملک ہے' اس عمل سے مسجد کی ملک میں عمارت بھی آ جائے گی اور پھر وہ جگہ مدرسہ کو کرایہ پر دی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۹۵)

مسجد کی تعریف اور تعلیم قرآن کیلئے وقف کی گئی جگہ میں امام کا مکان بنانے کا حکم

سوال: ہمارے محلے کی مسجد جو صدیوں پرانی ہے ایک سو سال ہوا کہ ایک نابینا حافظ صاحب جو تونسہ شریف پنجاب کے باشندے تھے آ کر اس مسجد کے ملحقہ چھوٹے سے حجرے میں جو ۸ فٹ چوڑا تھا مقیم ہوئے لیکن استدعا کی کہ ایک بڑا حجرہ ہونا چاہیے جس میں درس قرآن جاری کرسکوں' محلے والوں سے تو کچھ نہ ہوسکا' امام صاحب نے اپنی جانب سے ایک کشادہ حجرہ ۱۴x۱۴ مربع فٹ کا بنوا کر قرآنی تعلیم کے لیے وقف کر دیا اور اپنی رہائش بھی منتقل کر لی۔ تقریباً پچاس سال درس دیتے رہے' بیسیوں حفاظ اور سینکڑوں ناظرہ خواں طلباء مستفیض ہوئے' آخر داعی اجل کا پیغام آ پہنچا اور لبیک کہہ کر اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ان کے وفات پا جانے کے بعد مقامی دیہات سے ایک اور حافظ صاحب' امام مقرر ہوئے' جب شادی کی تو پردہ دار رہائشی مکان کا مطالبہ کیا' ان کے لیے مسجد سے علیحدہ کسی مقام کا انتظام تو نہیں ہوسکا مگر چند ایک نے یہ تجویز پیش کی کہ اسی قرآنی تعلیم کی جگہ کے صحن میں دو دیواریں ڈال کر اسی کو پردہ دار مکان بنا دیا جائے مگر میں نے بدلائل ذیل اس کی مخالفت کی۔

۱۔ سابق امام مرحوم نے جو اپنی جانب سے قرآنی تعلیم کا حجرہ بنا کر وقف کیا اس کے وقف کا حق پامال کر کے کیا واقف کی روح کو تڑپانے کے مترادف نہ ہوگا؟ اور کیا ہم گنہگار نہ ہوں گے؟

۲۔ ہر انسان کو چاہیے وہ مسلمان ہو یا ہندو سکھ ہو یا عیسائی یہودی ہو یا مجوسی مسجد کے کسی حصے میں آنے جانے کا حق رکھتا ہے بشرطیکہ (الف): پاگل نہ ہو (ب): ایسا غلیظ لباس نہ رکھتا ہو جس سے دیگر حاضرین کو گھن آئے (ج): نشے کی حالت میں نہ ہو (د): کسی سے دشمنی کا ارادہ نہ رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ مگر مکان بنانے سے حق چھن جائے گا۔

۳۔ صحن حجرہ اتنا وسیع وعریض نہیں جس میں مکان کے علاوہ کسی اور حجرے کے بنانے کی گنجائش ہوتا کہ قرآنی تعلیم جاری کی جاسکے۔

۴۔ پردہ دار مکان بن جانے سے صحن حجرہ میں مسجد میں جاتے وقت جوتے اتارنے کا حق بھی تلف ہوگا۔

۵۔ مسجد کے محراب والا کمرہ اور حجرہ متصل ہیں اور درمیان میں ایک کھڑکی بھی لگی ہوئی ہے جس سے سابق نابینا امام مرحوم بوقت امامت جماعت آمد ورفت رکھتا تھا اب حجرہ جو رہائشی کمرہ بن جائے اور اس میں بال بچے رہنے لگیں اور اگر امام صاحب بھیڑ بکری بھی رکھتے ہوں تو ان کی آواز سے کمرے متصل ہونے اور بیچ میں کھڑکی ہونے سے نماز میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہے۔

۶۔ اپنے شہر میں اور دیگر شہروں میں بھی یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ مکان کو قربان کر کے مسجد بنائی جاتی ہے اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ "جو مسجد بناتا ہے اس کو جنت میں گھر ملتا ہے" میں عرض کرتا ہوں اس کا کیا بنے گا جو اس کے برخلاف مسجد کو گھر بناتا ہے؟ اس کو آخرت میں کیا ملے گا؟

۷۔ مسجد میں مکان بن جانے سے اس کی ڈیوڑھی کا دروازہ بھی اندرون مسجد ہوگا جبکہ مسجد کا اپنا داخلی دروازہ بھی بالمقابل گھر کے ہوگا اس طرح سے ہوسکتا ہے کہ کبھی کبھی اتفاقاً نمازیوں کا اور گھر میں آنے جانے والی عورتوں کا آمنا سامنا ہو جائے جو ایک معیوب بات ہے۔

کرم فرمائے بندہ! دریں حالات یہ دریافت طلب امر ہے کہ از روئے شریعت حقہ احاطہ مسجد میں جو زیادہ وسیع وعریض بھی نہ ہو ایک سابق حجرہ قرآنی تعلیم اور اس کے صحن کے تمام حقوق غصب کر کے پردہ دار رہائشی مکان بنانا کیسا ہے؟ کیا ہم مکان بنا کر گناہ گار نہ ہوں گے؟

جواب: پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ شرعاً مسجد صرف وہ جگہ ہوتی ہے جس کو بنانے والے نے مسجد قرار دیا ہو اور صرف نماز پڑھنے کی نیت سے بنایا ہو لیکن جو جگہ کسی اور مقصد مثلاً تعلیم قرآن کے لیے وقف کی گئی ہو وہ نہ شرعاً مسجد ہوتی ہے اور نہ اس پر مسجد کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں صحن حجرہ کو اگر بانی یا واقف نے مسجد قرار دیا تھا تب تو اس کو نماز پڑھنے کے سوا کسی بھی مقصد

کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ اس میں رہائشی مکان بھی نہیں بن سکتا لیکن اگر بانی یا واقف نے اس کو مسجد قرار نہیں دیا بلکہ تعلیم قرآن کے لیے یا مسجد کی دیگر ضروریات کے لیے وقف کیا تھا تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ واقف کی شرائط کیا تھیں؟ اگر اس نے وقف کرتے وقت کوئی ایسی صراحت کردی تھی کہ یہ پوری جگہ تعلیم ہی میں استعمال ہوگی' اساتذہ وغیرہ کے مکانات میں نہیں' تب بھی یہاں مکان بنانا جائز نہیں؟ لیکن اگر وقف میں تعلیم قرآن کی تمام متعلقہ ضروریات کی نیت کی گئی تھی تو اس میں ضرورت کے وقت اساتذہ کا مکان بنانے کی گنجائش ہے' البتہ تعمیر اس انداز سے کرنی چاہیے کہ حتی الامکان نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہو اور بے پردگی کا بھی احتمال کم سے کم ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ عثمانی جلد ۲ ص ۵۰۷)

مدرسے والوں کیلئے مسجد کی مغربی دیوار میں دروازے بنانا

سوال: مسجد کے مغربی حصے میں اسلامی مدرسہ ہے تو مدرسے والوں نے مسجد کی مغربی دیوار کو توڑ کر تین دروازے بنائے جس سے طلبہ آتے جاتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں تو اس طرح دروازہ اور مدرسہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اہل مدرسہ کا اپنی آمدورفت کی سہولت کے لیے مسجد کی مغربی دیوار توڑ کر دروازے نکالنا غلط طریقہ ہے جو مسجد میں آنے کا عام راستہ ہے' اس سے آنا جانا چاہیے یہ تصرف غلط ہوا' مدرسہ مسجد کی جس سمت پر حسب مصلحت ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۳۵)

بنام مدرسہ جگہ کو مسجد میں شامل کرنا

سوال: مسجد سے ملی ہوئی بنام مدرسہ ایک جگہ ہے' کیا اس جگہ کو مسجد میں شامل کر کے مدرسہ چلایا جاسکتا ہے؟ بسا اوقات نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہونے سے مذکورہ جگہ امام مسجد ہی کی امامت میں باجماعت نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ جگہ کسی کی جگہ مملوک ہے تو مالک کی اجازت سے مسجد میں شامل کرنا درست ہے' اگر وہ جگہ جداگانہ مدرسہ کے لیے وقف ہے تو اس کو مسجد میں شامل نہ کیا جائے' اگر وہ مسجد کے لیے وقف ہے تو آپس کے مشورے سے حسب ضرورت مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے' مجمع زیادہ ہونے کے وقت اگر وہاں تک صفیں متصل ہیں تو امام کی اقتداء میں وہاں نماز درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۲۰۰)

مسجد کی زمین میں دکان بنانے کی ایک تدبیر

سوال: ایک جگہ مسجد کی ہے اس میں کوئی دوسرا شخص دکان بنالے اور مسجد کو کچھ سالانہ مقرر

کر کے دینا چاہے، بعد وصولی رقم دکان مسجد کی ہو جائے گی یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی صورت اس طرح کر لی جائے کہ زمین مسجد اس شخص کو کرائے پر دے دی جائے اور کرایہ پیشگی لے کر اس سے دکان بنوادی جائے، جب دکان مکمل ہو جائے تو وہ کرائے دار کے حوالہ کر دی جائے، اس طرح وہ دکان مسجد کی ہوگی اور کرائے دار کو اتنی مدت استعمال کا حق ہوگا جس کا کرایہ وہ پیشگی ادا کر چکا ہے، یہ بھی درست ہے کہ خالی زمین دے دی جائے جس کا کرایہ وہ مسجد کو ادا کرتا رہے اور کرایہ دار خود اس میں تعمیر کرے، پھر جب مدت کرایہ داری ختم ہو جائے تو اپنی تعمیر ہٹا لے خالی زمین مسجد کو دے دے یا بعینہ تعمیر مسجد کو دے دے، خالی زمین کرائے پر دیتے وقت یہ شرط نہ کی جائے کہ اس زمین کا کرایہ یہ ہے کہ اس پر دکان تعمیر کر کے اتنی مدت بعد وہ تعمیر مسجد کو دے دے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۸۴)

مسجد کی زمین پر مالکانہ قبضہ کرنا

سوال: زید مسجد کے صحن اور نماز جنازہ کی جگہ اور مذہبی اجتماع کی جگہ اور تعزیے کے راستے پر قبضہ کر کے، مکان بنانا چاہتا ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر وہ جگہ مسجد کے لیے وقف ہے تو اس پر مالکانہ قبضہ غصب اور حرام ہے، اس قبضے کو ہٹا کر مسجد کے قبضہ میں دینا ضروری ہے، پھر اس کی چار دیواری بنا کر حسب مصالح مسجد کے کام میں لائیں تا کہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۸۱ ج ۱۲)

اس صحن مسجد کا حکم جو ناہموار پڑا ہوا ہو

سوال: مسجد کے صحن کا کچھ حصہ جو حدود مسجد میں ہے، بغیر مرمت و پلستر وغیرہ کے ہے، اس جگہ روڑا پڑا ہوا ہے، ناہموار ہونے کی وجہ سے یہاں باقاعدہ نماز نہیں پڑھی جاتی، کیا اس کا احترام صحن مسجد کی طرح ضروری ہے، یہاں جوتا وغیرہ لے جانا یا غسل وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس حصہ زمین کو مسجد قرار دیا گیا ہے وہ مرمت نہ ہونے کے باوجود قابل احترام ہے، اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو آداب مسجد کے خلاف ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۲۰۴)

جمعہ کیلئے مستقل مسجد بنانا

سوال: اگر کسی مسجد میں صرف پنج وقتہ نماز ادا کر لیا کریں اور قریب ہی مسجد صرف جمعہ پڑھنے کے ارادہ سے بنائی جاتی ہے تو اس صورت میں یہ مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد قدیم میں لوگ جمعہ پڑھنے کے لیے نہیں آتے اور دوسری جگہ جامع مسجد

ضرورت ہے تو دوسری جگہ جامع مسجد بنانا جائز ہے لیکن علاوہ جمعہ کے دوسری نمازیں بھی اس میں پڑھا کریں تاکہ وہ آباد رہے صرف جمعہ کے لیے مخصوص نہ کریں اور مسجد قدیم حتی الوسع آباد رکھنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ص ۱۶۵)

مسجد کو عیدگاہ بنانا

سوال: ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی' اہل محلہ نے مشورہ کر کے اس کو دوسری جگہ بنائی' اب لوگ چاہتے ہیں کہ پہلی مسجد کی جگہ میں کچھ جگہ چاروں طرف سے ملا کر عیدگاہ بنالیں' کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد کو عیدگاہ بنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ اس میں پنجگانہ بھی ہوتی رہے اور اس قدر وسیع ہو جائے کہ بوقت ضرورت عید کی نماز بھی ہو سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں' یا اس وقت ہے جب کہ وہاں عید کی نماز درست ہو جاتی ہو اور اگر مطلب یہ ہے کہ اس کو صرف عید کے لیے مخصوص کر دیا جائے اور نماز پنجگانہ اس سے موقوف کر دی جائے تو یہ قطعاً ناجائز ہے' خواہ وہاں عید کی نماز ہو جاتی ہو یا نہ ہوتی ہو کیونکہ اس سے مسجد معطل ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ص ۴۶۸) ''اور یہ جائز نہیں'' (مؑ)

معتکف کی چہل قدمی کیلئے مسجد کو وسیع کرنا

سوال: مسجد بناتے وقت یہ نیت کی یہ مسجد دروازے تک ہے' یہ مسجد کا حصہ ہے اور یہ باہر کا حصہ ہے جس کو برآمدہ کہتے ہیں' یہ مسجد سے باہر ہے مسجد نہیں' میں مسجد کا بانی تھا' اب جماعت کے چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ مسجد کے برآمدہ کو بھی مسجد میں شامل کر دو' مسجد میں کچھ کمی نہیں' ایک شخص کہتا ہے کہ اگر باہر کا حصہ مسجد میں داخل کر دیا جائے تو معتکف برآمدے میں ٹہل سکتے ہیں اور باہر کیا ہو رہا ہے دیکھے' ہوا خوری کرے۔

جواب: محض اس مقصد کے لیے کہ معتکف اعتکاف میں رہتے ہوئے باہر کی چیزیں دیکھ لیا کرے' مسجد کی توسیع کی ضرورت نہیں' لہٰذا جو حصہ باہر کا ہے اس کو باہر ہی رہنے دیا جائے' مسجد میں داخل نہ کیا جائے' ہاں اگر مسجد میں اتنی تنگی ہے کہ نمازی نہ آسکتے ہوں تو آپس کے مشورے سے وہ حصہ داخل کر لیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۰ص ۱۹۶)

شراب کی آمدنی سے بنی ہوئی مسجد کا حکم

سوال: زید مسلم شراب کی بیع کرتا ہے مگر خود نہیں بلکہ نوکر اور اقرباء کرتے ہیں' کیا اس کی بد میں ہم مسلمانوں کی نماز ہوگی؟

جواب: اگر وہ مسجد شراب کی آمدنی سے بنائی گئی ہے تو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جو نمازیں وہاں پڑھیں وہ بہ کراہت ادا ہو گئیں ان سے آئندہ احتیاط کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۵۲)

مسافروں کیلئے وقف چیزوں کو امام کا استعمال کرنا

سوال: مسجد کی اشیاء جیسے تیل یا چار پائی اور بستر جو مسافروں کے واسطے مسجد میں ہوں امام ان کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد میں جو سامان تیل وغیرہ رہتا ہے یا جو سامان مسافروں کے لیے چار پائی بستر وغیرہ رکھا جاتا ہے وہ سب مال وقف ہے اور مال وقف کا واقف کی منشاء کے خلاف استعمال کرنا متولی کے لیے بھی جائز نہیں کسی دوسرے کے لیے کیسے ہو سکتا ہے؟ (امداد المفتین ص ۷۸۰)

مسجد کی وقف جائیداد میں دوسری مسجد بنانا

سوال: ایک مسجد ہے اس کے چند متولی ہیں ان میں سے بعض متولی معذوری اور دوری کی وجہ سے اس مسجد کی زمین میں دوسری مسجد بنانا چاہتے ہیں کیونکہ بارش وغیرہ میں نابینا اور ضعیفوں کو وہاں جانے میں تکلیف ہوتی ہے تو کیا پہلی مسجد کی صحرائی یا سکناتی زمین میں دوسری مسجد تعمیر کرنا جائز ہے؟

جواب: صورت مذکورہ میں اس موقوفہ زمین کے عوض میں کوئی دوسری زمین (اگرچہ اس سے اچھی ہو) مسجد کو دے کر وقف کا بدلنا تو جائز نہیں لیکن اگر محلہ والے آپس کے اتفاق سے اس مسجد کی وقف زمین میں دوسری مسجد سوال میں درج ضرورت کی وجہ سے بنالیں تو اس میں مضائقہ نہیں۔ (امداد المفتین ص ۷۸۹)

مسجد کے پتھر جوتے رکھنے کی جگہ لگانا

سوال: ایک مسجد شہید کر کے بڑی بنائی گئی اس کا فرش (صحن) پتھر کا تھا وہ پتھر جوتے اتارنے کی جگہ لگا دیئے گئے تو اس پر جوتے اتارنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: وہ پتھر ایسی جگہ نہ لگائے جاتے تو بہتر تھا جہاں جوتے نکالے اور رکھے جاتے ہیں کیونکہ یہ خلاف تعظیم ہے تاہم اب جب کہ ان پر نماز نہیں پڑھی جاتی تو ان کا وہ حکم نہیں جو مسجد کے فرش میں لگے ہوئے کا تھا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۷۲)

زمین وقف کیے بغیر مسجد بنانا

سوال: اگر کسی نے اپنی زمین وقف کیے بغیر مسجد بنائی اور جھگڑے کے وقت یہ کہے کہ یہ

میری مسجد ہے تو ایسی مسجد میں بلا کراہت نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: جس جگہ کو وقف نہیں کیا وہ مسجد شرعی نہیں بنی اس میں اگر کوئی آدمی مالک کی اجازت سے نماز پڑھے گا تو نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی' مگر مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بغیر اس کی اجازت کے کسی کو نماز پڑھنا بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ جگہ اس کی ملک سے خارج نہیں ہوئی۔ (امداد المفتیین ص ۸۱۲)

مسجد کے کسی حصہ کو حوض بنانا

سوال: ایک پرانی مسجد ہے اس کے آگے فنائے مسجد کی زمین ہے اس میں حوض بنانا چاہتے ہیں مگر حوض کے لیے وہ جگہ کافی نہیں' اگر حوض کسی قدر مسجد کے نیچے آئے اور اس کے اوپر سے ویسی ہی چھت ڈالی جائے جیسے کہ پہلے تھا تو آیا یہ درست ہے یا نہیں؟ اس صورت میں مسجد بھی کم نہ ہوگی اور حوض بھی دو گز کے بقدر مسجد کے نیچے آ جائے گا اور اوپر سے چھپا ہوا ہوگا' پہلے کی طرح لوگ اس پر نماز پڑھ سکیں گے؟

جواب: درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۸۶)

مسجد کے چندے سے کیا گیا خرچ جائز نہیں

سوال: ایک مسجد کے لیے کوئی وقف نہیں' چندے پر اس کا مدار ہے اس چندے سے امام و مؤذن کی تنخواہ اور خوراک دینا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر کوئی جلسہ ہو تو اس چندے سے اس میں پان وغیرہ منگانا اور خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر خط و کتابت کی ضرورت ہو تو اس میں چندہ کا پیسہ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو چندہ لوگ مصارف مسجد کے لیے دیتے ہیں ان میں سے امام و مؤذن کی تنخواہ دینا جائز ہے۔

جلسہ کے پان وغیرہ کا خرچ اس میں جائز نہیں کیونکہ اہل چندہ نے اس کام کے لیے چندہ نہیں دیا۔

مسجد کے ضروری کاروبار کے لیے خط و کتاب کا جو خرچ ہو وہ بھی اس چندے سے دینا جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۹۰)

مسجد کی آمدنی مقدمہ میں خرچ کرنا

سوال: ایک مسجد کی آمدنی اڑھائی ہزار تھی' پھر متولی ایک بارسوخ شخص بنایا جس سے مسجد کی آمد اور حالت روبہ ترقی ہوتی گئی' ساتھ ہی مسجد میں کثرت اژدحام اور بوسیدگی کی وجہ سے توسیع و تجدید کی ضرورت لاحق ہوئی۔ مسجد میں اتنی رقم نہ تھی مگر زید نے مخلصین کی ایک جماعت فراہمی چندہ کے لیے تیار کی' تعمیر کا آغاز ہوا' جب مسجد شہید ہوگئی تو مخالفین کی ایک جماعت اٹھی (جن کو

زید سے ذاتی دشمنی تھی) اور زید پر حساب فہمی کا دعویٰ دائر کیا اور اب مسجد کی آمد بجائے اڑھائی ہزار کے سات ہزار اور ایک جماعت اوقاف کمیٹی کے نام سے وجود میں آئی' کمیٹی والے اول تو متولیان کو اپنے ساتھ لگانا چاہ رہے تھے لیکن جب ناکامی ہوئی تو متولیوں کے خلاف فوجداری اور دیوانی کے مقدمے دائر کر دیئے' عدالت نے زید پر ایک سودس روپے جرمانہ کر دیا مگر زید نے پھر سیشن کورٹ میں درخواست کی وہاں سے زید بری ہو گیا' اب سوال یہ ہے کہ زید کا اس میں بہت روپیہ خرچ ہوا' زید اس کا خرچ مسجد کی آمدنی سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب مسجد کی آمدنی مسجد کے مخصوص مصارف کے لیے وقف ہے اس میں سے مقدمات کے مصارف لینا جائز نہیں لیکن جب زید متولی بلاتنخواہ کام کرتا رہا ہے تو ان مصارف کا باراس کے ذمہ میں بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ اس لیے اب دوصورتیں ہیں:

اول یہ کہ اس قدر رقم اسی خاص کام کے نام سے چندہ کر لیا جائے اور چندے سے یہ مصارف ادا کر دیئے جائیں۔ چندہ دینے والوں کو وہی ثواب ملے گا جو مسجد میں چندہ دینے کا ہوتا ہے بلکہ شاید اس سے بھی زائد ثواب کے مستحق ہوں کہ ایک مظلوم مدیون کے سر سے بارقرض اتارنا ہے جس کے متعلق احادیث صحیحہ میں بہت بڑا اجر مذکور ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آئندہ کے لیے رقم مذکور ادا ہونے کے وقت تک اس متولی کی کچھ تنخواہ جاری رکھی جائے' بعد میں تنخواہ چھوڑ دی جائے اور پھر لوجہ اللہ حسب سابق کام کرتے رہیں' اس طرح مسجد کے موجودہ خزانے اور جائیداد سے روپیہ مذکور دیا جا سکتا ہے مگر بطور مشاہرہ نہ بنام مقدمہ اور ادائیگی کے لیے ایک مشت نہ دیا جائے گا بلکہ ماہ بماہ حسب تنخواہ مقرر کر دیا جائے گا۔

(امداد المفتیین ص ۷۹۰)

مسجد کے حجرے میں غیر مسلم کا رہنا

سوال: کسی حجرے میں (جب کہ حدود مسجد سے خارج ہے) غیر مسلم کاشت کار کا جو درختوں وغیرہ کا محافظ ہے' رہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے حجرے میں کسی غیر مسلم کا رکھنا اگرچہ وقف درختوں کی حفاظت کی غرض سے ہو مناسب نہیں' البتہ احاطہ مسجد جس میں کاشت وغیرہ ہوتی ہے اس میں کوئی حجرہ بنا کر اس میں کسی غیر مسلم کو رکھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ حجرے فنائے مسجد میں داخل ہیں اور عادتاً فنائے مسجد کے حجرے خاص مصالح مسجد کے لیے بنائے جاتے ہیں' جیسے امام' مؤذن یا طالب علم وغیرہ۔ لوگوں کی رہائش کے لیے اور مسجد کی جائیداد کی حفاظت کرنے والا ملازم جب کہ وہ غیر مسلم ہے' ان مصالح کے اندر

داخل نہیں اگرچہ جائیداد مسجد کے متعلقہ مصالح میں داخل ہے لیکن یہ دونوں چیزیں (یعنی مصالح مسجد اور مستغلات مسجد) جدا جدا ہیں ایک کا استعمال دوسرے میں جائز نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۷۷۲)

ایک مسجد میں دری وقف کر کے پھر دوسری مسجد میں دینا

سوال: حاجی صاحب نے تین دریاں ایک مسجد میں وقف کیں پھر ایک دری اور خرید کر پہلی تین دریوں میں سے ایک لے کر قریب ہی کی دوسری مسجد میں بھجوادی یہ سمجھ کر کہ یہ بھی خدا کا گھر ہے دونوں میں برابر بھجوانا چاہتے تو جس مسجد میں تین دریاں وقف کی تھیں ان میں سے ایک دری واپس لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وقف دریوں میں سے ایک لے کر دوسری مسجد میں وقف کرنا صحیح نہیں ہوا کیونکہ وقف کرنے کے بعد واقف کو کسی تبدیلی کا شرعاً اختیار نہیں رہتا اور وقف کی ہوئی چیز واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے۔ پس اس ایک دری کو واپس لے کر پہلی مسجد میں دے دیں کیونکہ وہ دری پہلی مسجد میں وقف ہو چکی ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۷۰)

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں استعمال کرنا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ قصبہ انگ پور میں آباد ہیں جو کہ دریا چناب کے کنارے پر واقع تھا۔ دریائے چناب کے فلڈ وڈھابردی کی وجہ سے بالکل ختم ہو گیا۔ شہر مذکور دیگر موضع ڈیرہ ہیبت میں گورنمنٹ عالیہ کی منظوری کے ساتھ بنایا گیا۔ جس میں اس موجود وقت میں دوسو گھر آباد ہو چکے ہیں۔ ہر ماہ کے بعد افسر مال صاحب کے دورہ پر شہر میں پلاٹ کی منظوری مل جاتی ہے۔ تو چند لوگ ہمارے بھائی تقریباً چالیس گھر اس شہر میں نہیں آئے جو کہ نزدیک موضع بلکانہ میں ایک بستی بنا کر آباد ہو چکے ہیں اب التماس یہ ہے کہ ہمارے سابق شہر انگ پور میں جامع مسجد تھی۔ جس کا ملبہ ڈھابردی کے وقت اکھاڑ لیا گیا تھا جو کہ چوکٹ کواڑ دریاں سائبان خیمہ بھی تھا۔ یہ سامان بستی میں آباد ہونے والے لوگوں نے ایک جگہ رکھ لیا تھا شہر منظور شدہ میں جامع مسجد تیار کرنے کے بعد ہم نے اپنی بستی میں آباد ہونے والے بھائیوں سے مطالبہ سامان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی مسجد میں استعمال کرتے ہیں۔ مسجد انہوں نے بھی تیار کر لی ہے۔ اب آپ جناب فیصلہ صادر فرمادیں کہ یہ سامان سائبان وغیرہ سابق جامع مسجد کا تھا اس شہر والی جامع مسجد میں جو کہ منظور شدہ شہر میں ہے کا حق ہے یا کہ بستی والی مسجد کا حق ہے۔ ہم سب بھائیوں نے اکٹھے ہو کر التماس کیا ہے تا کہ فتویٰ کی وجہ سے سائبان وغیرہ کا فیصلہ کیا جائے۔

جواب:۔ اگر یہ سامان سابقہ مسجد کا مال وقف سے خرید کیا ہے تو دونوں مسجدوں میں اس سامان کا استعمال جائز ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو مسجد سابقہ مسجد سے قریب پڑتی ہے۔ اس کا حق مقدم ہے۔

فی ردالمختار ج ۳ ص ۴۰۷ و مثله فی الخلاف المذکور حشیش المسجد و حصیره مع الاستغناء عنهما الی قوله فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر الی اقرب مسجد اور رباط او بئر انتهی.

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں صرف کرنا اگر چہ اختلافی ہے۔ لیکن علامہ شامیؒ نے اسی صفحہ ۴۰۷ کے آدھ میں ثابت کر دیا ہے کہ آج کل بالکل جائز ہے جب کہ پہلی مسجد خراب ہو جائے اور لوگ اس سے متفرق ہو جائیں یعنی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سامان مسجد کے لیے خریدا' پھر اس کی ضرورت نہ رہی

سوال: ایک شخص نے کسی خاص مسجد کے ستون لگانے کے لیے لکڑی وقف کی اور اب اس لکڑی کی اس مسجد میں ضرورت نہ رہی تو یہ لکڑی دوسری مسجد میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست نہیں بلکہ اس کو فروخت کر کے اسی مسجد کے دوسرے مصارف میں لگایا جائے یا محفوظ رکھا جائے کہ آئندہ ضرورت ہو تو اس میں صرف کیا جائے گا۔ (امداد المفتیین ص ۷۶۷)

مسجد کی ہیئت کو بدلنا

سوال: محلہ کی مسجد پرانی عمارت اور نشیب میں واقع ہے' لہٰذا اس کی کرسی کسی قدر ہم اونچی کر کے اس کی قدیم بنیاد پر نئی مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ جماعت خانہ طول وعرض میں زیادہ ہے اور صحن کم ہے۔ اب ارادہ یہ ہے کہ جانب جنوب تھوڑا حصہ جماعت خانہ کا خارج کر کے جماعت خانہ سے لے کر صحن میں لے لیا جائے یا اس خارج حصہ کو دو تین کمان لے کر بشکل سہ دری کر دیا جائے' اس طرح کے تغیر کی شرعاً ممانعت تو نہیں؟

جواب: سنا گیا ہے کہ ان اطراف میں صحن مسجد کے ساتھ معاملہ مسجد کا سا نہیں کرتے' اگر یہ صحیح ہے تو جماعت خانہ کا کوئی حصہ صحن میں داخل کرنا درست نہیں ورنہ اس کو لوگ مسجد سے خارج سمجھیں گے۔ اسی طرح سہ دری یا ایسی کوئی چیز بنانا جس کے بننے کے بعد دیکھنے والے اس حصہ کو مسجد سے خارج سمجھیں جائز نہیں اور اگر یہ بات نہ ہو تو صرف نیچے سے اونچی کر دینا یا زائد کر دینا

مضائقہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر زمین اب مسجد سمجھی جاتی ہے اس کا کوئی جز خارج مسجد کی شکل پر بنانا درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۹۴)

ایسی جگہ مسجد بنانا جہاں بعد مدت ویران ہونے کا خطرہ ہو

سوال: آستانہ شہر سے چار میل فاصلے پر ہے اور ہر چہار طرف ایک ایک آبادی نہیں' میرے ساتھ چند خادم رہتے ہیں' نماز باجماعت ہوتی ہے' ایک جگہ نماز کے لیے مخصوص ہوتی ہے جو موسم کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک میں تراویح کا انتظام ہے' کبھی شہر سے زیادہ آدمی آجاتے ہیں تو مجبوراً میدان میں جماعت ہوتی ہے' میں نے مسجد بنانا چاہی' بعض اہل علم نے کہا جب تک تم یہاں ہو مسجد آباد رہے گی' تمہارے بعد ویران ہو جائے گی کیونکہ ایسی پُرخطر و غیر آباد جگہ میں کون قیام کرے گا' اس لیے یہاں مسجد بنانا مناسب نہیں' حضرت کے ارشاد کا طالب ہوں؟

جواب: میں وجداً بھی دلیل سے بھی ان اہل علم حضرات سے متفق ہوں' وجدان کا علم تو مجھ ہی کو ہے اور دلیل یہ ہے کہ مقصود مسجد بنانے سے اجر کا دو چند ہونا ہے جس کی توقع غیر آباد مسجد میں نہیں لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ خود صحرا میں نماز پڑھنا گو بغیر مسجد کے ہو اور گو بغیر جماعت کے ہو' اجر کے دو چند ہونے کا باعث ہے جب مسجد کی غرض بغیر مسجد بھی حاصل ہے' پھر مسجد بنا کر اس کو خطرہ ویرانی و بے حرمتی میں کیوں ڈالا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۲۱)

چندہ سے بنائی گئی مسجد کا حکم اور اس میں تالا لگانا

سوال: جو مسجد چندہ سے بنائی گئی ہو وہ وقف ہے یا نہیں؟ اگر وقف ہے تو اس کا کوئی مسلمان مالک ہے؟ یا کسی کو یہ حق ہے کہ اس میں قفل ڈال دے' اگر قفل ڈال دیا جائے تو دوسروں کو کیا حق ہے؟ قفل ڈالنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟

جواب: مسجد چندہ سے بنائی جائے یا کوئی ایک شخص بنائے دونوں وقف ہیں' کسی کی ملکیت نہیں اور کسی کو اس میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق نہیں' اگر متولی مسجد کا اسباب چوری سے محفوظ رہنے کے خیال سے نماز کے علاوہ فارغ وقتوں میں قفل ڈال دے' تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر قفل نماز کے اوقات میں پڑا رہتا ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو دقت ہوتی ہو یا چوری وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو' بے ضرورت قفل ڈالا جائے تو اس کا متولی کو کوئی حق نہیں' اس کے متعلق اس سے باز پرس کی جاسکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۴۶)

پرانے قبرستان پر مسجد بنانا جائز ہے

سوال: پرانا قبرستان جس میں قبروں کے نشان مٹ گئے ہوں اور لوگوں نے اس میں اموات کودفن کرنا چھوڑ دیا ہوٴایسے قبرستان پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس قبرستان میں اگر لوگوں نے اموات کو دفن کرنا ترک کر دیا ہو اور سابقہ قبروں کے نشان مٹ گئے ہوں تو وہاں مسجد بنانا جائز ہے ایسے ہی اگر قبرستان کسی کا مملوک ہے اور اس میں قبور مٹ چکی ہوں تو مالک کی اجازت سے وہاں مسجد بنانا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۴۰۹)

مسجد کی مغصوب زمین کی قیمت لینا

سوال: ایک مسجد کی قدرے زمین مسجد کے پڑوس کے مکان میں دب گئی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دبے ہوئے حصہ پر مسجد کا قبضہ نہیں ہوا اور اس وجہ سے یہ زمین دبالی گئی ہے اور اس مکان پر جو پڑوس میں ہے مختلف مالکان ہندو مسلم بدلتے چلے آئے ہیں' آیا اب اس صاحب مکان سے جو فی الحال ہے اس زمین کے ٹکڑے کی قیمت لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وہ زمین غالباً مسجد کی ملحقہ موقوفہ زمین ہے یعنی نماز کے لیے بنائی گئی جگہ میں داخل نہیں ہے اور اب اس پر عرصہ دراز سے دوسروں کا قبضہ ہے اور مالک بدلتے چلے آئے ہیں' ان حالات میں ہدم مکان اور واپسی زمین کا مطالبہ مشکل ہے بلکہ اس کی قیمت موجودہ مالک سے لی جاسکتی ہے اور یہ مالک سابق بائع سے لے سکتا ہے۔ وعلیٰ ہذا اصل غاصب تک یہ سلسلہ جاسکتا ہے اس حاصل شدہ رقم سے دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۴۶)

پُر خطر زمانہ میں مسجد کو آباد رکھنے کی کیا صورت ہو؟

سوال: جب کہ خطرہ شخصی مدافعت کی حدود سے بالاتر ہو تو مساجد کو آباد رکھنے کی کیا صورت ہے؟ کسی خاص شخص یا چند افراد کو معاوضہ دے کر مسجد کو آباد رکھنے کا فرض ان پر عائد کرنا کیسا ہے؟ مسجد کے ساز و سامان کو دوسری جگہ منتقل کر کے مسجد کو بغیر کسی حفاظت کے کھلا چھوڑ دیا جائے یا اس کے لیے چند افراد کو مقرر کیا جائے؟ کیا مسجد کو بند کر دینا' یہاں تک کہ اوقات نماز میں بھی بند رہے' درست ہے کہ نہیں؟

جواب: جائز ہے' اگر مسجد میں نماز پڑھنے والے رہیں تو بند نہ کی جائے اور نمازی نہ رہیں تو بند کرنا مباح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۸)

مسجد کا کسی دوسری زمین سے تبادلہ کرنا

سوال: یہاں جو جامع مسجد ہے کہ دروازے کو وسیع کرنے پر فائرنگ ہوئی' اس کی بابت اسٹیٹ کے حکام بالا کہتے ہیں کہ مسلمانان جے پور کے لیے ایک لاکھ روپیہ لگا کر دوسری مسجد بنوادی جائے' شریعت سے اس کی بابت کیا حکم ہے؟ کفار راجہ کے پیسے سے بنی ہوئی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس مسجد کے عوض میں دوسری مسجد لینا بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد بنوانے کا اگر مطلب یہ ہے کہ موجودہ مسجد سے مسلمان دست بردار ہو جائیں اور یہ مسجد ریاست کو دے دیں اور دوسری مسجد بنوالیں تو یہ قطعاً ناجائز اور مسلمانوں کو ایسی تبدیلی منظور کرانا حرام ہے اور اگر یہ مسجد قدیم قائم رہے اس کی مسجدیت میں کوئی فرق نہ آئے اور ریاست دوسری مسجد کسی وسیع مقام پر بنادے اور مسلمانوں کو دے دے تو اس نئی مسجد میں نماز جائز ہوگی' بشرطیکہ اس نئی مسجد کی عمارت یا زمین سے ریاست کے حقوق مالکانہ یا تبدیل وتغیر کے اختیارات متعلق نہ رہیں اور بالکلیہ مسلمانوں کو دے دی جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۵)

زمانہ جنگ میں مسجد آباد رکھنے کا حکم

سوال: کسی شہر پر اگر بمباری ہو چکی ہو اور ہر لحہ ہوائی حملہ کا خطرہ رہتا ہو' تو کیا آئمہ مساجد و مؤذنین پر مساجد کے آباد رکھنے اور پنجوقتہ نماز باجماعت ادا کرنے کا فرض بالکل اسی طرح عائد ہوتا ہے جیسا کہ زمانہ امن میں یا نہیں؟

جواب: ان کو حق ہے کہ وہ بغرض احتیاط باہر چلے جائیں' لیکن اس غیر حاضری کے زمانہ کی تنخواہ مانگنے کے وہ بغیر متولیوں کی مرضی کے حق دار نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۸)

دوبارہ تعمیر کیلئے مسجد کو منہدم کرنا

سوال: مسجد کی تعمیر کو مستحکم اور مضبوط بنانے کے لیے مسجد کا گرانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تعمیر نہ کرنے کی صورت میں اگر منہدم ہو جانے کا خوف ہو تو صرف اہل محلّہ کے لیے گرانے کی اجازت ہے' دوسروں کو نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۰)

سڑک کو مسجد بنالینا

سوال: اگر اہل محلّہ نے کشادہ اور وسیع سڑک کے بعض حصہ کو مسجد بنالیا اور راہگیروں کو اس سے کوئی تکلیف بھی نہیں تو ایسا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۷۰)

مسجد کی جگہ بدلنا

سوال: چھوٹی ہونے کی وجہ سے مسجد اہل محلہ کے لیے تنگ ہے اوران لوگوں میں وسیع کرنے کی گنجائش نہیں اگر پڑوسی یہ چاہے کہ مسجد کو اپنے گھر میں شامل کر کے دوسری بڑی جگہ مسجد کے لیے اہل محلہ کو دیدے تو اہل محلہ کے لیے ایسا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۰)

مسجد کا حصہ سڑک میں شامل کرنا

سوال: سڑک کے تنگ ہونے کی صورت میں وسیع اور کشادہ مسجد کی کچھ زمین سڑک میں شامل کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۱) ''زائد زمین'' (م ع)

مسجد کو آباد کرنا

سوال: جو مسلمان مسجد آباد کرنے کی فکر میں رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص مؤمن کامل اور عادل متقی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں آتا جاتا دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مساجد کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۱)

مسجد کو ویران کرنا

سوال: جو مسلمان مسجد کو ویران اور غیر آباد کرنے کی فکر میں رہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قاعدہ کلیہ ہے اگر معبود کی تعظیم دل میں ہوگی تو اس کی عبادت کی بھی تعظیم ہوگی اور عبادت کی تعظیم کے لیے عبادت خانہ کی تعظیم ضروری ہے۔ لہٰذا عبادت گاہ کو ویران کرنا انکار عبادت کی دلیل ہے جس سے انکار معبود لازم آتا ہے۔ اس صورت میں اس کا یہ عمل اس گفتار اور قول کے مخالف ہوگیا جو نفاق کی علامت ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا. (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۷۱)

ویران مسجد کسی کی مملوک ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: اگر کوئی مسجد لوگوں کی بے پروائی اور بے حرمتی کی وجہ سے ویران ہوگئی اور قابل نماز نہ رہی یا وہ پورا محلہ ہی ویران ہوگیا اور مسجد کی ضرورت نہ رہی تو وہ مسجد مملوک ہوگی یا نہیں؟

جواب: شیخین کے نزدیک مسجد ہی رہے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک بانی مسجد یا اس کے ورثاء کی ملکیت میں منتقل ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قاضی کی اجازت سے دوسری مسجد کی طرف منتقل کر دی جائے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۱۷۲)

مسجد کی موقوفہ زمین پر مکان بنانا

سوال: زمین نام نہاد عیدگاہ و مسجد جس پر مدت تک نماز عیدین وغیرہ ہوتی' کھیتی و مکان وغیرہ کے کام میں لائی جائے یا نہیں؟ درصورت یہ کہ عیدگاہ کے واسطے اس سے عمدہ جگہ دی جائے؟

جواب: جو زمین مسجد کے لیے وقف ہو چکی ہے اس میں مکان بنانا یا کھیتی کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۳)

جماعت کی فضیلت واردہ وقف مسجد کیساتھ خاص ہے

سوال: (۱) حدیث میں جو مسجد محلہ کا ثواب پچیس گنا کا وارد ہے وہ زمین وقف کا حکم ہے یا مطلق نماز کے لیے بنانے سے بھی یہی ثواب ہوگا؟ اور کسی نے نماز کے واسطے مکان بنا دیا اور نماز پڑھنے لگے مگر زبانی وقف نہیں کیا' اب لوگوں کے نماز پڑھنے پر وقف کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟

۲۔ نماز جماعت سے پڑھنے کا ستائیس درجہ تنہا سے ملتا ہے یہ حکم گھر پر جماعت کا بھی ہے یا مسجد کا اور جب مسجد کا حکم پچیس کا ثواب ہے اور جماعت کا ستائیس کا ہے اب جب مسجد اور جماعت دونوں ہوں گے تو پچیس اور ستائیس کے ضرب دینے کا ثواب ہونا چاہیے یہ قاعدہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد وہی ہے جو وقف ہو جو وقف نہ ہو وہ مسجد نہیں ہے۔ اس میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب تو ملے گا مگر مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بدون وقف کیے فقط مکان میں نماز کی اجازت دینے سے مسجد نہیں ہوتی اور بغیر مسجد کے بھی اگر جماعت ہو تو ستائیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد کا ثواب اس کے علاوہ ہے۔ "اور مذکورہ ضرب کا قاعدہ معلوم نہیں صحیح ہے یا غلط" (م'ع) (امداد الاحکام ص ۳۵۵ ج ۱)

افتادہ زمین کو مسجد میں شامل کرنا

سوال: ایک مسجد ہے' اس کے عقب میں جو زمین ہے وہ قاضی کا باغ کہلاتا ہے' اکبری دور میں یہاں کیرانہ میں قاضی تھے' فی الحال تو صرف دو چھوہارے کے درخت موجود ہیں' اس اراضی

میں قاضی صاحب کی قبر بھی ہے اس کا احاطہ بھی ہے' مسجد اور احاطہ کے درمیان کچھ خالی جگہ ہے' اس کو اہل مسجد توسیع کر کے مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟ اس جگہ کی ملکیت کا کوئی مدعی نہیں' قاضی صاحب باہر کے تھے' ان کے خاندان کے لوگوں کا بھی کچھ علم نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں یہ جگہ یوں ہی ویران اور افتادہ معلوم ہوتی ہے اس لیے اگر مسجد میں شامل ہو جائے تو بظاہر کوئی قباحت اس میں نہیں' اس لیے جواز ہی کا حکم لگائیں گے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مسجد کے اندرونی حصہ کو صحن بنانا

سوال: مسجد کو منہدم کر دینے کے بعد قبلہ کی جانب اور زیادہ کر لینا اور اندرون مسجد کو فرش میں داخل کر دینا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں زیادتی کرنا اور اس طرح تغیر کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۵)

کسی کا مکان وغیرہ توڑ کر جبراً مسجد تعمیر کرنا

سوال: احقر کے پاس ایک مکان تھا جس کا مالک احقر تھا اور دو یتیم بچوں کے نام کر دیا تھا مگر محلّہ کے چند لوگوں نے اس مکان کو توڑ کر مسجد بنا ڈالی ہے' کیا اس صورت میں مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی کا مکان اس کی اجازت و مرضی کے بغیر توڑ کر مسجد بنا لینا جائز نہیں ہے اور اگر واقعہ صحیح ہے تو جن لوگوں نے ایسا کیا ہے ان پر لازم ہے کہ مالک مکان کو راضی کر کے اس سے اجازت لے لیں اور راضی کرنا اگرچہ قیمت دے کر ہو جب بھی قیمت دے کر راضی کرنا لازم رہے گا ورنہ سب لوگ عاصی و گنہگار ہوں گے اور نماز بہ کراہت ادا ہو گی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۱)

افتادہ زمین میں حکومت کی اجازت کے بغیر مسجد بنانا

سوال: کراچی میں مساجد کی قلت ظاہر ہے' بعض اہل خیر نے مسجد کی فوری ضرورت کا احساس کر کے سرکاری یا ایسی زمین میں جو غیر مسلم چھوڑ گئے ہیں' حکومت سے اجازت حاصل کیے بغیر یا اجازت کی درخواست دے کر حصول اجازت میں زیادہ تاخیر سمجھ کر' منظوری کی امید پر مساجد بنالی ہیں تو ان کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

جواب: ضرورت کے مقامات پر مساجد بنانا واجب ہے اور یہ فریضہ مسلم حکومت اور مسلم عوام دونوں پر عائد ہے اور اس کے ثواب عظیم میں کوئی شبہ نہیں' لیکن ہر عمل کے لیے کچھ شرائط ہیں جن کے نظر انداز کر دینے سے وہ عمل ضائع بلکہ بعض اوقات اُلٹا گناہ ہو جاتا ہے۔

کسی جگہ مسجد بنانے کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ جگہ مسجد بنانے والوں کی ملک ہو۔ظاہر ہے کہ حکومت کی اجازت کے بغیر مسجد نہیں بن سکتی۔اسی طرح غیر مسلم جو زمین یہاں چھوڑ گئے ہیں اور حکومت نے کسی کے مالکانہ قبضہ میں نہیں دی وہ ابھی حکومت کے قبضہ وتصرف میں ہے۔جب تک حکومت اجازت نہ دے اس پر مسجد بنانا جائز نہیں اور جو مساجد بلاحصول اجازت بنالی گئی ہیں ان کے مسجد شرعی بننے کی شرط اب بھی یہی ہے کہ حکومت سے اجازت حاصل کرلی جائے۔اس سے پہلے وہ مسجد شرعی نہیں ہے اگرچہ نماز ان میں ہو جاتی ہے۔(امداد المفتیین ص ۷۹۸)

حکومت کی دی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

سوال: حکومت کی طرف سے جو مساجد بنائی جاتی ہیں یا مسجد بنانے کے واسطے زمین دی جاتی ہے تو ان مساجد کا کیا حکم ہے؟

جواب: غیر مسلم وقف کے لیے یہ شرط ہے کہ کسی ایسے کام کے لیے وقف ہو جو قواعد اسلامیہ کی رو سے بھی ثواب ہو اور اس کافر کے اعتقاد میں بھی ثواب ہو جب یہ دونوں شرطیں پائی جاتی ہوں تو کافر کا وقف صحیح ہے ورنہ نہیں۔

لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم بہ نیت ثواب مسجد بنادے اور اس کا اعتقاد یہ ہو کہ مسجد بنانے سے ثواب ملے گا تو یہ مسجد تمام احکام میں مسجد شرعی ہوگی' حکومت کی طرف سے مساجد بنائی جاتی ہیں یا زمین دی جاتی ہے' اس میں چونکہ اعتقاد ثواب نہ ہونے کا شبہ ضرور ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ مسلمان اس جگہ پر قبضہ کر کے اپنی طرف سے مسجد بنادیں یا بنی ہوئی مسجد حکومت نے مسلمانوں کے حوالے کردی تو وہ اپنی طرف سے اس کو مسجد قرار دیں تا کہ وقف کی صحت میں شبہ نہ رہے۔(امداد المفتیین ص ۷۹۷)

غیر مسلم کا مسجد کیلئے زمین دینا اور نام کا کتبہ لگانا

سوال: ایک ہندو آریہ نے اپنا مکان مسجد بنانے کے لیے چند شرائط کے ساتھ وقف کیا' ان میں ایک یہ تھی کہ مسجد کی دیوار پر ایک پتھر نصب ہوگا جس پر عبارت ذیل کندہ ہوگی:

اوم۔اللہ اکبر۔یہ عبادت خانہ وقف کردہ حکیم سیمراج آریہ۔ میانوالی ستمبر ۱۹۵۸ء

یہ وقف صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: کافر کا وقف اس شرط کے ساتھ صحیح ہے کہ کسی ایسے کام کے لیے وقف کرے جو ہمارے اور اس کافر کے مذہب میں بھی ثواب ہو' مسجد بنانا صرف ہمارے مذہب میں ثواب ہے'

آریہ مذہب میں نہیں۔ پس اس آریہ کا وقف ہی صحیح نہیں اور نہ اس پر مسجد بنانا صحیح ہے البتہ اگر وہ آریہ یہ جگہ مسلمان کو دے دے اور پھر مسلمان اپنی طرف سے وقف کریں تو مسجد بنانا صحیح ہو جائے گا اور اس وقت اس مضمون کا کتبہ لکھ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ

یہ زمین آریہ نے مسلمانوں کو مسجد بنانے کے لیے دی ہے۔

لیکن لفظ "اوم" اس پر نہ لکھا جائے کیونکہ یہ لفظ اگرچہ معنی کے اعتبار سے کوئی خرابی نہ رکھتا ہو مگر لفظ میں ہنود کا شعار ہے جس سے بچنا ہر مسلمان کو ضروری ہے۔ بالخصوص مسجد کے معاملہ میں۔ (امداد المفتیین ص ۷۹۶)

اختلاف کی بناء پر مسجد تعمیر کرنا

سوال: ایک مسجد باہمی جھگڑے کی بناء پر بنائی گئی جب کہ پہلے سے یہاں مسجد موجود تھی اور پورے گاؤں کے لوگ اسی میں نماز ادا کرتے تھے جہاں دوسری مسجد بنائی گئی ہے وہ زمین ایک دوسرے شخص کی ہے جو بنانے کے حق میں نہ تھا کہ یہ تفریق کا سبب بنے گی مگر مسجد بن گئی اور زمین والا اب بھی ناراض ہے۔

ایسی صورت میں اس نو تعمیر مسجد میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کبھی پورا گاؤں آپس میں میل جول کر کے باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں تب اس مسجد میں نماز ادا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ یا پھر بھی زمین والے کی رضامندی ضروری ہوگی؟

جواب: مسجد جھگڑے اور ذاتی اختلاف کی بناء پر بنانا ناجائز اور سخت گناہ کا کام ہوگا۔ اسی طرح دوسرے کی زمین پر بغیر اجازت بنالینا بھی ناجائز اور حرام ہوا۔ البتہ مسجد جب بن گئی اور سب نے اس کو مسجد سمجھ لیا اور مسجد کہہ دیا تو اس میں شعائر اللہ ہونے کی شان پیدا ہو گئی اس کو اب گرانا جائز نہ ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ جھگڑا ختم کر کے دونوں مسجدوں کو آباد کرنے کی کوشش کی جائے اور جس کی زمین پر اس کی اجازت کے بغیر مسجد بنائی ہے اس سے اجازت حاصل کی جائے اور اجازت چاہے مفت دے یا قیمت لے کر دے جس طرح دے اجازت لینا ضروری ہے اور اس شخص پر بھی ضروری ہے کہ اجازت دے دے خواہ معاوضہ لے کر ہو یا بلا معاوضہ لیے ہو۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۱۱ ج ۱)

رفع اختلافات کے لئے دوسری مسجد بنانا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان اسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیہات ہے جو کہ آبادی کے لحاظ سے بڑے دیہاتوں میں شمار ہوتا ہے اور اس میں بہت قبائل مختلفہ آباد ہیں جن میں دو قبیلوں کی اکثریت ہے جن میں ایک احمد زائی قبیلہ دوسرا محمد زائی ہے باقی قبیلے اقلیت کے ساتھ

پائے جاتے ہیں اور اس دیہات میں آباءواجداد سے لے کر آج تک ایک مسجد ہے اور اس میں امام بھی دو ہیں۔ ایک احمد زائی کی طرف سے اور دوسرا محمد زائی کی طرف سے متعین ہیں اور ان دونوں اماموں کا آپس میں مسائل پر کچھ اختلاف ہے جیسے دعا بعد الجنازۃ اور بھی کئی مسائل ہیں اس اختلاف کی وجہ سے دونوں قبیلوں میں سخت اختلاف ہوگیا ہے اور کچھ ویسے ان دونوں قبیلوں میں ذاتیات کی بناپر اختلاف ہے ایک داخل کرنے میں کوشاں ہے تو دوسرا داخل نہیں کرنے دیتا۔ اور باقی جو قبیلے اقلیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں وہ مغلوب ہیں حق کی آواز بلند کرنے سے قاصر ہیں اور اس اختلاف میں مجبوراً پھنسے ہوئے ہیں اور اقلیت والے قبیلوں کے گھر دیہات کی ایک جانب میں واقع ہیں اور ہاں کسی وقت آذان سنائی دیتی ہے اور کسی وقت سنائی نہیں دیتی اکثر اوقات اذان سنائی نہیں دیتی اور باقی بھی بہت تکالیف ہیں مسجد کو آنے جانے کی اب یہی اقلیت والے قبیلے متفق ہو کر ایک علیحدہ مسجد کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ہم ان دو قبیلوں کے اختلاف سے بچ جائیں اور تکالیف وغیرہ دور ہو جائیں اور ہم زندگی راحت کے ساتھ گزاریں نہ کہ اس وجہ سے بنانا چاہتے ہیں کہ ہم ان کی ضد کی وجہ سے بنائیں یا ہمارے الگ ہو جانے کے ساتھ مسجد کی آبادی پر اثر پڑے گا بلکہ یہ صرف اپنی آزادی وراحت چاہتے ہیں کیا اس مسجد کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں اقلیت قبیلے والوں کے لئے اپنے محلہ میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہے اور کار خیر ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت حکام کے نام ایک حکم جاری فرمایا کہ محلہ میں مسجد یں بناؤ مگر ایسی مسجدیں نہ بناؤ جن سے پہلی مسجدوں کی جماعت توڑنا مقصود ہو۔ تفصیلہ فی اداب المساجد من الکشاف۔ بہر حال بہ ضرورت مذکورہ مسجد بنانا جائز ہے۔

كما يجوز لاهل المحله ان يجعلوا المسجد الواحد مسجدين.

الخ (بحر الرائق ج ۵ ص ۲۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۳۸۷)

مسجد کی دکان کے کرائے سے امام کو تنخواہ دینا

سوال: مسجد کی دکانوں کے کرائے میں سے امام کو تنخواہ دینا اور شادی میں ایک روپیہ مقرر ہے وہ روپیہ امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس چندہ کے متعلق چندہ دینے والے نے مسجد کے کسی خاص مد میں خرچ کرنے کی قید نہ لگائی ہو اس چندہ میں سے امام مسجد کو متولی قوم کی رضا مندی سے تنخواہ دے سکتا ہے نیز دکانوں کے کرائے سے بھی امام مسجد کی تنخواہ دی جاسکتی ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۵۹)

مسجد اور مال مسجد

مال مسجد سے سقہ کو اجرت دینا

سوال: جو سقہ مسجد میں پانی بھرتا ہے نمازیوں کے وضو وغیرہ کے لیے اس کو آمدنی وقف میں سے متولی معاوضہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: پانی بھرنے کی اجرت آمدنی وقف میں سے دینی جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۹۶)

مال مسجد سے قوم پروری کرنا

سوال: مسجد کی منتظمہ مسجد کے لیے اپنی قوم کے مزدور مقرر کرتے ہیں اور ان کو دیگر قوم کی بہ نسبت زیادہ مزدوری دیتے ہیں مثلاً اگر دیگر اقوام کے مزدور دس بارہ آنے لے کر کام کرتے ہیں تو وہ اپنی قوم کے مزدوروں کو ایک روپیہ یا ایک دو آنے روزانہ دیتے ہیں تو کیا اس طرح خرچ کرنا جائز ہے؟

جواب: قوم پروری اپنے مال سے کی جاتی ہے مسجد کا مال قوم پروری کے لیے نہیں ہے جتنی مزدوری پر مزدور مل سکتے ہیں اس سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے دینے والے خود اس رقم کے ضامن ہوں گے جو زیادہ دی جائے گی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۹۸)

مسجد کی آمدنی کو اوقاف سے چھپانا

سوال: محکمہ اوقاف سارے ہندوستان میں جاری ہے یہ مساجد و مقابر اور ان سے متعلق جائیداد کی حفاظت کرتا ہے اس کے لیے انتظامیہ چھ ہزار ایک سو پچاس فیصد کے حساب سے چندہ نگراں وصول کرتا ہے۔

اس بارے میں سوال یہ ہے کہ کسی مسجد کی دکانوں وغیرہ کی آمدنی مناسب ہے اور کمیٹی کل آمدنی اوقاف کو نہیں بتلاتی ہے بعض چھپاتی ہے تاکہ چندہ نگراں کو زیادہ نہ دینا پڑے یہ چوری ہے یا خیانت؟ اور اس طرح کا بچا ہوا روپیہ مسجد کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں؟

جواب: ایسا پیسہ مسجد کی تعمیر اور دیگر کاموں میں صرف کر دینا شرعاً مباح ہے باقی چونکہ یہ قانوناً چوری ہے جس سے بچنا واجب ہے اس لیے مباح کی وجہ سے واجب کو نہیں چھوڑا جائے گا اور ایسا کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۰۳)

مسجد کا چوری کیا ہوا مال کیسے واپس کرے؟

سوال: زید نے مسجد کی ایک چیز چرائی اور اپنے استعمال میں لا کر ضائع کر دی اب اگر اس

کی قیمت زید متولی کو دے دے تو بری الذمہ ہو جائے گا یا نہیں؟ اور قیمت چوری کرنے کے وقت کی لگائی جائے گی یا ادا کرنے کے وقت کی؟

جواب: اگر متولی مسجد متدین اور امین ہے تو اس کو دے دینے سے بری ہو جائے گا ورنہ خود کسی طریق سے مسجد میں صرف کر دے اور قیمت اس دن کی معتبر ہے جس دن سامان ضائع ہوا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۰۱)

بدون حق مسجد کرایہ وصول کرنا

سوال: ہندہ نے اپنا مکان زید کو ہبہ کیا' زید اس میں قبضہ کر کے رہنے لگا' پھر ہندہ نے زید سے ناراض ہو کر ہبہ نامہ کو رد کر کے مسجد کے نام رجسٹری کرا دی' زید نے اس مکان کو حارث کے ہاتھ فروخت کر دیا' یہ فروخت کی بات سن کر مسجد کے متولی نے زید سے کہا کہ میں تجھے ایک ہزار روپیہ دیتا ہوں' تو اس اپنے مکان کو میرے حوالہ کر دے' زید نے ہاں کر لی' متولی نے قیس سے ایک ہزار روپیہ لے کر زید کو دے دیا' زید نے مکان متولی کے حوالہ کر دیا' متولی نے یہ مکان قیس کو کرائے پر دے دیا' قیس برابر کرایہ دیتا رہا' حارث نے قیس پر دعویٰ کر دیا' متولی اور قیس دونوں نے مل کر کورٹ میں دعویٰ کیا کہ یہ مکان مسجد ہی کی ملک ہے' منصف نے قیس کو حکم دیا کہ گھر خالی کر کے حارث کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ مکان مذکور مسجد کا نہیں بلکہ زید کا ہے' قیس نے مکان خالی کر کے حارث کے حوالے کر دیا۔

عدالت کی طرف سے فیصلہ ہونے تک قیس کرایہ ادا کرتا رہا اور قیس نے ہی عدالت کے تمام اخراجات برداشت کیے۔ اب سوال یہ ہے کہ مکان مذکور زید کی ملکیت ثابت ہونے سے پہلے قیس نے جو کرایہ نامہ لکھ دیا تھا اس کے متعلق متولی کرایہ وصول کرنا چاہتا ہے' مسجد والوں کا قیس سے کرائے کا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: ہندہ نے جب مکان زید کو دیدیا اور اپنا قبضہ ختم کر کے زید کا قبضہ کرا دیا تو وہ مکان زید کی ملکیت میں آ گیا' پھر ہندہ کا مسجد میں دینا صحیح نہیں ہوا بلکہ بدستور زید ہی کی ملک رہا' پھر جب زید نے حارث کو فروخت کر دیا تو وہ مکان حارث کا ہو گیا۔

اس کے بعد جب متولی نے زید سے ایک ہزار روپے میں لیا تو زید کو اس کے فروخت کرنے کا حق نہیں تھا لیکن اگر حارث نے زید کو اجازت دے دی اور زید نے وہ مکان متولی کے حوالے کر دیا تو پھر یہ بیع درست ہو گی اور متولی کا قیس کو کرائے پر دینا بھی صحیح ہو گیا۔ اگر حارث نے اپنا معاملہ ختم نہیں کیا اور زید نے بغیر اس کی اجازت کے متولی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع درست نہیں' حارث بدستور مالک ہے' مسجد والوں نے جو رقم غلط طریقہ پر جمع کی ہے اس کے وہ ذمہ دار ہیں' جب وہ مکان مسجد کا

نہیں تھا تو قیس سے کرایہ بحق مسجد وصول کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۵۲٬۲۵۳)

امانت کی رقم اگر چوری ہو جائے تو شرعی حکم

سوال: ایک شخص جب بیرون ملک سے اپنے وطن جانے لگا تو اپنے دوست کے پاس کچھ رقم رکھ دی کہ جب پھر آئے گا تو رقم لے لے گا' دوبارہ وہ بیرون ملک نہ جا سکا اور دوست کی کئی بار یاد دہانی کے باوجود اس شخص نے رقم نہیں منگائی۔ دریں اثناء اس کے دوست کا بریف کیس جس میں اس شخص کی رقم رکھی تھی چوری ہو گیا' آپ بتائیں کیا ان حالات میں اس کے دوست پر پوری رقم واجب الادا ہے؟

جواب: امانت کی رقم اگر اس نے بعینہ محفوظ رکھی تھی اور اس کی حفاظت میں غفلت نہیں کی تھی تو اس کے ذمہ اس رقم کا ادا کرنا لازم نہیں لیکن اگر اس نے امانت کی رقم بعینہ محفوظ نہیں رکھی بلکہ اسے خرچ کر لیا یا اپنی رقم میں اس طرح ملا لیا کہ دونوں کے درمیان امتیاز نہ رہا یا اس کی حفاظت میں غفلت کی تو ادا کرنا لازم ہے۔

امانت کی رقم کی گمشدگی کی ذمہ داری کس پر ہے؟

سوال: ایک تقریب میں زید نے بکر کے پاس ایک چیز رکھوائی کہ تقریب کے خاتمے پر لے لے گا' مگر بکر سے وہ کھو گئی' کیا زید بکر سے اس چیز کی آدھی قیمت یا پوری قیمت لینے کا حق دار ہے؟

جواب: جس شخص کے پاس امانت کی چیز رکھی ہو اگر وہ اس کی بے پروائی کی وجہ سے گم نہیں ہوئی تو اس سے قیمت وصول نہیں کی جا سکتی۔

کسی سے چیز عاریۃً لے کر واپس نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے

سوال: ہمارے قریب ایک آدمی ہے وہ جس کسی کی اچھی چیز دیکھتا ہے تو اس سے دیکھنے کے لیے لیتا ہے' پھر واپس نہیں کرتا' کیا یہ اس کے لیے جائز ہے؟

جواب: جو چیز کسی سے مانگ کر لی جائے اور وہ لینے والے کے پاس امانت ہوتی ہے اس کو واپس نہ کرنا امانت میں خیانت ہے اور خیانت گناہ کبیرہ ہے۔

جو آدمی امانت سے انکار کرتا ہو اس پر حلف لازم ہے

سوال: سوال یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کوئی چیز امانت رکھی گئی تھی وہ شخص امانت کے وجود سے انکار کرتا ہے' حلف لینے سے بھی انکاری ہے' کلام پاک کا حلف ناجائز کہتا ہے' اب کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جس شخص کے پاس امانت رکھی گئی اگر وہ اس سے انکار کرتا ہے تو شرعاً اس کے ذمہ حلف

لازم ہے پس یا تو وہ مدعی کی چیز اس کے حوالے کر دے یا حلف اٹھائے اور جن مسلمانوں کو اس کی خبر ہو انہیں بھی مظلوم کی مدد کرنی چاہیے ورنہ سب گنہگار رہوں گے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶ ص ۱۸۵)

کافر کے پاس سے مسجد کی امانت ضائع ہونے کا حکم

سوال: متولی کو اپنے پاس مسجد کے پیسے رکھنے میں حفاظت کا یقین نہیں تھا اور کوئی مسلمان بھی امانت قبول نہیں کرتا تھا تو متولی نے جماعت محلہ کی رائے سے مسجد کے پیسے کافر کے پاس رکھے' وہ کافر اس وقت مال دار تھا' اب مفلس ہو گیا اور مسجد کے پیسے اس کے پاس سے ہلاک ہو گئے تو اب ان پیسوں کا ضمان کس پر لازم ہوگا؟ اگر صورت مذکورہ میں مسجد کے پیسے کافر کو قرض دیئے ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: متولی کو اگر مسجد کے پیسے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اور کوئی دوسری صورت بھی حفاظت کی نہیں تھی اور اہل محلہ کے امر سے متولی نے وہ پیسے کافر کے پاس رکھ دیئے اور اس کافر سے وصولیابی کی کافی توقع تھی تو پھر متولی پر ضمان لازم نہیں اور نہ اہل محلہ پر لازم ہے۔ یہ ہی حکم صورت مذکورہ میں قرض کا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۸۱)

امانت کی واپسی کیلئے شرط لگانا

سوال: زید ساکن رائے بریلی نے پرتاپ گڑھ میں ایک مسجد بنوانے کے لیے عمر کے پاس پیسے امانت رکھے' زید نے زمین خریدی مگر وہ لگان قائم رہنے کی وجہ سے مسجد کے لیے ناجائز رہی' زید نے رائے بریلی ہی میں مسجد تعمیر کرائی' عمر یہ کہتا ہے کہ پرتاپ گڑھ ہی میں کسی دوسری جگہ مسجد بناؤ ورنہ روپیہ واپس نہ ملے گا' تو زید کو واپس لینا اور عمر کو مذکورہ شرط لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عمر کا مطالبہ کہ پرتاپ گڑھ ہی میں مسجد بناؤ تو امانت کا روپیہ واپس ملے گا ورنہ نہیں' ناجائز اور ظلم ہے۔ اصل مالک کو اختیار ہے کہ اپنا روپیہ جس جائز کام میں چاہے صرف کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۸۲)

شیرینی کی بچی ہوئی رقم مسجد میں لگانا

سوال: تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر شیرینی کے لیے چندہ کیا تھا اس میں سے کچھ پیسے بچ گئے ہیں' کیا ان کو مسجد کے کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں؟ یا وہ پیسے امام صاحب ہی کو دیئے جائیں؟

جواب: جس مقصد کے لیے چندہ کیا ہو اسی میں چندے کی رقم استعمال کرنا چاہیے' اگر رقم بچ

گئی ہو تو چندہ دہندگان کی اجازت سے دوسرے مصرف میں استعمال کر سکتے ہیں، یہ امام کا حق نہیں کہ بچی ہوئی رقم ان کو دینا ضروری ہو۔

ختم قرآن کے وقت شیرینی تقسیم کرنے کے لیے چندہ کرنے کا طریقہ غلط ہے ایسا نہیں کرنا چاہیے اگر کوئی شخص رسم کی پابندی کے بغیر خوشی سے شیرینی تقسیم کرے تو ممنوع نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۰۷)

قبرستان کی کھیتی کی آمدنی مسجد میں لگانا

سوال: چند آدمیوں نے مل کر کچھ زمین قبرستان کے نام دے دی، اب اس زمین کے کچھ حصے میں قبریں ہیں اور کچھ خالی ہے تو خالی حصہ کو جوت کر اس کی پیداوار مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قبرستان کے لیے زمین لیتے وقت اگر یہ کہہ دیتے کہ خالی زمین کی پیداوار مسجد میں دی جائے گی تب تو اجازت ہوتی مگر اس وقت انہوں نے ایسا نہیں کہا، اب اجازت نہیں بلکہ اس کی پیداوار قبرستان ہی پر صرف کی جائے لیکن اگر وہاں ضرورت نہیں اور کوئی قبرستان بھی حاجت مند نہیں اور آمدنی کے روپے کا تحفظ دشوار ہے تو پھر سب کے مشورے سے آمدنی مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، اس کا بھی لحاظ رہے کہ اس خالی جگہ میں کھیتی کرنے سے کہیں دوسروں کے قبضے میں آ کر وقف ہی ختم نہ ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۱ ج ۱۸)

دفن کی اجرت کو مسجد میں خرچ کرنا

سوال: زید نے ایک زمین خریدی، بعض حصہ میں مسجد بنائی اور بعض میں قبرستان، قبرستان میں شرط یہ کی کہ جو یہاں مردہ دفن کرے گا وہ مسجد کے خرچ کے واسطے پچاس روپیہ دے گا، زید وہ روپیہ اپنے تصرف میں نہیں لاتا اور زید کہتا ہے کہ میں زمین نہیں بیچتا بلکہ مردے کے دفن کے پچاس روپے لیتا ہوں، چار پانچ سال گزر جانے پر پھر زید وہ جگہ دوسرے شخص کو دے گا، یکے بعد دیگرے ایسا کرے گا تا کہ مسجد کی آمدنی زیادہ ہو تو یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

اور یہاں مالک زمین ہندو ہیں اور قابض مسلمان ہیں مگر مسلمان ایسا قابض ہے کہ ہندو اس کو بے دخل نہیں کر سکتا۔ قانون انگریزی کے ذریعے سے مسلمان کو اختیار تام ہے کہ وہ اس زمین میں مکان، قبرستان، مسجد یہ سب بنا سکتا ہے مگر اس مالک کو ضرور خزانہ دینا ہوگا جو مقرر ہوا ہے، اب مسلمان اس زمین کو قبرستان وغیرہ کے لیے وقف کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وقف کی صحت کے شرائط میں سے واقف کا مالک ہونا بھی ہے اور یہ یہاں معدوم

ہے۔لہٰذا یہ وقف جائز نہیں بلکہ کوئی تصرف بھی بدون مالک کی خوشی کے درست نہیں اور اگر کوئی اپنی مملوک زمین کو بھی وقف کر کے اس طرح مردے کے دفن ہونے پر روپیہ لے کر مسجد میں لگائے یا وقف کیے بغیر ہی اس طرح سے کوئی روپیہ لیا کرے وہ بھی جائز نہیں کیونکہ حقیقت اس کی مردہ دفن کرنے پر کرایہ لینا ہے اور کرایہ کے لیے بیان مدت لازم ہے اور یہاں یہ ممکن نہیں۔لہٰذا یہ عقد حرام اور خلاف شرع ہے۔(امداد الفتاویٰ ص ۶۹۶ ج ۲)

کفن میت کیلئے چندہ کو مسجد میں خرچ کرنا

سوال:ایک لاوارث شخص مر گیا جس کے کفن کے لیے چندہ کیا گیا' بعد کفن دفن کچھ چندہ بچ گیا تو اس کو مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:جن لوگوں نے چندہ دیا ہے ان کی اجازت سے مسجد میں خرچ کر سکتے ہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۷۹)

ضمان کے پیسے مسجد میں لگانا

سوال:چند بچوں نے جنگل میں جانوروں کا چارہ جلا دیا' مالک نے بچوں کے والدین سے معاوضہ طلب کیا' اب وہ شخص وہ روپے روشنی کے لیے مسجد میں دینا چاہتا ہے تو یہ روپیہ مسجد میں لگانا کیسا ہوگا؟

جواب:جتنا نقصان کیا ہے اس کی قیمت وصول کرنے کا حق ہے' پھر اس قیمت کو اپنے کام میں لائے یا مسجد کی روشنی کے لیے دے دے درست ہے یہ اس وقت ہے کہ اس کی مملوکہ شے کا نقصان کیا ہو۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۸۹)

رجب کے کونڈوں کی قیمت مسجد میں صرف کرنا

سوال: رجب کے کونڈے جس میں پوریاں' شیرینی' کھیر وغیرہ بھرتے ہیں ان کو تبرک ہو جانے کے خیال سے گھروں میں استعمال نہیں کرتے اور مسجدوں میں لے جاتے ہیں' کیا ان کونڈوں کو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد کے کام میں صرف کر سکتے ہیں؟

جواب:ان کونڈوں کی شرعاً کچھ اصل نہیں' اگر بہ نیت ثواب دیں تو دینے والے کی نیت کے مطابق ان کا استعمال مسجد میں درست ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۵۷)

مسجد میں بدعتی کا چندہ لگانا

سوال:کوئی بدعتی مسجد میں چندہ دے تو اس کے روپے کو مسجد میں خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:خرچ کیا جا سکتا ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۱۸)

مسجد کیلئے قادیانی سے چندہ لینا

سوال: تعمیر مسجد کیلئے قادیانی سے چندہ وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: قطعاً حرام ہے' قادیانی زندیق ہیں اس لیے ان کیساتھ کسی قسم کا کوئی معاملہ جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۶۰)

ہندو مسلم کا مخلوط پیسہ مسجد میں صرف کرنا

سوال: تعمیر مسجد کے واسطے ہم لوگوں نے ایک بکس مسجد کے کنارے عام راستے پر لٹکا دیا' اس بکس میں مسلمان' ہندو' عیسائی وغیرہ سب ہی پیسے ڈالتے ہیں' کیا یہ مشترکہ پیسہ مسجد کی تعمیر میں لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر تعمیر مسجد کے لیے راستے کے کنارے کوئی صندوق لٹکا دیا گیا اور راہ گزر اس میں پیسے ڈالتے ہیں تو وہ پیسہ اس تعمیر میں لگانا درست ہے' خواہ ڈالنے والے مسلم ہوں یا غیر مسلم سب کا پیسہ اس صورت میں لگا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۴۷)

پگڑی کی رقم مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا

سوال: ایک مسجد کو ملکیت کی پگڑی ملی ہے' اس رقم کو مسجد کے تعمیری کاموں میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ پگڑی کی یہ رقم ہندو کرائے دار' رافضی اور سنی مسلمانوں سے ملی ہے؟

جواب: پگڑی کی رقم بظاہر کسی شرعی عقد سے حاصل نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کا استعمال مسجد میں درست نہیں' اس لیے اس کو مسجد کے واسطے قبول نہ کیا جائے' اگر ان کو دینا ہی ہے اور مسجد کو ضرورت بھی ہے تو وہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر متولی کو ہبہ کر دے (اور پگڑی کی رقم سے قرض ادا کر دے) اور متولی اپنی طرف سے مسجد میں استعمال کرے تو گنجائش نکل سکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۱۰)

قرض خواہ کی طرف سے روپیہ مسجد میں دینا

سوال: ایک شخص کے ذمہ کچھ قرض ہے' قرض خواہ نے کہا کہ میرا روپیہ جو تمہارے ذمہ ہے وہ مسجد میں دیدو' اس نے دے دیا تو یہ روپیہ اس کے قرض میں لگ جائے گا اور ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟

جواب: اس طرح قرض ادا ہو جائے گا اور اس کا ثواب بھی ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۴۵)

خنزیر کے بالوں کے برش بنانے کی اجرت مسجد میں لگانا

سوال: سور کے بالوں کے برش بنانے والوں کا پیسہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: محض برش بنانے کی اجرت اس طرح کہ اتنی دیر کام کرو اس کا معاوضہ یہ ہوگا درست ہے حرام نہیں' اس کا پیسہ مسجد میں لگایا جا سکتا ہے مگر فی نفسہ یہ معاملہ نہیں چاہیے کیونکہ سور کے بال سے انتفاع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۴۵)

لقطہ کا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: پایا ہوا روپیہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وہ لقطہ ہے' مالک کو تلاش کر کے اس کو دیا جائے' اس کا پتہ نہ چلے تو مایوس ہونے کے بعد غریب کو صدقہ دیا جائے' مسجد میں نہ دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۴۶)

تزئین کیلئے مسجد میں پیسہ دینا

سوال: ایک شخص نے زید مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے پچاس اشرفیاں مسجد میں بھیجیں تو کیا اس پیسہ سے مسجد کی زینت کرنا جائز ہے؟ اور اس کے کرنے سے ثواب ہوگا یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں اگر تزئین سے مراد اس کے نقش و نگار اور اس کی وہ آرائش ہوں جن کی کوئی ضرورت نہیں تو یہ خود خلاف اولیٰ ہے' اس میں ثواب کی امید نہیں بلکہ اس روپے کا فقراء پر صرف کرنا افضل ہے' اور اسی پر فتویٰ ہے' ہاں اگر تزئین سے مراد ایسی تزئین ہو کہ جس سے تعمیر کی پختگی بھی ہوتی ہو تو وہ جائز ہے اور اس روپے کو ایسی چیزوں میں خرچ کرنا جو باعث زینت ہونے کے ساتھ پختگی تعمیر کا سبب بھی ہو تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۹ ص ۲۳۰)

افطار کا روپیہ مسجد میں صرف کرنا

سوال: رمضان شریف میں ہمارے یہاں چند اشخاص افطار کے واسطے روپیہ بھیجتے ہیں' مسجد کے متولی ان میں سے کچھ روپے افطار میں اور کچھ مسجد میں خرچ کرتے ہیں' کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

جواب: جب دینے والے محض افطار کے لیے دیتے ہیں تو بغیر ان کی اجازت کے دوسرے کام میں صرف کرنا جائز نہیں کیونکہ متولی وکیل ہوتا ہے اور وکیل کو مؤکل کے امر کے خلاف صرف کرنا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۱۵)

مسجد کا کنواں' نل' ڈول' رسی استعمال کرنا

سوال: اگر مسجد میں کنواں یا نل لگا ہوا ہو تو اس کنویں سے پانی فقط وضو برائے نماز ہی لے سکتے ہیں؟ اور نمازی ہی لے سکتے ہیں یا محلہ کے لوگ بھی کام میں لا سکتے ہیں؟

جواب: ایسے کنویں کا پانی علاوہ نماز کے دوسرے کام میں بھی لانا درست ہے لیکن احتیاط ضروری ہے یعنی وہ کنواں اگر مسجد کے فرش پر ہے تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مسجد کا فرش نجاست سے ملوث نہ ہو نیز مسجد کے ڈول رسی کا استعمال درست نہیں' ہاں اگر ڈول رسی دینے والے نے عام اجازت دی ہو تو درست ہے اور مسجد کے نل کو اتنا زیادہ زور سے استعمال نہ کیا جائے کہ جلد خراب ہو جائے اور اگر مسجد کی آمدنی سے لگایا ہے تو ضروریات نماز کے علاوہ استعمال نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ٦ ص ١٦٠)

وقف کنویں کا سامان مسجد میں لگانا

سوال: ایک کنواں ہے جس کو رفاہ عام کے لیے آباد کیا تھا' کچھ عرصہ کنواں جاری رہا' پھر سامان لوگوں نے اکھیڑ کر جلا دیا' کچھ سامان بچ گیا تو اگر یہ بچا ہوا سامان مسجد کی تعمیر میں لگایا جائے تو شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ کنواں آباد ہے اور اس کی ضرورت ہے تو وہ سامان اسی کنویں میں صرف کرنا چاہیے' اگر وہ غیر آباد ہے اس کی ضرورت نہیں رہی' دوسرا کنواں موجود ہے تو پھر اس سامان کو دوسرے قریبی کنویں میں حسب ضرورت صرف کر دیا جائے' مسجد میں صرف نہ کیا جائے' اگر کسی دوسرے میں ضرورت نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ اس بقیہ سامان کو بھی لوگ اٹھا کر لے جائیں گے تو پھر اس کو مسجد کی عمارت میں لگانا درست ہے' بہتر یہ ہے کہ وہ سامان فروخت نہ کیا جائے بلکہ بعینہ مسجد میں لگایا جائے' اگر وہ کارآمد نہ ہو تو اس کی قیمت خرچ کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ٦ ص ١٥٨)

سکول کی وقف زمین کو مسجد میں لینا

سوال: زید نے چند مکانات اسکول کے لیے وقف کیے تھے جس میں ایک مکان کچا بوسیدہ تھا جس کی کل زمین آٹھ گز لمبی اور چھ گز چوڑی تھی' اب عرصہ ہوا وہ کوٹھا گر گیا اور زمین پڑی ہوئی ہے اس کی تعمیر کے لیے اسکول کے پاس روپیہ نہیں ہے' یہ جگہ عدالت کے قریب ہے' آئندہ یہ جگہ عدالت کی نذر ہونے والی ہے اس لیے اہل محلہ چاہتے ہیں کہ اس زمین کو مسجد میں منتقل کرالی جائے' کیا یہ منتقلی جائز ہے؟

جواب: یہ آٹھ گز لمبی اور چھ گز چوڑی زمین اس موقع پر مسجد ہی کے کس کام آئے گی تاہم اگر وقف اس طرح محفوظ رہ سکتا ہو ورنہ ضائع ہو جائے گا تو ایسی مجبوری کی حالت میں یہ صورت شرعاً درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١٢ ص ٣٠١)

مسجد کے لیے وصیت کو مدرسہ پر صرف کرنا

سوال: زید نے وصیت کی کہ میرا مکان میرے مرنے کے بعد مسجد میں دے دینا' مطلب یہ

ہے کہ اس کی قیمت مسجد میں صرف کر دینا یا اس مکان کو مسجد میں ملا دینا' مسجد کے برابر یہ مکان ہے' اب مرنے کے بعد جس کو وصیت کی تھی اس نے کہا کہ مسجدیں تو محلہ میں دو پہلے سے موجود ہیں' مدرسہ کوئی نہیں ہے لہٰذا بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے مدرسہ بنا دینا بہتر ہوگا' سب کے مشورہ سے مدرسہ بنا دیا گیا' تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: وصیت کے مطابق مسجد ہی میں صرف کرنا ضروری ہے' مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص۴۲۱)

مرحوم کا قرضہ مسجد میں دینا

سوال: زید نے عمر سے قرض لیا' اب عمر مر گیا اور کچھ دن بعد زید بھی مر گیا' اب زید کے ورثاء اس قرض کو ادا کرنا چاہتے ہیں' یہ قرض کس کو ادا کیا جائے گا؟ مسجد و مدرسہ میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یا کسی بیوہ' یتیم محتاج کو دے دیا جائے؟

جواب: جس نے قرض لیا تھا اس کے ورثاء کے ذمہ لازم ہے کہ مقدار قرض مرحوم کے ترکہ سے اس شخص کے ورثاء کو دے دیں جس سے قرض لیا تھا' کسی اور بیوہ' یتیم محتاج' مدرسہ و مسجد کو دینا کافی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۰ ص۱۷۰)

لاوارث کا مال مسجد میں لگانا

سوال: زید مرحوم نے کچھ سامان و روپیہ چھوڑا اور کوئی اس کا وارث بھی نہیں ہے اور نہ اس نے کوئی وصیت کی تو کیا اس کا مال مسجد میں صرف کر دیا جائے؟

جواب: اگر اس کا دور و نزدیک کوئی وارث نہیں تو موجودہ حالت میں اس کے ترکہ کو مدرسہ یا مسجد میں صرف کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۲ ص۱۷۱)

شئی موہوب واپس لینا اور مسجد میں دینا

سوال: زید' عمر' بکر نے کچھ جگہ اور درخت خالد و عمر کو بطور بخشش دیئے تھے' اب زید وغیرہ کی اولاد خالد وغیرہ کی اولاد سے جبراً درخت لے کر اس کو فروخت کر کے وہ رقم مسجد کے اخراجات میں لگانا چاہتے ہیں' کیا یہ جائز ہے؟

جواب: اگر وہ زمین باقاعدہ ہبہ کر کے موہوب لہ کا قبضہ کرا دیا تو شرعاً یہ ہبہ تام ہو گیا' اب واہب اور موہوب لہ کے انتقال کے بعد اس سے رجوع کرنے کا اولاد کو شرعاً حق حاصل نہیں نہ ایسی رقم کا شرعاً صرف کرنا درست ہے۔

اگر باقاعدہ ہبہ نہیں کیا یا موہوب لہ کا قبضہ نہیں کرایا یا اس زمین اور درختوں کو تقسیم نہیں کرایا' نہ زید' عمر' بکر کے حصص بتلائے کہ کس کا کتنا حصہ ہے؟ نہ خالد وعمر کو یہ بتایا کہ کس کو کتنا حصہ ملا ہے؟ بلکہ وہ زمین اور درخت واہبین کے درمیان بھی مشترک ہیں اور موہوب لہ کے درمیان بھی مشترک ہی رہے تو یہ ہبہ صحیح نہیں بلکہ زید' عمر' بکر کی ملک بدستور باقی رہی' انکے ورثاء میں شرعی میراث کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی اور بعد تقسیم ہر وارث کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ مسجد میں صرف کرے' خواہ اور کسی جگہ۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۴۳)

برائے مسجد پتھر خریدنے میں ایک پتھر ہدیہ ملا تو کیا حکم ہے؟

سوال: تین آدمی مسجد کے لیے پتھر خریدنے گئے' پتھر خریدے اور پیسہ دینے کے بعد ان میں سے ایک شخص نے دُکاندار سے کہا کہ ایک پتھر مجھے بھی دیدیجئے' دکاندار نے کہا کیا اپنی ذاتی ضرورت کے لیے لے رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں! دکان دار نے کہا کہ آپ کو جو پتھر دیا جائے گا وہ مسجد کے بھاؤ میں نہیں' اس لیے کہ میں نے مسجد کی وجہ سے بھاؤ میں رعایت کی ہے اس نے کہا کہ میں تو مسجد کے بھاؤ سے بھی کم میں چاہتا ہوں اور محض یادگار کے لیے لے رہا ہوں' دکاندار نے کہا کہ میں آپ کو ایک پتھر یادگار کے لیے مفت دیتا ہوں اس طرح ایک پتھر دیا اور ساتھیوں سے بھی کہہ دیا یہ پتھر میں اس کو دے رہا ہوں تو اب یہ پتھر اس کی ذاتی ملکیت ہوگا یا مسجد کا؟ ایک شخص اس کے مسجد کی ملکیت ہونے پر هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ اور حدیث ابن ابی شیبہ سے استدلال کرتے ہیں: هٰذَا مَالَكُمْ وَهٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِیْ. واضح رہے کہ یہ تینوں حضرات مسجد کے اخراجات پر یہ مذکورہ چیزیں خریدنے گئے تھے؟

جواب: اس حدیث کے تحت یہ پتھر ہدایہ العمال میں داخل نہیں۔ اس لیے کہ اول تو انہوں نے پتھر صدقے اور چندے میں وصول نہیں کیے بلکہ خریدے ہیں۔ بہ خلاف ابن لبید کے یہاں خریداری کا معاملہ نہیں تھا' بل کہ صدقات واجبہ کی وصولیابی تھی جس میں بے جا رعایت کا اندیشہ تھا' یہاں خریداری ہے بائع نے خود تصریح کردی ہے کہ مسجد کی خاطر کم قیمت لی ہے نہ کہ ایک پتھر لے کر کم قیمت لی ہے۔

دوسرے اصالتاً اس پتھر کا معاملہ بیع کیا جارہا تھا' ہدیہ کا نہیں تھا۔ البتہ قیمت میں رعایت چاہتے تھے جس کا بائع نے صاف انکار کردیا' پھر جب بطور یادگار رکھنے کی بات سنی تو اس نے بلا قیمت ہی دے دیا' البتہ وہاں سے لانے میں جو صرفہ ہوگا وہ مسجد کے ذمہ نہیں ہوگا۔

تنبیہ: چونکہ یہ پتھر مسجد کی غرض اور مسجد کے صرفہ سفر کے ذریعے حاصل ہوا ہے اس لیے اپنی

جانب سے مسجد کو دے دیں تو یہ اعلیٰ بات ہے مگر مسجد کو مطالبہ کا حق نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۲۸)

صدقہ' زکوٰۃ چڑھاوے وغیرہ کی رقم مسجد میں لگانا

سوال: ا۔ زید کا صدقہ' خیرات' زکوٰۃ چڑھاوے' چراغاں کا پیسہ بینک میں جمع تھا' اچانک اس کا انتقال ہو گیا' اس کا کوئی وارث بھی نہیں اور نہ اس نے کوئی وصیت کی' اسی طرح چھوڑ کر مر گیا تو کیا ایک شخص یا مسجد کے ممبران اس کو بینک سے نکال کر مسجد میں لگا سکتے ہیں اور انہوں نے اس رقم کا مسجد کے اندر پنکھا وغیرہ لگا ہی دیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو پیسہ اس کے مرنے کے بعد برآمد ہوا اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ پہلے اس کے نزدیک کے' پھر دور کے خاندانی لوگ تلاش کیے جائیں اور حسب قاعدہ وراثت ان کو دی جائے۔ جب کوئی نہ ملے تو اس وقت مستحقین پر صدقہ کر دیا جائے' دینی تعلیم کے نادار طلبہ اور دینی علم کی خدمت کرنے والے ناداروں کو مقدم کیا جائے اور پھر دوسرے غرباء و مساکین کو دیا جائے۔ (نظام الفتاویٰ ج ا ص ۳۰۲)

قربانی کی کھال کی رقم کا مسجد میں استعمال کرنے کا طریقہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چرم قربانی بلاوجہ بلا تاویل وحیلہ یا مع تاویل وحیلہ مساجد پر لگ سکتے ہیں یا نہ؟

چونکہ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہو گیا ہے کہ کنز الدقائق اور ہدایہ وغیرہ میں یتصدق بجلدھا کا ذکر ہے۔ یہ عبارت مجمل ہے۔ دونوں فریق آپس میں تاویل کرتے ہیں۔ برائے مہربانی نفیاً و اثباتاً دلائل و حوالہ جات کی روشنی سے تشفی اور فیصلہ صادر فرما دیں مع مہر مدرسہ چونکہ معترض کی نظر میں بہشتی زیور اور فتاویٰ دیوبند کوئی معتبر نہیں ہے۔ دست بستہ عرض ہے کہ سلف صالحین کی کتابوں سے حوالہ بمع تحقیق ہو تا کہ قطع تنازع ہو۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب تک کھال فروخت نہ ہو اس وقت تک اس کا حکم مثل لحم اضحیہ کے ہے۔ ہر شخص کو اس کا دینا اور خود بھی اس سے منتفع ہونا جائز ہے' غنی کو بھی دینا جائز ہے۔ جبکہ اس کو تبرعاً دیا جاوے۔ اس کی کسی خدمت و عمل کے عوض میں نہ دیا جائے اور جب اس کی ملک کر دیا جاوے اس کے لئے اس کو فروخت کر کے اپنے تصرف میں لانا بھی مثل دیگر اموال مملوکہ کے جائز ہے۔

اور جب فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے۔ اور تصدق کی ماہیت میں

تملیک ضروری ہے۔اور چونکہ یہ صدقہ واجب ہے اس لئے اس کے مصارف مثل مصارف زکوٰۃ کے ہیں اور زکوٰۃ کی رقم مسجد پر نہیں لگ سکتی۔

کما فی الهداية ولا يبنى بها المسجد ولا يكفن بها ميت لانعدام التمليک وهو الركن

ہدایہ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ) بنابریں قربانی کی کھال کی قیمت مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے۔ البتہ فقہاء نے تعمیر مسجد اور اس قسم کے امور کے لئے جواز کی یہ صورت لکھی ہے کہ چرم قربانی کی قیمت اول کسی ایسے شخص کی ملکیت کردی جاوے۔ جو اس کا مصرف ہو۔ پھر وہ شخص اس قیمت چرم کو اپنی ملک اور قبضہ میں لے کر غرض مذکور میں صرف کردے۔ یہ احکام مختلف ابواب سے لئے گئے ہیں۔

فی الدرالمختار (ويتصدق بجلدها او يعمل منه نحو غربال و جواب) و قربة و سفرة ودلو (اويبدله بما ينتفع به باقيا) كما مر (لابمستهلک کخل ولحم و نحوه) کدراهم (فان بيع اللحم او الجلدبه) ای بمستهلک (اوبدراهم تصدق بثمنه) الخ ج ۵ ص ۵۸۱) وقال فی الدرالمختار فی بدء کتاب الهبة ج ۴ ص ۵۲۶ (هی) (ای الهبة) تمليک العين مجانا ج ۴ ص ۵۸۱ و فيه باب مصرف للزكوٰة (وجازت التطوعات من الصدقات) و غلة الاوقاف لهم ج ۲ ص ۷۳ الخ و فی الدرالمختار قدمنا ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء (و فی ردالمحتار) و يكون له ثواب الزكوٰة و للفقير ثواب هذه القرب ج ۲ ص ۶۹

ان روایات سے ثمن جلد (قیمت چرم) کے تصدق کا وجوب اور تصدق میں اشتراط تملیک اور صدقات واجبہ کا مصرف مثل زکوٰۃ اور حیلہ مذکورہ کے ساتھ مسجد میں صرف کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۳۴۷)

مسلمان بھنگی کا مال مسجد میں لگانا

سوال: بھنگی مسلمان جس کا پیشہ پاخانہ اٹھانے کا ہے اور اس کی بیچ ہی ہوئی ہے اس کے یہاں کا کھانا اور اس کا مال تعمیر مساجد میں صرف کرنا منع ہے یا نہیں؟

جواب: پاخانہ اٹھانے کی اجرت مباح ہے وہ مال بھی حلال ہے اگر کوئی فساد عقد میں نہ ہو۔ لہٰذا تعمیر مساجد میں صرف کرنا بھی درست ہے اس کی اجرت صفائی مکان کی ہے پاخانے کی قیمت

نہیں جو شبہ کراہت کا ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۶) "گویا پیشہ خود قابل ترک ہے" (م'ع)

حرام مال سے بنے ہوئے مکان میں نماز پڑھنا

سوال: اگر مال حرام سے ایک مکان بنالیا گیا لیکن زمین اس کی پاک ہے تو اس صورت میں اس مکان میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں رہنے سہنے کا کیا حکم ہے؟ اس مکان کے صحن و کوٹھا ہر دو میں نماز مکروہ ہے یا فقط جہاں تک تعمیر ہے وہ مکروہ ہے؟

جواب: جس مکان کی زمین حلال ہو اور تعمیر حرام ہو اس میں نماز مکروہ ہوتی ہے مگر ایسی جگہ کو کہ اثر بناء کا نہ ہو اس میں کراہت نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۲)

حرام مال سے مسجد کا غسل خانہ بنانا

سوال: جن لوگوں کے پاس حرام روپیہ اکٹھا ہوتا ہے اگر ان کے روپے سے غسل خانے یا مسجد کے پاخانے بنائے جائیں یا اس روپے سے مسجد میں روشنی وغیرہ کی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سب ناجائز ہے اور استعمال کرنا اس کا نادرست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۲)

طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد کی تعظیم کرنا

سوال: طوائف کی بنوائی ہوئی مسجد میں نماز جائز نہیں لیکن تعظیم اس کی مسجد کی سی کی جائے یا مثل دیگر مکانات کے ہے' حتیٰ کہ پیشاب پاخانہ بھی اس میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نماز اس میں مکروہ مگر اس نے چونکہ مسجد بنائی ہے لہٰذا اس مکان کی تعظیم کی رعایت رکھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۲)

بلیک کرنے والوں کا مال مسجد میں لگانا

سوال: چند لوگوں نے راشن دکان کا لائسنس حاصل کیا کہ اس کے ذریعے سے مٹی کا تیل' شکر وغیرہ حاصل کر کے راشن کارڈ پر عوام میں تقسیم کی جائے گی جو لوگ راشن کارڈ حاصل کرنے جاتے ہیں ان کے کارڈ پر جتنا لکھا جاتا ہے اس کا نصف ان کو دیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بلیک کر دیا جاتا ہے' کیا ایسے لوگوں کا روپیہ مسجد کی تعمیر میں لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: بلیک کرنا قانونی چوری ہے جس کی بغیر وجہ شرعی اجازت نہیں اور اس رقم کا مسجد میں لگانا درست نہیں ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۰۶)

قوالی کیلئے جمع کیا گیا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: کچھ حضرات نے قوالی کرانے کے لیے چندہ جمع کیا' اس میں ہندوؤں کا بھی چندہ شامل ہے مگر متولی نے رکاوٹ کی جس کی وجہ سے وہ چندہ کچھ مندر میں اور کچھ مسجد میں دے دیا گیا' یہ سب حضرات کی رضامندی سے ہوا تو یہ روپیہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جب چندے والوں کی رضامندی واجازت سے مسجد میں یہ روپیہ دیا گیا ہے تو مسجد کی ہر ضرورت میں حسب صواب دید اس کو صرف کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۵۰)

سود کے مال سے مسجد بنانا

سوال: سود کے روپے سے مسجد یا کنواں بنانا درست ہے یا نہیں؟ یا دو شریک ہو کر بنا دیں جن میں ایک کا روپیہ سود کا ہے دوسرے کا طیب ہے؟

جواب: جو مسجد کہ اس میں حرام روپیہ لگا اس میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور ثواب مسجد کا نہیں ملتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۱) "کامل" (م'ع)

سودی قرض پر لیا ہوا روپیہ مسجد میں لگانا

سوال: ایک آدمی کے پاس مسجد کی امانت کا روپیہ تھا' اس نے اس کو خرچ کر ڈالا اور دوسرے آدمی سے سودی قرض لے کر مسجد کی امانت میں جمع کر دیا' کیا اس روپے کو مسجد میں خرچ کرنا جائز ہوگا؟

جواب: سود پر قرض لیا ہے' وہ قرض کا روپیہ حرام نہیں' اس کو مسجد کے روپے کے ضمان میں دینا درست ہے' البتہ قرض کے ساتھ جو روپیہ سود کا دیا جائے گا اس کا دینا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۱۸)

سود خور کو ترکہ میں ملی رقم مسجد میں لگانا

سوال: ایک سود خور کو اپنے والدین سے جو ترکہ ملا ہے وہ اس کو مسجد کے کاموں میں لگانا چاہتا ہے کیا اس کے روپے کو مسجد میں لگایا جا سکتا ہے؟

جواب: والدین کے ترکہ سے جو حلال روپیہ ملا ہے اگر وہ روپیہ مسجد میں دے تو اس کو مسجد میں صرف کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۱۸)

سودی کاروباری کیلئے مسجد کی دکان کرائے پر لینا

سوال: مسجد کی دکان ایک صاحب کرائے پر لینا چاہتے ہیں' کرایہ معقول ملے گا مگر ان کا

کاروبار خالص سودی ہے ان کو کرائے پر دکان دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ صاحب سودی کاروبار ہی کے لیے کہہ کر لیتے ہیں تو مسجد کا مکان (دکان) ان کو کرائے پر نہ دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ص۲۲۱)

مسجد کے لیے سود پر قرض لیا تو سود کون ادا کرے؟

سوال: کمیٹی نے تعمیر کے لیے بہ مجبوری کچھ رقم باقاعدہ لکھا پڑھی کر کے سود پر لے لی تھی ابھی وہ قرض ادا نہیں ہوا تھا کہ نیا الیکشن ہوا اور کمیٹی بدل گئی تو ساہوکار اب اپنی رقم مع سود کے طلب کر رہا ہے تو اب وہ رقم موجودہ کمیٹی ادا کرے اور اگر کمیٹی ادا کرے تو ہم خدا کی گرفت میں آئیں گے یا بچ سکیں گے؟ اس بارے میں ہمارے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب۔ اس کی ذمہ داری سابقہ کمیٹی پر ہے۔ اگر یہ صورت کسی طرح ممکن ہو کہ مسجد کی طرف سے اصل رقم موجودہ کمیٹی دے دے اور سود سابقہ کمیٹی اپنے پاس سے دے دے یا معاف کرا لے تو آپ لوگ بالکل بچ جائیں گے یہ نہ ہو سکے تو موجودہ کمیٹی مجبور ہے۔

پھر اعلیٰ بات یہ ہے کہ سود مسجد کی طرف سے نہ دیا جائے بلکہ کمیٹی آپس میں چندہ کر کے اس مصیبت کو برداشت کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۷ص۲۱۸)

چور سے وصول شدہ جرمانہ کی رقم کا مسجد میں استعمال

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کافی عرصہ سے یہ طریقہ بد شروع کر رکھا ہے کہ مسجد سے تیل وغیرہ چوری کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے گھر سے مسجد کے پختہ آہنی لوٹے بھی برآمد ہوئے۔ اس طرح کنویں کی بالٹی بھی اٹھا لیتا ہے اور اس نے اپنی شقاوت قلبی کا یہاں تک مظاہرہ کیا کہ ایک گھر سے اس نے بھوسہ چوری کیا حالانکہ اسی گھر میں اس وقت ایک نوجوان لڑکا جان کنی میں مبتلا تھا۔ بالآخر چور پکڑا گیا۔ اور اس نے خود اقبال جرم کرتے ہوئے کہا کہ یہ پیشہ میں کافی عرصہ سے کر رہا ہوں۔ اب تقریباً تین صد روپے کا تیل مسروقہ فروخت کر دیا ہے دریں اثناء اہل محلہ اور مسجد کے مقتدیوں نے فیصلہ کیا کہ دوسروں کی عبرت کے لئے سارق پر کم از کم پانچ صد روپے جرمانہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس سے وہ رقم تفریداًلی بھی گئی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ رقم محصلہ مسجد کی تعمیر کے لئے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مسجد زیر تعمیر ہے اور اہل محلہ بھی سب رضامند ہیں۔ اگر نا جائز ہے تو پھر رقم محصلہ کا مصرف کیا ہوگا۔

جواب:۔ مالی جرمانہ شخص مذکورہ پر پنچایت کا شرعاً درست نہیں ہے۔ اس لئے یہ رقم مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں بلکہ یہ رقم اس شخص مذکور کو واپس کرنا ضروری ہے۔ لیکن واپس کرنے کے لئے ایسی صورت اختیار کی جائے کہ جس سے اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ وہی رقم ہے۔ جو مجھ سے بطور جرمانہ وصول کی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۴۳۸)

یہ وصیت کہ سود کا روپیہ مسجد میں دیا جائے

سوال: جو مسجد بالکل ویران ہے ایک صاحب کے پاس سود کے پیسے تھے۔ انہوں نے ایک صاحب سے وعدہ کیا کہ میں مسجد کے جملہ تعمیری اخراجات پورے کروں گا مگر چند دن بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا' اب وہ خواب میں اس شخص کے آئے اور کہا کہ ہم کئی دن سے عذاب میں مبتلا ہیں' لہٰذا میرے سود کے پیسے میری بیوی سے لے کر مسجد میں لگا دو' اب ورثاء کہتے ہیں کہ اگر سود کا روپیہ مسجد میں لگ سکتا ہو تو ہم بخوشی دینے کو تیار ہیں' شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: سود کا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں' مرنے والا خواب میں آ کر بتائے تب بھی جائز نہیں جو وعدہ زندگی میں کیا تھا مرنے کے بعد ورثاء کے ذمہ اس کا پورا کرنا واجب نہیں' نہ ان کے ترکہ سے کسی کو زبردستی لینے کا حق ہے۔ ہاں میت کے لیے دعائے مغفرت کی جائے' قرآن پاک کی تلاوت کر کے' نفل نماز پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۷۷)

سود کا روپیہ مسجد کی روشنی وغیرہ میں لگانا

سوال: مسجد میں سود خواروں کے پیسے سے بجلی کی فٹنگ و پنکھا لگا ہے' شرعاً یہ حرام ہے یا نہیں؟ اس بجلی کی روشنی اور پنکھے کے نیچے نماز ہوگی یا نہیں؟ آج تک جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: ناجائز آمدنی کا پیسہ مسجد میں لگانا درست نہیں' اگر بجلی کی فٹنگ اور پنکھے میں ناجائز پیسہ لگایا گیا ہے تو جس نے لگایا ہے وہ پنکھا یہاں سے لے جائے اور حلال کمائی سے لگایا جائے' بجلی کی فٹنگ میں میٹریل اور تار بلب جو کچھ بھی وہاں موجود ہے اس کو نکال کر جائز آمدنی سے لگایا جائے' اگر ایسا کرنے میں فتنہ ہو تو مجبوراً یہ صورت کر لی جائے کہ جتنا پیسہ اس میں خرچ ہوا ہے وہ پیسہ سود کا تھا تو اتنا پیسہ اصل مالک کو واپس کر دیا جائے' اگر اصل مالک معلوم نہ ہو تو اتنا روپیہ غریبوں کو صدقہ کر دیا جائے لیکن پھر اس کی تحقیق بھی کر لی جائے کہ اس میں سودی رقم بھی صرف کی گئی ہے یا نہیں؟ جو نمازیں اس روشنی و ہوا میں پڑھی گئی ہیں وہ درست ہو گئیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۶۵)

ہندو کا روپیہ مسجد میں کس طرح لگ سکتا ہے؟

سوال: ہنود کا روپیہ مسجد پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس شرط سے جائز ہے کہ وہ روپیہ کا مالک مسلمانوں کو بنادے اور پھر مسلمان اپنی طرف سے مسجد میں لگائیں' بطور وقف کے ان کا روپیہ مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا۔ (امداد المفتیین ص ۷۹۸)

غیر مسلم کی زمین کی مٹی مسجد میں لگانا

سوال: ایک غیر مسلم کی زمین ہے اس کے برابر میں مسجد بن رہی ہے' غیر مسلم کی زمین کی ایک مسلم دیکھ ریکھ کرتے ہیں' محلہ کے لوگ اس غیر مسلم کی زمین سے مٹی کاٹ کر مسجد میں لگاتے ہیں اور نگراں کے منع کرنے پر اس کا بائیکاٹ کر دیا ہے تو ایسا کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلم کی زمین سے بغیر اجازت کے مٹی لینا اور مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے ایسا کرنے سے یہ لوگ ظالم اور گنہگار ہیں' اللہ پاک کے گھر میں پاک مال لگایا جائے' حرام مال اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے' ان لوگوں کو اپنی حرکت سے باز آنا چاہیے اور جس قدر مٹی لی ہے وہ واپس کر دیں یا پھر اصل مالک سے اس کو خرید لیں اور قیمت ادا کر دیں' تب مسجد میں لگائیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۳۰۱)

ہندوؤں کا مسجد کے قریب کرتن کرتے ہوئے گزرنا

سوال: اگر ہندو لوگ مسجد کے قریب سے گانا بجائے یا کرتن کرتے ہوئے جائیں تو اس میں مسجد کی ہتک ہوگی یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو شرعاً روکنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور اس کے لیے کوشاں ہونا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اس میں شک نہیں کہ کفار کا مسجدوں کے سامنے گانا بجانا اور کفر و شرک کی رسوم بجالانا مسجدوں کی بے حرمتی کا موجب ہے اور اسی وجہ سے اب تک کئی جگہوں پر حکومت نے ہندوؤں کو مسجد کے سامنے ان افعال سے منع کیا ہے کیونکہ ان سے مسلمانوں کو ایذا اور مساجد کی بے حرمتی ہوتی ہے اور یہ جب افعال بے حرمتی کا سبب ہیں تو مسلمانوں کا یہ بھی حق ہے کہ ہندوؤں کو مساجد کے سامنے ان افعال کے کرنے سے روکیں۔

اور صورت یہ اختیار کرنی چاہیے کہ حکومت وقت سے درخواست کریں اور بدل و جان کوشش کریں۔ اس میں جس قدر کوشش کی جائے گی باعث ثواب عظیم ہوگی اور جب حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حق مل جائے جیسا کہ ابتداء حکومت سے اس وقت تک حکومت نے مسلمانوں کو یہ حق دے رکھا تھا تو اس کے بعد اگر کسی جگہ ہندو اس کے خلاف عمل کریں وہاں ان کے روکنے کی

صرف یہ تدبیر کریں کہ حکومت ہی سے استغاثہ کریں تاکہ حکومت اپنے قاعدہ کے موافق ہندوؤں کو اس ناجائز حرکت سے روکے۔ مسلمانوں کو بلاواسطہ ہندوؤں سے مزاحمت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں مساجد کی زیادہ بے حرمتی کا قوی اندیشہ ہے کہ وہ مقابلہ کریں گے اور مقابلہ میں آ کر مسجد کی زیادہ ہتک حرمت کریں گے' مثلاً اس پر ڈھیلے' پتھر پھینکیں گے یا مسجد ہی کو معاذ اللہ منہدم کردیں گے۔ چنانچہ بعض مواقع میں ایسا سنا بھی گیا ہے۔ پس یہ صورت جائز نہیں اور اگر کسی جگہ کے ناواقف مسلمانوں نے یہ صورت اختیار کی ہو اور اس میں اپنی جان دے دی ہو تو ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے وہ ہر شخص کی نیت وعذر کو خود جانتے ہیں' باقی شرعاً مسلمانوں کے لیے اس وقت پہلے طریقہ سے کوشش کرنا جائز ہے کہ حکومت سے درخواست کریں۔

اور اگر خدانخواستہ حکومت مسلمانوں کی اس درخواست کو قبول نہ کرے تو اس وقت مسلمانوں کو صبر کرنا چاہیے اور دعا کرنا چاہیے کہ وہ مساجد کی ہتک حرمت دور کرنے کی کوئی سبیل کردے' اس وقت مسلمانوں کو صرف دل سے ہندوؤں کے اس فعل پر نفرت کرنا کافی ہے' مقابلہ کسی کا نہ کریں نہ حکومت کا نہ رعایا کا۔ لیکن حکومت کے ایک بار اس درخواست کے رد کرنے پر کوشش کو ترک نہ کریں بلکہ موقعہ بموقعہ بار بار حکومت سے اس حق کے عطاء کی درخواست کرتے رہیں' انشاء اللہ حکومت ضرور توجہ کرے گی۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۵۸)

ہندو کا مصلیٰ مسجد میں استعمال کرنا

سوال: ہم ہندو ہیں' ہم نے مسجد میں ایک مصلیٰ دیا وہ کچھ روز کے بعد ہم کو واپس ملا کیا وجہ؟ ہم تو کسی قسم کی بدعت یا شرک نہیں کرتے' ہمارا اصل حال تو خدائے وحدہ لاشریک جانتا ہے' ہم سود بھی کھاتے نہیں' جب ہمارے خالق نے منع کیا ہے تو پھر کس طرح کھا سکتے ہیں' آپ کو خداوند کریم' اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتا ہوں کہ جواب ضرور ملے؟

جواب: ہندو ہونا صحت وقف سے مانع نہیں اور اگر آیت مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ الخ سے شبہ ہو تو اس کی تفسیر میں (بیان القرآن) کے ملاحظہ سے رفع ہوسکتا ہے۔ البتہ جہاں احتمال احسان جتانے کا ہو وہاں یہ عارض مانع اجازت ہوگا لیکن صورت مذکورہ میں قرائن سے اس کا بھی احتمال نہیں۔ وَهِيَ قَوْلُهٗ ہم کسی قسم کی الخ یہ جملہ بتارہا ہے کہ وہ توحید کا قائل ہے۔ وَقَوْلُهٗ ہم سود بھی' اِلٰی قَوْلِهٖ منع کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ حقیقت قرآن کے بھی معتقد ہیں۔ وَقَوْلُهٗ آپ کو خداوند کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معلوم ہوا کہ وہ رسالت کا بھی معتقد ہے۔ قَوْلُهٗ ہمارا

جو اصل الخ اس سے معلوم ہوا کہ وہ محب اسلام بھی ہے۔
پس جب یہاں کوئی مانع نہیں تو ایسے شخص کی شطرنجی مسجد میں لے لی جائے کچھ حرج نہیں اور اگر کسی خاص مسجد والے نہ لیں تو دوسری مسجد میں دے دینا چاہیے' اگر کہیں قبول نہ ہو تو یہاں بھیج دی جائے' مسجد میں بچھادی جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۶۳)

بحالت کفر کمایا ہوا پیسہ مسجد و مدرسہ میں صرف کرنا

سوال: ایک نومسلم عالم کفر و شرک میں تھے' دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اپنی دولت بھی ساتھ لے آئے' انکے اس مال کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ اگر وہ اس کو مسجد وغیرہ میں خیرات کرے تو کیا حکم ہے؟
جواب: بعض پیسے ایسے ہوتے ہیں کہ جو کسی مذہب میں جائز و حلال نہیں ہوتے اور ان پر کسی مذہب میں صحیح ملکیت قائم نہیں ہوتی جیسے چوری' ڈاکے اور غصب کا پیسہ۔
ایسا پیسہ بحالت کفر بھی کمایا ہوا اگر کوئی نومسلم اپنے ساتھ لائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو اصل مالک تک کسی انداز میں پہنچا دیں' اگر ایسا ممکن نہ ہو اور مالک ثواب پانے کا اہل "مسلمان" ہو تو اس کو ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ کر دیں اور اگر اس کا علم نہ ہو سکے کہ مالک مسلم ہے یا کافر تو ایسی صورت میں اس کے وہاں سے نچنے کے لیے صدقہ کر کے جلد از جلد ملک سے نکال دے۔
بعض پیسے ایسے ہوتے ہیں کہ مسلمان کے لیے شرعاً حلال و جائز نہیں ہوتے اور غیر مسلم کے لیے حلال و جائز ہوتے ہیں اور غیر مسلم اس کا مالک بملک صحیح ہو جاتا ہے' جیسے شراب اور خنزیر کے کاروبار کا پیسہ۔
اگر کفر کی حالت کا پیسہ لے کر مسلمان ہو جائے تو اس کے صحیح مالک ہو گئے ہیں اور جس نیک کام میں چاہیں صرف کر سکتے ہیں' مسجد و مدرسہ میں ہر جگہ خرچ کر سکتے ہیں' یہی حکم ان کے گانے بجانے کے پیسے کا ہے۔ اس لیے کہ وہ اس کے صحیح مالک ہو گئے تھے اور وہ ان کے لیے حلال و جائز تھا اور مسلمان ہونے کے بعد قدیم مسلمان بھی وہ پیسہ ان سے لے سکتا ہے اور انہیں نیک کاموں میں خرچ کر سکتا ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۲۲)

اعلانیہ بدکاری کرنے والے سے مسجد کے لیے چندہ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے ثانی شادی کرتے وقت اپنی سابقہ بیوی کو مثلاً طلاق دے دی۔ لیکن بعد از شادی زید کی مطلقہ بیوی نے زید کے گھر میں ہی دوسرے مکان میں چار پانچ سال گزارے۔ اور محنت مزدوری کر کے گزارہ کرتی رہی۔ مگر ایک

دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آخر زید کی ثانی بیوی نے اس بات کو برداشت نہ کیا۔ گھر میں نہایت شدت کے ساتھ فتنہ فساد شروع ہوگیا۔ اور ثانی بیوی والدین کے گھر جا کر بیٹھ گئی۔ اب زید اپنی مطلقہ بیوی کے ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ اور ایک جگہ میں رہتے ہیں اور عوام الناس بھی سامنے دیکھتے ہیں مگر اس کو برا محسوس نہیں کرتے۔ اور نہ اس سے دل میں خاص کر نفرت کرتے ہیں۔ بلکہ چک کا ایک خاص منبر منتخب ہے اور زید کا ایک بھائی جو چک گاؤں میں ہی سکونت پذیر ہے۔ وہ اہل اللہ بھی کہلواتا ہے اور پیری مریدی کا سلسلہ بھی دور دراز تک جاری ہے۔ وہ بھی اس کو ہدایت نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے جلسہ وجلوس میں ایک دوسرے کے ہاں برابر شریک رہتے ہیں۔ دیگر زید کے چک کی ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے جس میں اس سے چندہ بھی مسجد کے لئے لیا گیا ہے اور مسجد کے کاروبار میں شریک ہوتا ہے اور اپنے آپ کو نمازی اور پرہیزگار بھی دکھلاتا ہے اور جماعت میں آ کر شامل ہو جاتا ہے ایسے شخص کا جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا کہ نہیں؟ اور ایسے شخص کا مسجد پر روپیہ وغیرہ صرف کرنا جائز ہے یا نہیں یا جس مسجد میں ایسے شخص کا ہاتھ ہو یا رقم صرف کی جاوے۔ اس مسجد میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص کے ساتھ میل جول رکھنے والے کس جرم کے مرتکب ہیں۔ اگر ایسا شخص مر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ یہ شخص سخت گنہگار ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مطلقہ بیوی سے میل جول نہ رکھے۔ برادری اس کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ اگر یہ شخص نہ مانے تو اس کے ساتھ برادری کے تعلقات سے احتراز کریں۔ ایسے شخص کا چندہ اگر مسجد میں صرف کیا جائے تو شرعاً اس مسجد میں نماز جائز ہے۔ کوئی قباحت نہیں۔ مرنے کے بعد اس کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۳۴۳)

مسجد اور آداب مسجد

مسجدوں میں محراب کی ابتداء کب سے ہے؟

سوال: مسجد میں جو محراب بنائے جاتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: کتب فقہ میں عبارات مختلف ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ سے اس کا ثبوت ہے۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ سے اس کا عروج شروع ہوا ہے، اسی طرح کتب تاریخ سے بھی مختلف اقوال ظاہر ہوتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب ص ۸۳ میں تحریر فرماتے ہیں:

وعلامت محراب کہ اندرون مسجد متعارف است او (عمر بن عبدالعزیز) ساخت وپیش ازاں نبود ''یعنی جو محراب کہ مسجدوں میں بنائے جاتے ہیں' ان کو عمر بن عبدالعزیز نے سب سے اول بنوایا' اس سے پہلے ان کا رواج نہ تھا۔''

اور علامہ ابراہیم حلبی کبیری ص ۳۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ہمارے استاذ کمال الدین ابن الہمام نے فرمایا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ امام کا ممتاز جگہ پر ہونا ثابت اور شرعاً مطلوب ہے۔ حتیٰ کہ امام کا آگے ہونا واجب ہے اور آگے ہونا تب ہی متحقق ہوگا جب کہ امام کے لیے کوئی مخصوص جگہ ہو اور اس باب میں کوئی حدیث نہیں ہے کہ مسجدوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں محراب بنائے گئے تھے' اگر (بالفرض) نہ بنائے گئے تو بھی مسنون یہ ہوگا کہ امام اس مکان کی محاذات میں کھڑا ہو' اس لیے کہ امام کا درمیان میں ہونا مطلوب ہے اور اِدھر اُدھر کو مائل ہو کر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔''

فقہاء محراب میں کھڑے ہونے کو تو مکروہ لکھتے ہیں لیکن نفس محراب بنانے کو مکروہ نہیں لکھتے بلکہ محراب سے باہر کھڑے ہونے اور محراب میں سجدہ کرنے کو بھی جائز لکھتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس محراب کے دوسرے احکام کو بھی ذکر فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد میں محراب بنانا جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۶۱)

محراب سے کیا مراد ہے؟

سوال: محراب سے کیا مراد ہے؟ مسجد کے ہر در میں جو محراب خانہ کشا رہتا ہے جس میں لوگ آتے جاتے ہیں محراب کی تعریف میں آتا ہے؟ یا پچھلی دیوار کے درمیان ممبر کے قریب جو محراب بنی رہتی ہے صرف وہی محراب ہے؟

جواب: قبلہ کی دیوار میں بالکل درمیان میں جو محراب نما بنایا جاتا ہے وہ مراد ہے تاکہ امام کے درمیان دونوں طرف صفوں کی مقدار برابر رہے۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۲۱ ج ۱)

مسجد میں محراب بنانے کا حکم

سوال: ہمارے یہاں علماء میں مسجد کی محراب کی جگہ پتھر نصب کرنے پر جھگڑا ہے' ہر ایک مولوی صاحب نے پتھر کے جواز وحرمت پر مفصل مسائل تحریر کر کے آخری فیصلہ کے واسطے جناب والا کی خدمت میں روانہ کیا ہے' آپ حکم شرعی صادر فرمائیں کہ کون مولوی صاحب حق بجانب ہیں؟

جواب: مساجد میں محراب بنانا یا محراب کے بجائے پتھر نصب کرنا' یہ دونوں چیزیں بدعت نہیں ہیں۔
اور علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ "اعلام الارانیب فی بدعت المحاریب" لکھا ہے لیکن بدعت ہونا اس کا اصول وقواعد سے ثابت نہیں ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۷۸)

محراب میں تصویر آفتاب بنانا

سوال: ایک نئی مسجد میں محراب میں نقش ونگار اور آفتاب کی سی تصویر بنائی ہے' اس کے سامنے کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو حرج ہے یا نہیں؟ اگر حرج نہیں تو آفتاب پرستی اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟
جواب: محراب میں نقش ونگار اور آفتاب کی تصویر بنانا منع اور مکروہ ہے کہ اس سے نمازی کے خشوع وخضوع میں خلل آتا ہے لیکن آفتاب کی تصویر کے سامنے کھڑے رہ کر نماز پڑھنے کو آفتاب پرستی کے مانند قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ پرستش آفتاب کی تصویر کی نہیں ہوتی بلکہ اس کی ذات کی ہوتی ہے' دونوں میں بین فرق ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۱۶۹)

محراب مسجد میں طغریٰ لگانا

سوال: مسجد میں درج ذیل کتبہ نصب ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

لَآاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا غَوْثِنَا الْاَعْظَمِ مُحَمَّدِ مُحْیِ الدِّیْنِ عَبْدِالْقَادِرِ یَاشَیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ شَیْئًا لِلّٰہِ

امام کے روبرو محراب مسجد میں کسی قسم کا طغریٰ لگانا یا کسی نوعیت کی تحریر لکھنا شرعاً کیسا ہے؟
جواب: ایسے طرز پر کوئی چیز لکھنا یا تحریر لٹکانا کہ نمازی کا دھیان اُدھر جائے مکروہ ہے' نقش ونگار سے روکا جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۹۵)

محراب مسجد میں آیات وغیرہ لکھنا

سوال: مساجد میں سنگ مرمر پر آیات قرآنی کندہ کرا کر لگانے کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو اچھا ہے یا نہیں؟
جواب: فقہاء نے بے ادبی کے احتمال کیوجہ سے مکروہ لکھا ہے لیکن اگر کندہ ہوکر لگ گئے ہوں تو اب اس کا اکھاڑنا بے ادبی ہے۔ لہٰذا اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۱۹)

حضرت علیؓ کا مسجد میں سونا

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی العموم مسجد میں سونا جائز ہے دلیل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہمیشہ مسجد میں سونا ہے تو مسجد میں سونا حنفیہ کے نزدیک کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں سونا معتکف اور اس مسافر کے سوا جس کو مکان نہ ملتا ہو باقی لوگوں کے لیے مکروہ ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فعل ضرورت پر محمول ہے۔ (امداد الاحکام ص ۳۳۴ ج ۱) "یا غلبہ حب پر" (م ع)

غیر معتکف کا مسجد میں سونا

سوال: غیر معتکف کے لیے مسجد میں سونے اور دنیوی باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مکروہ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۲۷۰)

طالب علم کیلئے مسجد میں سونے کا حکم

سوال: طالب علم کو مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی بنا ذکر و عبادت کے لیے ہے۔ اس قسم کے کاموں کے لیے نہیں اس لیے عام حالات میں تو کسی کے لیے مسجد میں سونا جائز نہیں خواہ طالب علم ہو یا کوئی اور۔ اگر بہ مجبوری طلبہ کو مسجد میں سونا پڑے تو ان شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہے۔

۱۔ مسجد کے سوا اور کوئی عارضی یا مستقل قیام گاہ نہ ہو نہ متولی و منتظم اس کا انتظام کر سکتے ہوں۔

۲۔ مسجد کے آداب کا پورا لحاظ رکھیں کہ شور و غوغا ہنسی مذاق اور لایعنی گفتگو سے پرہیز کریں صفائی کا پورا اہتمام رکھیں اور اعتکاف کی نیت کر لیں۔

۳۔ نمازیوں کو ان سے کسی قسم کی ایذا نہ پہنچے اذان ہوتے ہی اٹھ جائیں اور نمازوں کے بعد بھی جب تک لوگ سنن و نوافل یا ذکر و تلاوت میں مشغول ہوں ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالیں۔

۴۔ طلبہ باریش یا کم از کم آداب مسجد سے واقف اور باشعور ہوں کم سن بے شعور بچوں کو مسجد میں سلانا جائز نہیں۔

الغرض ممکن حد تک اس سے بچنے کی کوشش کی جائے مجبوری کی بات الگ ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۳۷)

تبلیغ والوں کا مسجد میں قیام کرنا

سوال: آج کل دستور ہے کہ تبلیغی جماعت کے حضرات مسجد میں لیٹتے کھاتے پیتے اور دوسرے معمولات پورا کرتے ہیں کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟

جواب: معتکف اور مسافروں کے لیے مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی گنجائش ہے۔ لہٰذا تبلیغی جماعت کا یہ دستور جائز ہے اس لیے کہ اہل تبلیغ میں بھی عموماً مسافر ہوتے ہیں۔ مع ھذا بہتر ہے کہ اعتکاف کی نیت بھی کرلیا کریں اور اس کا بھی اہتمام کریں کہ مسجد سے ملحق اگر کوئی حجرہ وغیرہ ہو جس میں تمام ساتھی سما سکتے ہوں تو مسجد میں نہ سوئیں اور کھانا بھی باہر کھائیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۴۸)

مسجد میں سونے والا جنبی ہوگیا تو کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی شخص مسجد میں سو جائے اور اس کو احتلام ہوگیا تو کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی شخص مسجد میں سو جائے اور اس کو احتلام ہو جائے تو تیمم کر کے باہر نکل جائے۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۲ ج ۳)

فنائے مسجد میں جنبی کے آنے جانے کا حکم

سوال: صحن مسجد بھی مسجد کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اور اس میں جنبی کے دخول وخروج کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحن مسجد سے مراد شاید وہ جگہ ہو جو فرش نماز کے لیے بنایا گیا ہو اور زائد خالی پڑا رہتا ہے وہ مسجد کے حکم وقف میں تو مسجد کے ساتھ شامل ہے مگر جنبی کے آنے جانے کے مسئلہ میں وہ مسجد کے ساتھ شامل نہیں کیونکہ وہ مصالح مسجد اور نمازیوں کے آرام کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کا مبنیٰ واقف کی نیت پر ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۱۳)

گاؤں والوں کا مسجد میں رات گزارنا

سوال: تبلیغی جماعت والے مرکزی مسجد بناتے ہیں جہاں ہفتہ میں ایک رات مقامی لوگ شب باشی کرتے ہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ تعیین بدعت نہیں کہلائے گی؟

جواب: اس کا مقصد لوگوں کو گھر کے ماحول سے نکال کر دینی فضا اور اچھے ماحول میں لا کر دینی تعلیم اور تبلیغ کے لیے تیار کرنا ہے۔ اس کا لحاظ کر کے دن اور وقت متعین کیا جاتا ہے جیسا کہ مدرسہ میں تعلیم کے لیے اور خانقاہوں میں تربیت کے لیے وقت مقرر ہوتا ہے۔ یہ تقرر سہولت کے لیے ہے نہ فضیلت کی خاطر۔ لہٰذا یہ منع نہیں ہے تاہم وقت اور دن میں تبدیلی کرتے رہا کریں جس سے عوام میں غلط فہمی نہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۲۱)

مجبوری کیوجہ سے مسجد میں سونا

سوال: زید کے مکان کے قریب مسجد بہت ہوادار ہے دوپہر کے وقت مکان سے زیادہ اس

میں عافیت ہوتی ہے اگر زید اس وقت اس غرض سے مسجد میں جا کر سو رہے اور پھر نماز ظہر ادا کر کے چلا آئے تو کسی قسم کی توہین مسجد تو نہیں ہے؟

جواب: سوائے معتکف یا مسافر کے اوروں کو مسجد میں سونا مکروہ ہے لیکن اگر کسی کو سخت ضرورت ہو مثلاً گھر کی گرمی کا تحمل نہیں کر سکتا تو یہ حیلہ کرے کہ مسجد میں تھوڑی دیر کے اعتکاف کی نیت کر لے مثلاً بعد ظہر تک کی اور پھر اس میں داخل ہو کر تھوڑا وقت عبادت و ذکر میں بھی صرف کر دے پھر وہاں سو رہے اور ظہر پڑھ کر باہر آ جائے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۲۵)

مسجد میں سونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کن کن صورتوں میں سو سکتا ہے۔ مثلاً مسافر یا غیر مسافر مریض یا تندرست یا معتکف وغیرہ ہو۔ شرعاً کیسے ہے؟

جواب: **و فی الدرالمختار واکل و نوم الالمعتکف و غریب. و فی ردالمحتار (قوله واکل و نوم) و اذا ارادذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل و یذکر الله تعالیٰ بقدر مانوی او یصلی ثم یفعل مایشاء ص ۴۸۹ ج ۱.**

اس سے معلوم ہوا کہ بجز معتکف یا مسافر کے اوروں کو مسجد میں سونا مکروہ ہے لیکن اگر کسی کو سخت ضرورت ہو تو یہ حیلہ کرے کہ مسجد میں تھوڑی دیر کے اعتکاف کی نیت کرے اور پھر اس میں داخل ہو۔ اور تھوڑا وقت عبادت و ذکر میں صرف کرے پھر وہاں سو رہے۔ اور فجر کو اٹھ کر نماز پڑھے اور مسجد سے باہر آ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۳۶۱

مسجد میں ٹہلنا

سوال: مسجد کے اندر ٹہلنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد میں ہر وہ عمل کرنا جس کے لیے مسجد نہیں بنائی گئی قصداً و اختیاراً نا جائز ہے اور یہ ٹہلنا بھی ایسا ہے لہٰذا منع کیا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۹۷)

مسجد میں چار پائی بچھانا

سوال: مسجد میں مسافر یا مقیم کو سونے کے واسطے چار پائی بچھانا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں چار پائی بچھانا مسافر اور مقیم دونوں کو درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۷) "فی نفسہ" (م ع)

مسجد کے صحن میں چارپائی بچھانا

سوال: ایک طالب علم نے اتفاقاً پلنگ مسجد کے صحن میں جہاں لوگ وضو کیا کرتے ہیں وہاں بچھالیا' بعض لوگوں نے کہا کہ جائز نہیں' آپ فرمائیں کہ کیا حکم ہے؟

جواب: فی نفسہ جائز ہے' اگر پاک ہو مگر چونکہ عرفاً خلاف ادب ہے اس لیے مناسب نہیں' جیسے جوتا پہن کر مسجد میں چلے جانا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۷۲۶)

مسجد کے چراغوں میں مٹی کے تیل کے استعمال

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مساجد میں جو مٹی کا تیل استعمال ہوتا ہے۔ لیمپ اور گیس جلائے جاتے ہیں جائز ہیں یا نہیں اگر اس کی بجائے سرسوں کے تیل کا چراغ جلایا جائے تو بہتر ہے یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ مسجد میں مٹی کے تیل کا چراغ جلانا جائز نہیں۔ اس کی بجائے سرسوں کے تیل کا چراغ تو جائز اور بہتر ہے۔ لیکن عمر کہتا ہے کہ سرسوں کے تیل سے صفائی صحیح نہیں رہتی البتہ مٹی کے تیل کا چراغ یا لیمپ جلایا جائے تو اس سے مسجد کی صفائی رہتی ہے۔ لہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا بہتر ہے تو ان دونوں میں کس کی بات درست ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب:۔ زید کا کہنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ا ص ۳۶۱۔

مسجد میں چراغ کیسے جلائیں؟

سوال: فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ مٹی کا تیل اور دیا سلائی جلانا مسجد میں حرام ہے اب عرض یہ ہے کہ مسجدوں میں چراغ بغیر دیا سلائی کے جلانے کی کوئی صورت نہیں اور چراغ جلانا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ باہر چراغ روشن کر کے مسجد میں لا کر کے رکھ دیں۔

سوال: بوجہ ضرورت اس میں گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: جس شخص کو انتظام بالا میں دشواری و تنگی ہو اس کے لیے اجازت ہو سکتی ہے۔

سوال: اور گنجائش نہ ہونے کی صورت میں دیا سلائی مسجد میں دینے والا' حرام پر اعانت کرنے کے سبب' حرام کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟

جواب: یہ اعانت نہیں کیونکہ درمیان میں ایک فاعل مختار کا فعل خلل انداز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۶۹۸)

''مساجد میں گیس سلنڈر روشن کرنے کے بارے میں بھی غور کر لیا جائے'' (م ع)

مغرب وعشاء کے درمیان مسجد میں چراغ جلانا

سوال: مغرب اور عشاء کے مابین اندرون مسجد چراغ روشن رکھنا' اگرچہ نمازیوں کی آمدورفت نہ ہو کیا ضروری ہے' یعنی چراغ جلانا نمازوں کی آسائش کے لیے ہے یا فی نفسہ مسجد کی کوئی تعظیم ہے کہ ضرور ہی روشن ہو؟

جواب: یہ وقت ایسا ہے کہ کسی کا مسجد میں آنا جانا تلاوت کے لیے یا نوافل کے لیے بعید نہیں' بعضے آ بھی جاتے ہیں' نیز مسجد کی اس میں حفاظت بھی ہے کہ کوئی جانور وغیرہ آ جائے تو دیکھ کر بھگا دیا جائے بلکہ روشنی میں آتے بھی کم ہیں' اس لیے بلانکیر ایسے وقت میں مساجد میں روشنی رہنا شائع ومعتاد ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۲ص ۷۱۹)

مسجد میں پنکھے اور بجلی لگانا

سوال: یہاں بجلی کا انجن منگایا گیا ہے' جس سے روشنی اور پنکھے کا کام لیا جائے گا' اگر مسجد میں اسکی روشنی کی جائے یا اس کا پنکھا لگایا جائے جو خود بخود چلے گا اور کسی قسم کا شور یا بدبو نہ ہوگی تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۲ص ۷۱۵)

بغیر اجازت مسجد میں بجلی استعمال کرنا

سوال: سرکاری لائن سے بجلی آفس کی اجازت کے بغیر مسجد میں شب قدر میں روشنی کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ چوری ہے' اگر ہے تو کیا اس قسم کی روشنی کرنے کا گناہ ہوگا؟

جواب: ہاں ایسا کرنا چوری ہے' ناجائز ہے اور اس قسم کی روشنی کرنے کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جنہوں نے ایسا کیا ہے' خواہ مسجد کی کمیٹی نے ایسا کیا ہو یا کسی دوسرے شخص نے ایسا کیا ہو' سب برابر ہے اور اس گناہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ اندازہ کر کے جتنی بجلی خرچ ہوئی ہو اتنی بجلی کا پیسہ کسی حیلہ سے محکمہ کو دیدیں۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ص ۳۰۴)

مسجد کی بجلی امام ومؤذن کے حجرے یا مدرسہ میں صرف کرنا

سوال: مسجد کی بجلی امام یا مؤذن کے حجرے میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ملحقہ مدرسہ میں منتظمہ کی اجازت سے اسے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امام ومؤذن کا حجرہ چونکہ متعلقات مسجد میں سے ہے لہٰذا اس کے لیے مسجد کی بجلی منتقل کرنا جائز ہے۔ اسی طرح مدرسہ بھی اگر مسجد کے تابع ہے اور عام طور پر لوگوں کو اس کا علم ہے اور چندہ دہندگان

بھی اس کی کوئی تصریح نہیں کرتے کہ ان کا چندہ مدرسہ میں خرچ کیا نہ جائے تو اس صورت میں ملحقہ مدرسہ میں بھی بجلی دی جاسکتی ہے اگر مدرسہ مسجد کے تابع نہیں تو اس کو مسجد کی بجلی دینا جائز نہیں' مسجد کی کوئی چیز کسی دوسری جگہ خواہ وہ دوسری مسجد ہی ہو منتقل کرنا جائز نہیں۔(احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۶)

مسجد کے پنکھے امام کے مکان میں لگانا

سوال: مسجد میں کسی صاحب نے دو پنکھے دیئے ہیں جن کو امام صاحب اور مؤذن کے رہائشی مکانوں میں لگا دیا گیا' کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر مسجد کے اندر لگانے کے لیے پنکھے دیئے تھے تو انہیں مسجد سے باہر کسی کام میں لانا جائز نہیں اور اگر مطلق مسجد کے نام پر دیئے تو جائز ہے۔(احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۶۳)

مسجدوں میں قمقمے لگانا

سوال: آج کل مساجد میں قمقموں اور دیگر آرائش کی چیزوں کا لگایا جانا بکثرت جاری ہے' شرعی نقطہ نظر سے ان چیزوں کا مساجد میں لگانا کیسا ہے؟

جواب: مسجدوں میں ضرورت سے زیادہ قمقمے لگانا اسراف کے حکم میں ہے اور ضرورت کے مطابق لگانا جائز رہے گا۔(نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۴)

مسجد کے چراغ کے متعلق دو مسائل

سوال: اگر مسجد میں صرف ایک چراغ ہو تو وہ وقت عشاء میں باہر صحن مسجد میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ جماعت صحن مسجد میں ہو رہی ہو؟

جواب: صحن مسجد میں چراغ رکھنا بلا تامل جائز ہے' البتہ مسجد سے باہر لے جانا اور اپنی ضرورت کے لیے کسی نمازی یا متولی کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

۲۔ نماز عشاء کے بعد مسجد کا چراغ گل کر دینا چاہیے کیونکہ بلا شرط واقف تمام رات چراغ جلانا عام مساجد میں جائز نہیں۔(امداد المفتیین ص ۷۸۲)

مسجد کے بچے ہوئے تیل کا حکم

سوال: خادم مسجد کے بچے ہوئے تیل' لکڑی وغیرہ اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کا بچا ہوا تیل لکڑی وغیرہ اپنے کام میں نہیں لاسکتا' البتہ اجرت خدمت لینا چاہے تو طے کرلے اور متولی سے وصول کرلیا کرے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۳)

عذر کی وجہ سے مسجد میں لالٹین جلانا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد بستی سے باہر ہے' وہاں اور کوئی گھر نہیں ہے' اندھیرے میں عشاء کی نماز پڑھ کر گھر آنا بغیر روشنی کے مشکل ہوتا ہے' برسات میں راستے میں سانپ پڑے رہتے ہیں' ایسی صورت میں مسجد کے اندر مٹی کے تیل کی لالٹین رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بارش کے دن میں تو مسجد میں رکھنے کے سوا کوئی صورت نہیں ہے' ہاں بارش نہ ہو تو مسجد کی دیوار سے باہر جو حصہ چھت کا ہے اس کی کڑی میں رکھنے کی صورت ہے' حکم شرع کیا ہے؟

جواب: عذر کی صورت میں جائز ہے اور یہ صورت عذر کی ہے۔(امدادالاحکام ج ۱ص ۳۶۹)

مسجد میں دیا سلائی جلانا

سوال: مسجد میں دیا سلائی جلانا یا طاق مسجد میں بیٹھ کر جلانا جو خارج ہو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد میں بدبودار شے لانا حرام ہے ایسے ہی دیا سلائی بھی جلانا حرام ہے' طاق مسجد میں داخل مسجد ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۹)

''حضرت کا یہ جواب اپنی قوت شامہ اور لطافت کے اعتبار سے ہے''(م'ع)

مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا

سوال: روشنی کرنا رمضان کی شب ختم قرآن میں حاجت سے زائد جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حاجت سے زیادہ روشنی ہر روز ہر وقت حرام ہے اور ایسی برکت کے وقت میں زیادہ خسارے کا باعث ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۸)

دس محرم کو مسجد میں مجلس کرنا

سوال: مسجد اہل سنت کی ہے دس محرم کو امام حسینؓ وحسنؓ کی یادگار مجلس اس میں کر سکتے ہیں جس میں شیعہ وسنی صاحبان دونوں پڑھیں گے؟

جواب: حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ثواب پہنچانے کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کرنا مسجد میں اور خارج مسجد میں درست ہے اور باعث ثواب ہے لیکن خاص کر محرم کے موقع پر بطور یادگار مجلس کرنا درست نہیں' نہ مسجد میں نہ باہر' اس لیے ایسی مجلسیں مسجد میں نہ کی جائیں۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۱۶۲)

مسجد میں سوال کرنا

سوال: وہ اشخاص جن کی حقیقت کچھ معلوم نہیں' اپنے کو فقیر بتا کر مسجد میں سوال کرتے ہیں اور لوگ ان کو دیتے ہیں' یہ شرعاً درست ہے کہ نہیں؟

جواب: مانگنا مسجد میں علی الاطلاق اور دینا بعض کے نزدیک علی الاطلاق اور بعض کے نزدیک جب کہ وہ سائل گردنوں کو پھاندتا ہو' ناجائز ہے اور اس سے کسی نمازی یا قرآن و وظیفہ پڑھنے والے کا دل بٹتا ہو تب بلا اختلاف ناجائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۷)

تعمیر مسجد کا چندہ غسل خانے وغیرہ میں خرچ کرنا

سوال: ایک مسجد زیر تعمیر ہے' اس کے لیے چندہ ہو رہا ہے' اس سے مسجد کے لیے گودام یا امام مؤذن کے لیے مکان یا مسجد کے لیے غسل خانے اور پیشاب خانے وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غسل خانے اور پیشاب خانے مصالح مسجد میں سے نہیں بلکہ قریب مسجد بھی ان کی تعمیر مسجد کی بے حرمتی اور عبادت میں خلل کا موجب ہے۔ اس لیے ان کی تعمیر پر مسجد کی رقم لگانا جائز نہیں۔ استنجا خانے بھی درحقیقت پیشاب خانے ہی ہوتے ہیں' ان میں لوگ استنجے کے بہانے پیشاب بلکہ پاخانہ تک کر دیتے ہیں اور ان کی بدبو مسجد تک پہنچتی رہتی ہے اس لیے ان کا بھی وہی حکم ہے جو پیشاب خانوں کا لکھا گیا۔

البتہ باقی اشیاء مصالح مسجد میں داخل ہیں اس لیے ان پر مسجد کے چندے کی رقم لگانا جائز ہے۔ ہاں اگر کوئی چندہ دیتے وقت یہ تصریح کر دے کہ اس کی رقم صرف مسجد ہی پر لگائی جائے تو اس کو دوسرے مصرف پر خرچ کرنا جائز نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۶۴)

مسجد میں پیٹی گھما کر چندہ کرنا

سوال: ایک مسجد میں کئی ہزار روپے پہلے سے جمع ہیں مگر پھر بھی حسب عادت جمعہ کے روز نمازیوں کے آگے پیٹی گھما کر چندہ لیا جاتا ہے کیا شرعاً یہ کام درست ہے؟

جواب: ضرورت ہو تو بھی اس طریقے سے چندہ مانگنا جائز نہیں اس میں یہ مفاسد ہیں:

۱۔ نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے' صف کو پھلانگ کر جانا ناجائز ہے۔

۳۔ کسی کے سامنے پیٹی کرنا چندہ دینے کے لیے خصوصی خطاب ہے جو جائز نہیں۔

اس لیے کہ اس میں دینے والے کی طیب خاطر معلوم نہیں' خصوصاً دوسروں کے سامنے خصوصی خطاب میں جبر واکراہ ظاہر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خوش دلی کے بغیر کسی کا مال لینا حلال نہیں۔

چندہ کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بذریعہ خطاب عام ترغیب دی جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۳۵)

''اور بعض مقامات پر نماز جمعہ کا سلام پھیرتے ہی پیٹی گھمائی جاتی ہے' چندہ سے فارغ ہو کر دعا کی جاتی ہے جو اور زیادہ قبیح ہے'' (م'ع)

مسجد میں چندہ کی ترغیب دینا

سوال: کسی مسجد میں چندہ مانگنا یا اس کی ترغیب دینا اور سائلوں کو خیرات دینا کیسا ہے؟

جواب: اگر صفوں کو نہ پھاندا جائے' نمازی کے سامنے سے گزرنا نہ ہو' مصلیوں کو تشویش نہ ہو' حاجت ضروریہ ہو تو درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۶۸)

مسجد میں دینی ضرورت کیلئے چندہ کرنا

سوال: مسجد کے اندر مدرسہ کا چندہ مرحبا اور سبحان اللہ بول کر وصول کرنا کیسا ہے؟

جواب: دینی ضرورت کے لیے مسجد میں چندہ کرنا مرحبا اور سبحان اللہ کہہ کر درست ہے مگر نمازیوں کی نماز میں خلل و تشویش نہ ہونے پائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۵۴)

مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنا

سوال: گم شدہ چیز کا اعلان مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسئلے میں بعض علماء کو کچھ اشتباہات ہوئے ہیں' اس لیے اس کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنے کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ مسجد سے باہر گم ہوئی ہو۔ ۲۔ مسجد سے باہر ملی ہو۔

۳۔ مسجد میں گم ہوئی ہو۔ ۴۔ مسجد میں ملی ہو۔

نصوص سے پہلی اور دوسری صورت کا عدم جواز ظاہر ہے۔ تیسری اور چوتھی صورت کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نظر سے نہیں گزرا۔ مراجعہ کتب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تعلیل "اِنَّ المسجد لَمْ تُبْنَ لِھٰذَا" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اعلان بھی مسجد کے دروازے پر کیا جائے۔

عبارات میں سے جن میں اسواق ومجامع کے ساتھ مساجد کا ذکر ہے ان سے جواز کا شبہ ہوسکتا ہے لیکن یہ بوجوہ ذیل صحیح نہیں۔

۱۔ یہ ممانعت کی دوسری عام تصریحات کے خلاف ہے۔

۲۔ بعض نے خود اس سے ابواب مساجد ہونے کی تصریح فرمادی ہے جیسا کہ ''طحطاوی علی الدر'' ''اوجز المسالک'' میں ہے۔

۳۔ علامہ حطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''توضیح'' سے اس کی توجیہ یہ نقل فرمائی ہے کہ یہ عبارات حذف مضاف پر محمول ہیں اور اس سے ابواب مساجد ہی مراد ہیں۔

البتہ بدون اعلان انفراداً لوگوں سے پوچھنا' یہ لقطہ پانے کی اطلاع دینا بلاشبہ جائز ہے ویسے بھی یہ اس دنیوی کلام کے زمرہ میں آتا ہے جو ضرورتاً مسجد میں جائز ہے۔

تنبیہ: بعض روایات میں مساجد ثلاثہ میں ضرورتاً جواز انشاد تحریر ہے مگر اب حکومت کی طرف سے معقول انتظام کی وجہ سے ضرورت نہیں رہی۔ لہٰذا اب ان میں بھی جائز نہیں۔

دوسری مساجد میں بھی ایسا ہی انتظام کرنا لازم ہے کہ گم شدہ چیز پہنچانے اور لینے کے لیے کوئی جگہ متعین کردی جائے۔ اس تدبیر سے مسجدیں ہر وقت اعلان پر اعلان کے شور شغب سے محفوظ رہیں گی۔ چنانچہ پولیس تھانے میں یوں ہی ہوتا ہے وہاں کوئی اعلان نہیں کیا جاتا۔ افسوس کہ آج کے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے گھر کی عظمت پولیس تھانے جیسی بھی نہ رہی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۶۹)

مسجد اور انجمن کے چندہ سے مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا

سوال: ایک جگہ مسلمان ملازموں نے مسجد عام چندہ سے بنائی اور امام مقرر کیا جس کو چندہ عام سے تنخواہ دیتے ہیں' ایک انجمن بھی آبادی مسجد کے لیے بنائی گئی ہے اس کے اکثر ممبر یہی ملازمین ہیں۔ اپنی اپنی تنخواہوں میں سے حسب حیثیت آٹھ آنہ روپیہ دیتے ہیں جو خزانچی کے پاس جمع رہتا ہے' ان میں انجمن کے کچھ عہدیدار بھی ہیں۔ مثلاً صدر' ناظم' خزانچی' سفیر۔ یہ ممتاز اصحاب مسجد کی خدمت بلا معاوضہ کرتے ہیں چونکہ ان کی رہائش دائمی نہیں بلکہ تبدیل ہوتی رہتی ہے اس تبدیلی کے موقع پر اس ممتاز مخصوص صاحب کی خدمت کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ٹی پارٹی کی جاتی ہے۔ احباب (چندہ نہ دینے والے بھی) جمع ہوتے ہیں' اس موقع پر کچھ رقم اس جمع شدہ چندہ سے خرچ کی جاتی ہے' مثلاً مٹھائی وغیرہ میں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جمع شدہ چندہ مال وقف ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جمع شدہ (چندہ) مال وقف نہیں۔

سوال: اس ٹی پارٹی کے موقع پر اس چندہ سے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر چندہ دینے والوں کی اجازت ہے اور اس چندہ کا مصرف یہ بھی ہے تو یہ مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا شرعاً درست ہے ورنہ نہیں۔

سوال: اس مٹھائی کو چندہ نہ دینے والے احباب (بھی) کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر چندہ دینے والوں کی طرف سے اس مٹھائی کو کھانے کے لیے چندہ دہندہ ہونا شرط نہیں کیا گیا بلکہ ان کی طرف سے چندہ نہ دینے والوں کو بھی اجازت ہے تو ان کو کھانا بھی جائز ہے۔

سوال: چندہ دینے والے اصحاب جو اس وقت شریک نہیں ہوئے ان کا حق باقی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ان کی طرف سے تاکید ہے کہ ہمارا حق باقی رکھا جائے تب تو حق باقی رکھا جائے اگر ان کی طرف سے اجازت ہے کہ ہمارا حق باقی رکھنے کی ضرورت نہیں تو باقی رکھنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: اس طرح کرنے کے لیے سب چندہ دینے والوں کی اجازت ضروری ہے یا صرف ان ممتاز اصحاب کا فیصلہ کافی ہے؟

جواب: اگر چندہ دہندگان نے ممتاز ارکان کو فیصلہ کا اختیار دیا ہے تب تو ان ممتاز ارکان کا فیصلہ کافی ہے اگر اختیار نہیں دیا تو کافی نہیں بلکہ سب کی رائے اور اجازت ضروری ہے۔

سوال: اس جمع شدہ رقم میں مد عمارت، تیل مسجد، عطیہ غیر مسلم وغیرہ شامل ہوا اور ان کے خرچ کا الگ الگ حساب بھی کوئی نہیں، سب رقم ایک جگہ جمع ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ مسجد اور انجمن کا مد جدا جدا رکھا جائے تاکہ ہر ایک کا چندہ صحیح مصرف پر صرف ہو، غیر مسلم اگر مسجد میں دے اور اس کے مذہب کے اعتبار سے مسجد میں دینا ثواب ہو تو اس کو مسجد میں صرف کیا جائے ورنہ انجمن میں، اب تک چونکہ سب رقم ایک جگہ جمع ہے لہٰذا جو کچھ خرچ ہوا وہ سب مشترک خرچ ہوا، اگر چندہ دہندگان کی اجازت ہو تو خرچ شدہ رقم کو انجمن کے حساب میں لگا کر مسجد کی رقم کو برقرار تصور کیا جائے اور حساب جدا جدا کر دیا جائے، اگر اجازت نہ ہو تو دونوں کے حساب میں شمار کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ٦ ص ١٨٦)

مسجد میں بیٹھنے کی بعض صورتوں کا حکم

سوال: زید کہتا ہے کہ مسجد میں چار زانو بیٹھنا سخت بے ادبی ہے اور ناجائز، حتی الامکان دو زانو بیٹھے بجبوری چار زانو بیٹھنے کی اجازت ہو سکتی ہے، علیٰ ہذا القیاس اس طرح بیٹھنے کو بھی سخت گستاخی سمجھتا ہے کہ آدمی بعد نماز اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا کر لے اور بائیں کو بچھا لے نیز اس

طرح بیٹھنے کو بھی ناجائز بتایا ہے کہ آدمی اپنی سرین اور دونوں قدموں پر بیٹھے اور دونوں پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لے لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دوزانو بیٹھنے کے سوا مسجد میں ہر نشست کو بے ادبی کے سبب ناجائز بتاتا ہے بلکہ مسجد کے باہر بھی تلاوت و وظیفے کے وقت دوزانو بیٹھنے کے سوا ہر نشست کو جناب باری میں گستاخی سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری ایک بار اپنے سرین اور دونوں قدموں پر بیٹھے تھے کہ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا کہ او ثور (بیل) یہ کیا بے ادبی ہے' اسی دن سے ان کے نام کے ساتھ ثوری کا اضافہ ہوگیا۔

عمرو کا خیال ہے کہ نبی علیہ السلام بعد نماز صبح چارزانو بیٹھے ہوئے ہی ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ادب اور خوف کسی کے دل میں نہیں ہوسکتا۔ جب آپ نے یہ نشست اختیار فرمائی تو صاف ظاہر ہے کہ اس میں عین ادب ہے، نہ گستاخی' نیز سرین اور قدموں پر بیٹھنا بھی بعض احادیث میں آتا ہے۔ البتہ نماز میں بلاعذر اس طرح بیٹھنا ضرور خلاف ادب ہے۔ خارج نماز بعض اوقات اس طرح بیٹھنا مسنون ہے۔ نیز بعد نماز داہنا پاؤں کھڑا کر لینا بھی بعض اکابر سے ثابت ہے جو کم از کم جائز ضرور ہے اور کسی طرح قابل ملامت نہیں۔

رہا سفیان ثوری کا قصہ وہ بے بنیاد ہے' کتب تصوف سے معلوم ہوتا ہے کہ چارزانو بیٹھنا خلاف ادب نہیں کیونکہ تسبیح دوازدہ کے وقت اول چارزانو ہی بیٹھتے ہیں اور رگ کیماس کو دبا کر ضربیں لگاتے ہیں۔ اگر یہ نشست اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتی تو اہل تصوف کبھی اس کو اختیار نہ فرماتے۔ پھر لطف یہ کہ اول ہی اختیار فرماتے ہیں' یہ بھی نہیں کہ آرام لینے کی غرض سے آخر میں چارزانو بیٹھتے ہوں' اس کے علاوہ قراءاکثر چارزانو ہی بیٹھتے ہیں کیونکہ چارزانو بیٹھنے میں سینے سے آواز بہ آسانی نکلتی ہے' زید وعمرو میں سے کس کا خیال صحیح ہے؟

جواب: عمر کا قول صحیح ہے' حدیث تو سائل نے لکھ دی ہے' قاضی خان میں ہے: وَهُوَ كَالتَّرَبُّعِ فِي الْجُلُوْسِ وَالْاِتِّكَاءِ قَالُوْا اِنْ كَانَ ذَالِكَ عَلٰى وَجْهِ التَّجَبُّرِ يُكْرَهُ وَاِنْ كَانَ لِحَاجَةٍ ضَرُوْرِيَّةٍ لَايُكْرَهُ قُلْتُ وَمِنَ الْحَاجَةِ طَلَبُ الرَّاحَةِ اور حضرت سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قصہ محض کسی کا تراشیدہ خلاف نقل وخلاف لغت ہے۔ فِي الْقَامُوْسِ وَثَوْرٌ اَبُوْ قَبِيْلَةٍ مِّنْ مُّضَرَ مِنْهُمْ سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ اور خلاف نحو بھی کیوں کہ ثوری پر الف لام آتا ہے۔ اگر ثوری کے وہ معنی ہوتے جس کا زید نے دعویٰ کیا ہے تو اس ترکیب میں اضافہ معنویہ ہوتے

ہوئے الف ولام کا داخل ہونا اس پر کس طرح جائز ہوتا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۷۔۱۵۷)

مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کرنا

سوال: اکثر علماء مسجد کے اندر کرسی کے پائے دھلوا کر اور مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہتے ہیں' بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناجائز ہے؟ آپ فرمایئے کہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسلم شریف (ص ۲۸۷ ج ۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں کرسی پر تشریف فرما کر دین کی باتیں ارشاد فرمانا مذکور ہے۔ کرسی کے پائے لوہے کے معلوم ہوتے تھے' الادب المفرد ص ۲۱۰ میں بھی امام بخاری نے اس کو ذکر فرمایا ہے جو چیز حدیث شریف سے ثابت ہے اس پر اعتراض کرنا واقف نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۵۸)

مسجد میں کرسی بچھا کر وعظ کرنا

سوال: جب کہ مسجد کے اندر منبر ہے اور وہ پیوست ہے باہر نہیں آ سکتا تو اس شکل میں اگر کوئی دینی وعظ ونصیحت کرنے والا مسجد کے برآمدے میں یا فرش پر جہاں منبر نہیں ہے وہاں کرسی یا موڑھا بچھا کر اس پر بیٹھ کر وعظ ونصیحت لوگوں کو سنائے تو یہ کیسا ہے؟

جواب: منبر نہ ہو تو کرسی یا موڑھا بچھا کر اس پر بیٹھ کر وعظ وتقریر درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۴۸)

"سامعین کی تعداد کم ہے محض شان بنانے کی نیت سے کوئی بیٹھے تو بری نیت کا مالک وہ خود ہے" (م ع)

مسجد میں بیٹھ کر ہدیٰ وغیرہ پڑھنا

سوال: کوئی کتاب جس میں عکس تصاویر ہوئی ہے' مثلاً ہدیٰ ڈائجسٹ وغیرہ ان کتابوں کو مسجد میں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پیسے' روپے اور دیا سلائی پر تصویر ہوئی ہے اور یہ جیب میں رہتی ہے؟

جواب: پیسہ' روپیہ' دیا سلائی پر جو تصاویر ہوتی ہیں' عموماً وہ بہت چھوٹی ہوئی ہیں' بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جاندار کی تصویر ہے یا کوئی پھول وغیرہ ہے۔ ایسی چھوٹی تصاویر کے حکم میں تخفیف ہوتی ہے' نیز پیسہ' روپیہ ایسی ضرورت کی چیز ہے کہ بغیر اس کے چارہ کار نہیں' اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کو پاس رکھنے پر آدمی مجبور ہے۔ نیز اس سے بچنا دشوار ہے کیونکہ بغیر تصویر روپیہ پیسہ یہاں نایاب ہے۔ نیز ان تصاویر کو دیکھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوتی' ان میں جاذبیت نہیں کتابوں کی تصاویر کی یہ شان نہیں۔ پس ان کو پیسے روپے کی تصاویر پر قیاس نہیں کیا جائے گا' اس لیے

ان میں تخفیف کو تلاش نہ کرے' مسجد کو ایسی چیزوں سے بچانا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۱۵۸)

مسجد میں بیٹھ کر خط لکھنا

سوال: مسجد میں دینی کتابیں پڑھنے اور دین کی معلومات حاصل کرنے کے لیے خط لکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں دینی کتابیں پڑھنا' دینی معلومات کے لیے خط لکھنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۱۸۸)

مسجد کے مائک پر اعلان کرنا

سوال: مسجد کے مینارہ پر ہارن رکھا ہوا ہے' باقی سامان یعنی ایمپلی فائر اور مائک وغیرہ مسجد کے اندر رکھے ہوئے ہیں جس میں اذان کے علاوہ خرید وفروخت اور گمشدہ چیزوں کا اعلان پیسے لے کر کیا جاتا ہے' شرعاً یہ اعلان کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ لاؤڈ سپیکر مسجد کے پیسے سے خریدا گیا ہے جب تو اس کا مینارہ پر رہنا درست رہے گا' باقی خرید وفروخت یا گمشدہ کا اعلان وغیرہ کوئی دنیوی کام کرایہ لے کر بھی کرنا درست نہ ہوگا۔

اور اگر چندہ کے پیسے سے خریدا گیا ہے اور چندہ دینے والوں نے ان سب کاموں میں استعمال کی نیت سے چندہ دیا ہے تو ان مذکورہ سب کاموں میں کرایہ لے کر بھی استعمال کرنا درست رہے گا' باقی اس صورت میں جس طرح مشین وغیرہ متصل اور الگ رکھی ہے اسی طرح ہارن بھی مینارہ سے الگ رکھنا ضروری ہے۔ ہاں مینارہ سے متصل اور الگ رکھ سکتے ہیں۔ (نظام الفتاویٰ ص ۳۰۱)

مسجد سے باہر کی گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی گم شدہ شئی کا جو کہ کہیں مسجد سے باہر گم ہوگئی ہو مسجد میں اعلان کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ مثلاً جوتے کا گم ہونا۔ مرغی کا گم ہونا۔ کسی جانور کا چوری ہونا یا گم ہونا۔ بچے کا گم ہونا۔ بچے کا گم ہونا۔ گھڑی کا گم ہونا وغیرہ وغیرہ۔ گنے کی کٹائی یا چھیلائی کا اعلان۔ تالے کی کھدائی کا اعلان وغیرہ وغیرہ جائز ہے یا ناجائز۔

جواب: مسجد سے باہر گمشدہ چیز کے لیے میں اعلان کر کے تلاش کرنا درست نہیں۔ اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔ البتہ اگر مسجد ہی میں کوئی چیز گم ہوئی ہو تو اس کو وہاں لوگوں سے دریافت کرا سکتے ہو۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سمع رجلا ينشد ضالة في المسجد فليقل لاردها الله عليك فان المساجد تبن لهذا. (رواہ مسلم) (فتاویٰ مفتی محمود ج اص ۳۵۹)

بے ضرورت مسجد میں مائک لگانا

سوال: ایک گاؤں میں کئی مسجدیں ہیں جن میں صرف ایک مسجد میں مائک ہے۔ جب مائک میں اذان ہوتی ہے تو آواز تقریباً پورے ہی گاؤں میں پہنچ جاتی ہے پھر بھی دوسرے محلّہ کے لوگ مائک لانا چاہتے ہیں' یہ اسراف ہے یا نہیں؟

جواب: جب ایک مسجد کے مائک سے پورے گاؤں میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے اور نمازوں کے اوقات قریب ہی قریب ہیں تو دوسری مسجد میں مائک لگانا بے ضرورت ہے' اس کے لیے مسجد کا پیسہ صرف نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۵۸) ''واقعی ضروریات مسجد پر لگایا جائے'' (مُ ع)

مسجد کے اسپیکر سے دنیاوی اعلانات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے اندر نصب شدہ لاؤڈ سپیکر مسجد سے غیر متعلقہ دنیاوی اعلانات از قسم اعلانات گمشدگی مختلف اشیاء اعلان متعلقہ راشن ڈپو اعلان متعلقہ بلدیاتی انتخابات' یا عام انتخابات وغیرہ کرنا از روئے شریعت مطہرہ کیسا ہے؟ نیز ایسا اعلان کرنا جو کہ مسجد ک ارد گرد کی آبادی بستی یا معاشرے کے متعلق ہو لیکن مسجد کے متعلق نہ ہو مثلاً یہ اعلان کرنا کہ کسی بلدیاتی انتخاب کے سلسلہ میں یا کسی دوسرے دنیاوی سلسلہ میں تمام بستی والے فلاں مقام پر صلاح مشورہ کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ از روئے شریعت کیسا ہے؟ احادیث مبارکہ اور قرآن پاک کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: مسجد کے اندر نصب شدہ لاؤڈ سپیکر پر اس قسم کے اعلانات ہر قسم جائز نہیں۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کیا تھا تو اس کے جواب میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (لا ردا اللہ علیک) الحدیث فرمایا۔ جو سخت ناراضگی کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج ۱ ص ۴۶۔

مسجد میں مائک پر حدیث سنانا

سوال: صبح کے وقت مسجد کے مائک پر کوئی حدیث پڑھی جائے' دراں حالیکہ مسجد میں کوئی شخص نہیں ہوتا اور گھر میں مرد عورتیں دھیان سے نہیں سنتے۔ ایسی صورت میں پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جب کہ مسجد میں کوئی آدمی موجود نہیں اور اپنے اپنے مکانوں میں مرد وعورت اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں' کوئی متوجہ نہیں تو ایسی صورت میں مائک پر حدیث سنانا بے محل ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۲۱) ''کھیل نہ بنایا جائے'' (مُ ع)

مسجد میں مائک پر تقریر کرنا

سوال: مائک مسجد میں رکھ کر اس میں وعظ ونصیحت اس نیت سے کرنا کہ جو لوگ مسجد میں نہیں آتے' ان کے کانوں میں بھی دین کی باتیں پہنچ جائیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۷ص ۲۴۹) "جبکہ بعض لوگ توجہ بھی کرتے ہیں" (م'ع)

مسجد کے اندر پائے دان رکھنا

سوال: ہمارے یہاں مساجد کے فرش دری وغیرہ بڑے پرتکلف اور قیمتی ہوتے ہیں' انہیں گردوغبار اور پاؤں کی مٹی سے بچانے کے لیے پائے دان رکھا جاتا ہے اور کبھی بوریا بچھایا جاتا ہے اوراس سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس سے پیر پونچھ کر فرش پر قدم رکھا جائے' آیا یہ مکروہ ہے؟

جواب: مسجد کے فرش کی حفاظت کے لیے مسجد میں پائے دن' گوڈری اور بوریا بچھانا درست ہے اور اس سے پیر پونچھنا درست ہے کہ کبھی پیر بھیگا ہوا ہوتا ہے اور اس سے مسجد کی دری وغیرہ پر دھبا پڑ جاتا ہے' لہٰذا مسجد میں پائے دان رکھ دیا جائے تو ممنوع نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ص ۸۳)

مسجد میں اُگالدان رکھنا

سوال: ایک آدمی بیمار ہے جو مسجد میں جھاڑو دیتا ہے اس کو بلغم بہت آتا ہے' اگر یہ شخص تھوکنے کے لیے ایک ڈبا کسی گوشے میں رکھ لے اور بوقت ضرورت اس میں تھوکتا رہے' پھر اس کو باہر پھینک دے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں' وضو خانے میں تھوک کر پانی بہائے' یہ مشکل ہو تو رومال وغیرہ میں بلغم نکالے اور اس کپڑے کی صفائی کا اہتمام رکھے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ص ۴۵۳)

مسجد میں پینٹ کا استعمال کرنا

سوال: آج کل مساجد میں پینٹ کا استعمال بکثرت جاری ہے' شرعی نقطہ نظر سے اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: مسجد میں ایسا پینٹ استعمال کرنا جس میں بدبو ہوتی ہو ممنوع ہے' اگر بدبو زیادہ دیرپا ہو تو ناجائز اور استعمال مکروہ تحریمی ہوگا جس سے اجتناب لازم ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ص ۳۲۰)

مسجد میں وضو کیلئے ٹینکی بنانا

سوال: مسجد کے ایک کونے میں وضو کے لیے ٹینکی بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر یہ جگہ ابتداء ہی مسجد میں داخل نہ کی جاتی تو اس میں ٹینکی بنانا جائز تھا' مسجد میں داخل کرنے کے بعد اس میں ٹینکی بنانا اور مسجد سے خارج کرنا جائز نہیں' اگر مسجد کی حدود متعین کر کے زبان سے بھی اس کا اظہار کر دیا کہ اتنی جگہ مسجد ہے' اس کے بعد بانی مسجد نے کہا کہ اس جگہ شروع ہی سے میری نیت ٹینکی بنوانے کی تھی تو اس کا یہ قول قبول نہ کیا جائے گا۔ سو جب بانی مسجد کا ابتداء ہی سے اس جگہ کو وضو کے لیے متعین کرنا ثابت نہیں تو یہ جگہ مسجد میں داخل رہے گی اور مسجد میں وضو کا پانی گرانا جائز نہیں' یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وضو کا پانی فرش مسجد سے نیچے نالی میں گرے گا اس لیے کہ تحت الثریٰ سے لے کر عنان سما تک یہ جگہ بحکم مسجد ہے۔

نیز ٹینکی بنانے سے نمازیوں پر تنگی ہوگی جو ممنوع ہے' اگر مسجد وسیع ہو اور ٹینکی بنانے کے باوجود نمازیوں پر تنگی کا خطرہ نہ ہو تو بھی نماز کے لیے بنائے گئے حصہ کو مشغول کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۲۹)

مسجد کے کتبہ میں عیسائی کلکٹر کا نام درج کرنا

سوال: جامع مسجد کے کتبہ میں ایک رباعی لکھی ہوئی ہے جس سے بنائے مسجد کی تاریخ نکلتی ہے' اس میں ایک عیسائی کا نام ہے' اس کتبہ کو مسجد میں نصب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بنائے مسجد کے وقت عیسائی مذکور جو ضلع کا حاکم تھا' اس کو خوش کر کے تعمیر مسجد وغیرہ امور کو سرانجام دینے کے لیے شاید بانیان مسجد نے ایسا کرنا مناسب سمجھا ہو' اگر ایسی بات ہے تو اس صورت میں اس کی ممانعت کی کوئی شرعی دلیل ہماری نظروں سے نہیں گزری تاہم ایک عیسائی کا نام مسجد کی دیوار پر لکھا رہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا' اس لیے اگر اہل جماعت متفق ہوں اور فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو نکال دینا اچھا ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ۲۹۸) ''کہ ضرورت ختم شد وعظمت کافر ممنوع است'' (م'ع)

مسجد میں کپڑے سکھانا

سوال: کپڑے دھو کر مسجد کے صحن یا دیوار پر سکھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے صحن یا دیوار پر کپڑے سکھانا جائز نہیں' مؤذن اور خادم وغیرہ کے لیے اگر کوئی دوسری جگہ کپڑے سکھانے کی نہ ہو تو مسجد سے باہر ملحق جگہ میں سکھا سکتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۹)

مسجد کے حجرے میں انگریزی پڑھنا

سوال: مسجد میں مؤذن کو رہائش کے لیے کمرہ دیا گیا ہے' وہ اس میں انگریزی پڑھتا ہے اور بجلی بھی استعمال کرتا ہے' یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر انگریزی پڑھنے کی وجہ سے بجلی کے مصارف عام دنوں سے زائد نہ ہوتے ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۹)

مسجد کی دیوار پر نقش ونگار کرنا

سوال: مسجد کی آمدن سے اس کی زیب زینت، نقش ونگار، گنبد اور برجیاں وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی بیرونی دیواروں پر نقش ونگار جائز ہے، اندر کے حصے میں محراب اور قبلہ کی دیوار پر نقش ونگار مکروہ ہے اور دائیں بائیں کی دیواروں کے متعلق بھی ایک قول کراہت کا ہے۔ بہرکیف اندر کے حصے میں عقبی دیوار پر اور چھت پر نقش ونگار درست ہے، سامنے کی دیوار اور دائیں بائیں کی دیواروں پر بھی اگر اس قدر نقش ونگار کیا جائے کہ نمازی کی نظر وہاں نہ پڑے تو جائز ہے مگر اس میں ان شرائط کی رعایت ضروری ہے۔

۱۔ اس میں بہت زیادہ تکلف نہ کیا جائے۔

۲۔ وقف کا مال نہ لگایا جائے، اگر لگا دیا تو متولی ضامن ہوگا۔

ان شرائط سے بھی یہ کام صرف جائز ہے، مسنون یا مستحب نہیں، اس کے بجائے یہ پیسہ مساکین پر صرف کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۹)

معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا

سوال: معتکف کو مسجد میں حجامت بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اپنی حجامت خود بنانا جائز ہے اور حجام سے بنوانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بدون عوض کام کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بالعوض کرتا ہے تو معتکف مسجد کے اندر رہے اور حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنائے، مسجد کے اندر اجرت پر کام کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۶۲)

مسجد میں چوری کا گارڈر لگا دیا

سوال: فرنگی حکومت کا گارڈر کسی شخص نے اس کے دور اقتدار میں چوری کیا تھا، اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے ورثاء نے اسے مسجد کی چھت میں ڈال دیا، ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بعینہ یہی صورت ریلوے لائن کے گارڈر میں پیش آئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی مسجد میں نماز پڑھنا بلکہ اس کے مسقف حصہ میں داخل ہونا بھی جائز نہیں، تقسیم ملک سے فرنگی حکومت کا مال فئی بن کر حکومت پاکستان کی ملک میں داخل ہوگیا، لہٰذا حکومت سے

اجازت لینے کے بعد اس کا استعمال جائز ہے۔(احسن الفتاویٰ ج۶ص۴۶۳)

مسجد میں سیاسی جلسہ کرنا

سوال: مسجد میں سیاسی جلسہ اور میٹنگ کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کے ادب واحترام کے بارے میں لوگ بہت زیادہ بے پروائی برتتے ہیں' یہ کام مسجد میں کرنے کے لائق نہیں۔ لہٰذا خالص دینی مجالس کے سوا دوسری آج کل سیاسی میٹنگیں شرعی مسجد سے باہر کسی اور جگہ منعقد کرنی چاہئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے باہر کنارے پر ایک چبوترہ تعمیر کروادیا تھا اور اعلان کرادیا تھا کہ جس کو اشعار پڑھنا ہو' یا بلند آواز سے بولنا ہو یا کوئی اور کام کرنا ہو تو وہ چبوترے پر چلا جائے۔(فتاویٰ رحیمیہ ج۶ص۱۰۵)

امام کا مع اہل وعیال احاطہ مسجد میں رہنا

سوال: امام مسجد اپنے اہل وعیال کے ساتھ احاطہ مسجد میں رہ سکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کا کوئی دوسرا حجرہ نہیں' صرف ایک ہی حجرہ ہے' اس مجبوری کی حالت میں رہ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: احاطہ مسجد میں امام ومؤذن کے لیے حجرہ بنا ہو تو اس میں امام ومؤذن کا رہنا درست ہے لیکن بچوں کے ساتھ رہنے میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے' استنجے کی جگہ الگ نہیں ہوتی اور بچوں کے شور وشغب سے نمازیوں کو تکلیف اور حرج بھی ہوگا' اس لیے ممنوع ہوگا' اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو جائز ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ج۶ص۹۴)

مسجد میں چار دَر بنانا

سوال: ایک مسجد زیر تعمیر ہے اس میں چار دَر بنائے گئے ہیں' کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: مسجد کے در قاعدے سے تین یا پانچ یا سات ہونے چاہئیں' چار در کی مسجد مناسب نہیں ہے' امام بیچ میں ہو اور اس کے دائیں بائیں لوگ برابر کھڑے ہوں' اس صورت میں طاق در ہی ہوسکتے ہیں۔(کفایت المفتی ج۳ص۱۸۷)

مسجد کیلئے لائی ہوئی لکڑیوں کو گھر میں لگانا

سوال: جماعت نے تعمیر مسجد کے لیے لکڑی جنگل سے لا کر جمع کیں' اس مسجد کی منتظمہ کی اجازت سے ایک شخص نے ایک لکڑی اپنے گھر میں لگادی' پس یہ فعل جائز تھا یا نہیں؟

جواب: جن لوگوں نے مسجد کی تعمیر کے لیے لکڑیاں جمع کی تھیں اگر منتظمہ کے حوالے کردی تھیں تو وہ لکڑیاں مسجد کی ہوگئی تھیں اور اگر مسجد کی تعمیر میں ان سب لکڑیوں کی حاجت نہ تھی تو جماعت زائد لکڑیوں کو مسجد کے لیے بقیمت کسی کو دے کر مسجد میں خرچ کرسکتی ہے بلا قیمت کسی کو دے دینے کا حق نہیں تھا جس شخص کو دے دی گئی اس سے اب بھی قیمت وصول کی جاسکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۳۰)

سجادہ نشین کا انتظام مسجد میں دخل دینا

سوال: ایک سجادہ نشین مسجد میں نماز با جماعت مکروہ اوقات میں ادا کرتا ہے اور امام مؤذن کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے امام اس سجادہ نشین کے حسب منشاء جماعت کرتے ہیں اہل محلہ زائرین اور دیگر لوگ چاہتے ہیں کہ جماعت اوقات شرعیہ مستحبہ میں کی جائے اگر یہ سجادہ نشین اپنے امر پر قائم رہیں تو کیا اہل محلہ کو شرعاً حق حاصل ہے کہ اول اوقات میں اس مسجد میں نماز با جماعت ادا کریں؟ اور ایسا امام و مؤذن مقرر کریں جو مستحب اوقات میں اپنے کام کو انجام دیں یا سجادہ نشین کا اتباع کریں خواہ جیسے وقت میں نماز پڑھے؟

اور کیا سجادہ نشین کا یہ حق ہے کہ مسلمانوں کو اپنی شرکت میں نماز پڑھنے پر مجبور کرے؟ خواہ وہ کسی وقت نماز پڑھنا چاہے اور مسلمانوں کو پہلے وقت میں نماز با جماعت پڑھنے سے منع کرے؟

جواب: اگر ان سجادہ نشین کو بانی مسجد نے متولی نہیں بنایا تو ان کو انتظامات مسجد میں اہل محلہ کی رضا کے بغیر دخل دینا مطلقاً ناجائز ہے۔

اگر ان سجادہ نشین کو بانی نے متولی بنایا بھی ہو مگر اوقات مکروہ میں نماز و جماعت کی عادت کرنے سے معزول کردیئے جائیں گے۔ حتیٰ کہ اگر ان کی تولیت میں معزول نہ کیے جانے کی تصریح بھی کردی تب بھی معزول کردیئے جائیں گے یہاں تک ایسے غیر مشروع کے اعتبار سے خود واقف بھی اگر متولی ہو وہ بھی معزول کردیا جاتا ہے۔

متولی و منتظم کے عزل و نصب کا اختیار شرعاً اہل محلہ کو حاصل ہے حتیٰ کہ بعض احوال میں اہل محلہ قاضی پر بھی مقدم ہیں۔

ایسا امام بھی گنہگار ہوتا ہے جس سے اوقات مکروہ میں نماز و جماعت پڑھنے کے سبب نمازیان مسجد کو کراہت و نفرت ہے۔

بحالت مذکورہ خود سجادہ نشین کا مطلقاً انتظام میں دخل دینا ناجائز ہے غیر مشروع کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے بھی اور تولیت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے بھی جبکہ تولیت کے اہل نہیں ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۷۶)

مسجد کے نیچے دکانیں بنانے کی کیا شرطیں ہیں؟

سوال: میں سے پور گیا' وہاں مسجد ہے' وہ چاہتے ہیں کہ اس مسجد کے دالان اور فرش کے بجائے دکانات تعمیر کرلیں جن سے اچھا کرایہ وصول ہوگا' دکانات کے اوپر منزل دوم میں مسجد بنائیں تو کیا یہ تبدیلی شرعاً جائز ہے؟

جواب: مسجد کے نیچے دکانیں چند شرائط کے ساتھ جائز ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ بانی اول بنائے مسجد کے وقت یہ نیت کرے اور لوگوں میں ظاہر کردے یا تحریر کردے کہ میں نے اتنے حصہ کو مسجد کے نیچے دکانیں بنانے کے لیے مخصوص کردیا ہے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ دکانیں خاص مسجد کے مصارف کے لیے وقف کی جائیں۔ صورت مرقومہ میں پہلی صورت مفقود ہے اس لیے اس مسجد کے نیچے کرایہ کی دکانیں یا کسی کے رہنے کا مکان وغیرہ بنانا اگرچہ مصالح مسجد ہی کے متعلق ہو جائز نہیں۔ (امداد المفتین ص ۸۱۱)

فنائے مسجد میں دکانیں بنانا

سوال: مسجد و فنائے مسجد میں دکان رکھنے کا کیا حکم ہے؟ اور فنائے مسجد کا اطلاق کس کس جگہ پر ہوتا ہے؟

جواب: فنائے مسجد وہ جگہ ہے جو احاطہ مسجد کے اندر مسجد شرعی سے خارج کوئی جگہ نماز جنازہ پڑھنے یا دیگر ضروریات اہل مسجد کے لیے بنائی جائیں اور فنائے مسجد بہت سے احکام میں بحکم مسجد ہے' مسجد کی طرح اس میں بھی دکانیں بنانا جائز نہیں۔ (امداد المفتین ص ۷۹۳)

مکان کا دروازہ مسجد کی طرف کھولنا

سوال: ایک قدیم مسجد کے حجرے اور دکانوں کو ایک مسلمان نے گرا کر اپنی کوٹھی بنائی' حجرے کے لیے اس کوٹھی کے ایک کمرے کا دروازہ مسجد میں رکھ دیا گیا' مگر اس کمرے کا بالا خانہ کوٹھی کے بالا خانہ میں شامل ہے' کوٹھی مذکورہ میں مسجد کی زمین کے علاوہ اس شخص کی اپنی زمین بھی شامل ہے؟

جواب: مسجد اور مسجد کے متعلق موقوفہ زمین پر ذاتی تعمیر بنانا وقف کا غصب کرنا ہے اس لیے اس کو خالی کرنا اور وقف میں شامل کرنا لازم ہے' ذاتی مکان کا دروازہ زمین وقف پر کھولنا بھی جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۳۱)

مسجد کی رقم سے حصص خریدنا

سوال: کسی مدرسہ یا مسجد کی رقم بازار ڈاک کے حصص میں لگا کر اس میں سے مدارس و مساجد

کے لیے نفع حاصل کرنا جائز ہوگا؟
جواب: کسی مسجد یا مدرسہ کے پیسے سے بازار ڈاک حصص خریدنا بچند وجوہ درست نہیں۔
ا۔ایک تو وجہ یہ ہے کہ دینے والے کی منشاء عموماً یہ ہوتی ہے کہ اس کا پیسہ بعینہ اس کار خیر میں صرف ہو اور یہ چیز اس کے منشاء کے خلاف ہوگی۔
۲۔دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کبھی نقصان ہوگا تو ان لگانے والوں پر ضمان واجب الادا ہوگا جو جھگڑے اور نزاع کا سبب ہوگا۔
۳۔تیسری وجہ یہ ہے کہ یہاں پر ڈاک میں جو چیز مبیع ''سودا'' بنتی ہے وہ نہ تو موجود ہوتی ہے نہ مملوک ومقبوض یا معلوم کچھ بھی نہیں ہوتی اور غیر مملوک' غیر مقبوض' غیر موجود اور نامعلوم کی بیع سب ناجائز ہیں۔(نظام الفتاویٰ ج ا ص ۳۱۴)

مسجد میں خرید وفروخت کرنا

سوال: مسجد میں خرید وفروخت کر لینا اور قیمت باہر جا کر لے دے لیں تو جائز ہے یا نہیں؟
جواب: مسجد میں کوئی سودا خریدے تو درست ہے مگر اسباب وہاں نہ ہو اور اس کام میں کثرت اور اس میں زیادہ مشغولی وہاں نہ چاہیے کہ مسجد کی بے حرمتی ہے' اتفاقاً کسی سے ایسی بات چیت کر لی جائے تو درست ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۱)

مسجد کے درخت کی بیع مسجد میں کرنا

سوال: درخت مسجد ہی کا ہے' اس کی خرید وفروخت جماعت خانہ میں جائز ہے یا نہیں؟
جواب: چونکہ مسجدیں نماز و جماعت کے لیے متعین کی گئی ہیں اس لیے وہاں خرید وفروخت کرنا درست نہیں' الگ ہٹ کر کی جائے' اگرچہ وہ درخت مسجد ہی کا ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۹۵)

مسجد کے میناروں پر مقناطیسی سلاخ لگانا

سوال: مسجد کے میناروں اور بلند عمارتوں پر مقناطیسی سلاخ لگانا کیسا ہے؟ علم ہندسہ اور عمارتوں کے ماہرین کہتے ہیں کہ اس کے لگانے سے بجلی سے حفاظت ہو جاتی ہے؟
جواب: جب کہ تجربے سے ثابت ہے کہ یہ سلاخ آسمانی بجلی کی مضرت کو دفع کرتی ہے تو اس کا لگانا جائز ہے اور تجربات سے اس کا جائز ہونا اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفاد ہے جس میں ہے کہ ہر مرض کی دوا ہے اور دوا تجربے ہی سے معلوم ہوتی ہے پھر اس کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔(فتاویٰ باقیات صالحات ص ۲۷۹)

مسجد میں بلند آواز سے تلاوت کرنا

سوال: بعد نماز فجر تا وقت نماز اشراق نمازیوں کی آمد اور نماز کا سلسلہ جاری رہتا ہے اس اثناء میں کسی کو بلند آواز سے مسجد کے اندر تلاوت کی اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ تلاوت کی آواز سے نمازیوں کو تشویش لاحق ہوتی ہے؟

جواب: ایسی حالت میں نماز میں مخل ہونے کی وجہ سے بلند آواز سے تلاوت جائز نہیں' نیز قرآن کا سننا بہر حال واجب ہے اور حالت نماز میں سننا ممکن نہیں' لہٰذا قاری گنہگار ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۵۷)

مسجد میں ذکر جہری کرنا

سوال: صوفیاء جو بعد نماز مغرب مساجد میں حلقہ کرتے ہیں اور کودتے چلاتے اور ہوحق کرتے ہیں جس سے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور مسجد میں شور وغل پڑ جاتا ہے' یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اشعار وغیرہ توحید اور ذوق وشوق کے پڑھے جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بعض علماء نے مسجد میں آواز بلند کرنے کو اگرچہ ذکر اللہ کی ہو مکروہ لکھا ہے لہٰذا مسجد میں اس کا نہ ہونا مستحسن ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ تماشا گاہ عوام ہو جائے یا مسجد کا نقصان ہو اگرچہ ذکر جہری یا رونا مسجد میں جائز بھی ہو۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۴)

مسجد میں جوتے رکھنا' اخبار پڑھنا' بات کرنا

سوال: (۱) مسجد کے احاطہ کے اندر جوتا چھوڑنا (۲) خلافت کے رسالے اور اخبار واشتہار پڑھنا (۳) مسجد یا صحن میں بیٹھ کر دنیا کی اور تجارت کی باتیں کرنا' پنچایت کرنا یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اور مسجد میں باتیں کرنے والوں کے لیے کیا وعید آئی ہے؟

جواب: جوتے میں اگر نجاست نہ لگی ہو تو مسجد کے اندر رکھ دینا جائز ہے اور اگر چوری کا خوف نہ ہو تو مسجد سے باہر رکھنا اولیٰ ہے اور اگر ناپاکی لگی ہو تو بدون اس کو دور کیے ہوئے جوتے کو مسجد میں رکھنا جائز نہیں' ۲ و ۳ یہ سب کام مسجد کے اندر مکروہ ہیں' باہر ہونے چاہئیں' البتہ اگر پنچایت شریعت کے موافق ہو اور لڑائی جھگڑا نہ ہو تو اس کا مسجد میں کرنا مضائقہ نہیں ورنہ ناجائز ہے وعید کوئی خاص منقول نہیں' یہی بہت بڑی وعید ہے کہ یہ کام گناہ کا ہے۔ (امداد الاحکام ص ۳۵۱ ج ۱)

زمانہ تعمیر میں جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہونا

سوال: ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے' نمازی حضرات چپل پہن کر جماعت خانہ کے اندر آجاتے

ہیں کہتے ہیں کہ راستے میں ریتی وغیرہ ہے تو کیا چپل پہن کر جماعت خانہ میں جا سکتے ہیں؟

جواب: مسجد کی عمارت منہدم کرنے کے بعد مسجد کی جگہ کا احترام ویسا ہی ضروری ہے جیسے پہلے تھا' جوتے اور چپل اگر نئے اور پاک ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن مقام ادب میں جوتے اتار دینا ادب کا مقتضا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتے پہن کر چلتے ہوئے دیکھا' تو فرمایا ''جب تم ایسی جگہ سے گزرو جس کا احترام مطلوب ہے تو اپنے جوتے اتار دیا کرو'' لہٰذا بلا ضرورت پاک جوتے پہن کر بھی شرعی مسجد میں داخل ہونے کی عادت مناسب نہیں تو مستعمل اور مشتبہ جوتے (جو بیت الخلاء میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں) پہن کر مسجد شرعی میں داخل ہونا کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے' متولی صاحب کو چاہیے کہ حوض سے لے کر جماعت خانہ تک پائے دان بچھائے رکھیں تا کہ مسجد بے ادبی سے محفوظ رہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۱۰)

مسجد کے متصل فرش پر جوتے پہن کر جانا

سوال: مسجد سے متصل پختہ فرش ہے جس پر عیدین کی بھی صفیں آ جاتی ہیں اور گرمیوں میں اکثر لوگ سنتیں پڑھتے ہیں' یہاں دو شخص ایسے تھے جو ضداً اس فرش پر جوتے پہن کر جاتے ہیں' تو آپ فرمائیے کہ اس پر جوتے پہن کر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ فرش مسجد کا جز نہیں۔ لہٰذا اس پر مسجد کے احکام جاری نہیں ہوں گے لیکن جب کہ یہ حصہ مسجد کے ساتھ بالکل متصل ہے اور نمازی اس جگہ سنتیں بھی پڑھتے ہیں تو اس جگہ جوتا پہن کر نہیں جانا چاہیے بلکہ اس جگہ کو بھی پاک صاف رکھنا چاہیے' جیسے کہ کوئی شخص اپنے مکان میں نماز کے لیے کوئی جگہ یا چبوترہ مخصوص کر لے' اس کو بھی پاک صاف رکھتا ہے حالانکہ وہ جگہ اور چبوترہ بھی مسجد نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۰۰)

مسجد میں سلور جوبلی منانا اور چراغاں کرنا

سوال: ملک معظم کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں مساجد کو بقعہ نور بنانا جس کا صرفہ خواہ مسجد کی رقوم سے ہو یا عامۃ المسلمین کے چندہ سے' یا کسی شخص کی جیب خاص سے جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو مسجد کے جن متولیوں نے مسجد میں روشنی کا انتظام کیا اور خوب چراغاں منایا وہ شرعاً مجرم ہیں یا نہیں؟

جواب: سلور جوبلی یا گولڈن جوبلی یا اور کسی ایسی تقریب میں جس کا منشا اعلائے کلمہ توحید یا اظہار شوکت اسلام نہیں بلکہ کسی خاص شخص کے بقاء اقتدار و امتداد حکومت کی خوشی میں مظاہرہ کرنا

ہوایسی تقریبات میں مساجد کا روپیہ صرف کرنا جائز نہیں اور نہ مساجد اس قسم کے مظاہرات کے لیے موزوں ہے' متولیوں نے مساجد کو اس مظاہرہ کے لیے استعمال کرنے میں غلطی کی اور روشنی کے مصارف کے بھی وہ خود ضامن ہوں گے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۸۴)

مسجد میں پنکھے لگانا

سوال: مسجد میں نمازیوں کے آرام کی خاطر انگریزی پنکھا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دیکھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا ثبوت نہیں ملتا تو ایک اعتبار سے اس کو بدعت کہا جاسکتا ہے مگر غیر مذموم کیونکہ بدعت مذمومہ وہ کہلاتی ہے جس کا وجود بعد میں ہوا اور اس کو دین سمجھ کر اختیار کیا جائے اور ظاہر ہے کہ یہاں پر یہ صورت نہیں' لہٰذا نمازیوں کے لیے پنکھے لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور تشبہ بالنصاریٰ کی وجہ سے مذموم نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اگر کسی اور مذموم میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ کیا جائے تو ناجائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۴۸۷)

مسجد میں ڈلپ کے گدے بچھانا

سوال: مسجد میں تین' یا دو' یا ایک انچ کے موٹے ڈلپ کے گدے لانا چاہتے ہیں' اگر سب لوگ اتفاق کر کے لانا چاہیں تو لاسکتے ہیں؟ اور کیا ان پر بلا کراہت سجدہ ادا ہو جائے گا؟

جواب: نرم چیز پر سجدہ اس وقت صحیح ہوتا ہے جب خوب زور سے سر دبا کر رکھے' اتنا کہ اس سے زیادہ نہ دب سکے' اگر ایسا نہ کیا تو سجدہ ادا نہ ہوگا' پس نماز بھی نہ ہوگی' پس زیادہ دبنے والی چیز مسجد میں بچھانے سے عموماً لوگوں کی نمازیں خراب ہوں گی۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

''ہاں سجدہ کی جگہ گدا نہ ہو' گھٹنوں تک ہو پھر کچھ شبہ نہیں'' (م'ع)

مسجد میں گھنٹہ لگانے اور ورزش کرنے کا حکم

سوال: آج کل اکثر مسجدوں میں بڑی گھڑی آویزاں کی جاتی ہے کہ نماز کا وقت معلوم ہو۔ اس میں سے بجنے کے وقت جو آواز نکلتی ہے وہ ممنوع تو نہیں کیونکہ بعض لوگ اس کو قول "مَعَ کُلِّ جَرَسٍ شَیْطَانٌ" کی وجہ سے منع کرتے ہیں تو اس معنی کر گھڑی رکھنا چاہیے یا نہیں؟ اور یہ قول صحابی ہے یا کیا؟

جواب: "مَعَ کُلِّ جَرَسٍ شَیْطَانٌ" یہ حدیث نبوی ہے۔ ابوداؤد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقطعاً مروی ہے (کذا فی الترغیب ص ۵۰۵)

جرس کی ممانعت حدیث میں دو جگہ وارد ہے۔ ایک عورتوں کے زیوروں میں کیونکہ اس سے

مردوں کو آواز پہنچتی ہے اور ان کے قلوب مائل ہوتے ہیں۔ دوسرے سفر میں جانوروں کی گردنوں میں یا گاڑی وغیرہ میں جو گھنٹہ یا گھنٹی ہوتی ہے اس کو منع کیا گیا ہے جس کی علت غالباً کفار کا تشبہ ہے کہ وہ اپنی شان وشوکت کے اظہار کے لیے ایسا کرتے تھے۔

مسلمانوں کو ایسا نہ چاہیے پس گھڑی میں جو گھنٹہ بجتا ہے وہ جرس ممنوع میں داخل نہیں۔ فقہاء نے سحری وغیرہ میں جگانے کے لیے نقارہ کو جائز لکھا ہے کیونکہ مقصود وقت کا بتلانا ہے کھیل تلوار وغیرہ چلانا جو واقعی ورزش ہے' مسجد کے اندر جائز ہے یا نہیں؟

بعض لوگ زنگیوں کے کھیلنے کو مسجد میں ثابت کر رہے ہیں' تو کیا اب بھی اس معنی کر مسجد کے اندر ایسے کرنا جائز ہے؟ اگر ہیں تو آداب مسجد کے کیا معنی ہیں؟

جواب: مسجد میں ڈنڈ اور مگدر سے ورزش کرنا مکروہ ہے اور حبشیوں کے فعل سے اگر مسجد میں ڈنڈ مگدر کو جائز کیا جائے تو رقص کا بھی مسجد میں جائز ہونا لازم آئے گا کیونکہ اسی قصہ میں یہ بھی ہے کہ ایک حبشی عورت اچھل کود رہی تھی اور اس کے گرد بچے تماشا دیکھ رہے تھے۔ پس اس حدیث سے استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ مسجد میں رقص کو کسی نے بھی جائز نہیں کیا اور نہ یہ وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ کی فرد ہے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ یہ رقص اور کھیل مسجد سے باہر تھا اور کچھ تماشا دیکھنے والے مسجد میں کھڑے ہوں گے' اس لیے راوی نے مجازاً یہ کہہ دیا کہ مسجد میں تیروں سے کھیل رہے تھے' یعنی مسجد سے قریب۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کھیلنے والوں کو دھمکایا تھا' اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! ان کو چھوڑ دو' یہ بنو ارفدہ ہیں' یعنی یہ لوگ کھیل کے عادی ہیں' خصوصاً ایام عید میں اور وہ دن عید ہی کا تھا۔

محب طبری نے لکھا ہے کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لوگوں کے لیے بعض وہ باتیں معاف ہیں جو دوسروں کے لیے معاف نہیں اور چونکہ اصل یہ ہی ہے کہ مسجد کو کھیل کود سے بچایا جائے اس لیے نص اپنے مورد پر ہی منحصر رہے گا۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۶ ۔ ۳۴۴) ''بعض جگہ مسجد کی بالائی منزل کو کراٹے سکھانے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہی مذکورہ حدیث وہاں اہل علم پیش کرتے ہیں اس میں مسجد کی سخت بے ادبی ہے'' (م'ع)

مسجد کی رقم سے گھنٹہ وغیرہ خریدنا

سوال: مسجد کا روپیہ جو مرمت سے باقی رہ گیا ہے اگر اس روپے سے چندہ دہندگان کی اجازت سے گھڑی یا گھنٹہ خرید لیا جائے تو حضور کیا حکم دیتے ہیں؟

جواب: جو روپیہ مرمت مسجد کے لیے آیا ہے اس سے امام یا مؤذن مقرر کر لینا درست ہے اور گھنٹہ خریدنا بھی درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۶)

مسجد کے اندر چارپائی پر سونا

سوال: مسجد میں چارپائی ڈال کر اس پر سونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمانہ اعتکاف میں آرام کرنے کے لیے مسجد میں چارپائی بچھائی جاتی تھی۔ "کَمَا فِی سَفَرِ السَّعَادَۃ" (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۷۸)

"تو اجازت معتکف کے لیے ہوئی نہ کہ عام" (م ع)

مسجد میں آئے گلگلوں کا حکم

سوال: بعض لوگ کچھ گلگلے اور ایک کچے آٹے کا چراغ اس میں گھی ڈال کر روشن کر کے مسجد کے طاق میں رکھ دیتے ہیں اور اس کو طاق بھرنا کہتے ہیں آیا ان گلگلوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح گلگلے لانا جس میں بہت سی اعتقادی اور عملی تقییدات وتخصیصات ہیں اور بعض جگہ عورتوں کا لانا مزید برآں ہے عمل منکر اور بدعت ہے مگر اس سے خود ان گلگلوں میں کوئی خبث یا حرمت نہیں آتی۔ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل نہیں کیونکہ مسجد میں لانا قرینہ ہے کہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ لہٰذا ان کا کھانا حلال ہے۔ البتہ اگر اس لیے نہ کھائے کہ اس کام کے کرنے والوں کو عبرت ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۷۸)

مسجد میں پھلدار درخت لگانا

سوال: کسی مقتدی کا جو بانیان کے ورثاء میں سے نہ ہو متولی کو بتائے بغیر مسجد میں کوئی پودہ لگانا اور یہ کہنا کہ ہم اس کے پھل کھائیں گے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں' البتہ جو درخت اس نے لگایا ہے اگر اپنے مال سے لگایا ہے اور مسجد کے لیے وقف نہیں کیا تو یہ اس کی ملک ہے اس کو کاٹ کر استعمال کر سکتا ہے اور متولی مسجد کو حق ہے کہ اس کو درخت اکھاڑنے پر مجبور کرے۔ (امداد المفتیین ص ۷۷۳)

مسجد کے درخت کو کاٹنا

سوال: احاطہ مسجد کے کسی درخت کو غیر ضروری یا دیگر کاشت کے لیے مضر سمجھ کر متولی وغیرہ کا کٹوا دینا جب کہ اس کی آمدنی مصارف مسجد ہی میں کام آئے جائز ہے یا نہیں؟ جواب: جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۷۷۴)

مسجد کے پھل دار درختوں کا مسئلہ

سوال: اگر مسجد میں امرود کا درخت ہو تو اس کو نمازی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو درخت کسی نے نمازیوں کے کھانے کے لیے لگایا ہو اس میں سے کھانا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۳)

مسجد کے دروازوں میں ردوبدل کرنا

سوال: مسجد کے دروازے ہوں اور یہ دروازے بنائے مسجد سے ہوں تو کیا متولیان مسجد کی آمدنی اور نفع کے لیے کسی ایک دروازے کو بند کر کے دُکان کے لیے کرائے پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اہل محلّہ اگر مسجد کی مصالح کے پیش نظر مسجد کے دروازوں میں کوئی تغیر یا کمی بیشی کرنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے۔ بشرطیکہ یہ تغیر سب یا اکثر محلّہ کی رائے و مشورے سے ہو اور اہل محلّہ کے لیے مضر نہ ہو۔ (امداد المفتیین ص ۷۹۳)

مسجد کا روپیہ کنویں کی مرمت میں لگانا

سوال: جس مسجد کے واسطے چندہ جمع کیا تھا اس کے قریب کنواں ہے اور اس سے اہل محلہ پانی بھرتے ہیں اور مسجد میں بھی پانی آتا ہے تو یہ روپیہ اس کنویں کی مرمت میں لگانا چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کا روپیہ اس کنویں میں لگانا درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۲)

مسجد کا فرش اور منبر عیدگاہ میں لے جانا

سوال: مسجد کا منبر اور فرش عیدگاہ میں لے جانا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بوقت ضرورت منبر عیدگاہ میں لے جا سکتے ہیں' کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد کا فرش عیدگاہ میں لے جانا جائز نہیں' ہاں ایک روایت میں منبر کا لے جانا جائز ہے اور دوسری روایت میں مکروہ ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ منبر بھی نہ لے جائیں۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۶۹)

قربانی میں مسجد کی چٹائی استعمال کرنا

سوال: قربانی کے لیے ہر راس کی خاطر ایک نیا بوریا خریدا جاتا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ محلّہ کی مسجد کے پرانے بوسیدہ بوریے گوشت کے کام میں لائے جاتے ہیں اور نئے بوریے مسجد میں ڈال دیئے جاتے ہیں' بعض لوگ اس عمل کو ناجائز بتاتے ہیں؟

جواب: قربانی کے لیے مسجد کا پرانا بوریا استعمال کرنا جائز نہیں' اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ پرانے بوریے کو مہتمم یا متولی سے نئے بوریے کے عوض خرید لیا جائے' خریدنے پر وہ پرانا بوریا تمہاری ملکیت ہو جائے گا اور ملک مسجد سے نکل جائے گا اور خریدنے سے پہلے وہ ملک مسجد میں ہے اور ملک مسجد کو اپنے ذاتی تصرفات میں لانا جائز نہیں۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۶۲)

مسجد میں پانی کا گھڑا رکھنا

سوال: مسجد کے اندر یا باہر فرش پر نمازیوں کے لیے پانی کا گھڑا رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اس میں فی نفسہ تو کوئی حرج نہیں اگر وہاں کوئی خرابی ہو تو اس کو ظاہر کیا جائے۔

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۶۰)

''مثلاً مسجد کے اندر پانی پینے کا سلسلہ' پانی زیادہ بہنا' مسجد کے فرش کا خراب ہونا وغیرہ'' (م'ع)

مسجد میں روزہ افطار کرنا

سوال: رمضان شریف میں اہل محلہ کا جماعت چھوٹ جانے کے خوف کی وجہ سے مسجد میں شربت وغیرہ سے افطار کر لینا بلا کراہت جائز ہو گا یا نہیں؟

جواب: مسجد میں کھانا پینا مکروہ ہے مگر ضرورت کے وقت بلا کراہت جائز ہے۔ جیسا کہ مسافر کے لیے بوقت ضرورت سونا جائز ہے اور ترک جماعت کا اندیشہ بھی عذر ہے اس لیے اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ ایسی نہ ہو جہاں افطار کر سکیں تو مسجد ہی میں افطار کر لینا جائز ہے' بشرطیکہ مسجد کو ملوث نہ کیا جائے' کوئی کپڑا وغیرہ ایسا بچھا لیا جائے جس سے مسجد کی حفاظت رہے اور بہتر یہ ہے کہ اس وقت افطار سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو پھر یہ کراہت کلیتاً مرتفع ہو جائے گی۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۶۲)

مساجد میں زیب وزینت کرنا

سوال: مساجد کے بلند کرنے اور زیب وزینت ونقش ونگار طلائی ونقرئی وغیرہ جو کچھ عوام کرتے ہیں احادیث کثیرہ صحیح میں اس کی ممانعت وارد ہے اور فعل یہود سے مشابہت دی گئی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں اُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ مجھ کو مساجد کے مضبوط وبلند بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ تم ضرور اس کو مزین کرو گے جس طرح یہود ونصاریٰ نے مزین کیا ہے' لہٰذا حسب احادیث امور مذکور ممنوع وحرام ہوں گے پھر اگر جواز یا استحباب ہو جیسا کہ معمول زمانہ ہے تو ارقام فرمائیں؟

جواب: فخر وریا سے مساجد کا اونچا کرنا حرام ہے اور جو اسلام کی شوکت وزینت کے لیے

کرے مباح ہے، جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ کسی صحابی نے ان پر انکار ورد نہ فرمایا اگرچہ آثار سابق کی بقاء کو مستحسن جانتے تھے، یہی دلیل جواز کی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۰)

مسجد میں کھڑکیاں کھولنے کا حکم

سوال: مسجد کی مغربی دیوار پر کھڑکیاں بنانا جس میں ہوا کی آمدورفت ہو از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے مگر کلیسہ وگرجا کے طرز پر نہ ہو بلکہ مسجدوں کے طرز پر ہو۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۶۰)

''تاکہ امتیاز واختصاص رہے'' (م'ع)

مسجد کی دیوار پر تیمّم کرنا

سوال: مسجد کی دیوار پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ خواہ دیواروں پر چونا پھیرا گیا ہو یا مٹی سے لپائی ہوئی ہو؟

جواب: مسجد کی دیوار پر تیمم کرنا مکروہ ہے کیونکہ مال وقف کو غیر مصرف میں صرف کرنا ہے لیکن اگر تیمم کر لیا تو درست ہو جائے گا' بشرطیکہ جس چونے سے یا مٹی سے مسجد کی لپائی کی گئی ہے وہ پاک ہو۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۴۸)

مسجد وغیرہ کے روپے کو تجارت میں لگانا

سوال: قبرستان یا مسجد کے پانچ سو روپے ہیں' اس رقم سے قبرستان یا مسجد کے مفاد کی خاطر کوئی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبرستان یا مسجد کے روپے سے تجارت کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ یہ حرکت منشاء واقف کے صریح خلاف ہوگی' چاہے مفاد قبرستان و مسجد ہی کے لیے کیوں نہ ہو اس لیے کہ دینے والے اور وقف کرنے والے نے ثواب حاصل کرنے کے لیے دیا ہے' تجارت کے لیے نہیں دیا اور تجارت کرنے میں وہ رقم واقف کے مصرف میں خرچ ہونے کے بجائے تجارت میں مستھلک ہو جائے گی۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۳)

مسجد میں دفن کرنا درست نہیں ہے

سوال: متولی صاحب اپنی قبر مسجد ہی کے ایک گوشہ میں بنوانا چاہتے ہیں' شرعی اعتبار سے کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد جس جگہ قرار پا جاتی ہے اس کے بعد اس میں کسی قسم کا تصرف شرعاً درست نہیں ہوتا اور جب نماز جنازہ کا حکم بھی یہ ہے کہ وہ خارج مسجد ادا کی جاتی ہے تو پھر مسجد میں تدفین شرعاً کس طرح درست ہوسکتی ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج ا ص ۳۰۴)

مسجد میں کیلنڈر اور اشتہار لگانا

سوال: مسجد میں کیلنڈر یا کتابوں کے فروخت کرنے کا اشتہار یا مدرسہ کے جلسہ کا اشتہار لگانا کیسا ہے؟

جواب: ایسا نہ کریں قبلہ کی دیوار میں نقش ونگار کو بھی ردالمحتار میں مکروہ قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۳۳) ''تو جائے اشتہار بنانے میں کیونکر قباحت وکراہت نہ ہوگی'' (م'ع)

مسجد میں لائبریری چلانا

سوال: یہاں پر مسجد کے ایک کمرے میں ایک لائبریری ہے جس میں کچھ مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ہے اور کچھ سیاسی اخبار تجلی اور نیشن وغیرہ بھی پڑھے جاتے ہیں اور ایک ملازم ہے' سوال یہ ہے کہ مسجد کے روپے سے اخباروں کی قیمت اور ملازم کی تنخواہ دی جاتی ہے' یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو زمین جائیداد' دکان مسجد کے لیے وقف ہو یا جو چندہ مسجد کے نام پر وصول کیا گیا ہو اس سے کوئی لائبریری قائم کرنا' رسائل واخبار منگانا اور لائبریری کے ملازم کو تنخواہ دینا شرعاً درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۳۶)

عورتوں کا مسجد کو گزرگاہ بنانا

سوال: کیا مسجد کے اندر سے مسلم اور غیر مسلم عورتوں کا آنا جانا جائز ہے؟

جواب: مسجد کو گزرگاہ نہ بنایا جائے نہ مردوں کے لیے نہ عورتوں کے لیے' عورتوں کو تو نماز کے لیے بھی مسجد میں آنے سے روک دیا جائے' غیر مسلم عورتوں کا وہاں کیا کام ہے' وہ کیوں آئیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۰۸)

سستی چادریں خرید کر مسجد میں استعمال کرنا

سوال: قصبہ میں ٹاؤن ایریا کمیٹی ہے اس میں مسلمان ممبر ہے' چیئرمین نے پرانی ٹین کی مستعمل چادریں ہندوؤں کو خیرات دینا چاہیں ان کی تعداد اکتیس ہے اور قیمت بارہ سو روپے ہے' ان چادروں کو ایک مسلم سوسائٹی والے ان میں نہ لے کر صرف ایک سو روپے میں خرید کر مسجد میں ڈالنا چاہتے ہیں' شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جب ٹاؤن ایریا کمیٹی با اختیار ہے وہ مفت بھی دینے کی مجاز ہے تو اس سے خرید کر بھی ان چادروں کا استعمال کرنا درست ہے' اگرچہ قیمت بہت کم لگائی ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۰۰)

مسجد میں جگہ روکنا

سوال: کیا مسجد میں رومال یا ٹوپی رکھنے سے اس جگہ کا آدمی مستحق ہو جاتا ہے اور کسی دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہوتا؟ مؤذن کے لیے عموماً جگہ روک کر امام کے پیچھے الگ مصلیٰ بچھایا جاتا ہے اور اس جگہ کسی دوسرے کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی' اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص مسجد میں کسی جگہ کچھ دیر عبادت کرے پھر کسی ضرورت سے تھوڑی دیر کے لیے جانا چاہے اور رومال وغیرہ رکھ کر جگہ روک لے تو جائز ہے' کسی جگہ کچھ وقت ٹھہرے بغیر صرف رومال رکھ جانے سے اس جگہ کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔

یہی حکم مؤذن کے لیے ہے اس کے لیے جگہ مخصوص کرنے اور الگ مصلیٰ بچھانے کی رسم صحیح نہیں' مسجد میں پہلے پہنچ کر جو شخص جس جگہ بیٹھ جائے وہی حقدار ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۷)

خارش وجذام والے کا مسجد میں آنا

سوال: ایک انسان کو متعدی مرض خارش اور جذام ہے' عوام اس سے نفرت کرتے ہوں اس کے مسجد کی جائے نماز وغیرہ استعمال کرنے سے متنفر ہوں تو ایسے آدمی کے لیے مسجد کی اشیاء استعمال کرنے اور مسجد میں آنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: کسی بھی مرض کو فی نفسہ متعدی سمجھنا غلط ہے لیکن جو شخص ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں اور ان کے عقیدے غلط ہو جانے یا غلط عقیدوں کے پختہ ہو جانے کا اندیشہ ہو' اس شخص کو اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے' وہ اپنے مکان سے وضو کر کے جائے' اگر مسجد جانے سے بھی لوگوں کو نفرت ہو یا اس کے جسم سے بدبو آتی ہو یا رطوبت ٹپکتی ہو تو اس کو اپنے مکان پر ہی نماز پڑھنی چاہیے' مسجد میں نہ جائے' جماعت اس سے ساقط ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۲۸)

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانا

سوال: ہمارے یہاں بعض نمازی اپنے ساتھ چھوٹے بچوں کو لاتے ہیں اور جماعت خانہ میں بٹھاتے ہیں' وہ بچے کبھی روتے ہیں' شرارت کرتے ہیں اور گاہے پیشاب بھی کر دیتے ہیں' کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانے کی اجازت نہیں' مسجد کا ادب واحترام باقی نہیں رہے گا

اورلانے والے کو بھی اطمینان قلب نہ رہے گا' نماز میں کھڑے رہیں گے مگر خضوع نہ رہے گا' بچوں کی طرف دل لگا رہے گا' حدیث پاک میں ہے کہ اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔

فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ بچوں کو مسجد میں داخل کرنا اگر اس سے مسجد کے نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

ہاں اگر بچہ سمجھ دار ہو' نماز پڑھتا ہو' مسجد کے ادب واحترام کا پاس ولحاظ رکھتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے' غالباً اسی بناء پر سات برس کی قید حدیث میں موجود ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۲۰)

مسجد میں کعبہ وغیرہ کی تصویر لٹکانا

سوال: مسجد میں ایک طرف کعبہ کا نقشہ لگا ہوا ہے اور دوسری طرف مسجد نبوی کا ہے ایسا نقشہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ اور داہنے جانب ضروری سمجھ کر لگانا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں ایسے نقش ونگار اور کتبے لگنا جس سے نمازیوں کا دھیان اس کی طرف جائے مکروہ ہے اور ضروری سمجھنا تو بالکل ہی باطل اور لغو ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۴۳)

پھینکے ہوئے سیمنٹ میں فرش مسجد بنانا

سوال: افسر کے حکم سے کمپنی کے گودام میں رکھا ہوا سیمنٹ پھینک دیا گیا ہے' پھر اس کو مزدور نے بوریوں میں بھرا اور فی بوری پچیس روپے قیمت سے خریدا گیا ہے اور اس سے فرش مسجد بنایا گیا' اب فرش پر نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس کو بیکار قرار دے کر پھینک دیا گیا تھا کہ جس کا دل چاہے اٹھالے تو اب نماز میں کوئی شبہ نہ کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۴۱)

مسجد کی الماری میں قرآن وغیرہ رکھنا

سوال: مسجد میں جہاں امام کھڑا رہتا ہے اس دیوار ہی میں آس پاس جو محرابیں ہوتی ہیں ان میں فرش یا کچھ اور چیز لگا کر قرآن شریف ودیگر کتب رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تعمیر مسجد کو اس سے نقصان نہ پہنچے' دیوار کمزور نہ ہو جائے تو قرآن پاک اور دینی کتب کا مطالعہ کے لیے رکھنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۲۷)

مسجد میں پڑھنے والے بچوں سے تقریر کرانا

سوال: مسجد میں جو بچے پڑھنے آتے ہیں ان سے صبح کے وقت نظمیں' نعت اور تقریر کرانا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں جو پڑھنے کے لیے آتے ہیں' ان کی تعلیم کے لیے ان کو تقریر کی مشق کرانا اور نعت پڑھوانا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۲۲۱)

تالاب کی گیلی مٹی سے مسجد کو لیپنا

سوال: ایک تالاب کا پانی ناپاک ہے' اس کی گیلی مٹی سے مسجد کو لیپنا کیسا ہے؟

جواب: اگر تالاب دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو تو وہ ناپاک نہیں اس کی گیلی مٹی ناپاک نہیں' اس سے مسجد کو بھی لیپا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۲۱۶)

محراب بنانے میں مسجد گر جانے کا خطرہ ہو تو کیا کرے؟

سوال: کسی مسجد کو وسعت دینے کی وجہ سے محراب اگر درمیان میں نہ رہ پائے اور دیوار توڑ کر محراب درمیان میں بنانے سے مسجد گر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دیوار توڑ کر درمیان میں محراب بنانا مسجد کے گر جانے کے خطرہ سے دشوار ہے تو بغیر محراب بنائے ہی امام درمیان میں کھڑا ہو جایا کرے' اس طرح کہ دونوں طرف مقتدی برابر ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۲۱۹)

مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن سننا

سوال: آج کل باہر سے جو ٹیپ ریکارڈر آرہے ہیں' اس میں دینی تقاریر کے علاوہ نماز و اذان وغیرہ بھرے ہوئے ہوتے ہیں' تو امام صاحب نے مسجد میں رکھ کر عوام کو سنایا' بعض لوگوں نے کہا کہ باہر رکھ کر سنائیے' امام صاحب نے کہا مسجد میں رکھ کر سنا سکتے ہیں' یہ عمل درست ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں ایک قوی اندیشہ تو یہ ہے کہ لوگ صرف ٹیپ ریکارڈر کو سننے پر کفایت کریں گے اور اسی سے شوق پورا کر لیا کریں گے' خود تلاوت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔

اور پھر یہ بھی احتمال ہے کہ دوسرے لوگ غلط قسم کی چیزیں سنانے لگیں گے اور اس سے استدلال کریں گے۔ لہٰذا اس طریقہ کو بند کر دیا جائے کیونکہ یہ چیز بڑھتے بڑھتے دور تک پہنچ جاتی ہے' بعض جگہ یہ بھی ہے کہ نماز کا وقت آیا اور اذان کا ریکارڈ بجا لیا اور سمجھ لیا کہ اذان ہوگئی' پھر امامت کا ریکارڈ بجا لیا اور اس کا بھی اقتداء کر لیا حالانکہ نہ اس طرح اذان ہوئی نہ امامت ہوئی' نہ اقتداء صحیح ہوئی نہ نماز ادا ہوئی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۲۲۲) ''ہاں ایسی اقتداء کرنے والوں کو مشقت محضہ ہوئی'' (م'ع)

مسجد میں چھپکلی مارنا

سوال: مسجد کے اندر چھپکلی کا مارنا کیسا ہے؟

جواب: نہیں مارنا چاہیے' اس کو وہاں سے باہر نکال کر مارا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۶۳) ''اگر مارنا ہی ہے'' (م'ع)

مسجد میں بیٹھ کر مشورہ کرنا

سوال: مسجد میں بیٹھ کر کچھ آدمی مسجد کی بابت مشورہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بلا شور وشغب کے اس طرح بیٹھ کر مشورہ کر سکتے ہیں کہ مسجد کا ادب ملحوظ رہے اور کسی کی نماز میں خلل نہ آئے' مسجد کی ضروریات مثلاً تقرر امام وتعیین اوقات نماز وغیرہ کے متعلق مشورہ کرنا دنیا کی بات نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۶۲) ''جو ممنوع کہا جائے'' (م'ع)

سرکاری ٹینکی سے مسجد میں پانی لینا

سوال: مسجد کے باہر پانی کی ایک ٹینکی لگی ہوئی ہے جو میونسپلٹی کی طرف سے رفاہ عام کے لیے ہے' اگر مسجد کے لیے استعمال کرنا چاہیں کہ نل یا پائپ یا بالٹی یا کسی بھی صورت سے مسجد میں ذخیرہ کر لیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ایسا کرنا خلاف قانون نہ ہو بلکہ میونسپلٹی کی طرف سے اجازت ہو تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۸۸)

مسجد میں دینی کتابیں اور ذاتی سامان رکھنا

سوال: اپنی ساری دینی کتابیں اور کچھ غیر دینی کتابیں مثلاً جنتری وغیرہ مسجد کی الماری میں رکھتا ہوں کیونکہ گھر میں ان کے رکھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اور کبھی کبھی ایک جوڑا کپڑا ناشتہ کی چیز مثلاً گڑ' مٹھائی' دوا' صابن' تیل' کنگھا رکھتا ہوں اور میں امام ہوں جواب سے نوازیں؟

جواب: مسجد میں اپنا گھریلو سامان صابن وغیرہ نہ رکھیں کہ یہ اعتراض کی چیز ہے' اگر مسجد میں حجرہ' سہ دری' وضو خانہ وغیرہ ہو تو وہاں رکھیں' جہاں مستقل رات کو سوتے ہوں' ایسی کتابیں جن سے نمازی بھی فائدہ اٹھائیں مسجد میں رکھ لیں تو حرج نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۸ ج ۱۵)

معماروں کا مسجد میں گھٹنے کھولنا اور حقہ پینا

سوال: مسجد کے اندر تعمیر کے دوران معماروں کا حقہ پینا اور گھٹنے کھلے رکھنا کیسا ہے؟ متولی پر ان کو روکنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: گھٹنے کھلے رکھنا کسی کے سامنے خارج مسجد بھی منع ہے‘ چہ جائے کہ متولی مسجد کو چاہیے کہ ایسے معماروں اور مزدوروں کو ہدایت کرے کہ وہ ایسا نہ کریں‘ مسجد میں حقہ پینے سے بھی ان کو ردکا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۴۱) ”بیہودہ لوگ ہیں“ (م‘ع)

مسجد میں کو ہو کر غسل خانے میں جانا

سوال: مسجد کے فرش پر چل کر غسل خانے میں جانا پڑتا ہے اور یہ دستور قدیم سے کر رکھا ہے‘ یہ کیسا ہے؟

جواب: اگر غسل خانے تک جانے کا راستہ بجز مسجد میں کو گزرنے کے کوئی نہیں تو ناپاک آدمی تیمّم کر کے وہاں کو جائے اور کوشش کر کے راستہ کسی اور طرف کو بنایا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۹۸)

اہل وعیال اور مویشی کو مسجد میں رکھنا

سوال: کیا کسی ایسے شخص کو جو کسی دوسرے مقام پر امامت کرتا ہو‘ وہ کسی بھی دوسری مسجد کو اپنے اہل وعیال‘ مویشی و دیگر ضروریات خانگی کے لیے استعمال کر سکتا ہے؟ بالفرض اس نے مسجد میں روشنی وغیرہ پر خرچ کیا ہو؟

جواب: مسجد میں اہل وعیال کو رکھنا اور مویشی وہاں باندھنا جائز نہیں‘ مسجد نماز اور ذکر اللہ کے لیے ہے ان کاموں کے لیے نہیں‘ ظالموں اور کافروں کی طرح خانہ خدا پر قبضہ کرنا اور دلیلیں پیش کرنا خطرناک صورت ہے کہیں وہی انجام نہ ہو جو ان ظالموں کے لیے تجویز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۹۸)

مسجد میں شامل کوٹھری میں رہائش رکھنا

سوال: مسجد کی بائیں جانب ایک کوٹھری کو بنانے والے نے امام کی رہائش کے لیے بنایا تھا‘ اب حجرہ کی دیوار توڑ کر کوٹھری کی چھت اور مسجد کے صحن کو ایک کر لیا گیا ہے تا کہ صف لمبی ہو سکے‘ اب امام صاحب کا اس کوٹھری میں رہنا (جس کی چھت کو شامل مسجد کر لیا گیا ہے) جائز ہے یا نہیں؟ اور جواب تک امام بغیر تحقیق کے کوٹھری کے اندر رہا ہے گنہگار ہو گا یا نہیں؟

جواب: جو جگہ مسجد قرار دے دی گئی ہے وہ اوپر نیچے سب ہی مسجد ہے اب امام صاحب کو ان کوٹھریوں میں رہائش کی اجازت نہیں جن کی چھت کو صحن مسجد بنا دیا گیا‘ ان میں مسجد کا سامان صف وغیرہ رکھ سکتے ہیں‘ ناواقفیت سے جو کچھ کیا اس سے استغفار کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۱۴)

مسجد میں قربانی کرنا

سوال: مسجد کے صحن میں قربانی کرنا جبکہ مسجد کی دیوار میں خون کی چھینٹیں پڑتی ہیں‘ اس کا کیا

حکم ہے؟ اور اگر چھینٹیں نہ پڑیں تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو حصہ مسجد ہے یعنی نماز کے لیے وقف ہے وہاں نماز پڑھتے ہیں اس جگہ ذبح کرنا حرام ہے کہ ناپاک خون سے مسجد گندی ہو جائے گی احاطہ مسجد میں جہاں جوتے رکھتے ہیں وہاں بھی ذبح کرنے کی ممانعت ہے وہ جگہ اس لیے وقف نہیں دوسری جگہ ذبح کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۹۵)

مسجد میں حدیث لکھ کر لگانا اور اپنے لیے دعا کرانا اور نام لکھنا

سوال: ایک تنظیم معتمد حدیثیں نقل کر کے مسجدوں میں لگاتی ہے اور مقصد مسلمانوں کی اصلاح ہے نمازی حضرات سے دعائے خیر کی گزارش کرتے ہیں کیا ازروئے شرع اس طرح پر کسی فرد یا جماعت کا اپنی اصلاح اور خیر کی دعا کرانا' احکام ربی اور احادیث نبوی لکھنے سے پہلے کسی فرد یا ادارے کا اول و آخر لکھنا منع ہے؟

جواب: کسی فرد یا جماعت کا اپنے لیے دعاء کی درخواست کرنا منع نہیں' احادیث لکھ کر دعاء کی درخواست کرنا یہ بھی منع نہیں' نام چاہے آخر میں لکھا جائے یا پہلے مگر اس طرح نام لکھنے سے اس لکھنے والے فرد یا جماعت کی تشہیر بھی ہوتی ہے جس کے بناء پر لوگ تعریف کرتے ہیں' ایسا نہ ہو کہ کام کا مقصود تعریف ہی تک محدود رہ جائے رضائے خداوندی اور احکام و احادیث کی اشاعت مقصود نہ رہے یا اس کے ساتھ نام آوری بھی مقصودیت کے درجہ میں آ جائے۔ جیسا کہ کثرت سے اشتہاری لوگوں کا حال دیکھنے میں آیا ہے' اللہ پاک اس معصیت سے محفوظ رکھے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۳۰) "اور اخلاص عطاء فرمائے" (م ع)

تنخواہ دار مدرس کا مسجد میں پڑھانا

سوال: جو مدرسین تنخواہ پر قرآن مجید یا عربی کتابوں کا درس دیتے ہیں' کیا ان کو کسی مسجد کے اندر درس دینا درست ہے؟

جواب: تنخواہ دار مدرس کا مسجد میں پڑھانا جائز نہیں۔ اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو مسجد میں پڑھانا بشرائط ذیل جائز ہے۔

۱۔ مدرس تنخواہ کی ہوس کے بجائے گزر اوقات کے لیے بقدر ضرورت وظیفہ پر اکتفا کرے۔

۲۔ نماز اور ذکر و تلاوت قرآن مجید وغیرہ عبادت میں مخل نہ ہو۔

۳۔ مسجد کی طہارت و نظافت اور ادب و احترام کا پورا خیال رکھا جائے۔

۴۔ کم سن اور ناسمجھ بچوں کو مسجد میں نہ لایا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۸)

مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا

سوال: جس مدرس کو تنخواہ مدرسہ سے ملتی ہے اور بچوں سے مشاہرہ نہیں ملتا تو وہ تعلیم کا کام مسجد میں کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے مدرس کو بھی تعلیم کا کام مسجد میں مکروہ ہے۔ البتہ اعتکاف کی نیت کر کے بیٹھا کرے تو درست ہے اور اعتکاف تھوڑی دیر کا بھی ہو سکتا ہے۔ (امداد الاحکام ج اص ۳۴۹)

مسجد میں تولیہ' آئینہ اور منبر پر غلاف رکھنا

سوال: مسجد میں تولیہ اور آئینہ رکھنا' نیز منبر پر غلاف (کپڑا) ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب تکلفات ہیں' فی نفسہ یہ چیزیں نہ ضروری ہیں کہ مسجد کی طرف سے ان کا انتظام کیا جائے' نہ ممنوع ہیں کہ ان کو حرام کہا جائے' اصلی تو یہ ہے کہ اپنے مکان سے وضو کر کے آدمی مسجد جائے' اگر مسجد ہی میں وضو کرنا ہو تو اپنا تولیہ ساتھ لے جائے' وضو کے بعد آئینہ دیکھنا نہ کوئی شرعی چیز ہے نہ عرفی' اس عادت کو چھوڑ دینا بہتر ہے' منبر پر غلاف بھی ایک تکلف ہے' درودیوار کو کپڑے پہنانے کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے' ہاں اگر گرمی سردی سے تحفظ مقصود ہو تو مضائقہ بھی نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۱۳۲)

مسجد میں مال تجارت رکھنا

سوال: کوئی تاجر قرآن شریف' عربی' فارسی کتابیں تجارت کی مسجد میں بکس بند کر کے رکھتا ہے اور مسجد سے نکال کر باہر کو فروخت کر کے بقایا مال پھر بکس میں رکھتا ہے' غرض اس کی یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے' دوسری جگہ میں اگر رکھا جائے تو جماعت میسر نہیں ہوتی' تو یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب: سامان تجارت مسجد میں لانا معتکف ہی کے لیے ناجائز ہے تو دوسروں کے لیے کب جائز ہے' اگر مسجد کے قریب کسی مکان یا حجرہ میں رکھا جائے تو متولی کی اجازت سے جائز ہے' خواہ بہ کرایہ ہو یا بلا کرایہ۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۶۹۴)

مسجد میں قیمت سپرد کرنا

سوال: ایک شخص کوئی چیز خارج مسجد فروخت کر کے مسجد میں نماز کے لیے چلا آیا یا یوں ہی اس کی قیمت مسجد میں ملے تو لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ یہ عقد نہیں ہے عقد سے جو واجب ہوا تھا اس کا تسلیم کرنا ہے اس لیے یہ جائز ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۶۹۴)

مسجد میں تمباکو کھانا اور نسوار لینا

سوال: تمباکو کی نسوار لینا اور تمباکو کھانا مسجد کے اندر کیسا ہے؟

جواب: نسوار سونگھنا اور تمباکو کھانا مسجد کے اندر خلاف اولیٰ ہے جو کراہت تنزیہیہ سے خالی نہیں۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۷۰)

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا

سوال: مسجد میں دنیاوی معاملات کے متعلق گفتگو کرنے کی شرع شریف نے اجازت دی ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۴۹)

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

سوال: باہر سے مسجد میں ایک شخص آیا اور آ کر سلام کیا' امام صاحب نے اس شخص سے کہا مسجد میں سلام کرنا منع ہے' کیا واقعتاً مسجد میں سلام کرنا منع ہے؟

جواب: مسجد میں سلام کرنا قطعاً منع نہیں ہے بلکہ اس صورت میں منع ہے جب ان لوگوں کو مخاطب بنا کر سلام کیا جائے جو کہ قرآن کی تلاوت تسبیح میں مشغول ہیں یا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

ہاں البتہ مسجد میں داخلہ کے لیے جو سلام ہوتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ جب اپنے گھر میں سلام کرنے کا حکم ہے تو مسجد میں یہ طریق اولیٰ ہوگا کیونکہ مسجد میں فرشتوں کا ہونا ظاہر و غالب ہے۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۱۰)

مسجد میں وضو کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال: جو جگہ مسجد کے ایک کونے کی کسی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہو اور نالی اور دیوار اور فرش نے اس کو گھیر لیا ہو یعنی یہ جگہ فرش کے ایک جانب کو ہو ایسی جگہ پر وضو کرنا درست ہے یا نا درست؟

جواب: جو کونہ مسجد کا خارج رہا وہ مسجد ہی ہے' تا قیامت اس پر وضو وغیرہ کرنا درست نہیں بلکہ اس کی عظمت ویسے ہی رکھنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۱)

بغیر استنجا کیے مسجد میں آنا

سوال: پاخانہ کر کے کچھ ڈھیلے سے صاف کر کے بغیر آب دست لیے اندرون مسجد آ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بغیر آب دست لیے ڈھیلے سے صاف کرنے کے بعد آنا جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۵۸)

مسجدوں میں مالداروں کیلئے جگہ روکنا

سوال: مسجد یا عیدگاہ میں صف اول میں امراء اور رؤسا کے لیے جگہ روکنا کیسا ہے؟

جواب: امراء یا کسی اور کے لیے عیدگاہ یا مسجد کی صف اول میں جگہ روکنے کا حق نہیں جو پہلے آ کر جہاں بیٹھ جائے وہ اسی کی جگہ ہوگئی اس کو وہاں سے اٹھانے کا بھی حق نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۵۳)

مسجد میں اشتہار لگوا کر کرایہ وصول کرنا

سوال: مسجد کے اوپر دو بورڈ ریڈیو کے اشتہار کے لگائے گئے ہیں جس سے مسجد کی آمدنی ہوتی ہے حالانکہ مسجد ایک کاروباری علاقے میں واقع ہے اور مسلم تاجران کافی رقم دینے کو تیار ہیں' مسجد کی کھلی چھت پر اس قسم کا پہلا اشتہار ہے' آئندہ متولی نہ معلوم کس کس قسم کا لگائے گا؟

جواب: مسجد کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دُکانیں تو بنائی جا سکتی ہیں لیکن خود مسجد کو کرایہ پر چلانا اور اس سے روپیہ کمانا جائز نہیں جو کچھ وجوہ اعتراض وہاں کے مسلمانوں نے پیش کی ہیں وہ بھی اہم ہیں ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس لیے مسجد کے منتظم صاحب کو چاہیے کہ وہ ہرگز ایسا معاملہ نہ کریں اگر بورڈ بغرض اشتہار لگا دیا گیا ہے تو اس کو اتار کر معاملہ ختم کر دیں' خاص کر جب کہ مسجد کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں کے اہل ہمت آمادہ اور خواستگار ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۷۲)

مسجد میں کوئی چیز دیکر کہنا کہ ''میری ملکیت ہے''

سوال: ایک شخص نے جائے نماز خرید کر مسجد میں دے دی' کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میری ملکیت ہے میں گھر رکھوں گا؟

جواب: اب اس کو یہ کہنے کا حق باقی نہیں رہا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۹۴)

ناپاک کپڑا مسجد میں رکھنا

سوال: مسجد میں ناپاک کپڑا رکھنا کیسا ہے؟

جواب: نجس کپڑا مسجد میں نہ رکھے اگر اس وقت کسی کی معرفت باہر بھیجنا یا خود رکھنا دشوار ہو تو مجبوراً مسجد میں اس طرح رکھنا کہ تلویث نہ ہو درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۲۱۸)

مسجد میں تعزیہ رکھنا

سوال: مسجد میں تعزیہ رکھنا یا بنانا' نماز و جماعت کے وقت کھٹ کھٹ اور شور وغل کرنا اور مسجد

کی بجلی وغیرہ خرچ کرنا کیسا ہے؟ جواب: ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص۲۰۳)

مسجد کے حجرہ میں کتابت کرنا

سوال: اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لیے مسجد کے حجرے میں رہتا ہے اور وہاں کتابت بھی کرتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مقصد مسجد کی حفاظت ہے تو درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۹ ص۴۹۸)

مسجد میں جلسہ کرنا جبکہ شور وغل بھی ہو

سوال: مساجد میں جلسے منعقد کیے جاتے ہیں' جن میں علاوہ تقاریر کے شور وغل' ہاتھا پائی اور گالم گلوچ کی نوبت پہنچ جاتی ہے' ایک دوسرے پر آواز اور طعن وتشنیع کیے جاتے ہیں اور سامعین ومقررین ایسی پست اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان کا صدور قہوہ خانوں میں بھی محال ہے' مساجد میں ایسے افعال کے ارتکاب کا کیا حکم ہے؟

جواب: احکام شرعیہ بیان کرنے کے لیے مسجد میں جلسہ کرنا درست ہے۔ مقرر کو چاہیے کہ نہایت متانت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حاضرین کو سنائے اور سمجھائے اور سامعین کو چاہیے کہ نہایت ادب اور احترام سے اس کو سنیں اور عمل کریں جو صورت سوال میں درج ہے اس طریقہ پر جلسہ کرنا اور ایسی حرکات کا ارتکاب احترام مسجد کے قطعاً خلاف ہے اور ناجائز ہے۔ فقہاء نے احکام مسجد میں ایسے شور وغل اور لڑائی کو بالکل ممنوع تحریر کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ ص۳۴۷)

مسجد میں اضافہ کر کے اس میں نماز جنازہ پڑھنا

سوال: یہاں ایک مسجد ہے کسی زمانے میں نیچے کے درجے میں مسجد تھی' پھر تنگی ہوئی تو اس کے آگے اور بڑھا کر کشادہ بنالی گئی' پہلی جگہ میں جو نیچے ہے چند لڑکے بھی پڑھتے ہیں بعض وہاں اضافہ شدہ جگہ میں جماعت ثانیہ کرتے ہیں جس کو بعض علماء مکروہ لکھتے ہیں' نیز بعض اس میں نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں' شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: جو حصہ پہلے سے مسجد ہے اس میں جماعت ثانیہ اور نماز جنازہ مکروہ ہے اور جس حصہ کا بعد میں اضافہ کیا گیا ہے اگر اس جگہ کا اضافہ بہ نیت مسجد کیا گیا ہے تب تو اس پر مسجد کے احکام جاری ہوں گے اور اگر بہ نیت مسجد اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ اس غرض سے وہ حصہ بڑھا دیا گیا ہے کہ بوقت ضرورت وہاں بچے بیٹھ کر پڑھ لیا کریں یا اگر نمازی زیادہ ہو جائیں تو وہاں بھی کھڑے ہو جایا

کریں لیکن وہ حصہ مسجد کا نہیں ہے تو پھر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے' وہاں جنبی کا جانا' دوسری جماعت کرنا' نماز جنازہ پڑھنا وغیرہ سب چیزیں درست ہیں' اس کی تحقیق کہ اس حصہ کا اضافہ بہ نیت مسجد کیا گیا ہے یا نہیں؟ واقف اور بانی سے کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۲ص ۴۰۷)

مسجد کے فرشوں پر مجلس لگانا

سوال: مسجد کے چراغ جلانے کا کیا حکم ہے؟ حجرے اور پیر صاحب کے راستے میں آنے جانے کی سہولت کے لیے چراغ جلانے درست ہیں؟ اور مسجد کے فرش عام لوگوں کی مجلس جمانے کے لیے بچھانے درست ہیں؟

جواب: جب تک عامۃً لوگ نماز پڑھتے ہوں' مسجد میں چراغ جلایا جائے' وضوخانہ اور غسل خانہ وغیرہ میں اور راستے میں بھی حسب ضرورت چراغ جلایا جاسکتا ہے' مسجد کے فرش نماز و جماعت کے لیے بچھانا درست ہے' اگر فرش ہر وقت بچھا رہتا ہے اور پیر صاحب اور ان کے مریدین مجلس جما کر اس پر بیٹھ جائیں تو مضائقہ نہیں' اگر نماز کے بعد فرش کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے تو پھر ایسے وقت میں مجلس جما کر بیٹھنے کے لیے مستقلاً فرش مسجد کو استعمال نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۰ص ۱۴۸)

مسجد کے دروں میں صف بنانے کا ثبوت

سوال: زید اس بات پر مصر ہے کہ جس طرح امام کا مسجد کے محراب اور دروں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اسی طرح مقتدی کا بھی مسجد کے دروں میں کھڑا ہونا مکروہ ہے' مثلاً اندر کے صحن میں دو صف پوری ہوچکیں' اب جو مسجد کے در ہیں ان میں اگر مقتدی کھڑے ہوں گے تو صفوں کے ٹکڑے ہوجائیں گے اور صفوں کے ٹکڑے کرنا جائز نہیں بلکہ مسجد کے وہ در جن میں ہر در میں قریب پانچ آدمی کھڑے ہوسکتے ہیں اس جگہ کو خالی چھوڑ کر باہر کے صحن میں کھڑا ہونا چاہیے تاکہ صف نہ ٹوٹے تو کیا زید کا قول صحیح ہے؟

جواب: اگر زید کو صرف اس امر کا ثبوت درکار ہے کہ بوقت ضرورت مقتدیوں کو مسجد کے دروں میں کھڑے ہوکر پانچ آدمیوں کی چھوٹی چھوٹی صفیں بنا کر نماز پڑھنا درست ہے تو اس کا مبسوط سرخسی میں جزئیہ موجود ہے۔

وَالْاِصْطِفَافُ بَيْنَ الْاُسْطُوَانَتَيْنِ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ لِاَنَّهٗ صَفٌّ فِي حَقِّ كُلِّ فَرِيْقٍ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ طَوِيْلاً وَتَخَلُّلُ الْاُسْطُوَانَةِ بَيْنَ الصَّفِّ كَتَخَلُّلِ مَتَاعٍ

مَوْضُوْعٍ اَوْكَفُرْجَةٍ بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَذَالِکَ لَايَمْنَعُ صِحَّةَ الْاِقْتِدَاءِ وَلَايُوْجِبُ الْكَرَاهَةَ. اهـ (مبسوط ص۳۵ ج۲) (فتاویٰ محمودیہ ج۱۰ ص۱۳۶)

مسجد میں مائک سے اذان دینا

سوال: ایک مسجد میں مائک مسجد کی الماری میں اندر صف اول کے پاس نصب کر دیا گیا ہے اور اس سے متعلق تار پن وغیرہ دیوار میں مستقل طور پر لگادی گئی ہیں اور حفاظت کے پیش نظر مسجد میں رکھا گیا ہے دوسری جگہ مسجد کے باہر رکھتے ہیں چوری ہونے کا اندیشہ ہے تو اس حالت کے پیش نظر مسجد کے اندر اذان پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں سے آواز دور تک نہیں پہنچتی جس سے اذان کا مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا اس لیے بلند جگہ پر اذان دینا مستحب ہے تاکہ دور تک آواز پہنچے فی نفسہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہو۔

صورت مسئولہ میں اذان کی آواز آلہ سے دور تک پہنچے گی اور مقصد پوری طرح حاصل ہو جائے گا۔ البتہ مکبر الصوت کبھی خراب ہو کر اس کی آواز بند ہو جاتی ہے یا خراب وحشت ناک آواز نکلتی ہے اس لیے اسکا انتظام باہر ہی رہے تو اچھا ہے قفل وغیرہ سے حفاظت کی جائے مسجد کے علاوہ حجرہ وغیرہ ہو اس میں رکھا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۵ ص۲۳۲)

مسجد کے اندر یا چھت پر نقارہ بجانا

سوال: مسجد کے اندر یا چھت پر نقارہ بجانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: سحری کے لیے مکان کی چھت پر نقارہ بجانے کی اجازت ہے مسجد میں یا مسجد کی چھت پر نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۳۲)

مسجد اور خدامِ مسجد

بانی مسجد کی اولاد کا انتظام میں دخل دینا

سوال: شیخ خیراتی نے اپنی زمین میں ذاتی پیسے سے مسجد تعمیر کرائی تھی اور تاحیات مسجد کا کل انتظام اپنے ہی ذاتی پیسے سے کرتے رہے بعد وفات شیخ خیراتی ان کی اولاد در اولاد مسجد کی نگہداشت مرمت وغیرہ کا کام خود انجام دیتی رہی اب قصبہ کے لوگ ان کے کام میں رخنہ انداز ہیں اور چاہتے

ہیں کہ اس مسجد میں عام مسلمانوں کا ہی چندہ کا پیسہ لگایا جائے' ہم خاندان والوں کو اس پر سخت اعتراض ہے جب کہ ہم لوگ اپنے ذاتی پیسے سے کام انجام دے رہے ہیں اور آئندہ لگانے پر تیار ہیں' کسی شخص سے چندہ مانگ کر لگانے کی کوئی حاجت نہیں ہے' اب فرمائیے کہ کس کا عمل صحیح ہے؟

جواب: جب کہ بانی مسجد کی اولاد اپنے ذاتی پیسے سے مسجد کی ضروریات پوری کرتی اور انتظام درست رکھتی ہے اور کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہے تو دوسرے لوگوں کو دخل دینے اور انتظام سنبھالنے اور چندہ کر کے تعمیر وغیرہ وہاں بنانے کا کوئی حق نہیں' ان لوگوں کا یہ اقدام غلط ہے' اگر کوئی انتظامی شکایت ہو تو متولی و منتظم سے کہہ کر اس کا انتظام کر لیں' ہاں اگر ان کے پاس پیسہ نہ ہو تو پھر ضروریات مسجد کے لیے چندہ کر لیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۸۴)

کمیٹی کے ایک آدمی کا تنہا تصرف کرنا

سوال: ایک مسجد کے نمازیوں نے مسجد کا نظام پانچ آدمیوں کے سپرد کر رکھا ہے' ان میں زید بھی شامل ہے مگر زید باقی آدمیوں کے مشورے کے بغیر اپنی رائے سے مسجد کے نظم میں تصرف کرتا رہتا ہے' خود ہی امام رکھتا ہے' خود ہی کچھ دنوں بعد نکال دیتا ہے' ایسے ہی تعمیرات کے بارے میں لوگ کچھ کہتے ہیں تو مانتا نہیں' آپس میں بات بڑھتی ہے' شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر وہاں کے سمجھدار آدمی یہ سمجھتے ہیں کہ زید کے ان تصرفات سے مسجد کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اس کو ایسے تصرفات سے روک دیں ہرگز اجازت نہ دیں بغیر پانچوں آدمیوں کے مشورہ کے وہ تنہا کرنے کا حق دار نہیں' حساب بھی صاف رکھنا ضروری ہے اور کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جس سے مسجد ویران ہو اور تفرقہ پڑے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۲۰۲)

متولی کے ذمہ ناحق مسجد کا قرض بتلانا

سوال: گزشتہ متولی پر مسجد کی رقم باقی ہے' یہ نئے متولی نے ظاہر کیا حالانکہ اس پر مسجد کی کوئی رقم باقی نہیں ہے چونکہ متولی انتقال کر گیا ہے' اس کے ورثاء سے وصول کر کے رقم مسجد میں داخل کرنا چاہتا ہے تو ورثاء مسجد کے قرض دار ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر یہ صحیح ہے کہ سابق متولی پر رقم باقی نہیں ہے تو اس کے وارثوں سے رقم وصول کرنا صریح ظلم ہے اور ایسی رقم مسجد میں لگانا یا امام و مؤذن کی تنخواہ میں ادا کرنا درست نہیں ہے' ناجائز اور حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" ترجمہ: نہ کھاؤ

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۳ص ۱۶۵)

چندہ سے متولی کا قرضہ لینا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد کے چندہ سے متولی قرض لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر متولی دیندار صالح اور متقی ہے تو جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ لیں۔

قال في الهنديه ارادالمتولي ان يقرض بافضل من غلة الوقف ذكر في وصايا فتاوىٰ ابی الليث رحمه الله تعالیٰ رجوت ان يكون ذلک و اسعااذا كان ذلک اصلح و اجرى للغة من امساک الغلة.

(عالمگیریہ ج۲ص ۴۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاویٰ مفتی محمود ج اص ۵۷۳

متولی کو چندہ قبول نہ کرنے کا اختیار ہے

سوال: ایک آدمی مسجد کی تعمیر میں اہل قریہ کے ساتھ مالی تعاون کرتا ہے مگر اس سے چندہ لینے سے امن عامہ کے بگڑنے کا اندیشہ ہے' کیا اس سے چندہ لینے سے انکار کر دینا جائز ہے؟

جواب: مسجد کے متولی اور منتظم کو اختیار ہے کہ کسی دینی مصلحت کے پیش نظر قبول نہ کرے۔

(احسن الفتاویٰ ج۶ص ۱۶۲)

شیعوں سے ان کی مسجد کی تولیت لینا

سوال: ایک قدیم مسجد شیعہ صاحبان کی ہے انہیں کی نماز ہوتی ہے' زمانہ کے رد و بدل سے صرف ایک گھران کا رہ گیا ہے وہ مسجد ان کے متولی نے اہل سنت کو دے دی کہ تم اپنی اذان و جماعت کرلو' مگر انتظام ان کے ہاتھوں میں ہے' ہم چاہتے ہیں کہ انتظام ہمارے ہاتھ میں ہو وہ انتظام چھوڑنا نہیں چاہتے تو ان سے انتظام لینا کیسا ہے؟

جواب: جب زمانہ قدیم سے وہ مسجد کے انتظامات کرتے چلے آرہے ہیں اور کوئی نقصان یا خیانت ثابت نہیں ہے تو ان کو اس انتظام سے الگ نہ کیا جائے بلکہ ان کے ساتھ تعاون کیا جائے' ہاں اگر وہ خود ہی انتظام سے دست بردار ہو جائیں تو دوسری بات ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۸ص ۱۶۵)

مسجد کی چوری کا متولی ضامن ہوگا یا نہیں؟

سوال: مسجد سے برتن ایسی حالت میں چوری ہو گئے کہ نہ تو صدر دروازے پر کسی قسم کا تالا تھا اور نہ کوئی محافظ تھا' البتہ جس کمرے میں برتن تھے اس پر تالا لگا تھا' جسے چوروں نے با آسانی توڑ کر برتن نکال لیے ایسی صورت میں یعنی معقول حفاظت نہ کرنے پر متولی پر کوئی ضمان عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: مساجد کے صدر دروازے پر عموماً تالا نہیں لگایا جاتا تاکہ جو شخص جب بھی دل چاہے مسجد میں آ کر عبادت کر سکے' نیز ہر مسجد میں محافظ بھی مقرر نہیں ہوتا بلکہ اوقات نماز میں مؤذن آتا ہے اور مسجد کی صفائی اور صف بچھانے کا کام کرتا ہے۔ اگر یہی صورت آپ کے یہاں بھی ہے تو حجرے پر قفل ہونا ہی حفاظت کے لیے کافی ہے' متولی پر کوئی ضمان لازم نہیں' ہاں اگر وہ جگہ چوروں کی ہے اور چوری کے واقعات مسجد وغیرہ میں پیش آتے رہتے ہیں اور صرف حجرہ پر قفل کا ہونا حفاظت کے لیے کافی نہیں سمجھا جاتا تو پھر حکم دوسرا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۷۶)

رقم مسجد کا باقاعدہ حساب رکھنا ضروری ہے

سوال: زید کے پاس مسجد کی آمدنی جمع ہے جس کا زید باقاعدہ حساب نہیں لکھتا' نہ مردمان محلّہ کو حساب سمجھاتا ہے اور بلا اجازت جملہ مردمان اس آمدنی کو دو تین آدمی اپنے میل جول کے کہنے سے خرچ کر دیتا ہے یہ فعل زید کا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کی آمدنی حسب ضرورت مسجد میں خرچ کرنا لازم ہے اور اس کا باقاعدہ حساب رکھنا اور نمازیوں کو مطمئن کر دینا بھی زید کے ذمہ لازم ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۴۸)

مسجد کا تنخواہ دار نگراں مقرر کرنا

سوال: ایک مسجد کے متعلق موقوفہ جائیداد پر عدالت کی جانب سے چند مسلمان نگراں مقرر ہیں جو بلا کسی معاوضہ کے بہتر سے بہتر کام انجام دے رہے ہیں' اب عدالت کی طرف سے ایک تنخواہ دار نگراں مقرر کرنے کا حکم ہوا ہے تو کیا ایسی صورت میں اس وقف کی آمدنی سے نگراں کو تنخواہ دی جا سکتی ہے؟

جواب: اگر مسجد کے موجودہ نگراں صحیح طور پر مسجد کی خدمات اور اس کے متعلقہ اوقاف کی حفاظت و نگرانی کے فرائض انجام دیتے ہیں تو تنخواہ دار ملازم مقرر کرنا درست نہیں اور اس کی تنخواہ کا بار مسجد پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۷۰)

مقدمہ مسجد کے خرچ کا بار کس پر ہوگا

سوال: متولیوں سے اہل محلّہ نے کہا کہ مسجد کا موجودہ انتظام کافی نہیں' لہٰذا مسجد کے لیے کوئی اسکیم ہونی چاہیے جس کے مطابق مسجد کی ضروری کارروائی عمل میں آتی رہے' متولیوں کے انکار پر اہل محلّہ نے عدالت میں چارہ جوئی کی اس میں اہل جماعت کامیاب ہوئے اور ہر جماعت کے مسلمانوں کو مسجد کے معاملے میں عمل دخل کا حق ملا' اس مقدمہ میں متولیوں کا پچیس ہزار سے بھی

زائد صرفہ ہوا جو مسجد کے فنڈ سے خرچ کیا گیا' پھر متولیوں نے اس مقدمہ کی اپیل کی جس کے اخراجات کے لیے اپنی جماعت میں چندہ کر کے کئی ہزار روپیہ جمع کیا جو متولیوں کے قبضہ میں رہا' ایک عرصہ کے بعد مقدمہ فیصل ہوا' اپیل کے جملہ اخراجات پورے ہو جانے کے بعد ایک معقول رقم پس انداز ہوگئی جو متولیوں کے قبضہ میں بطور امانت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو روپیہ مقدمہ میں خرچ ہوا اس کے ذمہ دار کون ہوں گے؟ اگر بعض اہل چندہ پس انداز رقم میں سے اپنے چندہ کی رقم کے موافق واپس لینا چاہیں تو شرعاً انہیں واپس لینے کا حق ہے یا نہیں؟ متولی اپنے اختیار سے چندہ دہندگان کی رائے کے خلاف صرف کرنا چاہیں تو یہ تصرف ان کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کا روپیہ جو اس مقدمہ میں خرچ ہوا اس کے ذمہ دار متولی ہیں' مسجد کی رقم پر اس کا بار نہیں پڑے گا' یہ اس صورت میں ہے کہ اہل جماعت کا مطالبہ واجبی ہو اور وہ اس مطالبہ میں حق بجانب ہوں۔

جو روپیہ کہ اپیل کے لیے باہمی چندہ سے جمع کیا گیا تھا اس میں سے جو کچھ بچا ہوا ہے وہ متولیوں کے ہاتھ میں امانت ہے اور چندہ دہندگان کی ملک ہے اور اس کو بقدر ان کے حصہ کے واپس کیا جائے گا' مثلاً دس ہزار روپیہ تھا' اس میں سے پانچ ہزار خرچ ہوگیا تو جس نے سو روپے چندہ میں دیئے تھے وہ پچاس روپے واپس لے سکتا ہے۔

متولیوں کو چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر اپنی رائے سے اس روپے کو کار خیر میں صرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نہ وہ اس روپے کے مالک ہیں اور نہ سوائے اخراجات اپیل کے کسی دوسرے کام میں صرف کرنے کے وکیل بنائے گئے ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۴۸)

امام کو مسجد کی آمدنی سے ایام رخصت کی تنخواہ دینا

سوال: کیا جائیداد اور مسجد کی آمدنی سے امام کو ایام رخصت کی تنخواہ دینا جائز ہے؟

جواب: اگر شروع ملازمت میں امام نے یہ طے کرلیا ہے کہ ایام رخصت کی تنخواہ بھی لوں گا یا مسجد کی انتظامیہ نے طے کر رکھا ہے تو بلا تکلف ایام رخصت کی تنخواہ لینا دینا جائز رہے گا اور اگر یہ سب باتیں نہ ہوں تو عرف عام میں جتنے دنوں کی رخصت میں تنخواہ دینے کا دستور ہے تو صرف اتنے ایام کی تنخواہ دینا درست رہے گا اور اس سے زیادہ اراکین مسجد کی صواب دید پر موقوف رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۰۲)

مسجد کے مکان کا مستحق امام ہے یا منتظم؟

سوال: مسجد کا ایک مکان خالی تھا اور مسجد کے متولی اس کو کرائے پر دینا چاہتے ہیں' بہت سے لوگ لینے کے خواہش مند ہیں' امام صاحب نے بھی خواہش ظاہر کی اور مسجد کے ایک منتظم نے بھی

مکان طلب کیا، لیکن منتظمہ نے ان کو کرائے پر دینے سے انکار کر دیا اور امام کو دینے کو تیار ہو گئے اس پر وہ منتظم امام کے خلاف ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ مکان کا زیادہ حق دار کون ہے؟ امام یا منتظم؟

جواب: چونکہ امام صاحب کا مکان نہیں ہے اور دوسرا مکان ملنا بھی اس زمانہ میں مشکل ہے اس لیے منتظم کے مقابلے میں امام زیادہ حاجت منداور زیادہ حق دار ہے، ویسے بھی منتظمہ اور مقتدیوں پر لازم ہے کہ امام صاحب اوران کے اہل وعیال کے لیے مکان کا انتظام کریں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۵، ج ۶)

مسجد میں ریح نکالنے والے کو امام بنانا

سوال: مسجد میں قصداً آواز سے حدث کرنا یعنی گوز مارنا، یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ اور ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں ریح خارج کرنا منع ہے، اگر یہ فعل مسجد سے باہر ہے تو خلاف مروت یقیناً ہے بلکہ زور سے ہوا نکالنا تو خارج مسجد بھی شرعاً منکر ہے اور کراہت تحریمیہ کو مستلزم ہے اور مسجد میں کرنا اشد کراہت کو لیے ہوئے ہے۔ پس یہ شخص اگر اس حرکت سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے تو وہ امام بنانے کے قابل نہیں اور علیحدہ کرنے میں فتنہ نہ ہو تو اس کو امامت سے الگ کر دینا چاہیے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۵۶)

رقم مسجد سے امام وغیرہ کی آمدورفت کا صرفہ دینا

سوال: کیا اوقاف کی آمدنی میں سے علاوہ تنخواہ کے ملازمین کو شہر سے باہر لانے لے جانے کے لیے اور اوقات نماز میں پہنچنے کی غرض سے موٹروں کا انتظام کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد کی آمدنی وافر ہو تو درست ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۸)

زمانہ جنگ میں امام مسجد کو محفوظ مقام پر پہنچانا

سوال: کیا منتظمین اوقاف و مساجد پر اس قسم کے خطرے کے زمانہ میں آئمہ مساجد ومؤذنین ودیگر ملازمین کو محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس معاملے میں کسی قسم کا امتیاز روا رکھنا ان لوگوں کی جان ومال کے استخفاف کو مستلزم ہے یا نہیں؟

جواب: متولیوں پر یہ فرض عائد ہوتا نہیں، البتہ مروت واخلاق کے طور پر وہ ایسا کریں تو بہتر ہے اور اس میں غیر مستطیع ملازم اس رعایت کے زیادہ مستحق ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۸)

امام مسجد کا زمانہ جنگ میں کمزور افراد کیساتھ شہر میں رہنا

سوال: اگر غیر مستطیع افراد شہر سے باہر نسبتاً محفوظ مقامات پر جانے کی قدرت نہ رکھنے کی وجہ سے

شہر میں رہنے پر مجبور ہوں تو ایسی حالت میں کیا آئمہ مساجد اور مؤذنین کا شہر ہی میں رہنا ضروری ہے؟

جواب: ضروری نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۳۲۸)

امام کو پیشگی تنخواہ دینا

سوال: امام مسجد اپنے اہل وعیال کے لیے مکان بنانا چاہتا ہے' کیا یہ درست ہے کہ منتظمہ پیشگی اسے یہ رقم دے دے اور تنخواہ سے ماہوار مثلاً دس روپے منہا کرتی رہے؟

جواب: عام عرف کے مطابق پیشگی تنخواہ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ ملازمت چھوڑنے کی صورت میں بقیہ رقم واپس لینے اور بصورت وفات ترکہ سے وصول کرنے کی قدرت ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۲۷)

مزار کے چندہ سے امام ومؤذن کی تنخواہ دینا

سوال: ایک مزار ہے اس کے احاطے میں ایک مسجد ہے' لوگ آتے جاتے مزار کے صندوق میں روپے ڈالتے ہیں' کسی کی کیا نیت ہے معلوم نہیں' کیا مسجد کے مؤذن اور امام کی تنخواہ اس صندوق کے روپے سے دینا درست ہے؟

جواب: ظاہر تو یہ ہے کہ یہ روپیہ مسجد ومزار کے تحفظ وضروریات کے لیے اس میں ڈالتے ہیں' پس یہ روپیہ دونوں ہی کی ضروریات میں صرف کرنا درست ہے بلکہ اگر وہاں ایک مکتب قائم کر دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے تاکہ مسجد بھی آباد رہے اور صاحب مزار کو بھی ثواب ملتا رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۳۲)

امام سے معاہدہ کی ایک صورت کا حکم

سوال: امام صاحب کو زر مسجد سے تنخواہ دی جاتی ہے اور امام چوتھائی اوقات میں تشریف نہیں لاتے' مہتمم نے طے کیا ہے کہ اگر امام ایک ماہ میں بیس وقت یا اس سے کم نہ آئے تو تنخواہ پوری دی جائے' اگر اس سے زائد غیر حاضری ہو تو وضع کیا جائے' کیا یہ معاہدہ جائز ہے؟ اکثر مقتدی اس طریقہ کو صحیح نہیں کہتے؟

جواب: اس طرح معاملہ بھی درست ہے' مقتدی غنیمت سمجھ کر اس پر رضا مند ہو جائیں' مہتمم صاحب سے درخواست کریں کہ وہ ان ہی غیر حاضری کا صحیح اندازہ رکھیں' مدرسہ کے ملازمین کے لیے حاضری کا رجسٹر ہوتا ہے جس سے صحیح علم ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۴۷)

امام کو معزول کرنے میں متولی اور نمازیوں کا اختلاف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کو عمرو نے عام شخص یا مثلاً کسی مخصوص ادارے

کے سربراہ زید (عالم دین) کو ایک محلے میں کسی سابقہ ذاتی یا موروثی استحقاق کے بسبب ابتداء امام مسجد مقرر کیا۔ حالانکہ یہ دونوں (امام اور ناصب امام) اس محلے کے نہیں باہر کے ہیں۔ اور عمرو بلکہ عمرو کا قائم مقام یا وارث صرف خود کو زید کی معزولی کا اس لئے واحد مستحق سمجھتا ہے کہ اس نے یا اس کے پیشروہی نے زید کو مقرر کیا تھا۔ مگر مسجد کے مستقل نمازی زید پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور اس کی امامت پر اس لئے بہت خوش ہیں کہ امام مذکور سے کوئی قصور شرعی نہیں ہوا۔ لہٰذا (۱) امام یا ناصب امام کا غیر مقامی ہونا امامت کے مسئلے میں کسی قسم کے فرق کا باعث بن سکتا ہے؟ (۲) صورت مذکور میں واقعی عمرو یا اس کا قائم مقام اور وارث زید کو بلا قصور شرعی معزول کر سکتا ہے اور مستقل نمازی اس میں قطعاً بے بس رہ جاتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب:۔ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ نصب امام کا حق بانی مسجد یا اہل محلہ کو ہے۔ پس مستقل نمازیوں نے اگر زید پر اعتماد کر لیا ہے اور اس کو امام مقرر کر دیا ہے تو زید امام ہو گیا۔ بشرطیکہ اور کوئی شرعی قصور زید میں نہ ہو۔ عمرو یا اس کے ورثہ جب بانی نہیں تو ان کو معزولی امام کا حق نہیں۔ امامت میں وراثت نہیں چلتی امام کا تقرر اکثر اہل محلہ کی رائے سے ہوتا ہے۔

قال فی الدرالمختار البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والموذن فی المختار الا اذاعین القوم اصلح ممن عینه البانی الخ و فی الشامیة (قوله البانی اولی) و کذا اولاده و عشیرته اولی من غیرهم (شامی) کتاب الوقف) و فی الاشباه ولدالبانی اولی من غیرهم اه سیجی فی الوقف ان القوم اذا عینوا موذنا او اماما و کان اصلح ممانصبه البانی فهو اولی ردالمحتار . باب الاذان) والخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم شامی باب الامامة فقط والله تعالیٰ اعلم.

(فتاویٰ مفتی محمود ج۱ ص۵۸۳)

امام یا مؤذن کو تنخواہ میں زمین دینا

سوال: مسجد کی زمین امام یا مؤذن کو تنخواہ میں دینا کیسا ہے؟ مثلاً پانچ بیگھہ زمین امام یا مؤذن کو دے دیا کہ آپ کو مسجد کی خدمت کے معاوضہ میں پانچ بیگھہ زمین دی' آپ اپنی ضروریات اس سے پوری کریں' خواہ اس زمین سے امام یا مؤذن کو کافی ہو یا نہیں؟

جواب: اس معاملہ پر امام یا مؤذن رضامند ہو جائیں اور مسجد کو نقصان نہ ہو تو یہ بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۲۰)

امامت کی اجرت میں صرف کھانا لینا

سوال: زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے اور اس کو صرف مسجد کی جانب سے کھانا دیا جاتا ہے تو یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اجرت میں صرف کھانا ہی دیا جاتا ہے تو یہ معاملہ فاسد ہے اور اگر اجرت میں کھانے کے علاوہ کوئی قلیل یا کثیر تنخواہ بھی ہو تو معاملہ درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١٣ ص ٣٩٤)

امام کو نماز جنازہ کیلئے سواری میں لیجانا

سوال: امام صاحب کمزور ہیں' قبرستان ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر ہے' جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے لوگ سواری میں بٹھا کر لے جاتے ہیں' متولی صاحب کا کہنا ہے کہ امام صاحب پیدل چل کر جائیں یا اپنی طرف سے رقم خرچ کر کے جائیں' متولی کا یہ کہنا کیسا ہے؟

جواب: متولی کا یہ کہنا اور اصرار کرنا بالکل غلط اور بے جا ہے' ضعیف کی معذوری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١٥ ص ١٧٠) ''خاص کر امام کا زیادہ اکرام واحترام چاہیے'' (م'ع)

مسجد میں آئی ہوئی چیز کس کا حق ہے؟

سوال: جو چڑھاوا مسجد میں آتا ہے وہ کس کا حق ہے؟

جواب: مسجد میں کھانے پینے کی جو چیزیں دی جاتی ہیں وہ امام و مؤذن کے لیے دی جاتی ہیں' ان کا ہی حق ہے اگر مسجد کے لیے کوئی چیز دی جائے' مثلاً صف' لوٹا' جائے نماز وغیرہ تو وہ مسجد کی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١٥ ص ١٧٦)

امام کا صف اول پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا

سوال: مسجد میں تین صفوں کا صحن ہے اور امام کے پاس محراب تک پنکھے کی ہوا نہیں پہنچتی تو کیا امام صف اول پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے؟

جواب: اگر مقتدیوں کو تنگی نہ ہو' سب مسجد میں سما جائیں تو بجائے محراب کے صف اول میں محراب کی سیدھ میں کھڑا ہو جائے' تب بھی مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١٥ ص ٢٢٣)

مسجد کے بوڑھے خادم کو مراعات دینا

سوال: مسجد کا ایک قدیم ملازم ہے جو کام کرتے کرتے بوڑھا ہو گیا ہے' تھوڑا تھوڑا کام کرتا

رہتا ہے تو اس کو پوری تنخواہ مسجد سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اس کی طاقت کے موافق کام بھی تجویز کر دیا جائے' اتنی مراعات کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۲۹)

اذان کے بعد تنہا نماز پڑھ کر مسجد سے نکلنا

سوال: کسی شخص کو اگر جلدی ہو' مثلاً سفر در پیش ہو' یا کوئی اور ضروری کام تو اذان کے بعد مسجد میں نماز پڑھ کر جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر جماعت کے انتظار میں معتد بہ حرج ہو تو ترک جماعت جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۰)

مسجد کی جائے نماز کا محافظ مؤذن ہے

سوال: مسجد کا مصلیٰ و دیگر جائے نماز امام کی ذمہ داری میں رہنا چاہیے یا کسی اور کی؟ یہاں پر لوگ اپنے مکانات میں رکھتے ہیں' مسجد میں نہیں لاتے جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے' مسجد کی جائے نماز شادی کی تقریبات' بستر وغیرہ استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اس کی حفاظت کے لیے ملازم رکھا جائے' مثلاً مؤذن اذان بھی کہے' مسجد کی صفائی اور حفاظت بھی کرے' اس کی نگرانی میں سامان جائے نماز وغیرہ بھی رہے کہ مسجد کی چیز صحیح جگہ پر خرچ ہو اور نمازیوں کو بھی تکلیف نہ ہو' مسجد کی جائے نماز شادی وغیرہ میں استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۹۴)

مؤذن نہ ہو تو کیا پھر بھی مسجد محلّہ کی شمار ہوگی؟

سوال: یہاں ایک مسجد محلّہ کے باہر' مگر پوری ذمہ داری اہل محلّہ پر ہے وہاں پنجگانہ' جمعہ' تراویح وغیرہ ہوتی ہے' اس میں مؤذن متعین نہیں ہے' وقت ہونے پر کوئی بھی اذان دیتا ہے تو کیا مؤذن کی تعیین کے بغیر یہ مسجد ''مسجد محلّہ'' شمار ہوگی؟ یا شارع عام کی؟ اگر محلّہ کی مسجد ہے تو جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مؤذن مقرر نہیں ہے' مگر وقت مقررہ پر اذان ہو جاتی ہے اور پانچوں وقت جماعت وقت پر ہوتی ہے تو یہ ''مسجد محلّہ'' کے حکم میں ہے اور سب احکام مسجد محلّہ کے جاری ہوں گے اور جماعت ثانیہ مکروہ ہوگی۔ خارج مسجد یا کسی کے مکان میں دوسری جماعت ہو سکتی ہے مگر بلا وجہ شرعی اس کی عادت کر لینا مکروہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۹۶)

مسجد اور متعلقات مسجد

مسجد کی رقم سے تجارت کرنا

سوال: لوگ محلے کی مسجد میں خرچ کے لیے پیسے دیا کرتے ہیں' تو ان پیسوں کو مسجد کے مال میں زیادتی پیدا کرنے کے لیے تجارت میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: چندہ دہندگان کی اجازت سے درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۲۶ ج ۲)

مسجد کی آمدن سے مسجد کی اشیاء خریدنا

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ مسجد کی عام آمدن سے مسجد کے لیے چٹائی لوٹا وغیرہ خرید کرنا جائز نہیں ہے اور حوالہ دیتے ہیں کہ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نفع المفتی میں ایسا ہی لکھا ہے' کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟

جواب: اگر چندہ دینے والوں کا یہ اِذن صراحتاً یا دلالتاً ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز' نفع المفتی میں تلاش کرنے سے یہ مسئلہ نہیں ملا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۴)

اسباب مسجد کا بیچنا

سوال: متولی مسجد کی کوئی شئی کسی وجہ سے فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: یہ شئی جس کو بیچنا چاہتے ہیں اگر فرش و جائے نماز وغیرہ ہے یعنی ایسی چیز ہے جو مسجد کی عمارت میں متصل نہیں اور منقول ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس نے یہ شئی مسجد میں دی ہے وہ اس کو بیچ سکتا ہے اگر وہ نہ ہو تو اس کا وارث اور جب وہ بھی نہ ہو تو قاضی کی اجازت سے یا اکثر مسلمانوں کے اتفاق سے بیع جائز ہے اور اگر وہ شئی ایسی ہے جو مسجد کے اندر بطور جزو کے لگ چکی تھی پھر جدا ہوگئی جیسے کڑی' تختہ وغیرہ' یا انہدام کے بعد اینٹیں تو قاضی یعنی حاکم اسلام کی اجازت سے' اور اگر وہ نہ ہو تو اکثر اہل اسلام کے اتفاق سے اس کی بیع جائز ہے اور اگر وہ شئی غیر منقول جائیداد کی قسم سے ہے جو مسجد کے لیے وقف ہے تو اس کا بیچنا کسی طرح جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۱۷)

مسجد کے نل سے مسجد کے غسل خانے میں نہانا

سوال: مسجد کا نل ہے' اس کے پانی سے غسل خانے میں غسل کرنا یا کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غسل خانہ اگر حدود مسجد میں ہے تو عام لوگوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں'

صرف امام، مؤذن اور خدمت مسجد سے متعلقہ افراد ہی اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

اور اگر ضروریات مسجد کے لیے وقف تام ہونے سے پہلے رفاہ عام کے لیے لگایا گیا ہے تو ہر انسان کو پانی لے جانے کی اجازت ہے بشرطیکہ مسجد کی تلویث نہ ہو اور اس سے نمازیوں کو تشویش و ایذا نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۷)

مسجد کے قرآن کو بدلنا

سوال: ہماری مسجد میں ایک ترجمہ والا قرآن شریف ہے مجھے اس کی ضرورت ہے، میں اس جگہ ایک معرا (بلا ترجمہ والا) رکھ دوں اور وہ قرآن اپنے گھر لے جاؤں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے وقف قرآن سے بدلنا جائز نہیں، مسجد میں بیٹھ کر استفادہ کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۴۴۹)

مسجد کے چندہ کو بدلنا

سوال: مسجد کے چندہ سے اگر کوئی ریزگاری لے لے اور نوٹ دے دے تو یہ لین دین مسجد کے اندر یا باہر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد سے باہر جائز ہے، اندر جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۹)

مسجد کی الماری میں اپنا سامان رکھنا

سوال: ایک مولوی صاحب مسجد میں بچوں کو پڑھاتے ہیں اور ان کے پاس اپنا مکان بھی ہے، اس کے باوجود مسجد کی الماری میں جو عین عبادت گاہ میں ہے، تجارتی کتابیں رکھتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد میں الماری اس لیے بنائی جاتی ہے کہ اس میں مسجد کی چیزیں رکھی جائیں کسی اور کو اس میں اپنا سامان رکھنے کی اجازت نہیں، فوراً خالی کر دی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۴۱۱)

مسجد کی کتاب کو باہر نکالنا

سوال: ایک شخص مسجد میں رکھی ہوئی کتاب مضمون سنانے کے لیے گھر اٹھا کر لے گیا اور سنانے کے بعد پھر پہنچا دی، اس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کتاب مسجد پر وقف ہے تو اس کا کسی دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں، مسجد کی حدود میں ہی اس سے انتفاع کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۵۰)

مسجد کے قرآن طلبہ کو دینا

سوال: آج کل مساجد میں لوگ عموماً بلا اجازت قرآن مجید اتنی کثرت سے رکھ جاتے ہیں

کہ قرآن مجید کے ڈھیر لگ جاتے ہیں جو یوں ہی مدتوں رکھے رہتے ہیں' انہیں نہ کوئی اٹھاتا ہے نہ تلاوت کرتا ہے' بالآخر بوسیدہ ہونے کے بعد ان کو دفن کرنا پڑتا ہے' اگر یہ قرآن مجید ان نادار بچوں کو دے دیئے جائیں جو مکتب یا مدرسہ میں پڑھتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی کی ملک میں دینا جائز نہیں نہ ہی مدرسہ میں دیئے جاسکتے ہیں' البتہ بحالت استغنا دوسری قریب مسجد کی طرف منتقل کرنے کی اجازت ہے' اگر مسجد سے باہر یہ تختی لگادی جائے کہ "یہاں قرآن مجید بلا اجازت رکھنا ممنوع ہے' کوئی رکھے گا تو کسی مدرسہ میں یا کسی مسکین کو دے دیا جائے گا" پھر بھی کوئی رکھ جائے تو منتظم کو مدرسہ میں یا کسی مسکین کو دینے کا اختیار ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۶۵۵)

مسجد کو تالا لگانا

سوال: (۱) مسجد کو غیر اوقات نماز میں تالا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر دو فریقوں (مثلاً دیوبندی و بریلوی) کا جھگڑا ہو جائے تو اس خوف سے کہ جھگڑا مزید نہ بڑھے' حکومت یا انتظامیہ کا مسجد کو مقفل کر دینا جائز ہے؟

جواب: (۱) اصل حکم تو یہ ہے کہ مسجد کو چوبیس گھنٹے کھلا رکھا جائے تاکہ کوئی مسلمان کسی بھی وقت عبادت کے لیے آئے تو اسے دشواری نہ ہو مگر آج کل کھلا رکھنے میں کئی مفاسد ہیں۔ مثلاً

۱۔ مسجد کا سامان چوری ہو جاتا ہے۔

۲۔ لوگ مسجد کا پانی بھر کرلے جاتے ہیں۔

۳۔ کبھی بے کار لوگ مسجد میں لیٹ جاتے ہیں اور پنکھے چلا کر کئی کئی گھنٹے پڑے رہتے ہیں۔

۴۔ کبھی لوگ فارغ بیٹھ کر دنیوی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔

ان مفاسد کا سدباب اسکے بغیر ممکن نہیں کہ نمازوں کے سوا بقیہ اوقات میں مسجد کو بند رکھا جائے۔

(۲) بحالت مجبوری یہ اقدام جائز ہے مگر ان حالات میں پورے محلہ کا فرض ہے کہ حالات کو معمول پر لا کر مسجد کو کھلوانے کی کوشش کریں' مسجد کا اس طرح ویران پڑا رہنا پوری آبادی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۶ ص ۴۶۸)

محلہ والوں کا مسجد کی ٹینکی سے پانی بھرنا

سوال: ہماری مسجد میں چند اہل خیر نے بجلی کی مشین لگوائی ہے' اس سے مسجد کی ٹینکی بھری جاتی ہے اور مشین کا بجلی بل مسجد کی آمدنی سے ادا کیا جاتا ہے' محلہ والے مسجد کی اس ٹینکی سے اپنے

گھروں کے لیے پانی بھر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ٹینکی کا پانی مسجد کے لیے مخصوص ہے' محلّہ والوں کو پانی بھرنے کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے' باعث نزاع بھی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص۹۰)

مسجد کی صف اور چٹائی کو ٹھوکر مارنا

سوال: مسجد کی چٹائی ٹھوکروں سے کھولتے ہیں اور لپیٹتے ہیں' یہ بے ادبی میں شامل ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی چٹائی جس پر نماز ادا کی جاتی ہے ہاتھ سے کھولنی چاہیے' پیروں سے ٹھوکر مار کر کھولنا اور بچھانا بے ادبی ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں مسجد کے کوڑے کرکٹ کو ناپاک اور بے ادبی کی جگہ نہ ڈالے کیونکہ وہ قابل تعظیم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۱ ص۱۶۵)

کمرے میں جانے کے لیے مسجد کی چھت کو راستہ بنانا

سوال: مسجد کی دیوار کے متصل کمرہ ہے' کمرہ مسجد کا ہے' اس میں جانے کے لیے مستقل راستہ نہیں ہے' مسجد کی چھت پر سے گزرنا پڑتا ہے ایسے کمرے میں مدرسہ کے مدرس کا قیام کرنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کا کمرہ مسجد کے خادم استعمال کر سکتے ہیں' دوسرے لوگ استعمال نہیں کر سکتے' ہاں اگر مسجد کے متعلق مدرسہ ہو تو پھر مدرسین بھی استعمال کر سکتے ہیں جبکہ مسجد کے خدام کو اس کی ضرورت نہ ہو اور خالی پڑا ہو' مسجد کے اوپر بلا عذر شرعی چڑھنا ممنوع اور مکروہ ہے۔ لہٰذا کمرہ میں جانے کے لیے دوسرا راستہ بنانا چاہیے۔ جب تک دوسرا انتظام نہ ہو یہاں سے جانے کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص۹۲)

مسجد کے احاطے کے کمرے کرائے پر دینا

سوال: ہمارے یہاں شاہی مسجد کے احاطے میں کچھ کمرے ہیں' ان کمروں میں زنانہ سکول تھا' اب وہ خالی پڑے ہیں' وہ جگہ مسلمان کرائے پر طلب کرتے ہیں' مسجد کے احترام کی ضمانت دیتے ہیں تو اس شرط پر ان کو یہ کمرے کرائے پر دینا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کے حجرے عموماً امام اور خدام مسجد کے لیے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو اسی کام میں لیا جائے کرائے پر نہیں دے سکتے۔ اگر زائد کمرے ہوں تو تعلیم کے کام میں لیے جائیں' ہاں اگر بانی اور واقف نے کرائے کے لیے اور مسجد کی آمدنی کے لیے بنائے ہوں تو کرائے پر دے سکتے ہیں' بشرطیکہ مسجد کو ضرورت نہ ہو اور اس سے مسجد کی بے حرمتی نہ ہو اور نمازیوں کو حرج و تشویش نہ ہو اور کرائے دار کے لیے آمد و رفت کا راستہ الگ ہو ورنہ کرائے پر نہیں دے سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص۹۸)

مسجد کے پانی کے استعمال کی بعض صورتوں کا حکم

سوال: مساجد میں نمازیوں کے پینے کا پانی رکھا جاتا ہے اب اگر کوئی شخص خارج مسجد بیٹھا ہو تو وہ مسجد کے اندر سے پانی منگا کر پی سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پانی رکھوانے والا صرف نمازیوں کے لیے پانی رکھواتا ہے تو سوائے نمازیوں کے اور کوئی شخص یہ پانی نہیں پی سکے گا۔

سوال: حمام میں وضو کے لیے پانی بھرا جاتا ہے تو اس پانی سے غسل کر بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ کنواں موجود ہے اور یہ لوگ نمازی بھی نہیں ایسے شخص اور دوسرے پابند صوم صلوٰۃ دونوں کا حکم یکساں ہے یا نہیں؟

جواب: جو پانی صرف وضو کے لیے بھرا جاتا ہے اس کو غسل میں خرچ نہ کرنا چاہیے۔

(کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۱۳)

مسجد کی رقم سے پڑوسی کی دیوار کرانا

سوال: مسجد کے برابر میں ایک شخص کا مکان ہے مسجد پر چڑھنے سے اس کے مکان کی بے پردگی ہوتی ہے کیا مسجد کی رقم سے اس کا پردہ کرایا جا سکتا ہے وہ دیوار مالک مکان کی ہے؟

جواب: مسجد کی رقم سے دوسرے کی دیوار پر بغرض پردہ دیوار تعمیر کرنا ناجائز ہے ہاں مسجد کی دیوار پر تعمیر کر دی جائے تو جائز ہے اور اگر مسجد کی دیوار پر پردہ قائم کرنے کی صورت نہ ہو سکتی ہو تو اہل مسجد مالک مکان کی اپنے پاس سے اتنی اعانت کر دیں کہ وہ اپنی دیوار پر پردہ قائم کر سکے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۲۷)

مسجد کی آمدنی حافظ کو انعام میں دینا

سوال: ختم تراویح اور شبینہ کے موقع پر اسی آمدنی سے حفاظ کو انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں حالانکہ وقف کنندگان میں سے کسی کی تحریر میں ان مدات میں خرچ کا کوئی اشارہ نہیں ہے؟

جواب: تراویح میں قرآن کریم سنانے والوں کو روپیہ دینا درست نہیں ہاں اگر وہ ہمیشہ کا امام بھی ہو اور اس کو رمضان المبارک میں اصل تنخواہ سے زائد کچھ دیا جائے تو اسی مسجد کے اوقاف سے دینے کی اجازت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۷۹)

مساجد کا روپیہ حکومت کو دینا

سوال: کیا مساجد کا روپیہ حکومت کو ہنگامی حالت میں دینا جائز ہے؟

جواب: مساجد کا روپیہ وقف کا روپیہ جو کہ امانت ہے متولی کو مسجد کے علاوہ کسی جگہ بھی خرچ

کرنے کی اجازت نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱۸ص ۱۸۸)

مسجد کی رقم سے وضو کا پانی گرم کرنا

سوال: جو روپیہ مسجد میں جمع ہو اس سے پانی گرم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو روپیہ مسجد کی مصالح کے لیے جمع ہو اس روپیہ سے نمازیوں کے لیے سردی کے زمانے میں پانی گرم کرنا درست ہے تاکہ وہ باآسانی وضو کرلیا کریں۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱۸ص ۱۹۰)

مسجد کے روپے کسی غریب کو دینا

سوال: جن مساجد کے پاس کافی روپیہ جمع ہے وہ غرباء کو قرض دے کر ان کی حالت سدھار سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اس کی اجازت نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱۸ص ۱۷۳)

غسل خانوں کے منتقل کرنے میں مسجد کی رقم لگانا

سوال: مسجد کے احاطہ میں غسل خانے، استنجا گاہیں اور ایک سبیل لگی ہوئی ہے، مسجد کی کمیٹی کی رائے ہے کہ استنجا گاہوں کو واٹر مشین لگا کر وسیع کیا جائے کیونکہ مسجد کے نام وقف کافی ہے، اس لیے قوم نے اس گیرج کو غسل خانے میں تبدیل کر دیا، کچھ لوگوں نے کہا کہ مسجد کے باہر مسجد کی آمدنی استعمال نہیں کی جا سکتی، جواب دیا گیا کہ ہم یہ کام مسجد کی پاکیزگی اور صفائی کے لیے کر رہے ہیں تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد کی پاکیزگی اور نماز باجماعت میں سہولت پیدا کرنے کے لیے غسل خانوں کو باہر منتقل کر دینا درست ہے جس طرح قدیم غسل خانوں پر مسجد کا روپیہ خرچ ہوا ہے اگر اسی طرح ان غسل خانوں پر مسجد کا روپیہ خرچ ہو تو کیا اشکال ہے؟ اگر اشکال ہے تو کوئی بڑی بات نہیں، اس کے لیے مستقلاً چندہ کرلیا جائے۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱۸ص ۱۹۱)

مسجد کا ہیٹر استعمال کرنا

سوال: بجلی کا ہیٹر نمازی یا منتظم مسجد استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا تلاوت کے وقت استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب: منتظمین یا عام نمازی جس وقت عام ضرورت کے وقت استعمال کریں تو درست ہے، خاص کر آدمی اپنی تلاوت کے لیے استعمال نہ کرے۔(فتاویٰ محمودیہ ج۱۸ص ۲۰۱)

مسجد کا مصلیٰ، لوٹا باہر لیجا کر استعمال کرنا

سوال: مسجد کا لوٹا، مصلیٰ وغیرہ مسجد کے باہر لے جا کر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مسجد کا لوٹا مسجد کے باہر نہ لے جائیں جبکہ احاطہ مسجد میں ضرورت پوری ہونے کا انتظام ہے، مسجد کا مصلیٰ بھی خارج مسجد استعمال نہ کریں، خاص کر بیٹھ کر باتیں کرنے کے لیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۲۰۱)

مسجد کی آمدنی کی کوئی حد متعین نہیں ہے

سوال: مسجد کی آمدنی کس حد تک بڑھائی جاسکتی ہے، کیا اس کا کوئی نشانہ مقرر ہے؟

جواب: مسجد کو مرمت کی ضرورت ہوتی ہے، کبھی تجدید مسجد کی نوبت آتی ہے، اس لیے جس قدر زیادہ آمدنی ہو بہتر ہے، امام اور مؤذن اور مسجد کی صفائی کے لیے جو خادم ہوں ان سب کو معقول تنخواہ دی جاسکتی ہے کہ اس زمانے کی قاتل گرانی میں اطمینان سے گزر ہو سکے۔

بہر حال جس کام میں مسجد کا مفاد زیادہ ہو اس پر اہل محلّہ کے ذمہ داران کے مشورے اور اتفاق سے کام کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ص ۱۲۳)

مسجد کی زمین کرائے پر دینے کا طریقہ

سوال: مسجد کی ایک زمین ہے، جماعت والے اسے ماہانہ دو سو روپے کرائے پر مانگ رہے ہیں اور دوسرے لوگ تین سو روپے ماہانہ دینے کے لیے تیار ہیں تو کس کو کرائے پر دی جائے؟

جواب: مسجد کی زمین کرائے پر دینا ہے تو اس کی خوب تشہیر کی جائے اور مساجد میں اعلان لگا دیا جائے "فلاں زمین جو فلاں جگہ واقع ہے، فلاں مسجد اس کی مالک ہے، اس کو کرائے پر دینا ہے" پھر جو زیادہ کرایہ دے اس کو دی جائے۔ (بشرطیکہ زمین خطرہ میں نہ پڑے) مسلمانوں کو چاہیے کہ بڑھ چڑھ کر کرایہ کا معاملہ کریں کہ مسجد کو فائدہ پہنچانا ہے جو اجر و ثواب کا باعث ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ص ۱۲۳)

وضو خانے کے پاس پیشاب خانے بنانا

سوال: مسجد میں وضو خانے کے پاس پیشاب خانہ بنانا چاہیے یا نہیں؟

جواب: یہ نمازیوں کی ضرورت کے لیے ہے، اگر کچھ دور ہو تو ٹھیک ہے تا کہ مسجد میں بدبو نہ آئے اور وضو کرنے والوں کو اذیت نہ ہو اور ضرورت بھی پوری ہوتی رہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۲۴۵)

صحن مسجد کے نیچے کو نالی بنانا

سوال: مسجد کے برآمدہ سے متصل وضو کرنے کی نالی ہے اور وہ نالی صحن مسجد کے نیچے کو ہوتی

ہوئی باہر چلی جاتی ہے تو وضو کا پانی مسجد کے صحن کے نیچے ہوکر گزرتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: نالی مذکور کو وہاں سے منتقل کر دیا جائے کہ مسجد کے اوپر سے نیچے تک ایک ہی حکم رکھتی ہے اور وضو کا پانی مسجد میں سے بہنا عظمت و احترام مسجد کے خلاف ہے اگرچہ نماز میں کراہت نہیں آتی۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مسجد کے کنویں میں بیت الخلاء بنانا

سوال: مسجد کا ایک کنواں جو مسجد سے باہر ہے اور تقریباً تیس سال سے بند ہے اور خشک ہے لوگ اس میں قاعدے پارے ہڈی اوجھڑی وغیرہ ڈالتے ہیں لوگوں کا مشورہ یہ ہے کہ اس کی تیس فٹ گہرائی کا دس فٹ بھراؤ کر کے اس کے اوپر لینٹر ڈال کر اس کا بیت الخلاء کا گڑھا بنا دیا جائے اور پانی کی سپلائی باہر کی جائے آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جب کہ کنواں حدود مسجد سے باہر ہے اور مستعمل نہیں ہے بلکہ گندی چیزیں ڈالنے سے پٹ گیا ہے تو بلاشبہ بیت الخلاء کا گڑھا بنانا جائز ہے۔

(نوٹ): ایسے گندے کنویں میں قاعدے پارے کے اوراق ڈالنا بے ادبی ہے کسی غیر آباد جگہ دفن کر دینا چاہیے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ضامن سے مسجد کی غلہ کی قیمت وصول کرنا

سوال: مسجد کا غلہ کسی ایک آدمی نے فروخت کر دیا اور پیسوں کا ذمہ دار ہو گیا کہ پیسے آ جائیں گے لیکن خریدار نے پیسے نہیں دیئے تو فروخت کرنے والے سے پیسے وصول کرنے چاہئیں یا نہیں؟

جواب: فروخت کرنے والا مسجد کو قیمت دے اور خریدار سے وصول کرے یا معاف کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۴۲)

دوسرے کا مکان مسجد کو دینا

سوال: میرے ایک عزیز کا مکان تھا جو پاکستان چلے گئے تھے میں اس کی دیکھ بھال کرتا تھا میں نے اس کو مسجد میں دے دیا اب مجھے اس کی ضرورت ہے مسجد والے منع کرتے ہیں میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ مسجد کو کچھ پیسے دے دوں مگر وہ نہیں مانتے تو وہ میرا حق ہے یا نہیں؟

جواب: جب کہ آپ اس مکان کے مالک نہیں بلکہ اس کی دیکھ بھال کے فقط ذمہ دار ہیں تو آپ کو یہ بھی حق نہیں کہ اس کو مسجد میں دے دیں یا اس کے ہاتھ فروخت کر دیں اپنے ذاتی پیسے

سے مسجد کی جس قدر خدمت و اعانت کریں' سب موجب اجر وثواب ہے' البتہ مالک مکان کی اجازت سے آپ کو صرف استعمال کرنے کا حق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۲۸)

مسجد کی نالی بنانے کا طریقہ

سوال: مسجد میں دو غسل خانے ہیں' جن کا پانی شروع ہی سے باہر جاتا تھا' متولی نے پانی کو مسجد ہی کی طرف کھولدیا ہے اور اس کی لاگت بھی مسجد ہی کے خزانے سے ادا کی ہے' وجہ یہ ہوئی کہ سڑک پر کیچڑ رہتا تھا' اس بارے میں فتویٰ کیا ہے؟

جواب: مسجد کے غسل خانوں کا پانی اس طرح پر نکالنا کہ وہاں کیچڑ ہو جائے اور چلنے والوں کو تکلیف ہو' نہیں چاہیے اگر اندرون احاطہ پانی کی جگہ ہے جس کے ذریعے راستہ محفوظ رہ سکے تو راستے کو بچانا چاہیے' مسجد کے متولی نے ٹھیک کیا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۱۵)

مسجد میں ادھار لگائی ہوئی اینٹوں کی واپسی کی صورت

سوال: مسجد کے کچھ آدمیوں نے ایک شخص سے اینٹیں ادھار لے کر مسجد میں لگا دیں' اب مسجد والے اینٹ واپس نہیں کرتے' اینٹوں والا بہت غریب ہے' حکم شرعی سے مطلع فرمائیں؟

جواب: اس سے وہ اینٹیں مسجد والوں نے خرید کر لگائی ہیں تو وہ مسجد کو توڑ کر اینٹیں لینے کا حق دار نہیں رہا' البتہ قیمت کا حق دار ضرور ہے' اگر قیمت میں روپیہ مقرر کیا گیا تھا تو اس کو روپیہ دیا جائے' اگر قیمت میں اینٹیں ہی تجویز کی گئی تھیں یعنی ادھار لی تھیں تو اس قسم کی اینٹیں منگا کر اس کو دی جائیں یا اس کی قیمت دی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۲۴)

مسجد کے نیچے تہ خانہ اور اوپر ہال بنانا

سوال: ایک مسجد از سر نو تعمیر کی گئی اور کمیٹی نے طے کیا کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ اور اوپر وسیع ہال بنایا جائے' تہ خانے کو جماعت کے لیے اور مسجد کی بالائی منزل کو مدرسہ کے لیے اور تقریبات' شادی بیاہ' عقیقہ وغیرہ مواقع پر لوگوں کو کھانا کھلانا اور باراتیوں کو ٹھہرانے کے لیے اور دیگر کاموں کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

محلے میں جماعت خانے یا تقریبات منانے کے لیے کوئی اور جگہ نہیں ہے اور نہ مستقبل میں کوئی ایسی جگہ میسر آ سکتی ہے' ایسی مجبوری کی حالت میں مسجد کے تہ خانے اور بالائی منزل کو کرائے پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جس جگہ کو مسجد بنایا جائے وہ نیچے اوپر مسجد ہی ہوتی ہے وہاں کوئی ایسا کام جو احترام مسجد کے خلاف ہو ممنوع ہے مسجد کے بالائی حصے یا تحتانی حصے کسی جگہ سے بھی حق العبد متعلق نہیں ہونا چاہیے ہاں تقریبات کے لیے بنانے کا مطلب یہ ہے کہ تمام اہل تقریبات کو اس کے استعمال کا حق ہو اور اس میں وہ کام بھی ہوں جن سے مسجد کو بچانا لازم ہے اس لیے اس کی اجازت نہیں' تہ خانہ مسجد کا سامان' چٹائی وغیرہ رکھنے کے لیے ہو تو حرج نہیں' یہ احترام مسجد کے خلاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۲۴۷)

مسجد کا ڈھیلا اپنے گھر لے جانا

سوال: بہت سے آدمی مسجد کے چراغ میں سے ہاتھ پاؤں میں تیل لگاتے ہیں اور بہت سے آدمی مسجد کے اندر سے ڈھیلے لے جا کر گھر پر رکھ لیتے ہیں' ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ان دونوں باتوں کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ اص ۱۶۴)

مسجد کی دیوار پر بیٹھ کر وضو کرنا

سوال: مسجد کے صحن کی دیوار کے اوپر کے حصے کو صدر مدرس نے توڑ کر چوکور بنوایا اور اس پر بیٹھ کر وضو خود بناتے ہیں اور دیگر لوگ بھی اس پر وضو کرتے ہیں' کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: فی نفسہ وہاں وضو درست ہے جبکہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرتا ہو لیکن صدر مدرس کو مسجد کی دیواریں از خود متولی اور مصلیوں سے مشورہ کیے بغیر اس تصرف کا حق نہ تھا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ اص ۱۵۵)

مسجد کے کسی حصہ کو اپنے لیے مخصوص کر لینا

سوال: مسجد کے کسی حصے سے اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے کسی حصے کو اپنے ذاتی فائدے کے لیے مخصوص کر لینا جائز نہیں' حتیٰ کہ نماز کے لیے بھی اپنی جگہ مخصوص کرنے کا حق نہیں کہ وہاں کسی کو کھڑا ہونے اور نماز پڑھنے سے روکے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ اص ۱۶۵)

مسجد کی کتاب کو مکان پر رکھ کر مطالعہ کرنا

سوال: امام صاحب نے لوگوں کی اصلاح کے لیے چندہ کر کے ترجمہ شیخ الہند اور تفسیر حقانی رکھی' امام صاحب مذکورہ کتابیں اپنے مکان میں رکھ کر مطالعہ کر کے لوگوں کو سناتا ہے جس سے مسلمانوں کی کافی اصلاح ہوتی جارہی ہے' کیا یہ کتابیں امام اپنے مکان میں رکھ سکتا ہے؟

جواب: چندہ دینے والوں کو اطلاع کر دے کہ میں نے آپ کے دیے ہوئے پیسوں سے

کتابیں خریدی ہیں ان کو مکان پر رکھ کر مطالعہ کرتا ہوں ان کو اعتراض نہ ہو تو بس کافی ہے اگر ان لوگوں نے امام کو پیسوں کا مالک بنا دیا تھا تو پھر کسی قسم کا بھی اعتراض نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۱۹۸)

مسجد کے پودے کا پھل توڑنا

سوال: مسجد میں اگر خوشبودار پھول کا پیڑ لگایا جائے تو اس کا پھول توڑنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پھول کا درخت مسجد میں لگایا جائے تا کہ نمازیوں کو اس سے راحت پہنچے تو اس کا پھول توڑ کر باہر نہ لے جائیں وہیں لگا رہنے دیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۰۴) ''تا کہ مقصود حاصل ہوتا رہے'' (م ع)

مسجد کی لکڑی کو پانی گرم کرنے میں استعمال کرنا

سوال: مسجد کی چھت سے اتری ہوئی لکڑی وغیرہ سے مسجد کے نمازیوں کے لیے پانی گرم کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر وہ سامان بے کار ہے لکڑی وغیرہ تو مسجد کی ضرورت کے لیے اس سے پانی گرم کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۰۴)

ناک صاف کر کے مسجد سے ہاتھ پونچھنا

سوال: ناک چھینک کر مسجد کی دیوار سے انگلی پونچھنا کیسا ہے؟

جواب: خلاف تہذیب ہے اور دوسروں کے لیے باعث اذیت اور مسجد سے بے اعتنائی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۰۶) ''اس لیے منع ہے'' (م ع)

مسجد کی سیڑھی وغیرہ اپنے گھر لیجا کر استعمال کرنا

سوال: متولی مسجد کی اجازت سے کوئی شخص مسجد کی سیڑھی تپائی گھر لے جا کر استعمال کرے یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو چیز مسجد کے پیسے سے خریدی گئی اور دوسرے لوگ اپنی ضرورت کے لیے مسجد سے مانگتے ہیں تو ان کو عام طور پر وہ چیز نہ دی جائے ہاں اگر مسجد کی مصالح کا تقاضا ہے تو دے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۰۶) ''کچھ کرایہ مقرر کر لیا جائے'' (م ع)

مسجد کی دیوار سے ملا کر مکان بنانا

سوال: مسجد سے متصل کسی شخص کی زمین ہے وہ اپنی زمین میں عمارت بنوانا چاہتا ہے جو کہ

مسجد کی دیوار ہی سے شروع کرتا ہے' اگر چہ وہ زمین اسی کی ملکیت ہے لیکن قانون حکومت کے اعتبار سے اس کو کم از کم تین فٹ جگہ چھوڑ کر عمارت بنانا چاہیے' قانون کے لحاظ سے تو اس کو نوٹس دے کر روکا جا سکتا ہے کیونکہ اگر شخص دیوار سے ملا کر شروع کرتا ہے تو مسجد کو نقصان پہنچے گا اور پرنالے' روشن دان وغیرہ بند ہو جائیں گے تو کیا ایسی حالت میں قانون کے ہوتے ہوئے مطابق شرع بھی اس کو نوٹس دے کر روکا جا سکتا ہے؟ خواہ وہ راضی بھی نہ ہو؟

جواب: مسجد کی چھت کا پانی گرنے کے لیے جگہ کا چھوڑنا حق مسجد ہے' لہٰذا تحفظ مسجد کے لیے بھی اس کو روکنے کی ضرورت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۰۷)

مسجد کی چھت پر سے چڑیا کا شکار کرنا

سوال: مسجد کی چھت پر بیٹھ کر بندوق سے چڑیا مارنا یا کسی ایسے درخت سے جس سے گر کر مسجد میں آئے' شکار کھیلنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کی چھت پر شکار کے لیے چڑھنا منع ہے اور اس طرح شکار کھیلنا کہ جانور مسجد میں گرے اور مسجد ملوث ہو یہ بھی منع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۵۴)

مسجد کے وضوخانے وغیرہ کی چھت کا حکم

سوال: مسجد کے ایک طرف استنجا خانے اور دوسری طرف وضو خانہ ہے اور ان کے اوپر کمرے ہیں اور کمروں کے اوپر چھت ہے اور یہ چھت مسجد کے قانونی حصے سے بالکل ملی ہوئی ہے تو اب یہ چھت مسجد کے اندر داخل ہوگی یا نہیں؟ اس چھت کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ داخل مسجد ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ خارج ہے اسی وجہ سے جماعت ثانی بہت سے لوگ نہیں کرتے اور کچھ لوگ بلا کھٹک کر لیتے ہیں؟

جواب: صحن کا جو حصہ نماز کے لیے تجویز کیا گیا ہے اس کے اوپر کی چھت تو مسجد ہے لیکن وضوخانے اور استنجاخانے کی چھت شرعی مسجد نہیں اس پر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے' اگر اتفاقیہ کبھی دو چار آدمی جماعت سے رہ گئے' مثلاً سفر سے ایسے وقت آئے کہ جماعت ہو چکی ہے تو ان کو وہاں جماعت کرنا مکروہ وممنوع نہیں لیکن اس کی عادت نہ ڈالی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۴۴)

مسجد کا سامان مانگنا

سوال: مسجد کا سامان مانگنا مثلاً سیمنٹ' قلعی' روغن وغیرہ اگر چھٹانک دو چھٹانک مانگ

لے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کی چیز بلا اجرت اور بلا قیمت لینے کا حق نہیں' نہ اجازت سے نہ بلا اجازت' جو چیز اجرت پر دینے کے لیے ہو اس کو اجرت پر لینا درست ہے اور جو چیز فروخت کرنے کے لیے ہو اس کی قیمت دے کر لینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۳۶)

مسجد کے پیسے سے غسل خانے' بیت الخلاء بنانا

سوال: مسجد کے پیسے سے مسجد کے امام و مؤذن کے لیے پاخانہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نمازیوں کے لیے پانی کے انتظام کی بابت خرچ کرنا کیسا ہے؟

جواب: جس طرح غسل خانہ' وضو خانہ' مسجد کے پیسے سے بنایا جاتا ہے اسی طرح مؤذن و امام کے لیے پاخانہ بنانے کی ضرورت ہو تو وہ بھی درست ہے' وضو' استنجا اور غسل خانے کے لیے پانی کا انتظام بھی مسجد کے پیسے سے درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۲۶)

وقف جگہ بغیر کرائے کے کسی ادارہ کو دینا

سوال: مسجد کی کچھ وقف جگہ ہے' وہ بغیر معاوضہ لیے کسی ادارہ کو مدرسہ چلانے کے لیے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مسجد کی وقف جگہ مسجد کے مفاد کے لیے ہے' لہٰذا کسی ادارہ کو مفت دینا جائز نہیں' کرایہ لیا جائے اور اسے مسجد کے مفاد میں استعمال کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۷)

مسجد کے وقف سے جنازہ خریدنا

سوال: اوقاف مسجد سے جنازہ خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ اوقاف مسجد سے نہ جنازہ بنا سکتے ہیں نہ خرید سکتے ہیں' واقف نے اجازت دی ہو تب بھی نہیں خرید سکتے' کیونکہ ایسی باتوں کی اجازت معتبر نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۶۳)

مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خریدنا

سوال: مسجد میں جو تخت اور چارپائی مردوں کے نہلانے اور قبرستان لے جانے کے واسطے مہیا کی جاتی ہے تو وہ مساجد کی آمدنی میں سے بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۳۱)

مسجد کی زائد چیزوں کو فروخت کرنا

سوال: مسجد کی کوئی چیز مثلاً پتھر' لکڑی وغیرہ بالکل نکمی پڑی ہوئی ہو اور کام نہ آ سکتی ہو تو اس کو بیچ کروہ پیسے مسجد میں لگا سکتے یا نہیں؟

جواب: مسجد سے نکلی ہوئی اشیاء اور اسباب جو مسجد کے کام نہ آ سکے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں انہیں اشیاء کے مثل کام میں خرچ کردی جائے تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۸۰)

مسجد کے زائد قرآن کو فروخت کرنا

سوال: مسجد میں ضرورت سے زائد قرآن مجید موجود ہیں' رمضان المبارک میں بھی پڑھنے کا نمبر نہیں آتا ہے' جب قرآن مجید پڑھنے میں نہیں آتے تو اب کیا کریں' کیا ان کو کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں دے سکتے ہیں؟ یا ان کو ہدیہ کر کے اس رقم کو مسجد کے خزانے میں جمع کر سکتے ہیں؟

جواب: زائد قرآن مجیدوں کو دوسری مساجد یا مدرسوں میں پڑھنے کے لیے دے دیا جائے کیونکہ ان کے وقف کرنے والوں کی غرض یہی ہے کہ ان میں تلاوت کی جائے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۸۲)

مسجد کا روپیہ دینی تعلیم میں خرچ کرنا

سوال: مسجد کا روپیہ یا ایسے مکانات کا کرایہ جن کو مسجد کے روپے سے تعمیر کیا گیا ہے' دینی تعلیم کے مدارس میں صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دینی تعلیم اسی مسجد میں ہوتی ہو جس کا روپیہ ہے تو دینی تعلیم میں خرچ کرنا جائز ہے اور اگر دینی تعلیم کا مدرسہ اس مسجد سے علیحدہ جگہ میں ہے تو اگر مسجد کے وقف میں اسکی اجازت واقف نے دی ہو یا یہ مسجد مستغنی ہو کہ اس روپے کی اسے فی الحال یا فی المآل حاجت نہ ہو تو خرچ کرنے کی گنجائش ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۸۲)

مسجد کا سامان زینت کسی کو دینا

سوال: مسجد کا سامان زینت مثلاً پودوں کے گملے وغیرہ (دراں حالانکہ ان کی آب پاشی کھاد وغیرہ وقف مسجد سے ہو) یا اور کوئی سامان' کیا متولی اپنی رائے سے لانے لے جانے یا کسی کو غائبانہ دینے کا مجاز ہے یا نہیں؟

جواب: گملے اگر مسجد کی ملک ہیں تو ان کو متولی اپنی مرضی سے استعمال نہیں کر سکتا بلکہ مسجد کی زینت کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں اور اگر متولی کی ملک ہیں تو ان کا مسجد میں رکھنا اور مسجد کے

پانی سے سیراب کرنا جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۸۴)

مسجد کی چیزوں کو بدلنا' بیچنا

سوال: مسجد کے فائدے کے لیے وقف کی ہوئی چیزیں ردوبدل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: جو چیزیں شرعاً وقف ہوگئیں ان کو فروخت کرنا درست نہیں۔ ہاں اگر وہ بالکل ہی قابل انتفاع نہ رہے تو ایسی حالت میں اس کو فروخت کر کے اور اس کی قیمت سے ایسی ہی کارآمد شئ مسجد کے لیے خرید کر وقف کر دی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۰۹)

متولی کا مسجد کے حصص کمپنی کی بیع کرنا

سوال: ایک متولی نے تقریباً ایک ہزار روپے کے حصص مصلیان کی لاعلمی میں فروخت کر ڈالے' اس بات کا علم اس وقت ہوتا ہے جب کہ پانچ سال بعد متولی کے عزل کا موقع آتا ہے' وہ بھی جب کہ ایک واقف آدمی نے توجہ دلائی کہ فلاں کمپنی کے تین شیئر مسجد کے تھے' ان کے کاغذات بھی آپ نے (یعنی متولی ثانی) نے سنبھال لیے یا نہیں؟ پوچھنے پر معزول متولی کہتا ہے کہ "ایں" کیا ان حصوں کا روپیہ جمع نہیں ہے' وہ تو میں نے پانچ سال ہوئے بیچ ڈالے' اور ان کا روپیہ جمع کرنا تو میں بھول گیا تھا' خیر اب جمع کیے دیتا ہوں' یہ کہہ کر کھاتے میں لکھ دیئے اور چونکہ رقم موجود نہیں تھی اس لیے کسی سیٹھ کا حوالہ دلا کر جمع کیا' ان تمام باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ متولی نے خیانت کی ہے' بالفاظ دیگر غصب کیا ہے؟ اگر متولی حصص کو نہ بیچتا تو اس پانچ سال کے عرصہ میں ان حصص کی آمدنی چار پانچ سو روپے ہوتی اور اب حصص کی قیمت بھی دگنی ہوگئی ہے' اب اس متولی پر اس نقصان کا ضمان واجب ہے یا نہیں؟

جواب: اس تمام روئیداد سے متولی کی بدانتظامی' تصرف بے جا' اور خیانت تو ثابت ہوتی ہے تاہم ہلاک کیے گئے منافع کا ضمان واجب نہیں' صرف حصص کی قیمت فروخت اس کے ذمہ واجب الادا ہے اور متولی حال کو حق ہے کہ وہ رقم اس سے مانگے اور حوالہ قبول نہ کرے۔

جواب بالا پر ایک اشکال کا جواب:

سوال: فتوے کی صحت میں تو بھلا کسے شبہ ہو سکتا ہے لیکن شامی کی درج ذیل عبارت سے کچھ کھٹک سی ہے:

فِی الدُّرالمختار وبخلاف منافع الغصب (الی قوله) وقفًا للسکنی اوللاستغلال فی الشامی اقول اولغیرهما کالمسجد الخ جلد خامس

اس سے وہم ہو رہا ہے کہ اوقاف کے ہلاک کیے گئے منافع کا ضمان اجر مثل کے ساتھ ہے؟

جواب: فتویٰ مرسلہ میں عدم ضمان کا حکم اس امر پر مبنی ہے کہ متولی اول کا قبضہ قبض غصب نہیں تھا، قبض تولیت تھا، اگرچہ اس نے عمل ایسا کیا جو وقف کی بہبود کے خلاف تھا تاہم حقیقی طور پر وہ غاصب نہیں تھا۔

اشکال ثانی: ضمان واجب نہ ہونے کا حکم قبضہ تولیت کی وجہ سے ہے، قبضہ غصب کی وجہ سے نہیں، اس دلیل اجمالی کی وجہ سے ششں و پنج میں ہوں کہ آخر قبضہ تولیت کی وجہ سے غصب کیوں ثابت نہیں ہوتا، اگر اس کی وجہ یہ ہو کہ قبضہ تولیت دراصل قبضہ ابداع ہے اس وجہ سے قبضہ غصب مؤثر نہیں ہوتا تو یہ بھی فقہاء کی تصریحات کے خلاف ہے کیونکہ کتب فقہ کا جزئیہ ہے کہ اگر کوئی شخص امانت کا انکار کر دے تو وہ غاصب کہلائے گا۔

جواب: یہ صحیح ہے کہ مودع ودیعت کا انکار کر دے تو انکار کے بعد اس کا قبضہ ودیعت بدل کر قبضہ غصب ہو جاتا ہے لیکن متولی کا قبضہ قبضہ ودیعت نہیں ہے مودع ودیعت میں تصرف کا حق نہیں رکھتا، صرف محافظ ہوتا ہے اور متولی تصرف کرتا ہے اور صرف کا حق رکھتا ہے تو جب تک وہ کسی شرط وقف کی صراحۃً مخالفت نہ کرے اس وقت تک اس کو غاصب قرار نہیں دیا جا سکتا، اگر کوئی تصرف اس کی رائے میں وقف کی شرائط کے خلاف نہ ہو اور وہ کر ڈالے اور دوسرے لوگ اس کو وقف کے لیے مضر سمجھیں تو زیادہ سے زیادہ اس کو آئندہ کے لیے تولیت سے معزول کیا جا سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۱۹۱-۱۹۴)

مسجد کی چھت پر مائک کی الماری بنوانا

سوال: مسجد کے اوپر کے حصہ میں گنبد کے قریب صندوق کے طور پر پختہ الماری بنوائی جائے تا کہ لاؤڈ اسپیکر بحفاظت رکھی جا سکے اور اذان کے وقت استعمال کی جا سکے، تعمیر کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد سے باہر الماری ایسی جگہ بنائیں کہ وہاں رکھے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کو استعمال کرنے کے لیے چھت پر چڑھنے کی نوبت نہ آئے تو بہتر ہے کیونکہ فقہاء نے مسجد کی چھت پر بے ضرورت چڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۰۸)

مسجد کے مائک پر تبلیغ کا اعلان کرنا

سوال: محلے کے گھروں میں جو تبلیغ ہے اس کا اعلان اور گمشدہ بچہ کا اعلان کرنا کیسا ہے؟

جواب: محلے کے گھروں میں جو تبلیغ ہوتی ہے اس کا اعلان درست ہے، گمشدہ بچہ کا اعلان خارج

مسجد کیا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ اص ۲۲۱) ''کہ اسپیکر مسجد اور مسجد کے میناروں پر نہ ہو'' (م ع)

مسجد کے مائک پر نظم وغیرہ پڑھنا

سوال: رمضان شریف کی راتوں میں مسجد کے مائک پر کبھی تقریر کرتے ہیں، کبھی نظم پڑھتے ہیں، وقت کا اعلان کرتے ہیں، اس وقت گھر میں بہت سے لوگ تہجد وتلاوت میں مشغول ہوتے ہیں، ان کی نماز اور قرآن میں کافی خلل پڑتا ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اعلان کرنے سے نماز وتلاوت میں تشویش ہوتی ہے مگر اعلان کرنے والے بھی اعلان کو تہجد وتلاوت سے کم نہیں سمجھتے' کہتے ہیں کہ آپ کا تہجد تنہا کا تہجد ہے اور ہمارے اعلان کی بدولت سب بستی والے بیدار ہوتے ہیں، بہت سے تہجد وغیرہ پڑھتے ہیں اور سحری کی اطلاع سب کو ہو جاتی ہے، جس سے سب کے روزے سنت کے مطابق اور آسان ہو جاتے ہیں، اعلان کرنے والے حضرات نہیں مانتے' اپنا کام برابر کیے جاتے ہیں، ان کو سمجھایا ہی جاسکتا ہے، لڑائی ہرگز نہ کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ اج ۱۳۳)

مسجد کی رقم قادیانی مبلغین کو دینا

سوال: آگرہ کی جامع مسجد شاہ جہاں صاحب قرآن ثانی کی صاحبزادی کی تعمیر کردہ ہے، شاہزادی مرحومہ سنی المذہب عقائد کی پابند تھی، مسجد کی دکانات کی آمدنی قیام وبقائے مسجد و دیگر اخراجات مسجد کے کام آتی ہے، اس آمدنی سے مبلغ پانچ سو روپے متولیان مسجد نے قادیانی مشن کو دیئے جو یورپ میں تبلیغ اسلام کا مدعی ہے یہ فعل متولیان کا کس حد تک جائز ہو سکتا ہے؟

جواب: قادیانی فرقہ جمہور علماء اسلام کے نزدیک کافر ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اپنے عقائد باطلہ کی ترویج واشاعت سے کسی حالت میں نہیں چوکتے' اس لیے مسجد کے فنڈ سے کسی قادیانی' احمدی' مرزائی جماعت کو روپیہ دینا جائز نہیں' اگرچہ وہ کتنا ہی اطمینان دلائیں کہ وہ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام کے مفہوم میں مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مجدد اور مسیح ومہدی ماننا بھی داخل ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر وضلال کی تبلیغ ہے' اس صورت میں کمیٹی خود اس رقم کی ضامن ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۷۹)

مسجد کا کام نہ کرنیوالے کا حجرہ سے نکالنا

سوال: ایک شخص مسجد کے حجرہ پر غاصبانہ قابض ہے' مسجد کا کوئی کام بھی نہیں کرتے' بارش میں صفیں بھیگ کر خراب ہو جاتی ہیں' مگر یہ اٹھاتا تک نہیں' مسجد میں کوئی تیل وغیرہ دینے آتا ہے تو یہ اس سے پیسے لے

کر ہضم کر جاتا ہے لوگوں نے سات آٹھ بار حجرہ سے نکال دیا مگر پھر آ جاتا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے شخص کو مسجد میں رہنے اور سونے سے بالکل روک دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۰۴)

''تا کہ وہ ظلم وغصب کے گناہ سے بچے اور مسجد کو کوئی محافظ مل سکے'' (م ع)

مسجد کی چیزوں کو تلف کرنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص بعض اشیاء مسجد کو جیسے فرش وظروف وغیرہ کو بہ خیال غصب تلف کر دے تو متولی اور نمازیوں کو رضا یا جبر سے معاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد کو کسی سامان کی ضرورت نہ رہے تب بھی اسی سے فائدہ اٹھانا کسی کو جائز نہیں؟ تو احتیاج وضرورت کے وقت (یعنی جب مسجد ضرورت مند ہو) تو کب درست ہو سکتا ہے جو شخص قادر ہو اس کو عوض لینے پر جبر جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۷۲)

مسجد کی آمدنی سے افطار کرانا

سوال: بعض مساجد میں رمضان شریف میں مساجد کی دکانوں اور مکانات کی آمدنی سے نمازیوں کو افطار کرایا جاتا ہے آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: جس پر جو دکان وقف ہے اور واقف نے افطار کی اجازت دی ہے اس کی آمدنی سے اسی مسجد میں افطار کے لیے صرف کرنے کی اجازت ہے واقف کی اجازت نہ ہو تو درست نہیں ہاں اگر واقف کے زمانہ سے یہ دستور برابر چلا آ رہا ہو تو بھی درست رہے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۷۹)

''کہ یہ بھی علامت اِذن ہے'' (م ع)

مسجد کی رقم سے بیٹری بھروانا

سوال: مسجدوں میں سپیکر رکھے جاتے ہیں اس کی بیٹری بھرواتے ہیں اس میں جو صرفہ ہوتا ہے کیا اس کو مسجد کے جمع شدہ روپے سے ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد کی ضرورت کے لیے یہ صرفہ ہے تو مسجد کے لیے جمع شدہ روپے سے ان کو پورا کرنا درست ہے ورنہ اس کا انتظام علیحدہ سے کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۶۸)

مسجد کی طرف کھڑکی کھولنا

سوال: اگر مکان کے بالا خانے میں مسجد کی طرف کی کھڑکیاں کھولی جائیں جن سے ہوا کے سوا اور کوئی غرض (زمین یا فرش میں قبضہ وتصرف کرنا وغیرہ) نہ ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کھڑکی وغیرہ ہوا آنے کے لیے کھولی جائے یہ تو جائز نہیں کیونکہ راستہ حقوق ملک سے ہے اور مسجد غیر مملوک ہے اور اگر محض ہوا وغیرہ کے لیے کھولا ہے اور جس دیوار میں کھڑکی کھولتا ہے وہ اس کی مملوک ہے اور کوئی غرض فاسد نہ ہو تو اس میں اگر مسجد واہل مسجد کو کسی قسم کا ضرر وحرج نہ پہنچے تو جائز ہے اور اگر کوئی نقصان یا بے احتیاطی ہو جائز نہیں' مثلاً مسجد میں وہاں سے دھواں نہ جائے یا گرد' تنکے وغیرہ وہاں سے پھینکا جائے' یہ منع ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۲۹)

مسجد کے پیسے سے شامیانے لگانا

سوال: مسجد میں شامیانے کرائے پر منگوائے جاتے ہیں' ماہ رمضان میں چونکہ مصلیان کی کثرت ہوتی ہے اور دھوپ کی شدت ہوتی ہے تو یہ مصارف مسجد میں شامل ہو کر جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ ضرورت اغراض مسجد سے ہے اس لیے جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۱۱)

مسجد کے کنویں سے پانی بھرنے سے روکنا

سوال: مسجد کا کنواں مسجد کا متولی اپنے گمان میں احتیاط وطہارت کے لیے' سفید پوش نمازیوں کے پانی پینے اور غسل ووضو کے لیے مخصوص کرتا ہے' کہتا ہے کہ عام اہل محلّہ کے گھروں پر لے جانے کے لیے بھی نہیں ہے' عوام کے برتن جو پانی بھرنے کو لاتے ہیں' پھوڑ دیئے جاتے ہیں؟

جواب: مسجد کی صفائی اور پاکی کے لیے منع کرنا تو جائز ہے جب کہ قریب کوئی کنواں ایسا ہو جس سے حاجت پوری ہو سکے' لیکن پھوڑ دینا ظلم اور حرام ہے۔ اسی طرح اگر دوسرا کوئی کنواں نہ ہو تب بھی منع کرنا حرام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۱۵)

مسجد کی بجلی مسجد کے باہر لے جانا

سوال: مسجد کے قریب سڑک پر جلسہ منعقد کیا جا رہا ہے جس میں ایک بزرگ عالم دین کا وعظ ہوگا' اس ضرورت سے مسجد کی بجلی تار کے ذریعے لے جا کر استعمال کرنا درست ہوگا جب کہ منتظمہ سے اس کی اجازت بھی لے لی جائے؟

جواب: مسجد کی بجلی مسجد ہی کے ساتھ خاص ہے' کسی ایسے کام کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں جو مصالح مسجد میں داخل نہیں' گو کہ وہ کام اپنی جگہ کتنی ہی نیکی کا ہو' جب مسجد کی اشیاء کا استعمال دوسری مسجد میں بھی جائز نہیں تو عام جگہوں کے لیے کیوں کر جائز ہوگا؟ منتظمہ کی ایسی بے موقعہ بلکہ خلاف شرع اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۶)

مسجد کی چھت سے بجلی کے تار گزروانا

سوال: مسجد کے عقب میں کوئی راستہ نہیں ہے' کچھ اشخاص کی زمین بلاتعمیر پڑی ہوئی ہے' اگر کوئی شخص مسجد کے شمال کی جانب بجلی لینا چاہیں اور وہ زمین والے اجازت نہ دیں تو کیا مسجد کی چھت پر بجلی کے تار گزروادیئے جائیں کچھ اشخاص مخالف ہیں کہ بجلی کے تار گزروانے سے بجلی لینے والوں کو قانونی حق ہو جائے گا' مسجد کو دوبارہ تعمیر کرانا ہے؟

جواب: زمین کے مالکان اجازت نہیں دیتے' قانونی حقوق سے تحفظ کے لیے تو یہ خطرہ مسجد کو بھی ہوگا' پھر جب کہ مسجد کو از سرنو تعمیر کرانا بھی تجویز ہے تو اس کا لحاظ بھی رکھا جائے کہ تعمیر کے وقت پریشانی لاحق نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۲۱۲)

مسجد کی بجلی دوسرے کو دینا

سوال: کیا مسجد سے دوسرے شخص کو بجلی اور روشنی دی جاسکتی ہے؟ جبکہ کوئی نقصان نہ ہو؟

جواب: جہاں تک ہو سکے مسجد کی بجلی کا تعلق دوسرے سے نہیں ہونا چاہیے' اگرچہ اس سے مسجد کی بجلی میں کوئی فرق نہ آئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۲۰۲) ''پورا محلہ استعمال کرے گا یا اختصاص سے اعتراض ہوگا'' (م'ع)

مسجد کی بجلی سے قادیانی کو کنکشن دینا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کا متولی برضامندی مقتدیوں کے) قریبی ایک مرزائی قادیانی دکاندار سے تعاون بایں معنی کرتا ہے کہ مسجد سے مرزائی مذکور کی دکان کو بجلی کا کنکشن دیا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں چند مقتدیوں کے اس مرزائی سے دوستانہ تعلقات بھی ہیں۔ کیا ایسی حالت میں اس مسجد میں نماز پڑھنے سے کوئی اعتقادی خلل یا ان مقتدیوں کے اس مرزائی قادیانی سے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے ان سے علیک سلیک اور ان کو مذکورہ بالا تعاون میں رضامندی کی وجہ سے کوئی شرعی عذر یا عدم جواز اور حرج تو واقع نہیں ہوگا۔ ایسی حالت میں اس دکاندار سے سودا وغیرہ خرید کرنے اور مسجد کے متولی سے روابط قائم رکھنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ فقط۔

جواب:۔ بشرط صحت سوال متولی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مسجد کی بجلی سے کسی مرزائی کو کنکشن دے۔ لہذا متولی پر لازم ہے کہ وہ مرزائی کی دکان سے بجلی کا کنکشن منقطع کردے۔ باقی اس مسجد میں نماز جائز ہے نماز میں کوئی حرج نہیں آتا۔ نیز مرزائیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنا

جائز نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ نخلع ونترک من یفجرک پر عمل کرتے ہوئے مرزائی سے دوستانہ تعلقات منقطع کردیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج۱ص۵۸۳)

نکاح خوانی یا قرآن خوانی کیلئے مسجد کی بجلی استعمال کرنا

سوال: مسجد میں نکاح خوانی یا قرآن خوانی کے وقت مسجد کی بتی اور پنکھے چلائے جاتے ہیں تو جتنی دیر مسجد کی بجلی جلائی جائے اس کا عوض متولی لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اصل تو یہی ہے کہ ان کاموں کے لیے روشنی کا انتظام خود ہی کرلیں' مسجد کی بتی اور پنکھوں کو استعمال نہ کریں۔

لیکن اجازت نہ دینے پر جھگڑے اور فساد کا اندیشہ ہو تو جتنی دیر بجلی خرچ ہو معاوضہ لے لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے یا وہ خود ہی دے دے' مسجد میں مجلس نکاح منعقد کرنا مسنون ہے' ایصال ثواب کے لیے رسمی مجلسیں مساجد میں منعقد کرنا ثابت نہیں' لہٰذا اس میں بجلی اور پنکھوں کو استعمال کرنا جائز نہ ہوگا جبکہ قرآن کی تلاوت اور دین کی کتابوں کے مطالعے کے لیے مسجد کی بجلی جلانے کی اجازت نہیں ہے (حالانکہ یہ خالص دینی کام ہیں) تو رسمی قرآن خوانی کے لیے اس کی اجازت کس طرح ہوسکتی ہے؟ اگر کرنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں کریں' مسجد ان کاموں کے لیے موضوع نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ص۱۰۶)

مسجد کی لی ہوئی دکان کو زیادہ کرائے پر دینا

سوال: ایک شخص نے مسجد کی جائیداد دس روپے ماہوار کرائے پر لے رکھی ہے اور اس کو اپنے طریق سے بارہ روپے کرائے پر دے رکھی ہے' مسجد کی جائیداد سے یہ نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اس شخص نے اس جائیداد میں کوئی تصرف نہیں کیا بلکہ جس طرح مسجد سے لی تھی اسی طرح دوسرے کو دے دی تب تو یہ منافع ناجائز ہے اس کا صدقہ کرنا واجب ہے' اگر اس جائیداد کی کوئی اصلاح یا مرمت کی ہے اور پھر دوسرے شخص کو دی ہے تو یہ منافع جائز ہے' نیز اس لیے بھی ناجائز ہے کہ وہ جائیداد کسی ایسے آدمی کو کرائے پر دے جس کے رہنے اور کام کرنے سے اس جائیداد کو نقصان پہنچے مثلاً اگر وہ دکان یا مکان ہو تو اس کو لوہار یا آٹا پیسنے والے کو نہ دے کہ لوہار کی بھٹی اور کام سے اور آٹا پیسنے والے کی مشین سے دکان اور مکان کی دیواروں اور چھت اور بنیادوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ص۱۹۸)

حوض کی جگہ پر دکان بنانا

سوال: مسجد میں حوض ہے' اس مسجد کی آمدنی کچھ نہیں' متولی صاحب کل مصارف اپنی جیب

سے برداشت کرتے ہیں' اب متولی صاحب کا خیال ہے کہ حوض کی جگہ ٹونٹی لگوائیں اور حوض کو ختم کر کے ایک عمارت بنوادیں تا کہ متولی صاحب کے بعد بھی اس کے کرائے سے مسجد کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اور کوئی دشواری پیش نہ آئے' تو شرعاً متولی کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نمازیوں کو وضو کی تنگی نہ ہو اور جو کام حوض سے لیا جاتا ہے وہ سہولت سے ٹونٹی سے حاصل ہو جائے نیز عمارت بنانے سے مسجد کی ہوا اور روشنی میں رکاوٹ نہ ہو تو مسجد کے مفاد کے پیش نظر وہاں کے سمجھدار آدمیوں کے مشورے سے ایسا کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۷۰)

دکان کو دوسرے کرائے دار کی طرف منتقل کرنا

سوال: میرے شوہر نے ایک مسجد کی دکان کرائے پر لی تھی' اس میں کاروبار کرتے اور کرایہ ماہ بماہ ادا کرتے تھے' اب ان کا انتقال ہو گیا' متولی صاحب کہتے ہیں کہ دکان خالی کر دو' ایک طرف دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ روپے لے کر مجھے دکان کا قبضہ دے دو' کیا دکان پر روپے لے کر قبضہ دے سکتے ہیں؟ اور یہ رقم ہمارے لیے جائز ہوگی؟

جواب: آپ کو حق نہیں کہ روپے لے کر کسی کو دکان پر قبضہ دیں بلکہ متولی کے کہنے کے موافق خالی کر دیں وہ جس کو چاہیں گے کرائے پر دے دیں گے اور جو کرایہ مسجد کے لیے مناسب ہوگا مقرر کر لیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۱۵۴)

مسجد کے قریب افتادہ زمین میں دکان بنانا

سوال: مسجد کے قریب ایک کنواں ہے جو مسجد کا کنواں کہلاتا ہے' محلّہ کی رائے سے کنویں پاٹ کر کئی مسجد کے پیشاب گھر اور دکانیں تعمیر کی گئیں' یہ مسجد کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ سرکاری کاغذات میں یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں ہے صرف ''چاہ پختہ'' لکھا ہے؟

جواب: مسجد کے قریب کچھ جگہ عامۃً مصالح مسجد کے لیے خالی چھوڑ دی جاتی ہے ایسا ہی حال کچھ اس جگہ کا معلوم ہوتا ہے' خاص کر جب کہ کوئی اس کی ملکیت کا مدعی بھی نہیں ہے' تو ایسی حالت میں اس جگہ مصالح مسجد کے لیے متفقہ رائے سے دُکانیں وغیرہ بنوادینا شرعاً درست ہوا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ص ۲۱۸)

اس صورت میں مسجد کی زمین کیسے کرائے پر دی جائے؟

سوال: مسجد کی ایک جگہ ہے' مسجد کے ایک متولی نے وہ جگہ ایک شخص کو کرائے پر دینے کا عہد و پیماں کر لیا ہے اور کرایہ بھی طے ہو گیا' اس کے بعد محلے کے ایک شخص نے مطالبہ کیا کہ یہ جگہ

مجھے کرائے پر دی جائے اور یہ شخص کرایہ بھی زیادہ دینے پر آمادہ ہے اس صورت میں دوسرے شخص کو وہ زمین کرائے پر دینا کیسا ہے؟

جواب: وعدہ کر لینے کے بعد بلاوجہ شرعی خلاف کرنا درست نہیں۔ صورت مذکورہ میں متولی نے جماعت (برادری کے ذمہ دار حضرات) کے مشورے سے یا پہلے سے حاصل شدہ اختیار کی بناء پر یہ کام کیا ہے تو اب اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے اور اگر متولی نے محض اپنی رائے سے کیا ہے اور جماعت نے اس کام سے اتفاق نہیں کیا ہے تو متولی کا کیا ہوا معاملہ معتبر نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۸۹)

مسجد کی دکان کی پگڑی کا ایک مسئلہ

سوال: مسجد کا ایک کمرہ کرائے پر دینا تھا' دو گاہک آئے جن میں سے ایک نقد رقم دے رہا تھا اور ایک کے پاس پوری رقم موجود نہ تھی مگر سودا انہیں سے طے ہو گیا کہ کمرے کا عطیہ ساڑھے پانچ ہزار روپے اور کرایہ ماہانہ چالیس روپے ہے۔ انہوں نے منظور کر لیا' صرف ایک ہزار روپے نقد دیئے اور بقیہ رقم دینے کا وعدہ کیا' رقم پوری وصول نہ ہوئی تھی اس لیے کمرہ کا قبضہ انہیں نہیں دیا' سودا طے ہوتے کے ڈیڑھ ماہ بعد معذرت چاہی اور کمرہ کسی اور کو دینے کو کہا اور اپنی رقم واپس طلب کرنے لگے ہم نے کہا جب کوئی کرائے دار کمرہ لے گا تب ہی رقم کا فیصلہ ہوگا' آٹھ ماہ بعد دوسرا کرائے دار آیا' اب سوال یہ ہے کہ ان سے آٹھ ماہ کا کرایہ لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جو رقم بطور عطیہ مسجد کو دی انہیں لوٹا دیا جائے؟

جواب: جب کہ کمرہ کا قبضہ نہیں دیا تو ان سے اس مدت کا کرایہ وصول کرنا شرعاً درست نہیں' جب کہ کمرہ انہوں نے معذرت کر کے دوسرے کو دینے کے لیے کہہ دیا تھا۔

ایک ہزار کی رقم اگرچہ عطیہ کہہ کر دی ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان کا مقصود للہ مسجد کی خدمت کرنا نہیں ہے بلکہ اسی امید پر دی ہے کہ وہ کمرہ لیں گے' اگر وہ محض خدا کے واسطے دیتے تو اب واپسی کا مطالبہ نہ کرتے' لہٰذا یہ وہی پگڑی ہے جس کو مسجد کے لیے درست نہ سمجھتے ہوئے آپ نے اس کا نام عطیہ رکھ دیا۔ جس طرح بیعانہ جزء قیمت ہوتا ہے اور بیع کا معاملہ ختم ہو جانے پر اس کی واپسی شرعاً لازم ہے جس طرح مسجد کے لیے پگڑی کو آپ درست نہیں سمجھتے' اسی طرح لی ہوئی رقم بھی مسجد کے لیے جبراً رکھنا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۵۳)

مسجد کے برتنوں کو کرائے پر دینا

سوال: انتظامیہ نے مسجد کی آمدنی سے کچھ برتن خریدے جو شادی اور دیگر تقاریب کے لیے کرائے پر دیئے جاتے ہیں اور اس کا جو بھی کرایہ وصول ہوتا ہے اس سے اخراجات مکمل کیے جاتے

ہیں، کیا اس طرح برتنوں کا کرایہ وصول کرنا اور مدرسہ و مسجد کے انتظامات میں لانا شرعاً درست ہے؟

جواب: شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں وہ کرایہ مذکورہ ضروریات میں صرف کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۳۷)

مسجد کے کنویں پر نماز پڑھنا

سوال: ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے، اس میں فرش کے درمیان کنواں آ گیا ہے، کنویں کے اوپر پتھر رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جواب: درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۳۰)

مسجد کی آمدنی سے بالٹی خریدنا

سوال: مسجد کے مال سے مسجد کے غسل خانوں میں غسل کے واسطے بالٹی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کوئی شخص بالٹی خرید کر مسجد کو وقف کرتا ہے تو اس بالٹی کو عام لوگوں کے واسطے غسل خانے میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مصالح مسجد کے لیے جو وقف ہو اس کی آمدنی سے غسل خانے کے لیے بالٹی خریدنا اور غسل خانے میں رکھ دینا کہ نمازی وقت ضرورت اس سے غسل کر لیا کریں جائز ہے۔ اس طرح کوئی شخص بالٹی ہی خرید کر اس مقصد کے لیے وہاں رکھ دے تب بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۲۲۷)

جیسا بہت سے مقامات پر دستور ہے (م ع)

مسجد کے روپے سے قبرستان کی زمین خریدنا

سوال: ایک ہندو کی زمین پڑی ہوئی ہے، اس زمین کے کچھ حصے میں مسلمانوں نے قبرستان بنا رکھا ہے، اب وہ زمین اس ہندو سے ایک مسلمان نے خرید لی اور قبرستان اسی طرح برقرار رکھا، پھر اس زمین کو مسجد کے قریب ہونے کی وجہ سے متولی نے چار آدمیوں کے مشورے سے مسجد کے روپے سے مسجد کے نام پر خرید لیا، اس نیت سے کہ وہ قبرستان رہے گا، اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس زمین کو خریدنے میں جتنا روپیہ مسجد کا خرچ ہوا ہے وہ روپیہ سب مسلمان چندہ کر کے مسجد کو دے دیں اور اس زمین کو قبرستان ہی رکھیں، مسجد کے روپے سے قبرستان کے لیے زمین خریدنے کا حق نہیں ہے، لہٰذا مسجد کا روپیہ وصول ہونا ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۲۵۶)

مسجد کا دھان ادھار دینا

سوال: مسجد کا کچھ دھان اس زمین میں کھیتی کرنے والوں کو ادھار دیا تھا اور پیداوار کے موسم میں ادھار کیا تھا تو اس وقت بھاؤ سستا ہوا ہے اور جس وقت دھان دیا تھا اس وقت مہنگا ہوتا ہے اس

طرح دو تین سو روپے کا مسجد کا نقصان ہوتا ہے تو اس طرح مسجد کا دھان قرض دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: شرعاً درست نہیں' مسجد کا جس قدر نقصان ہو رہا ہے اس کا ضمان لازم ہے جتنا دھان دیا تھا اگر اتنا ہی وزن کر کے واپس مل گیا تو ضمان لازم نہیں' اگرچہ قیمت میں فرق ہوا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۶۹)

برآمدہ مسجد کے چندے سے دکانیں بنانا

سوال: متولی نے جو عالم بھی تھے مسجد کے لیے برآمدے کی ضرورت محسوس کی اور اپنے ایک شاگرد کو افریقہ لکھا کہ ہمارے محلے کی مسجد میں برآمدہ کی ضرورت ہے اور اہل محلہ اتنے مخیر نہیں' آپ وہاں سے چندہ کر کے بھجوادو۔ چنانچہ وہاں سے آٹھ نو سو روپے رقم آ گئی' اب بعض اہل محلہ چاہتے ہیں کہ اس رقم سے مسجد میں دکانیں بنوادی جائیں تاکہ مسجد خود کفیل بن سکے' اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس مقصد کے لیے چندہ لیا گیا اور دینے والوں نے دیا ہے اس مقصد میں وہ روپیہ خرچ کیا جائے' دوسرے مقصد میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لہٰذا اس روپے سے برآمدہ بنوایا جائے اور دکان یا کسی اور کام میں یہ روپیہ خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۶۳)

مسجد کا لینٹر پڑوسی کی دیوار پر رکھنا

سوال: مسجد کا ایک حجرہ میرے مکان سے ملا کر تعمیر کیا گیا' میرے مکان کی خام دیوار کو چھانٹ کر اپنے حجرے کی دیوار قائم کر لی اور دیوار میں ایک فٹ دبا کر لینٹر ڈال لیا' کیا بغیر مالک کی اجازت کے ایسا کرنا جائز تھا؟ نیز ایک چھت اور بنوائی ہے جو مذکورہ چھت سے ملائی گئی اور روشن دان رکھ دیا جس کی وجہ سے بے پردگی ہوگی' شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد خدا کا گھر ہے اس میں کسی دوسرے کی زمین بغیر مالک کی اجازت کے شامل کر لینا یا اس کی دیوار پر مسجد کا لینٹر یا گارڈر وغیرہ رکھنا یا مسجد میں کوئی ایسا روشن دان کھولنا کہ جس سے دوسرے کے مکان کی بے پردگی ہو شرعاً یہ جائز نہیں' یہ حق تلفی ہے گناہ ہے۔ اگر مسجد میں کسی کی زمین کی ضرورت ہو تو قیمتاً خریدی جائے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد کے ان تصرفات کے لیے دیوار کا کوئی حصہ لے لیا گیا ہو تو اس کی قیمت ادا کی جائے' اگر بے پردگی ہو اس کا انتظام کیا جائے اور جس کی حق تلفی کی گئی اس سے معذرت کی جائے ورنہ آخرت کی باز پرس سے نجات نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۷۵)

مسجد کا چندہ عمومی کام میں خرچ کرنا

سوال: چند حضرات نے مسجد کے لیے روپیہ جمع کیا تھا لیکن وہ روپیہ عمومی کام میں خرچ کرنا

چاہتے ہیں' اگرچہ باقاعدہ حساب مع رسیدوں کے موجود ہے لیکن سب چندہ دہندگان سے دریافت کرنا ایک امر مشکل ہے' ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: جس طرح چندہ جمع کیا گیا ہے (ان کو جمع کر کے یا گھروں پر جا کر) اسی طرح ان سے اجازت لے لی جائے یا ان کا چندہ واپس کر دیا جائے۔ جب رسیدیں بھی موجود ہیں تو اس میں کیا مشکل ہے؟ یا اعلان کر دیا جائے کہ اس چندے کو فلاں کام میں خرچ کیا جائے گا جس کو نا منظور ہو وہ اپنا چندہ واپس لے لے اور یہ اعلان اس طرح کیا جائے کہ چندہ دہندگان تک بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے' مثلاً ایک اشتہار چھاپ کر تقسیم کر دیا جائے یا محلوں اور مسجدوں میں کہہ دیا جائے۔

غرض اپنی وسعت کے مطابق اعلان کر دیں یا واپس کر دیں اس سے زائد کی ذمہ داری نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۰۲)

مسجد کے لیے چندہ دے کر واپس لینا

سوال: مسجد کی تعمیر کے لیے لوگوں نے چندہ دیا تھا' پھر لوگوں میں کچھ اختلاف ہو گیا جس سے وہ لوگ اپنا چندہ واپس مانگنے لگے اور مسجد کی تعمیر کے لیے بہت سا سامان بھی خرید لیا گیا تھا تو وہ لوگ اپنا چندہ واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور متولی کو واپس کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟

جواب: جب کہ وہ چندہ سب کا مخلوط ہے اور اس کا سامان بھی خرید لیا گیا ہے تو اب واپس لینے کا حق نہیں رہا نہ متولی کو واپس دینے کا حق رہا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۶۲)

حوض میں کلی اور مسواک کرنا اور پیر دھونا

سوال: مسجد میں حوض پر وضو کرتے وقت دانتوں کو مسواک سے صاف کرنے کے بعد اس مسواک کو حوض میں ڈبو کر دھونا' کلی کرتے وقت بجائے نالی کے پانی میں ہی کلی کرنا' پیر حوض ہی میں ڈبو کر دھونا' یہ تینوں باتیں کہاں تک درست ہیں؟ پانی میں خرابی ہو گی یا نہیں؟

جواب: وہ حوض دہ دردہ ہے وہ ان چیزوں سے ناپاک نہیں ہو گا لیکن ادب اور سلیقہ یہ ہے کہ کلی حوض میں نہ کی جائے بلکہ نالی میں کی جائے مسواک کی لکڑی بھی نالی میں دھوئی جائے' حوض میں نہ ڈبوئی جائے' پیر بھی اس طرح دھوئے جائیں کہ پانی نالی میں گرے حوض میں نہ گرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۵۰) ''مسلمانوں کو بے تمیز نہیں ہونا چاہیے'' (م'ع)

طاق بھرنے کی ضرورت سے طاق بنانا

سوال: مسجد کے محراب میں طاق بنانا عورتوں کے طاق بھرنے کی غرض سے کیسا ہے؟

جواب: عورتوں کا طاق بھرنا مسجد کی ضرورت میں داخل نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۵۸)
"اس لیے بنانے کی اجازت نہیں عورتوں کے عقائد کو مزید خراب کرنا اور مسجد کی بے حرمتی بھی ہے" (م ع)

مسجد کا چاندی کا روپیہ امانت سے لے کر نوٹ دینا

سوال: مسجد کا روپیہ بدل کر دینا مثلاً چاندی کا روپیہ ہے اور نوٹ دے تو کیا خیانت کا مجرم نہیں ہے؟

جواب: یقیناً یہ صورت خیانت میں داخل ہے اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ چاندی کا روپیہ دے جو اس کے پاس جمع کیا گیا ہے اگر وہ چاندی کا روپیہ خرچ کر لیا ہے تو اس کی قیمت دے جو موجودہ روپیہ اور نوٹ سے یقیناً زیادہ ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۰ ص ۱۹۲)

مسجد کا لوٹا اپنے لیے خاص کرنا

سوال: زید مسجد کا ایک لوٹا اپنے لیے مخصوص کر لیتا ہے دوسرا کوئی استعمال کر لیتا ہے تو ناراض ہوتا ہے اور اس کو ناپاک سمجھتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: زید کا یہ طریقہ غلط ہے اگر اس کو وہم ہے کہ دوسرے کے استعمال سے لوٹا ناپاک ہو جاتا ہے تو اس وہم کو چھوڑ دے اگر نہ چھوٹ سکے تو اپنا لوٹا خرید کر علیحدہ رکھے اور نماز کے وقت لے آیا کرے تاکہ دوسرے کو اس کے استعمال کی نوبت ہی نہ آئے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱۰ ص ۲۰۳)

سڑک پر مسجد کی ڈاٹ لگانا

سوال: مسجد میں توسیع کی ضرورت ہے متولی و اہل محلہ کی رائے ہے کہ مسجد دو منزلہ بنوائی جائے اور اوپر کا صحن جانب پورب میں سڑک تک بنایا جائے اور نمازیوں کے واسطے خارج سڑک پر چونگی کی اجازت سے ڈاٹ لگائی جائے زمین چونگی ہی کی ملک رہے تو نماز اس ڈاٹ پر جائز ہوگی یا نہیں؟ اور جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: سڑک پر ڈاٹ لگا کر نماز پڑھنا صورت مسئولہ میں شرعاً درست ہے اور جب کہ صحن مسجد کے ساتھ یہ ڈاٹ متصل ہے اور مسجد کی صفیں بھی وہاں تک متصل ہیں تو جماعت کا ثواب ملے گا لیکن یہ ڈاٹ مسجد شرعی کے حکم میں نہ ہوگی کیونکہ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک کسی کی ملک نہیں ہوتی بلکہ محض للہ وقف ہوتی ہے اور یہاں ڈاٹ کے نیچے سڑک ہے جو چونگی کی ملکیت ہے۔ مقامی مصالح (مثلاً اندیشہ فساد کسی غیر مذہبی جلوس کے گزرنے کے وقت) کا مشورہ ارباب حل وعقد اور وہاں کے تجربے کار مدبروں اور علماء سے موقع دکھلا کر کر لیا جائے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۶ ص ۱۸۳)

مسافر کے لیے مسجد کی چٹائی کا استعمال کرنا

سوال: مسافر اگر مسجد کی چٹائی لیٹنے کے لیے استعمال کرے تو کیا یہ فتوے کی رو سے درست ہے اور تقویٰ کی رو سے ناجائز؟

جواب: فتویٰ کی رو سے درست ہے اور تقویٰ کی رو سے احتیاط اولیٰ ہے' حرام نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۴۷۹)

برش سے مسجد کی صفائی کرنا

سوال: مسجد میں بجائے جھاڑو کے بالوں کا بنا ہوا برش استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر وہ خنزیر کے بالوں سے بنا ہوا ہے تو وہ ناپاک ہے اور نجاست کو مسجد میں داخل کرنا منع ہے اور اگر خنزیر کے علاوہ کسی دوسرے جانور کے بالوں سے بنا ہے تو وہ ناپاک نہیں اس کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے تاہم اگر اشتباہ ہو تو چھوڑ دینا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ص ۵۰۴)

''کہ صفائی برش پر موقوف نہیں دیگر اشیاء کافی ہیں'' (م ع)

مسجد کے متصل فرش پر کپڑے دھونا

سوال: اگر کوئی شخص جس جگہ کنواں' نل وغیرہ لگا ہوا ہے وضو کی جگہ کپڑے دھوئے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد میں رہنے والوں کو مثلاً طالب علم اور مسجد کے اماموں کو اجازت ہے کہ وہاں کپڑے دھولیں اور کوئی نمازی دیندار دھوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو جگہ مسجد نہیں اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی' وہاں اس طرح کپڑے دھونا کہ دوسروں کو اذیت نہ ہو اور مسجد کے فرش پر مستعمل پانی' یا اس کی چھینٹ نہ جائے' درست ہے اور اس میں امام وغیر امام سب برابر ہیں مگر جو شخص مسجد ہی میں رہتا ہے اس کو دوسری جگہ کپڑے دھونے کے لیے جانے میں دقت ہے اس لیے اس کے حق میں گنجائش زیادہ ہے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے کہ وہ بہ سہولت دوسری جگہ جاسکتے ہیں یا اپنے گھر میں دھو سکتے ہیں' ان کے کسی دوسری جگہ جانے میں مسجد کی نگرانی یا کسی اہم کام میں خلل نہیں آتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ص ۴۶۷)

جنتری ایک مسجد سے دوسری مسجد میں منتقل کرنا

سوال: زید نے اوقات کا نقشہ مسجد میں لگایا اور وقف کر دیا' عرصہ چھ سال سے وہ بالکل بے سود لگا ہوا ہے' مسجد کے امام اس پر عمل نہیں کرتے ایسی حالت میں اگر وہ نقشہ کسی دوسری مسجد میں جہاں پابندی سے نماز ہو رہی ہے اور اس مسجد میں نقشہ بھی نہیں' وقف کر دیا جائے تو درست ہوگا یا

نہیں؟ اور وقف کرنے والے کو بے عمل والی مسجد میں لگا رہنے سے ثواب ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر اصل مالک نے متعین طور پر اس مسجد کے لیے وقف کیا ہے اور وہ وقف بھی صحیح ہو گیا تو اس کو پھر دوسری مسجد میں منتقل کرنے کے لیے فقہاء کے دو قول ہیں' راجح یہ ہے کہ منتقل کرنا جائز نہیں' لہٰذا امام اور مقتدی کو چاہیے کہ اس نقشے سے کام لیں تا کہ واقف کی نیت پوری ہو اور اس کے ثواب میں اضافہ ہو' نفس وقف کا ثواب بہر حال اس کو حاصل ہے ہاں اگر مسجد خدانخواستہ غیر آباد ہو جائے تو پھر دوسری مسجد میں منتقل کرنا درست ہوگا' قرآن کریم کو جس مسجد پر وقف کیا جائے اس کو دوسری مسجد میں منتقل کرنے کا مسئلہ ردالمحتار جلد تین میں لکھا ہے اسی کے ذریعے صورت مسئولہ کا یہ حکم تحریر کیا گیا ہے اگر وہ نقشہ وقف نہیں ہوا تو اس کو منتقل کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۱۵۹)

متفرقات

مسجد حرام میں ثواب کی زیادتی عام ہے

سوال: یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد حرام میں ایک لاکھ کا ثواب اور مسجد نبویؐ میں پچاس ہزار کا ثواب' تو یہ جماعت کے ساتھ مخصوص ہے یا منفرد کو بھی اگر منفرد کو ہے جماعت کے ساتھ کس قدر ثواب ملے گا؟

جواب: عام ہے' اور جماعت کا اجر جدا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۹۷)

مفسد شخص کو مسجد میں آنے سے روکنا

سوال: خوف فتنہ کی وجہ سے غیر مقلدین کو مقلدین کی مسجد میں آنے سے روکنا شرعاً ممنوع ہے یا نہیں؟ جیسا کہ فتنوں کا اکثر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے؟

جواب: جو شخص مسجد میں آ کر ایذا دیتا ہو' یا فساد کرتا ہو' اس کو مسجد میں آنے کی ممانعت کر سکتے ہیں' خواہ کسی فرقے کا ہو مگر ممانعت ایسا شخص کر سکتا ہے جس کی ممانعت میں فساد میں زیادتی نہ ہو ورنہ فَرَّمِنَ الْمَطَرِ وَوَقَفَ تَحْتَ الْمِيزَابِ کا مصداق ہو جائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ مصلحت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب منع کرنے والا صاحب قدرت ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۰۰) ''ورنہ سکوت اسلم'' (م'ع)

جو شخص گھر میں نماز پڑھنے کا عادی ہو اس کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا

سوال: ایک شخص ہمیشہ اپنے گھر میں سال دو سال نماز پڑھتا رہے اور پھر مسجد میں آ کر نماز

پڑھنے لگے تو کیا ایسے شخص کو مسجد میں نماز نہ پڑھنے دینا جائز ہے؟

جواب: جو شخص اس کو مسجد میں آنے سے روکے گا سخت گنہگار ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ص ۶۶۹)

بلب کے سامنے نماز پڑھنا

سوال: خادم نے آتش پرستوں کو دیکھا ہے کہ لالٹین کے سامنے رات کو کھڑے ہو کر پرستش کرتے ہیں اب عام طور پر مسجدوں میں بجلی کی روشنی سر پر رہتی ہے یا سامنے خادم ایک کونے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتا ہے امام کے پیچھے اب کھڑا نہیں ہوتا تو خادم اس روشنی سے علیحدہ رہے یا نہیں؟

جواب: اس میں اختلاف ہے اور مختار عدم کراہت کو لکھا ہے لیکن جب کراہت کی علت عبادت ہے اور سوال میں عبادت سراج کا شبہ ظاہر کیا ہے تو احتیاط راجح ہے لیکن ضرورت بھی آسانی پیدا کر دیتی ہے اگر اس سے بچنا دشوار ہو گنجائش کا حکم دیا جائے گا اور اگر آسانی سے انتظام ہو جائے تو اختلاف واشتباہ سے بچنا عزیمت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ص ۶۹۵)

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کا حکم

سوال: قنوج کی شاہی مسجد کو ہندو دیکھنے آتے ہیں موذن وغیرہ لالچ کی وجہ سے ان کو اجازت دے دیتے ہیں وہ لوگ ننگے پیر اور زانو کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور عورتیں لہنگا پہنے ہوئے ہوتی ہیں ایسی حالت میں ان کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مشرک لوگ ناپاک ہیں اس وجہ سے ہم ان کو مسجد کے اندر داخل ہونے سے منع کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ ظاہر میں نجاست نہ ہو تو داخل ہونا جائز ہے کیا حکم ہے؟

جواب: مشرکوں کے بدن باطن کے پاک و ناپاک ہونے کی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں جب مسلمان بچوں کا جب کہ غالب احوال میں ان کا بدن ناپاک ہوتا ہے مسجد میں داخل کرنا حرام ہے تو بالغان کفار جہاں علاوہ نجاست غالبہ کے دوسرے موانع بھی ادخال مسجد کے جمع ہیں ان کو مسجد میں داخل ہونے کی کیسے اجازت دی جائے گی اور نجاست کا ان پر غالب ہونا ظاہر ہے خصوصاً پاخانے کے بعد نجاست زائل کرنے کا اہتمام نہ ہونا ان کا یقینی ہے اور دوسرے موانع میں سے بڑا مانع یہ ہے کہ وہ مندروں میں مسلمانوں کو نہیں جانے دیتے تو غیرت اسلامی ضرور مانع ہونا چاہیے۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ص ۷۲۰)

نماز کے وقت مسجد کا دروازہ بند رکھنا

سوال: مسجد کے دو دروازے ہیں ایک محلے کی جانب اور دوسرا شارع عام کی جانب ان میں سے

ایک دروازہ نماز کے وقت بند رکھا جاتا ہے حالانکہ اس طرف بھی مسلمانوں کے کچھ گھر ہیں' اس دروازہ کے بند رکھنے کی وجہ سے اس طرف کے رہنے والے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو دروازہ بند رکھنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کا سامان چوری ہو جانے یا مسجد میں جانور وغیرہ کے گھس جانے کا اندیشہ ہو تو دروازہ بند کیا جاسکتا ہے لیکن نماز کے وقت کھولنا ضروری ہے۔ جب دونوں دروازوں کی طرف مسلمان آباد ہیں تو نماز کے وقت دونوں دروازے کھلے رہنے چاہئیں' بند کر کے نمازیوں کو پریشان کرنا درست نہیں ہے' ہاں اگر جانوروں کے اندر آ جانے کا ڈر ہو تو اس طرح بند رکھا جاسکتا ہے کہ نمازی خود کھول کر مسجد میں آ سکیں اور نمازیوں کی شکایت باقی نہ رہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۱۰۳)

مصارف خیر کیلئے کیا گیا چندہ کسی بھی مسجد میں صرف ہوسکتا ہے؟

سوال: انجمن اسلامیہ اوقاف کے پاس جامع مسجد کی آمدنی یہ ہے کہ کچھ روپیہ مسجد کی جائیداد سے اور کچھ روپیہ ماہواری چندہ سے وصول ہوتا ہے اور انجمن کے متعلق تین چار مسجدیں اور بھی ہیں لیکن ان مسجدوں میں کوئی آمدنی نہیں ہے اور وہ مسجدیں پہاڑی علاقے میں ویران پڑی ہوئی ہیں' وہاں امام کی بھی ضرورت ہے وہاں کے لوگ بہت غریب ہیں' اس لیے انجمن چاہتی ہے کہ جامع مسجد کو جو آمدنی ہوتی ہے اس میں سے جامع مسجد کا خرچہ نکال کر باقی روپیہ جو کافی بچتا ہے ان ویران مسجدوں پر صرف کر دیا جائے' پیش امام رکھا جائے' کیا حکم ہے؟

جواب: انجمن جو روپیہ ماہواری چندہ وصول کرتی ہے اگر وہ جامع مسجد کے نام سے وصول نہیں کرتی بلکہ مصارف خیر' یا مساجد زیر نگرانی انجمن کے نام سے وصول کرتی ہے تو اس آمدن کو ان غیر آباد مساجد کے آباد کرنے پر بلاتکلف خرچ کرسکتی ہے لیکن اگر خاص جامع مسجد کے نام سے وصول کرتی ہے تو آئندہ اعلان کر دے کہ وصول شدہ رقم مساجد زیر نگرانی پر بھی خرچ کی جائے گی' دونوں صورتیں نہ ہوں اور نہ ہوسکیں تو بشرطیکہ جامع مسجد کو بچے ہوئے روپے کی فی الحال بھی حاجت نہ ہو اور مستقبل میں حاجت ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو' فاضل رقم ان غیر آباد مساجد پر بقدر ضرورت خرچ ہوسکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۷۷)

چندے سے بنی مسجد میں اپنے نام کا پتھر لگانا

سوال: ہمارے یہاں مسجد بن رہی ہے' ایک شخص پتھر پر تاریخ سنگ بنیاد اور اپنا نام کھدوا کر لگانا چاہتا ہے' یہ مسجد چندے سے تعمیر ہو رہی ہے یہ شخص چندے کی فراہمی اور دیگر کاموں میں زیادہ حصہ

لیتا ہے' گاؤں والے اس پتھر کے لگوانے سے ناراض ہیں' آپ فرمائیں کہ یہ پتھر نصب کریں یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد والے ان صاحب کو مسجد کا متولی بنالیں اور ان کے اہتمام میں مسجد کا کام ہو تو اس پتھر پر یہ عبارت لکھ دی جائے کہ "اس مسجد کی تعمیر فلاں صاحب کے انتظام واہتمام سے ہوئی" تو شرعاً اس کی گنجائش ہے لیکن خود ان صاحب کا مطالبہ کرنا اخلاص کے خلاف ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی ناموری کے خواہش مند ہیں' یہ خواہش نہایت غلط ثواب کو ختم کرنے والی ہے' دنیا میں ایسے شخص کی شہرت ہو جائے گی مگر آخرت میں عمل خالص کے ثواب سے محروم رہے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۴۱)

ہر جمعہ کو مسجد دھونا

سوال: یہاں ہر جمعہ کو مسجد دھوئی جاتی ہے' اگر ضروری سمجھ کر دھوئی جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ہر جمعہ کو مسجد دھونا کوئی حکم شرعی نہیں ہے' اگر صفائی کے لیے دھوئی جائے اور اس کو حکم شرعی نہ سمجھا جائے تو مباح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۸۶)

دوسرے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا

سوال: ایک شخص مسجد محلہ کی جماعت چھوڑ کر دوسرے محلّہ میں جا کر نماز پڑھتا ہے اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مسجد محلّہ کا امام صحیح العقیدہ ہے اور بھی کوئی شرعی یا طبعی مانع اس میں موجود نہیں تو اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ کا رخ کرنا صحیح نہیں' مسجد محلّہ کا اتنا حق ہے کہ اگر اس میں داخل ہونے کے بعد کسی کی جماعت بھی فوت ہوگئی تو طلب جماعت میں دوسری مسجد میں جانے کے بجائے مسجد محلّہ میں ہی انفراداً نماز ادا کرنا افضل ہے۔

غرض اس شخص کا یہ عمل حد سے گزرا ہوا اور خلاف شرع ہے مگر اہل محلّہ کو اس قسم کے شخص سے سوء ظن رکھنا یا اس پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں' عموماً اس قسم کا طرز عمل مسائل شرعیہ سے ناواقفیت یا کسی غلط فہمی پر مبنی ہوتا ہے' اس لیے شفقت و ہمدردی سے اس کی اصلاح ضروری ہے۔ اگر سمجھانے سے نہ سمجھے تب بھی اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے' اس قسم کے لوگوں سے الجھنے کے بجائے ایسے لوگوں پر محنت کی جائے جو سرے سے نماز ہی سے آزاد ہیں اور کسی مسجد میں بھی قدم نہیں رکھتے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۴۴۹)

مسجد میں جگہ متعین کرنا

سوال: ایک آدمی موذن کے قریب ٹوپی رومال رکھ کر وضو کے لیے جائے تا کہ پھر اس جگہ

آ کر بیٹھ جائے تو یہ جگہ کیا اس کے لیے متعین ہو جائے گی؟

جواب: وضو سے پہلے خود رومال ٹوپی رکھ کر یا دوسرے سے رکھوائے تو اس سے جگہ متعین نہ ہوگی جگہ کا حق دار وہ ہے جو بارادہ نماز بیٹھے پھر اتفاقاً وضو وغیرہ کی حاجت ہو جائے اور رومال وغیرہ رکھ کر جلد واپسی کے قصد سے اٹھے تو اس جگہ کا حقیقتاً وہ حق دار ہے اب دوسروں کو بیٹھنے کا حق نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۴۱۴) ''مطلب یہ کہ مسجد میں ریزرویشن نہیں'' (م ع)

مسجد کی تعمیر کے زمانے میں نماز باجماعت کا حکم

سوال: ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے، حکومت کی جانب سے نئی تعمیر کی اجازت اس شرط پر ملی ہے کہ تعمیر کا سامان سڑک پر نہ رکھا جائے اس لیے ملبہ مسجد میں رکھنا پڑتا ہے جس میں بہت جگہ گھر جاتی ہے تو تعمیر کے دوران مسجد میں نماز باجماعت پڑھی جائے یا نہیں؟ نماز پڑھیں تو جگہ نکالنا مشکل ہے حوض کا پانی تعمیر میں کام آ رہا ہے اور مزدور اکثر ہندو ہوتے ہیں، ان کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں، ان کو پاکی ناپاکی کا کچھ خیال نہیں ہوتا، نیز نماز کی وجہ سے کام بند کرنا پڑے گا، ایسے حالات میں کیا حکم ہے؟

جواب: صورت مسئولہ میں مسجد کا بے کار ملبہ فروخت کر دیا جائے وقت پر اذان و جماعت ہونی چاہیے، مختصر ہی سہی، جماعت خانے میں صحن میں جہاں ممکن ہو جماعت کی جائے، چند نمازی اپنے گھر سے وضو اور سنت سے فارغ ہو کر آ جائیں اور بعد کی سنتیں بھی گھر جا کر ادا کریں، اس طرح صرف دس پندرہ منٹ کام بند رہے گا، جمعہ موقوف کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، مسجد کے احترام کا پورا خیال رکھا جائے اور گند کا اندیشہ ہو تو بچوں کو روکا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۰۹)

''مسجد حرم'' نام رکھنا

سوال: یہاں پر ایک مسجد ''مسجد حرم'' کے نام سے تعمیر ہو رہی ہے تو یہ نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: قادیانی نے یہی تلبیس کی تھی کہ اپنا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تجویز کیا، اپنی بیوی کا نام ام المومنینؓ کا نام تجویز کیا اور اپنی مسجد کا نام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا نام تجویز کیا، اپنے قبرستان کا نام مدینہ پاک کے قبرستان کا نام تجویز کیا، اس طرح اس نے اپنی امت کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بے نیاز و بے تعلق بنانے کی کوشش کی (نعوذ باللہ) اپنی مسجد کا نام آپ حضرات بھی ''مسجد حرم'' نہ رکھیں کہ بے علم مسلمانوں کو اس سے دھوکہ لگتا ہے، اگرچہ آپ حضرات کی نیت تلبیس کی نہ ہو تاہم دھوکہ اور مغالطہ سے بچنا بھی ضروری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۲۷)

مسجد غرباء نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: سورت میں ایک مسجد تقریباً چار سو سال پرانی ویران تھی' ایک دو ماہ سے اس کو مرمت کر کے آباد کی گئی ہے اور اس کا نام ''مسجد غرباء'' رکھا گیا ہے' آس پاس کے لوگ اکثر خستہ حال ہیں' اس نام پر بہت سے لوگوں کو اعتراض ہے' اس لیے یہ نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تعارف کی غرض سے یہ نام رکھا جاتا ہے۔ لہٰذا اس وجہ سے کہ اس جگہ کے لوگ اکثر غریب ہیں یا غرباء نے مسجد تعمیر کی ہے اور غریب لوگوں کی مسجد ہے۔ ''مسجد غرباء'' نام رکھنے میں شرعی قباحت نہیں' ایسا نام رکھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۹۱)

تبلیغی نصاب مسجد کے مائک پر پڑھنا

سوال: مسجد میں اذان اور کسی عالم کی تقریر کے لیے لاؤڈ سپیکر لگایا گیا' اب اگر اس پر قرآن کریم' نعت و نظم' تبلیغی نصاب یا کوئی تعلیمی کتاب پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس وقت کچھ لوگ نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں؟

جواب: تبلیغی نصاب ان لوگوں کو سنانا مقصود ہوتا ہے جو وہاں موجود ہوں' بغیر مائک کے ان کو آواز پہنچ جاتی ہے' پھر کیوں ان کو مائک پر سنایا جاتا ہے' اس واسطے اس مقصد کے لیے مائک استعمال نہ کریں' خاص کر نمازیوں کو جب کہ اس سے پریشانی ہوتی ہے زور زور سے نعت وغیرہ بھی اس پر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۱۴۴) ''نہ اجازت'' (م' ع)

''مسجد شہید کر دی گئی'' اور ''توڑ دی گئی'' کہنے کا حکم

سوال: ''مسجد کی دیوار شہید کر دی گئی'' کے بجائے ''توڑ دی گئی'' کہنا کیسا ہے؟

جواب: ''مسجد کی دیوار شہید کر دی گئی'' یا ''مسجد کی دیوار توڑ دی گئی'' ان دونوں عبارتوں کا کہنا جائز ہے' اس میں کوئی توہین نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۲۷)

یہ کہنا کہ ''مسجد صرف ہماری قوم کی ہے''

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ مسجد صرف ہماری قوم کی ہے' دیگر قوم کو کسی امر میں دخل دینے کا حق نہیں جس کو نماز پڑھنی ہو پڑھو مگر انتظام میں کسی کو دخل دینے کا حق نہیں' تو کیا حکم ہے؟

جواب: پڑھنے کا حق تو تمام مسلمانوں کو ہے' مگر مسجد کا انتظام کرنے کا حق مسجد کے بانی اور واقف یا متولی کو ہے' اگر وہ انتظام درست رکھے تو خیر ورنہ دوسرے مسلمانوں کو مشورہ دینے کا حق ہے' زبردستی انتظام میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۲۷)

سرسوں کے تیل کو مٹی کے تیل پر قیاس کرنا

سوال: مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ لالٹین کی وجہ سے بو کا ازالہ ہو جاتا ہے اور اگر بو منع کی وجہ سے ہے تو بو تو چراغ میں جو سرسوں کا تیل جلایا جاتا ہے اس میں بھی ہوتی ہے اور اس کے بجھانے کے وقت بھی ہوتی ہے؟

جواب: لالٹین کے اندر بھی بد بو محسوس ہوتی ہے لہٰذا اس طرح بھی منع کیا جائے گا اور چراغ میں جو تیل عادتاً جلتے ہیں ان میں بد بو نہیں ہوتی اور بجھانے سے جو بد بو پھیلتی ہے اول تو وہ ایسی بد بو نہیں' دوسرے ضرورت ہے۔ فَلَا يَصِحُّ الْقِيَاسُ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۹۸)

عورت مسجد کی صفائی کر سکتی ہے؟

سوال: مسجد کی صفائی مرد کرے یا عورت اور مرد کے ہوتے ہوئے عورت کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: بے پردگی وغیرہ کوئی قباحت نہ ہو تو عورت مسجد کی صفائی کی سعادت حاصل کر سکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۱۶)

مساجد وغیرہ کا بیمہ کرانا

سوال: یہاں مساجد و مدارس کے طریقے پر جتنی بھی عمارتیں ہیں وہ حکومت کے رجسٹر میں وقف کے نام سے نہیں بلکہ باشندوں کی منتظمہ کے نام سے رجسٹر کرائی جاتی ہے' یہاں عیسائی حکومت ہے' ملک کی ایک سیاسی پارٹی تشدد پسند ہے جو غیر ملکی لوگوں سے بہت بدسلوکی کرتی ہے ان کے مکان' دُکان' مساجد و مدارس کو نقصان پہنچاتے ہیں' جلا ڈالتے ہیں' شیشے توڑ دیتے ہیں' ان امور کے پیش نظر اس ملک میں مساجد و مدارس کا بیمہ کرا لیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس پریشان حالی میں بیمہ اتارنے کی گنجائش ہے اور اس کا افشاء بھی مناسب ہے کہ مخالفین نقصان پہنچانے سے باز رہیں گے کہ ان کو معاوضہ مل جائے گا تو نقصان پہنچانا بے کار رہے گا مگر جو رقم بیمہ کے ضمن میں ادا کی گئی ہے وہ رقم مسجد' مدرسہ اور عبادت گاہوں کی ہوگی اور زائد رقم غرباء کو تقسیم کرنا ہوگی' اگر ضرورت پڑ جائے تو مسجد و مدرسے اور عبادت گاہوں کی بیت الخلاء' پیشاب خانے' غسل خانے میں بھی لگا سکتے ہیں' تنخواہ وغیرہ اچھے کام میں استعمال نہیں کر سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۲۶) ''اولوالعزم حضرات کو اس کی حاجت نہیں' یہ کیا حرارت ایمان کہ دشمن کے زخم کو مرہم کی امید پر برداشت کیا جائے'' (م'ع)

حنفی، احمدی لوگوں کا یکے بعد دیگرے جماعت کرنا

سوال: شہر پٹیالہ میں ایک قدیم مسجد ہے اس میں دو ایک حنفی نمازی تھے اس لیے فرقہ احمدی کے اشخاص جو اس محلے میں تھے اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے' نماز کے وقت دونوں فرقوں میں تکرار ہونے پر پولیس نے یہ انتظام کیا کہ جمعہ کی نماز پہلے حنفی پڑھ لیا کریں' بعد میں احمدی اور دوسری نمازیں ایک دن حنفی پہلے پڑھ لیا کریں اور ایک دن احمدی' تو ایک مسجد میں دو فرقوں کے امام اور دو جماعتیں ہو سکتی ہیں؟ اس مسجد کا بانی حنفی تھا؟

جواب: جب کہ وہ قدیم سے حنفی فرقے کی مسجد تھی اور وہی اس کے بانی بھی تھے تو اس میں نماز و جماعت کا حق صرف اسی فرقے کے اہل محلہ کو ہے' وہی مسجد کے مہتمم اور متولی ہیں۔

مرزائی فرقہ جو جمہور علمائے اسلام کے نزدیک کافر ہے' اس مسجد میں کسی قسم کے تصرف (جماعت وغیرہ) کا حق نہیں رکھتے' پولیس نے مرزائیوں کے جماعت قائم کرنے کا جو موقع دیا ہے وہ غلط اور اسلام کے حکم کے خلاف ہے' مرزائی نہ تو حنفیوں کی جماعت سے پہلے جماعت قائم کر سکتے ہیں کیونکہ اصل مستحقین بانی مسجد فرقے سے پہلے انہیں اقامت جمعہ کا کوئی حق نہیں اور بعد میں بھی نہیں کر سکتے اس لیے صحیح طور پر جماعت قائم ہو جانے کے بعد دوبارہ کوئی جماعت منظم طور پر قائم نہیں کی جا سکتی۔ اگر وہ ناحق اپنی جماعت قائم کرنے پر اصرار کریں تو پولیس کا فرض ہے کہ ان کو داخلہ مسجد تک سے روک دیں کہ ان کو اس کا بھی حق نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۲۲)

''اہل محلہ خود مزاحم نہ ہوں'' (م ع)

مسجد کی حفاظت کیلئے جہاد کرنا

سوال: یہاں چار کوس پر ایک موضع میں پرانی مسجد ہے' اس کو ایک کافر شہید کر کے بت خانہ بنوانا چاہتا ہے تو مسلمانوں پر اس کا روکنا فرض ہے یا مستحب؟ اور سب مسلمانوں پر فرض ہے یا خاص اس گاؤں والوں پر؟

جواب: اس مسجد کی صیانت سب مسلمانوں پر فرض ہے مگر لڑنا ہرگز درست نہیں ہے' حسب قاعدہ سرکاری طور سے سرکار کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۴۵)

مسجد کی دوسری منزل میں نماز پڑھنا

سوال: اول ایک مسجد ایک منزلہ تھی' پھر اس کو دو منزلہ بنایا گیا جس میں نیچے صحن بالکل نہیں رہا

چونکہ ایسی حالت میں نیچے کے درجے میں گرمی سخت ہوتی ہے اس لیے بعض مواسم میں اوپر کی منزل میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ بعض علماء سے معلوم ہوا کہ مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے جب سے سخت تردد ہے کہ دوسری منزل میں نماز پڑھی جائے تو اس کراہت کا ارتکاب لازم آتا ہے اور اگر نیچے کی منزل میں پڑھی جائے تو سخت تکلیف ہوتی ہے' حتیٰ کہ ایک روز سخت گرمی کی وجہ سے غش آ گیا تھا' علاوہ اس کے ایسا کرنے میں غالب گمان یہ ہے کہ اس موسم میں اس میں کوئی نماز نہ پڑھے گا اور مسجد معطل ہو جائے گی تو ایسی حالت میں موسم گرما میں اوپر کی منزل میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ میں اوپر والی منزل میں نماز بلا کراہت جائز ہے' مسجد کی چھت پر نماز کا مکروہ ہونا اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب کہ اہل محلہ چھت پر نماز کے لیے جگہ نہ بنائیں اور اس کو چھت ہی قرار دیں اور جب اس پر نماز کے لیے دوسری منزل بنا دی گئی تو اب یہ سقف کے حکم میں نہیں بلکہ دوسری منزل کی چھت کو سقف قرار دیا جائے گا۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۴۷)

مسجد کے اندر صحن یا چھت پر نماز پڑھنا برابر ہے یا ثواب میں فرق آتا ہے؟

سوال: نمبر ۱۔ مسجد اور صحن کی فضیلت ایک درجہ میں مانی جاتی ہے یا علیحدہ؟

نمبر ۲۔ مسجد میں نماز پڑھنے سے ثواب کی زیادتی اور صحت میں امام کے نماز پڑھانے سے ثواب کی کمی' کیا ثواب میں بہ لحاظ مسجد و صحن کے دو درجے ہیں یا ایک ہی درجہ ہے؟ گرمی کے دنوں میں صحن میں نماز پڑھنا ہوتا ہے؟

جواب: جہاں تک زمین نماز پڑھنے کے لیے وقف کی گئی ہے وہ سب فضیلت میں برابر ہے اور جب مسجد میں صف بندی ہو جائے اور جگہ نہ رہے تو جو لوگ خارج مسجد کھڑے ہو کر نماز میں شامل ہوتے ہیں ان کو بھی مثل مسجد والوں کے ثواب ملتا ہے۔ غرض اندرون مسجد و صحن مسجد میں کوئی فرق نہیں۔ ہاں مسجد کی چھت اور مسجد کے اندرونی حصہ میں فقہاء نے فرق بیان کیا ہے کہ چھت میں وہ ثواب نہیں جو داخل مسجد میں ہے۔ گو حکم اعتکاف میں وہ بھی مسجد ہی ہے۔ (امداد الاحکام ص ۳۵۱ ج ۱)

غیر مقلد کو مسجد سے نکالنا

سوال: کچھ لوگ مذہب سے انکار کرتے ہیں اور تقلید کے منکر ہیں اور اپنے مکانوں میں اور جا بجا لامذہبی کا اظہار کرتے ہیں مگر ہم لوگوں کی مسجد میں خوف کی وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے اور

نہ آمین بالجہر کرتے ہیں مگر ہاتھ سینہ پر باندھتے ہیں تو ایسے لوگوں کو مسجد سے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے لوگوں کو مساجد سے روکنا درست نہیں اور ان کے پیچھے اقتداء درست ہے بعض حنفیہ کے نزدیک مطلقاً بعض کے نزدیک اس شرط کے ساتھ کہ امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے اور نماز میں کسی مبطل اور مفسد صلوٰۃ کا ارتکاب نہ کرے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۱۵۸)

مسجد کے سامنے باجا بجوانے کی کوشش کرنا

سوال: پچیس سال سے سونی پت میں رام لیلا ہوتی ہے' حکم سرکاری سے مسجد کے قریب پچیس قدم آگے پیچھے باجا بند ہو جاتا ہے' امسال بعض مسلمانوں نے ان کے ساتھ باجا بجوانے کی کوشش کی' ایسے لوگوں کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جب کہ ۲۵ سال کے عرصہ سے مسلمانوں کا یہ حق مسلم ہے کہ ان کی مساجد کے سامنے احتراماً باجا نہیں بجایا جاتا تھا اور اس حق کے ثبوت میں انتظامی قانون ان کا حامی ہے۔ تو اب کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس حق سے دست برداری کریں اور وہ مساجد کے احترام کی مخالفت اور باجا بجانے کی اجازت جو اسلام میں قطعاً حرام ہے احترام کریں' خلاصہ یہ کہ باجا بجانا شریعت اسلامیہ میں ممنوع اور حرام ہے اور مساجد کی اہانت یا ان کے احترام کے خلاف کوئی فعل کرنا یہ بھی حرام ہے اور ثابت شدہ حق جس کے چھوڑنے میں کسی حرام کی اجازت لازم آتی ہو اس سے دست بردار ہونا بھی حرام ہے جو لوگ محض ہندوؤں کی خاطر خلاف قاعدہ مستمرہ باجا بجانے کی اجازت دیں یا اس کی سعی کریں وہ گنہگار اور فاسق ہوں گے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۱۵)

جرمانہ اور تبرع کی رقم مسجد میں خرچ کرنا

سوال: قصاب لوگ بکریوں کی تجارت کرتے ہیں' ان کے یہاں دستور ہے کہ بیس عدد بکری فروخت ہونے پر آٹھ آنے مسجد کے نام سے' تاجروں سے وصول کرتے ہیں اور مذبح میں ذبح ہونے والی بکریوں کی آنتیں بیچ کر اس کی قیمت اور جماعت کے مکان جو کرائے پر دیئے جاتے ہیں اس کا کرایہ اور جماعت میں جب کسی پر قصور کی وجہ سے جرمانہ کیا جاتا ہے اور جماعت کے برتن جو تانبے کے ہیں' کرائے پر دیئے جاتے ہیں ان کا کرایہ یہ سب اخراجات مسجد کے پیشوا و مؤذن' رمضان شریف میں حافظ کو اجرت تراویح اور مسجد میں روشنی اور وعظ ونصائح مسجد کی مرمت'

قبرستان کا حصار' جماعت کے املاک کی تعمیر و مرمت' یتیموں' مسکینوں' بیواؤں' لاوارث میت کے کفن دفن اور جماعت کا کوئی جھگڑا اگر سرکاری کورٹ میں ہو اس کا خرچ اور جو منشی اس کا دفتر لکھتا ہے اور کبھی کبھی مسجد کے چندے وغیرہ میں یہ تمام مصارف شرع شریف کے مطابق ہیں یا نہیں؟

جواب: فی کوڑی بکری فروخت ہونے پر آٹھ آنے اور آنتوں کی قیمت مسجد میں دینا' دینے والوں کا تبرع ہے جب کہ وہ اپنی خوشی سے بغیر کسی جبر کے دیں تو جائز ہے' مکانات اگر مسجد کے لیے وقف ہیں تو ان کا کرایہ بیشک مسجد کی ملک ہے اور اگر کسی شخص کی ملک ہیں تو اس کی خوشی اور اجازت سے مسجد میں صرف ہوسکتا ہے اور اگر کسی دوسری چیز کے لیے وقف ہیں تو اسی چیز میں ان کا کرایہ صرف ہوسکتا ہے نہ کہ مسجد میں' کسی پر کسی قصور کی وجہ سے مالی جرمانہ کرنا جائز نہیں' مسجد کی وہ آمدنی جو کسی جہت کے لیے مخصوص نہ ہو امام و مؤذن' بقدر ضرورت روشنی' مرمت' فرش' لوٹے' پانی وغیرہ میں خرچ ہوسکتی ہے' اس میں تراویح کے حافظ امام کو دینا' قبرستان کی مرمت اور حصار میں لگانا' یتیموں' بیواؤں' مسکینوں' لاوارث اموات کے کفن دفن میں لگانا جائز نہیں' اگر مسجد کی ضروریات مقتضی ہوں تو دفتر کے لیے منشی رکھ سکتے ہیں اور اس کو مسجد کے مال سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۷ ص ۲۵۶)

کسی مسجد میں چار سال مغرب کی نماز پڑھنا

سوال: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانے سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے' دور دراز سے لوگ اس کے لیے سفر کرتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ چار یا سات سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے' کیا ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟

جواب: یہ طریقہ بے اصل ہے اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے' تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔ مسجد حرام' مسجد نبویؐ' مسجد اقصیٰ ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر کرنے کی ممانعت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۱۳) "من گھڑت اور بے اصل چیزوں کی طرف لوگ بہت دوڑتے ہیں۔ اناللہ" (م ع)

نقشہ مسجد نبویؐ کی طرف رخ کر کے دُرود پڑھنا

سوال: ہر نماز کے بعد (مسجد نبویؐ کے) نقشہ کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر دُرود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: یہ طریقہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں، نماز میں جو دُرود شریف پڑھا جاتا ہے وہ افضل ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے، جس قدر بھی توفیق ہو بڑے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر دُرود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١٨ص ٢۴٣)

مسجد میں دی ہوئی اشیاء کو بار بار نیلام کرنا

سوال: مرغا، انڈا، بکرا وغیرہ لوگ مسجد میں خدا کے نام پر دے دیتے ہیں، پھر اس کی نیلامی ہوتی ہے، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کو چھڑا کر پھر اس چیز کو مسجد میں دیتے ہیں، بار بار ایسا ہی کیا جاتا ہے؟

جواب: نیلام کا یہ طریقہ اس چیز کو اپنی ملک بنانے کے لیے نہیں بلکہ یہ نیلام خریدنے سے مقصود مسجد کی امداد کرنا ہے، اگر اس میں نام ونمود مقصود نہ ہو تو یہ درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١۵ص ٢١٨)

ایک مسجد کی اذان دوسری مسجد میں کافی نہیں

سوال: دو مسجدیں بالکل متصل ہیں، دونوں میں الگ الگ جماعتیں ہوتی ہیں تو کیا ایک مسجد کی اذان کافی نہیں؟

جواب: جب دو مسجدیں متصل ہیں اور دونوں میں جداگانہ جماعت ہوتی ہے تو ہر مسجد میں اذان بھی جماعت کے لیے مستقل کہی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١۵ص ١٩۴)

عیدگاہ کو دو منزلہ یا مسجد بنانا

سوال: عیدگاہ آبادی میں آ گئی ہے اور نمازیوں کے لیے ناکافی ہوتی ہے، آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنانا اولیٰ ہے یا اسی کو دو منزل کر دیا جائے؟ شق اول پر قدیم عیدگاہ کو کیا کیا جائے؟

جواب: دو منزلہ بنا سکتے ہوں تو دو منزلہ بنالیں، اگر آبادی سے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں تو موجودہ عیدگاہ کو پنج گانہ نماز کے لیے مسجد قرار دے لیں، یہ بھی کر سکتے ہیں کہ موجودہ عیدگاہ ہی رکھیں اور اس میں معذورین نماز عید ادا کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ١٧ص ٢٢٦)

بے حرمتی کی وجہ سے مسجد کو بند رکھنا

سوال: ایک مسجد بازار میں ہے، بازار کے لوگ اس کے نل سے پانی بھرتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟ نیز لوگ مسجد کے غسل خانوں میں آ کر گندگی کرتے ہیں، نیز دیہاتی عورتیں مسجد میں آ کر بیٹھتی ہیں، کھانا وغیرہ کھاتی ہیں جس سے مسجد میں چھلکی اور مکوڑے آتے ہیں، لوگ، غسل خانے میں بھنگ بھی پیتے ہیں، اس صورت میں مسجد غیر اوقات نماز میں بند کر دی جائے یا نہ کی جائے؟

جواب: اگرچہ اوقات نماز کے علاوہ مسجد کو بند کر دینا بھی درست ہے مگر مناسب نہیں کہ لوگوں کو پانی کی تکلیف ہوگی جو کام مسجد میں غلط کیے جائیں ان سے روکنے کے لیے مسجد کے مؤذن کو تنبیہ کردے یا اعلان لکھ کر لگا دیا جائے جب بار بار ان کو منع کیا جائے گا تو توقع ہے کہ مان لیں گے نیز اوقات نماز میں جب وہ مسجد میں آئیں گے تو ان سے درخواست کی جائے کہ وہ نماز ادا کریں محض بطور مسافر خانے مسجد کو استعمال نہ کریں اگر وہاں تبلیغی جماعت کا طریقہ اختیار کیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ نفع کی امید ہے اس سے مسجد کا احترام بھی دلوں میں پیدا ہوگا جس سے غلط کاموں سے حفاظت رہے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۲۴۶)

جان کے اندیشے سے مسجد کو چھوڑنا

سوال: جس مسجد پر فساق کا غلبہ ہو فسق و فجور کے خلاف کسی دینی حکم کو شائع نہ کیا جاتا ہو ادائیگی نماز کے لیے جاتے ہوئے نمازیوں پر قاتلانہ حملہ کیا جاتا ہو اور جس مسجد میں جاتے ہوئے مسلمان اپنی آبرو کا خطرہ محسوس کرتے ہوں کیا وہ مسجد پورے گاؤں کی جامع مسجد رہنے کے قابل ہے؟ اور کیا اس میں نماز پنج گانہ اور نماز جمعہ جائز ہے؟

جواب: جس شخص کو ایک مسجد میں جانے سے جان کا یا عزت کا خطرہ ہو وہ دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کرلے۔ حسب ضرورت و مصلحت ایک سے زائد مساجد میں جا کر نماز ادا کرلے حسب ضرورت و مصلحت ایک سے زائد مساجد میں بھی جمعہ درست ہے جھگڑے اور فساد سے پورا پورا پرہیز کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۲۴۷)

صحن کے شمالی وجنوبی برآمدہ میں نمازیوں کا کھڑا ہونا

سوال: مسجد میں موسم گرما و برسات میں نمازیوں کو صحن میں نماز ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے اب منصوبہ یہ ہے کہ شمالی اور مشرقی حصہ میں برآمدہ بنا دیا جائے اور بیچ میں صحن غیر مسقف چھوڑ دیا جائے تاکہ موسم گرما و برسات میں لوگ دونوں برآمدوں میں نماز ادا کریں لیکن بیچ میں جو صحن ہے وہاں مصلیان کی صفیں نہ ہوا کریں گی۔ آیا اس صورت میں شمالی اور مشرقی جانب میں برآمدہ بنا دیا جائے یا نہیں؟ نماز میں کوئی خلل تو نہ ہوگا؟

جواب: اس طرح باہمی مشورہ کر کے حسب ضرورت برآمدہ بنانا درست ہے اندرونی مسجد کی صفوف سے برآمدے کی صفوں کا اتصال رہے گا سخت دھوپ اور بارش کے وقت اگر صحن خالی رہے اور اندرونی مسجد نیز برآمدے میں نمازی کھڑے ہوں تو بھی نماز درست ہو جائے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۲۴۲)

دخول مسجد کی دعاء کہاں پڑھی جائے؟

سوال: مسجد کا بیرونی احاطہ بہت وسیع ہونے کی وجہ سے اصل مسجد کے حدود علیحدہ ہیں' ایسی صورت میں مسجد میں داخل ہونے کی دعاء کون سے دروازے سے داخل ہوتے وقت پڑھی جائے؟

جواب: جو جگہ نماز کے لیے متعین ہے کہ وہاں ناپاکی کی حالت میں جانا جائز نہیں' خواہ مسقف ہو یا غیر مسقف' وہاں پیر رکھتے ہوئے دعاء پڑھی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۲۱۶)

مسجد بیت میں حائضہ کا داخل ہونا

سوال: گھر کی مسجد بالکل مسجد کے حکم میں نہ ہوگی تو کیا گھر کی مسجد میں حیض ونفاس والی عورتیں اور ناپاک مرد وعورت داخل ہو سکتے ہیں؟

جواب: داخل ہو سکتے ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۲۹۷)

مسجد بیت میں جماعت کی حیثیت

سوال: کیا گھر کی مسجد میں جب کہ اتفاقیہ جماعت کی نماز کی ضرورت پڑ جائے' مکان کی طرح اتصال امام اور اتصال صفوف صحت اقتداء کے لیے شرط ہے؟

جواب: جو چیز مسجد میں مانع اقتداء ہے وہ مکان پر بھی مانع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۲۹۷)

مسجد میں سنتوں کا ادا کرنا

سوال: گھروں میں جو مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے اس میں نماز اوابین وتہجد وغیرہ بھی پڑھی جائے یا پنجگانہ سنن مؤکدہ یا غیر مؤکدہ اور نفل بھی پڑھنی چاہیے؟

جواب: اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ سنن مؤکدہ خاص کر قبلیہ بھی مکان پر پڑھیں لیکن اگر فوت ہونے کا احتمال ہو تو مسجد میں پڑھیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۲۹۷)

مسجد میں نماز سے روکنے پر بھی پڑھنے والے کو ثواب ہے

سوال: اگر کسی مسجد میں اذن عام نہ ہو اور مسجد کے متولی صاحب نمازیوں کو دیکھ کر یہ کہیں کہ شہر کے اندر سترہ مسجدیں اور ہیں یہیں کوئی ضروری ہے تو کیا اس بات کے کہنے سے اس مسجد میں نماز ہو سکتی ہے؟

جواب: شرعی مسجد سے کسی نماز پڑھنے والے کو نماز سے روکنے کا حق نہیں' جو شخص روکتا ہے وہ غلطی پر ہے' اس کے روکنے کی وجہ سے وہ مسجد اس کی ملکیت نہیں ہو جائے گی بلکہ اس کا روکنا غلط ہوگا اور نماز اس مسجد میں درست رہے گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ص ۱۹۹)

مسجد میں جماعت ثانیہ کی ایک صورت کا حکم

سوال: قدیم مسجد میں عذر سے تنگی کے باعث بازو میں مسجد ثانی موسوم کر کے جدید مسجد تعمیر کی ہے یہ تعمیر قدیم ہی مسجد کی ہے چونکہ بعض لوگوں کی جماعت چوک جاتی ہے تو اس لیے اس نئی مسجد میں لوگ جماعت ثانیہ کر لیتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب: اگر جدید وقدیم دونوں مسجدوں میں مستقل اذان' نماز' جماعت کا اہتمام ہوتا ہے اور پابندی سے ہوتا ہے تو دوسری جماعت کسی میں نہ کی جائے۔ اگر دونوں کا امام ومؤذن ایک ہی ہے اور ایک ہی جماعت ہوتی ہے تو محض بعد کا اضافہ ہونے کی وجہ سے وہ دوسری مسجد مستقل مسجد نہیں بلکہ دونوں مل کر ایک ہی مسجد ہے وہاں جماعت ثانیہ نہ کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۹۷)

امام کا یہ کہنا کہ ''نماز اُدھار پڑھی ہے''

سوال: امام صاحب جن کو ختم ماہ پر ایک دو روز بعد نمازی تنخواہ دے دیتے ہیں مگر پھر بھی امام صاحب کہتے ہیں کہ تم نے ادھار نماز پڑھی ہے ماہ ختم ہوتے ہی تنخواہ ملنی چاہیے' کیا امام صاحب کا یہ قول درست ہے؟

جواب: نماز یا امامت کوئی دکانداری اور تجارتی پیشہ یا کمائی نہیں ہے' ضرورت شرعیہ کی بناء پر تنخواہ کو مجبوراً جائز قرار دیا گیا ہے' زید کو ایسا نہیں کہنا چاہیے مقتدیوں کو بھی خیال رکھنا چاہیے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۰ ص ۳۰۲)

نبی علیہ السلام کیلئے بحالت جنابت مسجد میں داخل ہونا جائز تھا؟

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا جائز تھا یا نہیں؟ اگر جائز تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا سب کے واسطے حکم برابر ہے؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا دروازہ مسجد میں تھا' لہٰذا بحالت جنابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزرنے کی اجازت تھی' ہر ایک کو مسجد میں بحالت جنابت داخل ہونا اس وقت بھی جائز نہ تھا اور اب بھی کسی کے لیے جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۱۶۲)

جس چبوترے پر اذان وغیرہ ہوتی ہو اس کا حکم

سوال: ایک چبوترہ ہے اور وہ مسجد مشہور ہے' مؤذن وامام مقرر ہیں' اذان و جماعت باضابطہ ہوتی ہے' عرصہ ہوا ایک حاکم نے مجمع عام میں اس کے مسجد ہونے کا اعلان کیا تو یہ جگہ شرعاً مسجد ہوگی یا نہیں؟

جواب: اس چبوترے کا مسجد مشہور ہونا' امام ومؤذن کا مقرر ہونا' اذان و جماعت کا وہاں

باضابطہ ہونا' نیز حاکم وقت کا مجمع عام میں اس کے مسجد ہونے کو تسلیم کرنا اور اعلان کرنا' یہ امور ایسے ہیں کہ اس مسجد ہونے کے لیے شاہد عدل اور بہت کافی ہیں۔

اگر وقف نامہ موجود نہ ہو یا واقف کا علم نہ ہو تب بھی اس کے مسجد ہونے میں کوئی خلل نہیں آتا کیونکہ امور مذکورہ کا مسجد کے ساتھ خاص ہونا کسی پر مخفی نہیں' بے شمار مسجدیں ایسی ہیں کہ ان کا وقف نامہ موجود ہے نہ واقف کا حال معلوم ہے۔

کسی ایک شخص یا چند اشخاص نے مل کر کچھ حصہ زمین کو کبھی پختہ چبوترہ بنا کر اور کبھی کچا ہی رکھ کر نماز وغیرہ عبادات کے ساتھ اس کو خاص کر دیا اور عام طور پر مسلمانوں کو اس میں نماز کی اجازت دے دی اور صورت مسئولہ میں تو امام ومؤذن اور اذان وجماعت باقاعدہ ہوتی ہے' حاکم وقت نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے۔ لہٰذا اس کے مسجد شرعی ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس کو غیر مسجد قرار دینا صحیح نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۴۷۵)

مخصوص مسجد کیلئے مصحف کو وقف کر دینا

سوال: اگر کسی شخص نے قرآن مجید کسی مسجد کے لیے وقف کر دیا تو اس مسجد کے لیے مخصوص ہوگا یا نہیں؟

جواب: نہیں' درمختار میں ہے:

وَقَفَ مُصْحَفًا عَلٰى اَهْلِ مَسْجِدٍ لِلْقِرَاْةِ اِنْ يُّحْصُوْنَ جَازَ وَاِنْ وَقَفَ عَلَى الْمَسْجِدِ جَازَ وَيَقْرَاءُ فِيْهِ وَلَايَكُوْنُ مَحْصُوْرًا عَلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ.

(فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۶۷)

محلے کی مسجد کو آباد رکھنا ضروری ہے

سوال: مسجد کے محلے میں ایک قوم کے تقریباً پندرہ سولہ گھر ہیں' اور دیگر اقوام کے دو دو' ایک ایک گھر ہیں' قوم کثیرین میں سے صرف دو تین آدمی نماز پڑھتے ہیں' باقی نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ وقت معینہ پر پیش امام کی خدمت کرتے ہیں' اسی لیے مسجد میں کوئی امام نہیں ٹھہرتا اور اگر دیگر اقوام کے آدمی قوم کثیر کے ایک دو آدمی سے رائے لے کر کوئی امام رکھ لیتے ہیں تو جب امام کی خدمت کرنے کا موقع ہوتا ہے تو قوم کثیر میں سے کبھی کہا جاتا ہے کہ امام مسجد ہم سے پوچھ کر رکھا تھا' کوئی کہتا ہے کہ یہ امام جو تم نے مقررہ آمدنی پر رکھا ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں' اس لیے مسجد امام سے اکثر خالی رہتی ہے اور اقوام قلیلہ تنہا اس مسجد کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتی۔

اگر دوسری مسجد میں جانے کا حکم نہیں ہے تو اگر مسجد مذکور کی غیر آبادی کے باعث کوئی عذاب نازل ہونے لگے تو اقوام قلیلہ کے نمازی غضب الٰہی سے محفوظ رہیں گے یا قوم کثیر کے ہمراہ مغضوب ہو جائیں گے؟

جواب: جماعت اصح قول پر واجب ہے' بلا عذر جماعت چھوڑنے والے پر تعزیر ہے' اگر سب ترک جماعت کی عادت کر لیں تو امام کو ان سے قتال کرنا چاہیے۔

مگر ساتھ ہی محلے کی مسجد کو آباد رکھنا بھی ضروری ہے' اگر تمام نمازی دوسری مسجد میں نماز کے لیے جائیں گے یہ مسجد ویران ہو جائے گی' اس لیے جہاں تک ہو سکے مصالحت اور نرمی سے مسجد کو آباد رکھنا چاہیے' اگر غرباء امام کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے اور بلا اجرت امام میسر نہیں آتا تو امراء ہی کی رائے سے کسی صالح کو امام مقرر کر لیا جائے۔

جب دوسری مسجد میں تمام نمازیوں کے جانے اور پہلی مسجد کو چھوڑنے کا حکم نہیں ہے تو مسجد مذکور غیر آباد کیوں ہو گی؟ اگر اقوام کثیر زبردستی مسجد سے نکال دیں اور نماز نہ پڑھنے دیں اور اقوام قلیلہ اس فتنہ کی وجہ سے کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کو اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے گناہ نہ ہو گا کیونکہ فتنے اور فساد سے بچنا ضروری ہے تاہم فتنے پر آمادہ ہونا اور مسجد کو چھوڑنا ہرگز ہرگز مسلمانوں کی شان نہیں ہے۔ مصالحت سے کسی صالح امام کو مقرر کر لینا چاہیے تاکہ مسجد بھی آباد رہے اور غضب الٰہی بھی کسی پر نازل نہ ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۱۰)

مسجد ویران ہو جانے کے باوجود ترک وطن کرنا

سوال: ایک قصبہ ہے اس میں سو ڈیڑھ سو گھر مسلمانوں کے ہیں' ایک مسجد بھی ہے' اب کسی وجہ سے مسلمان ایک ایک کر کے اپنے گھروں کو کفار کے ہاتھ فروخت کر رہے ہیں' یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو مسجد ویران ہو جائے گی تو مسجد کا خیال نہ کرتے ہوئے اس طرح مکانات فروخت کرنا کیسا ہے؟

جواب: جہاں تک جواز بیع کا تعلق ہے تو مالک کو اپنی ملک فروخت کرنے کا حق حاصل ہے اور شرعی ایجاب و قبول سے بیع ہو جائے گی لیکن حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان کو اس کا لحاظ چاہیے کہ بغیر مجبوری کے ایسا نہ کریں' مجبوری کی حالت میں تو ہجرت ثابت ہے۔

ایضاً: اہل ثروت حضرات اس ویران ہونے والی مسجد کو آباد رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں' مثلاً زکوٰۃ وغیرہ کے روپے جمع کر کے اس سے فروخت شدہ مکانات کو واپس لے کر کرائے پر ان کو رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر وہ اپنے فروخت کردہ مکانات کو پھر خرید کر مسلمانوں کو کرائے پر دے دیں جس

سے مسجد آباد ہو جائے تو یقیناً یہ بہت بڑا کام ہوگا مگر اس کی ترغیب ہی دی جا سکتی ہے' مجبور نہیں کیا جا سکتا اور زکوٰۃ کا روپیہ اس میں خرچ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ غرباء کا حق ہے۔

ایضاً: اگر کوئی مال دار مسجد کا خیال رکھتے ہوئے اسی محلے میں نیا گھر تعمیر کرے یا تعمیر کرنے والوں کی امداد کرے تو کیسا ہے؟

جواب: انشاء اللہ اپنی نیت کے پیش نظر اجر عظیم کا مستحق ہوگا۔

ایضاً: اہل ثروت حضرات کو بار بار اس مسجد کی ویرانی کے اسباب سنائے جاتے ہیں مگر کوئی ایک بھی متاثر نہیں ہوتا اس سلسلے میں خدائی فرمان کیا ہے؟

جواب: ان کے لیے از خود کوئی تجویز کی جا سکتی ہے' ترغیب دی جا سکتی ہے۔

ایضاً: ایک حدیث سنی گئی ہے جو حج سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے' وہ یہ ہے کہ ویران ہونے والی مسجد کو آباد کیا جائے' یہ بات درست ہے یا نہیں؟

جواب: مجھے معلوم نہیں یہ روایت محفوظ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۲۳۴)

تاڑی پی کر مسجد میں داخل ہونا

سوال: تاڑی اگرچہ فی نفسہ نشہ آور ہے مگر تھوڑی پینے سے نشہ نہیں ہوتا صرف منہ میں بو آنے لگتی ہے۔ لہٰذا نشہ ہونے سے پہلے پہلے وضو یا کلی کر کے نماز پڑھ لینا کیسا ہے؟ اور پی کر مسجد میں مسلمانوں کی صفوں میں جانا جن کو یہ بو بری معلوم ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر آیت کریمہ **لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی** کے مطابق عدم جواز کے لیے نشہ ہونا شرط ہے تو نشہ کس قدر مشروط ہوگا؟ خمر اور تاڑی میں نجاست و حرمت اور حدود وغیرہ کے احکام کے لحاظ سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جواب: نشہ کی حالت میں نماز کا صحیح نہ ہونا قرآن میں صراحتہً مذکور ہے۔

لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ

''نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت تم نشہ میں ہو' یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو''

لہٰذا جب تک ایسی حالت رہے کہ یہ بھی پتہ نہ ہو کہ ہماری زبان سے کیا نکلا اور ہم نے کیا پڑھا تو نماز جائز نہ ہوگی اور تاڑی پینے کے بعد نشہ ہونے سے پہلے پہلے کلی کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے مگر مسجد میں جانا ممنوع ہے بلکہ ایسے شخص کو مسجد سے نکال دینا درست ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۲۷۲)

مدارس و مساجد کی رجسٹریشن کا حکم

سوال: آج کل جو مدارس دینیہ و مکاتب قرآنیہ اور مساجد کو جو کہ وقف للہ ہوتے ہیں' رجسٹرڈ کرایا

جاتا ہے تو اس رجسٹریشن سے کیا وہ ادارہ اپنی وقف للہ کی حیثیت پر باقی رہتا ہے؟ اس رجسٹریشن سے کیا وقف کی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا؟ اس سلسلہ کے درج ذیل شبہات کا جواب مطلوب ہے؟

ا۔کیا اس سے وقف للہ کا تحفظ مزید ہو جاتا ہے؟ ۲۔اس سے مسلک کی حفاظت ہو جاتی ہے؟

۳۔کیا اندرون و بیرون کے شرور سے وہ ادارہ اور اس کے متعلقین و متعلقات محفوظ ہو جاتے ہیں؟

۴۔شوریٰ (یعنی رجسٹرڈ باڈی) کو اخلاص و یکسوئی سے کام کرنے کی سہولت ہو جاتی ہے؟

جب کہ رجسٹریشن کے عدم جواز کے سلسلہ میں ایک فتویٰ کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے؟

اس ضمن میں جب حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب زید مجدہ جامعہ اشرفیہ لاہور' مولانا مفتی زین العابدین زید مجدہ دارالعلوم فیصل آباد' مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب زید مجدہ دارالعلوم کراچی' مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی زید مجدہ جامعہ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے درج ذیل تحریری جوابات دیئے:

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی کا فتویٰ

سوال: مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور ہمارا قدیم مدرسہ ہے جس کی شوریٰ/سرپرستان ممبران واکابرین علمائے ہندوستان رہے ہیں۔ اس وقت بھی بفضلہ تعالیٰ شوریٰ کے اراکین جید علماء اور معروف دیندار اور مخیر تجار ہیں۔ مدرسہ کی اب تک رجسٹریشن نہیں ہوئی تھی' دارالعلوم دیوبند کے فتنہ کے بعد اراکین شوریٰ اور ہمدردان مظاہر علوم کی رائے ہوئی کہ مدرسہ مظاہر العلوم کو استحکام بخشنے کے لیے اور اندرونی و بیرونی انسانی شرور سے محفوظ رکھنے کے لیے سبب کے طور پر رجسٹرڈ کرالیا جائے' چنانچہ مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس میں (جو کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کی بیماری کی وجہ سے نظام الدین میں ہوا) متفقہ طور پر طے پایا کہ مدرسہ مظاہر العلوم کی شوریٰ کو رجسٹرڈ کرالیا جائے۔ سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے ضابطہ کے مطابق کسی بھی ادارہ کے تین عہدیداران ضروری ہوتے ہیں' نمبرا: صدر' نمبر۲: سیکرٹری' نمبر۳: خازن' سیکرٹری کی طرف سے رجسٹریشن آفس میں ادارہ کی رجسٹریشن کی درخواست پیش کرنی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کو سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ چنانچہ ان کے دستخط سے رجسٹریشن کی درخواست داخل کردی گئی جس کی کارروائی جاری ہے۔

سائل نے آج سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کرانے والے ماہرین اور وکلاء سے رجسٹریشن ایکٹ اور اس کے تحت رجسٹریشن کرانے یا ہونے والے اداروں کے بارے میں

تفصیلات معلوم کیں' یہ تفصیلات بھی لف ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رجسٹریشن سے کسی بھی ادارہ کے کسی بھی وقف کو نقصان پہنچنے کا قطعاً کوئی احتمال نہیں ہے نہ ہی اس میں حکومت کی کوئی مداخلت ہے بلکہ رجسٹریشن کے بعد ادارہ کی ملکی قانون کے اعتبار سے قانونی حیثیت اس درجہ میں بن جاتی ہے کہ واقعی یہ ایک باقاعدہ ادارہ ہے اور اگر کبھی اس کو اندرونی یا بیرونی شر سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو ملکی قانون کی طرف سے اس کو تحفظ بھی حاصل ہوتا ہے۔

اندریں صورت آپ سے درخواست ہے کہ کیا رجسٹریشن موجودہ حالات میں کرانا شرعاً جائز بلکہ ضروری نہیں ہے؟ سائل صغیر احمد۔ لاہور

ازاحقر جمیل احمد تھانوی سابق مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور' مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون حال مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور یہ عرض کرتا ہے کہ آپ کے استفتاء میں صرف دو چیزیں ہیں انہی کے متعلق تفصیل سے عرض ہے:

ا۔ رجسٹریشن شرعاً ضروری ہے اور نہ کرانے پر گناہ ہو' یہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے مگر ناجائز بھی نہیں کہا جاسکتا' جیسے تمام بیع ناموں' ہبہ ناموں' وقف ناموں' اقرار ناموں اور اب ایک طویل عرصہ سے نکاح ناموں کا رجسٹریشن جائز ہے مگر شرعاً ضروری کہ جس کے بغیر صحیح ہی نہ ہو یا نہ ہونے پر گناہ ہو' نہیں ہے' ہاں ایک قسم کی حفاظت کا قانونی ذریعہ ضرور ہے اور صدیوں سے تمام مسلمانوں کا اس پر تعامل بلانکیر ہے اور عرصہ سے تو نکاحوں' مسجدوں' انجمنوں' دینی و غیر دینی مدارس' رفاہ عام کے اداروں کی رجسٹریشن کا معمول ہے جو حفاظت کے لیے نہایت مستحسن ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ انگریزوں کے جمہوریت کے دلفریب پروپیگنڈہ نے اعلیٰ سے اعلیٰ دماغوں کو بھی متاثر کردیا ہے' اکثریت کے بل بوتہ پر یا حکومت کی طرف سے اس کی اعانت پر شخصی قومی بلکہ خدائی اوقاف پر بھی روز روز ڈاکے ڈالے جارہے ہیں' اگر رجسٹریشن سے ان کی حفاظت ہوسکتی ہے تو چونکہ ہر شخص پر اپنی مملوکات اور ہر مسلمان پر خدائی مملوکات یعنی اوقاف کی حفاظت واجب ہے حتیٰ کہ اس کی حفاظت میں "من قتل دون ماله فهو شهيد" تک جانے کی بھی اجازت ہے اور رجسٹریشن اسباب حفاظت میں سے ہے تو ایک درجہ میں استحساناً ضروری ہوجاتا ہے' خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب یہ ڈاکے عام ہو رہے ہیں' مقدمته الواجب واجب کہنے کی بھی گنجائش۔ ہے مگر حفاظت کے طریقے دوسرے بھی ہیں۔

اس کو مداخلت فی الدین کہنا بے اصل ہے' صدیوں سے سب کو تمام رجسٹریوں کا تجربہ ہو رہا ہے کہ رجسٹری سے کسی کی ملک نہ نکاح میں طلاق میں' کسی مسجد و ادارہ میں کوئی مداخلت ہے اور نہ

رجسٹری کے قانون میں اس کی گنجائش ہے' ہاں مخالفوں کی مداخلت سے ایک گونہ بچاؤ ہے اور یہ سب چیزوں میں ہے اور سب کے تجربہ سے ہے۔

۲۔ یہ فتویٰ بہ چند وجوہ نا قابل اعتبار ہے:

الف: مدرسہ کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمود حسن صاحب کے دستخط کے بغیر ہے کسی ناتجربہ کار نوآموز کی اپنی رائے ہے' حقیقت مفتی اعظم سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

ب: دستخط کرنے والوں میں کوئی فتوے کا ماہر نہیں' اس طرح ایرے غیرے کے تو ہزار دستخط بھی کالعدم ہیں۔

ج: مولانا محمد یحییٰ' خود مدرسہ کے کہنہ مشق مفتی مدرسہ ہیں' برس ہا برس سے کام کرنے والے وہ کہہ رہے ہیں: ''احقر کو سوالات سے پوری لاعلمی ہے'' لہٰذا جن امور پر فتویٰ کی بنیاد ہے اگر وہ صحیح ہوتے تو مدرسہ میں برسوں کے مفتی صاحب کے لیے غیر معلوم کیسے ہو سکتے تھے؟

د: مفتی محمد یحییٰ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ''معلوم نہیں واقعہ ایسا ہی ہے یا اور کچھ ہے'' انہوں نے بتا دیا کہ جب تک واقعات کی تحقیق نہ ہو فتویٰ درست نہیں اس لیے دستخط سے معذوری کر دی۔

ہ: کوئی بات بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہو سکتی' جھوٹ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے خود جھوٹ بن کر رہ جاتا ہے۔

و: لاہور کے اس افسر سے جو اس محکمہ کا خوب ماہر ہے اس کی تحقیق منسلک ہے کہ ''ایسا کوئی اندیشہ نہیں کوئی مداخلت نہیں ہوتی بلکہ مخالفوں کے خطرے کا سدباب ہے'' جس سے اس کا ہونا ضروری بات ثابت ہے گو شرعی واجب نہ ہو احتیاطی واجب ہوگا اور برسوں کے سب کے تجربات الگ اور اگر کوئی اندیشہ ہوا تو علیحدگی کی کوشش بھی تو ممکن ہے وقتی مضرات سے تو حفاظت ہوگی۔

ز: فتویٰ کا مدار چار نمبروں پر ہے:

اول: سیکرٹری ہونا جھوٹ ہے مگر اس کے لیے ان سے ثبوت لیا جا سکتا ہے۔ اگر نظام الدین میں مجلس شوریٰ کا اجتماع اور سب کا ان کو سیکرٹری بنا دینا ثابت کر دیا گیا تو یہ دفعہ خود جھوٹ بن کر رہ جائے گی۔

دوم: اگر یہ صحیح ہو تو علم و تدبر تو ایک عام مفہوم ہے اس میں اس کے انواع داخل ہیں' علم دین کا مدرسہ بھی داخل ہے اسے جھوٹ کہنا خود جھوٹ ہوگا۔

سوم: سوسائٹی انگریزی لفظ ہے' جاننے والوں سے مفہوم معلوم کیا جائے' بظاہر چند افراد کا مجموعہ ہی تو ہے تو اس کے عموم میں مجلس شوریٰ بھی داخل ہے اس کو دینا' اس کے زیر اہتمام مدرسہ کو دینا ہے نہ کہ ان کی ذاتوں کو اور زیر اہتمام وقف ہے تو وقف کو ہی دینا ہوا جھوٹ کیسے ہوا؟

چہارم: ادارہ اور سوسائٹی کے معنی میں عام خاص کی نسبت ہے عام ہر خاص پر مشتمل ہوتا ہے تو جھوٹ کیونکر ہوا؟

پھر انہی نمبروں کی بنیاد پر چند سوالات قائم کیے گئے ہیں:

سوال:۱..... کا جواب خلاف شرع کیوں ہے جب کہ مجلس شوریٰ اس کی نوع پر مبنی ہے۔

سوال:۲..... مداخلت فی الدین کا امکان اب امکان تو ہر کافر بلکہ ہر غیر متدین حکومت میں ہر وقت ہر مسئلہ میں رہتا ہے آخر ہر حکومت حکومت ہی تو ہے پھر زندگی ہی منقطع ہو کر رہ جائے گی۔ مگر ایسے امکانات حکم کے مدار نہیں ہو سکتے خصوصاً جب تجربات خلاف کا اعلان کر رہے ہیں۔

سوال:۳..... ٹھیک ہے مگر کذب وملف کا ثبوت ضروری ہے جو عدالت یا تحکیم سے ہو سکتا ہے۔

سوال:۴..... جی ہاں اگر ثبوت شرعی سے فسق ثابت ہو جائے اگر نہ پائے تو جھوٹا الزام لگانے والوں پر تعزیز لازم ہے۔

سوال:۵..... جب کہ زید کا کفر یا فسق ثابت ہوا اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو اور معاون کا کفر یا کبیرہ کی مدد اور توبہ نہ کرنا ثابت ہو ورنہ عدم ثبوت پر الزام سے تعزیز تعذیر ہے۔

ح:..... جن مفتی صاحب کا فتویٰ ہے گو وہ بڑے مفتیوں کے اور ان کی تصدیق سے خالی ہوتے ہوئے نا قابل اعتبار ہے پھر بھی "اگر ایسا ہو" سے مقید ہے اس لیے جب تک سوال کے مندرجات ثابت نہ ہوں گے یہ فتویٰ ہی نہیں ہے اور اذا فات الشرط فات المشروط۔

ط:..... ناواقف صاحبان کے دستخط اسی دھوکہ پر ہوئے کہ واقعہ ایسا ہے اگر وہ واقعات ثابت نہ ہوئے تو یہ کالعدم ہیں لہٰذا کوئی چیز قابل اعتبار نہیں۔

ی:..... جب تک ثبوت عدالت یا تحکیم سے ثابت نہ ہوں ان کا الزام تعزیز کا مستحق ہے۔ واللہ اعلم

مفتی زین العابدین کا فتویٰ

جواب: رجسٹریشن حفاظت کا قانونی ذریعہ ہے اور تقریباً تمام علماء بلکہ پوری اُمت مسلمہ کا اس پر تعامل ہے بریں بنا بلا تردد صورت مسئولہ میں رجسٹریشن کرانا مستحسن امر ہے بلکہ بقول مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ العالی مقدمۃ الواجب واجب کہنے کی بھی گنجائش ہے۔

مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی کا فتویٰ

حامداً ومصلیاً! دور حاضر میں رجسٹریشن کرانا حفاظت کا ایک قانونی ذریعہ ہے جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے اس لیے مساجد و مدارس اور مکاتب قرآنیہ وغیرہ کو رجسٹرڈ کرانا نہ صرف جائز

ہے بلکہ مستحسن ہے اور رجسٹرڈ کرانے سے وقف کا وقف ہونا ہرگز متاثر نہیں ہوتا' وقف بدستور وقف ہی رہتا ہے بلکہ اس کی حفاظت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جو شرعاً مطلوب ہے۔ واللہ اعلم

مفتی ولی حسن ٹونکی کا فتویٰ

جواب: دینی اور مذہبی تعلیمی ادارے کی بقاء اور استحکام میں رجسٹریشن مدد اور معاون ہوتا ہے اور آئندہ پیش آنے والے نزاعات کا فیصلہ بھی اس سے ہو جاتا ہے اس لیے جائز ہی معلوم ہوتا ہے' رجسٹریشن ہو جانے کے بعد کے خطرات، وہم کے درجہ میں ہیں اس لیے اعتبار نہیں جبکہ تجربہ اور عادت سے ثابت ہے کہ غیر مسلم حکومت کا دخل ادارے پر نہیں ہوتا اور وہ حسب سابق اپنی آزادی پر برقرار رہتا ہے اس لیے رجسٹریشن کی کارروائی جائز اور قابل لحاظ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: استفتاء چونکہ مظاہر العلوم سہارن پور سے متعلق ہے اس لیے اپنی رائے سے ضرور مطلع فرماویں۔

جواب: ان اکابر کے تفصیلی جوابات کے بعد میرے جواب کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر چونکہ آنجناب کا حکم ہے اس لیے تعمیل حکم میں چند کلمات پیش خدمت ہیں:

رجسٹریشن کی حقیقت یہ ہے کہ ''کسی ادارے کی طے شدہ حیثیت پر حکومت کے باختیار ادارے کی مہر تصدیق ثبت کرانا'' تاکہ اس کی حیثیت کو تبدیل نہ کیا جاسکے۔ پس جس ادارے کی جو حیثیت بھی ہو وہ رجسٹریشن کے بعد نہ صرف یہ کہ بدستور باقی رہتی ہے بلکہ جو شخص اس کی حیثیت کو تبدیل کرنا چاہے اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہو سکتی ہے۔

چونکہ فتنہ وفساد کا دور ہے اور بہت سے واقعات ایسے رونما ہو چکے ہیں کہ غلط قسم کے لوگ دینی، مذہبی اداروں کو لاوارث کا مال سمجھ کر ان پر مسلط ہو جاتے ہیں' کبھی اہل ادارہ کو غلط روی پر مجبور کرتے ہیں کبھی اسی نام سے دوسرا ادارہ قائم کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ عام مسلمانوں کے حق میں انتشار و خلفشار اور اہل دین سے تنفر کے سوا کچھ نہیں نکلتا' اس لیے اکابر کے دور سے آج تک رجسٹریشن کرانے کا معمول بغیر نکیر اور بغیر کسی اختلاف کے جاری ہے اور فتنوں سے حفاظت کے لیے رجسٹریشن کرانا بلاشبہ مستحسن بلکہ ایک حد تک ضروری ہے۔ یہ ''تسجیل'' ہی کی ایک صورت ہے جو ہمیشہ اسلامی عدالتوں میں ہوتی رہی ہے اور جس کے مفصل احکام فتاویٰ عالمگیری جلد ششم میں موجود ہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱۰ص ۲۵۶)

واللہ اعلم وعلمہ أتم واحکم!

احکام الودیعت

ودیعت بلا ضمان

ودیعت کی تعریف

سوال...... ودیعت کی تعریف اور شرعی حکم کیا ہے؟

جواب...... ودیعت کا دوسرا نام امانت ہے ویسے لغوی معنی اس کے ترک (چھوڑنے) کے ہیں اور شرعاً دوسرے کو اپنے مال کی حفاظت کے لئے مقرر کرنے کے ہیں۔ فی التنویر شرحہ (ہو) لغۃ الترک وشرعاً (تسلیط الغیر علی حفظ ماله صریحا او دلالة) اور ودیعت کی حفاظت مودع پر واجب ہے اور مال اس کے قبضہ میں امانت ہوتا ہے اور مطالبہ کے وقت واپس لازم اور ضروری ہے نیز امانت کا نہ اجارہ جائز نہ رہن اور نہ ہی عاریت پر دینا جائز ہے اور اگر ایسا کیا گیا تو ضمان لازم ہے عالمگیری میں ہے واماحکمها فوجوب الحفظ علی المودع وصيرورة المال امانة فی يده ووجوب ادائه عندالطلب كذافی الشمنی والوديعة لاتودع ولاتعارولاتوأجر ولاترهن وان فعل شيئا منها ضمن كذافی البحر الرائق (ج۴ص ۳۳۸) (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

امانت کے روپے دیمک نے کھا لئے کیا حکم ہے؟

سوال...... جو نوٹ یا روپیہ مہتمم مدرسہ یا متولی مسجد کے پاس جمع ہے اور وہ نوٹ دیمک نے کھا لئے یا روپیہ باوجود حفاظت کے چوری ہو گیا تو اس کا تاوان مہتمم یا متولی کے ذمے ہو گا یا نہیں؟

جواب...... امین نے اگر معروف حفاظت میں کمی نہیں کی تو نوٹ یا روپیہ ضائع ہونے کی صورت میں اس پر ضمان نہیں۔ (کفایت المفتی ۸ص ۱۱۵)

امانت کے ضائع ہونے کے خدشہ کی صورت میں فروخت کرنیکا حکم

سوال...... اگر کسی امانت کے بارے میں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور مالک تک رسائی بھی مشکل ہو تو ایسی صورت میں امانت کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟ کیا اسے فروخت کر کے رقم مالک کو دی جا سکتی ہے؟

جواب.....امانت میں بنیادی طور پر مالک کے حقوق کی رعایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ امانت میں خیانت حرام اور ناجائز ہے امانت مالک کو اصل حالت میں واپس کرنا مودع کی ذمہ داری ہے لیکن جہاں کہیں امانت کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی حالت میں مالک سے رابطہ کر کے اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے اور اگر کسی وجہ سے مالک سے رابطہ ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں حاکم وقت کو اطلاع دے کر تحفظ امانت کی صورت تلاش کی جائے اور اگر حاکم وقت سے بھی رابطہ کی صورت میسر نہ ہو تو پھر اہل رائے سے مشورہ کر کے امانت کو فروخت کر کے اس کی قیمت مالک کے لئے محفوظ رکھی جائے تاہم ان تمام صورتوں میں مالک سے ہمدردی کا جذبہ محرک رہے گا اور اگر حتی المقدور کوشش کے باوجود امانت ضائع ہوگئی تو محافظ پر کوئی تاوان لازم نہیں۔

قال العلامة خالدالاتاسی رحمه الله: اذاكان صاحب الوديعة غائباً غيبة منقطعة بحيث لايعلم موته ولاحياته يحفظها المستودع الى ان يعلم موت صاحبها اما اذا كانت الوديعة ممايفسد بالمكث يبيعها المستودع باذن الحاكم ويحفظ ثمنها امانة عنده لكن اذالم يبيعها ففسدت بالمكث لايضمن (مجلة الاحكام مادة ۷۸۵'۴۳۵ الفصل الثانی فی احكام الوديعته) وفی الهندية: اذاكانت الوديعة شيأ يخاف عليه الفسادوصاحب الوديعة غائب فان رفع الامر الى القاضی حتی يبيعه جازوهوالاولى وان لم يرفع حتى فسدت لاضمان عليه لانه حفظ الوديعة على مامربه كذافی المحيط (الفتاوىٰ الهندية ج۴ ص ۳۴۴ الباب الرابع' كتاب الوديعة) (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص ۴۰۰)

امانت ضائع ہوجانے کی ایک صورت کا حکم

سوال.....میں سودا لینے کے لئے جارہا تھا کہ ایک اور دکان دار نے مجھے پانچ سو روپے دیئے کہ میرے لئے بھی سودا لیتے آنا میں نے ان کے پیسے اپنے پیسوں کے ساتھ لپیٹ کر جیب میں ڈال لئے اسی جیب میں میرے پندرہ روپے اور بھی تھے جب میں نے شہر پہنچ کر دیکھا تو جیب میں پندرہ روپے تو ہیں لیکن جو ایک ساتھ لپیٹے ہوئے تھے وہ نہیں ہیں وہ راستے میں کہیں گر گئے یا

کسی نے نکال لئے مجھے کچھ پتہ نہیں تو کیا وہ پانچ سو روپے مجھے ادا کرنے ہوں گے؟

جواب...... اگر امانت کے پانچ سو روپے اس طرح رکھے تھے کہ ان میں اور آپ کی ذاتی رقم میں کوئی امتیاز تھا تو انکے گم ہونے سے آپ پر کوئی ضمان نہیں اور اگر اپنی ذاتی رقم کیساتھ اس طرح ملا لئے تھے کہ کوئی امتیاز نہ رہا تھا تو اس رقم کا مالک آپ سے مطالبہ کرسکتا ہے البتہ اگر اس دکاندار نے ملانے کی صراحتاً اجازت دیدی ہو یا ملانے کا عام رواج ہو تو آپ پر ضمان نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۱)

امین کو امانت میں تصرف کا حق ہے

سوال...... کسی امین کو امانت میں تصرفات کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے؟

جواب...... امین پر امانت کی حفاظت لازمی ہے اس کی حفاظت کیلئے جو بھی تدبیر اختیار کرنا پڑے کرسکتا ہے مگر حفاظتی تدابیر کے علاوہ دیگر تصرفات کرنا ناجائز ہے بصورت ہلاکت ضامن ہوگا۔

وفی الهندية: والوديعة لاتودع ولاتعارولا توجرولاترهن وان فعل شيئاً منها ضمن كذافي البحرالرائق (الفتاویٰ الهندية ج ۴ ص ۳۳۸ كتاب الوديعة) قال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاری رحمه الله: والوديعة لاتودع ولا تعارولا تؤ جروولا ترهن وان فعل شيئاً منهاضمن (خلاصة الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۹۱ كتاب العارية) ومثله فی شرح مجلة الاحكام' ماده ۱۷۷، ۴۲۷ الباب الاول فی عمومية الامانات)

فتاویٰ حقانیه ج ۶ ص ۳۹۸)

امین کو وکیل بنانے کی ایک صورت

سوال...... زید عمرو کے پاس امانت رکھتا تھا ایک مرتبہ زید نے عمرو سے بارہ روپے جو اس کا امانت تھا طلب کیا عمرو نے کہا مجھے تو صرف دس روپے یاد ہیں زید نے یاد دلایا تو عمرو نے بارہ روپے حوالے کئے اب زید نے دوبارہ عمرو کے پانچ روپے دیئے کہ فلاں چیز خرید کر ہمارے پاس روانہ کرنا عمرو نے نہ بھیجا جب زید نے تقاضا کیا تو عمرو نے لکھا کہ میرے ذمے تمہارا کچھ نہیں زید نے رفع درفع کرنے کی غرض سے لکھا کہ تم یہ پانچ روپے کسی مدرسے یا یتیم خانے میں دے دو اس نیت سے کہ اگر زید کا ہے تو اس کو ورنہ مجھ کو ثواب ملے عمرو نے جھلا کر صرف زید کے نام روپیہ داخل کردیا اور لکھا کہ تم نے جبراً دلوایا ہے تو ایسی مشتبہ صورت میں جبکہ زید کی تحریر کے خلاف روپیہ عمرو

نے صدقہ کیا تو آیا زید کو پانچ روپے عمرو کو دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب...... جب اول بار میں زید کی یاد دہانی پر عمرو نے بارہ روپے ادا کئے تو بدلالت حال اس کے وجوب کا اقرار کر لیا جو اس پر حجت ہے اب دوبارہ جو زید نے عمرو کو پانچ روپے دیئے وہ امانت ہیں اس کا رکھنا عمرو کو جائز نہ تھا اس لئے یہ کہنا کہ جبراً دلوایا غلط ہے اور یہ صدقہ زید کی طرف سے ہو گیا اور یہ صدقہ دینا زید کی تحریر کے خلاف نہیں ہے زید کا اصل مقصود تو یہی تھا کہ میری طرف سے دیا جائے دوسری بات محض رفع نزاع کے لئے کہہ دی تھی پس خلاف مقصود نہیں ہوا اس لئے یہ پانچ روپے نہ زید سے عمرو لے سکتا ہے اور نہ عمرو سے زید۔ (امداد المفتیین ج ۲ص ۳۲۳)

امانت کا روپیہ دوسرے سے اٹھوانا رکھوانا

سوال...... مدرسہ کے مہتمم عرصے سے ایک ہی شخص ہیں جو آنکھوں سے معذور تھے کچھ عرصے سے مہتمم دوسرے صاحب تھے مگر خزانچی یہ ہی معذور چشم رہے روپے کی آمدوخرچ یہ خود نہیں لکھ سکتے تھے بلکہ دوسروں سے لکھواتے تھے اکثر اوقات مدرسے کی تھیلی سے اپنی اہلیہ اور اہلیہ کی بھتیجی وغیرہ سے جن پر ان کو اعتماد تھا رکھواتے اور نکلواتے تھے پھر خزانچی صاحب نے بوجہ معذوری بخوشی سبکدوشی حاصل کی حساب لگایا گیا تو حساب میں ایک سو پندرہ روپے پانچ آنے نو پائی کم برآمد ہوئے جس کا علم خزانچی صاحب کو کچھ نہیں کہ کب اور کیوں کمی واقع ہوئی لہٰذا یہ کمی امین کے ذمے آتی ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر خزانچی صاحب کے پاس روپیہ داخل کرنے اور واپس کرنے کا حساب علیحدہ رہتا ہو اور ان کے پاس روپیہ پہنچانے والے اور واپس لانے والے متعین ہوں اور اس بات کا قطعی ثبوت بہم پہنچ جائے کہ مذکورہ رقم ان کے پاس تھی تو ان سے اس کی بازپرس ہو سکتی ہے اور اس رقم کی موجودگی کا قطعی ثبوت نہ ہو تو صرف کاغذات مدرسہ کے اندراجات سے جس پر خزانچی کے تصدیقی دستخط بوجہ نابینا ہونے کے نہ ہوں گے نہ ان کے کسی معتمد کے ہوں گے خزانچی سے بازپرس نہیں ہو سکے گی اور پہلی صورت میں جس میں بازپرس کا حق ہے اگر خزانچی صاحب ہمیشہ اپنے ہاتھ سے صندوقچہ کھولتے بند کرتے رہتے تو ان سے ضمان نہیں لیا جا سکتا تھا البتہ جبکہ انہوں نے دوسرے لوگوں سے رقم رکھوائی اور نکلوائی تو ایسی صورت میں وہ ضامن ہوں گے۔ (کفایت المفتی ج ۸ص ۱۱۶)

مجبوری کے تحت امانت فروخت کرنے کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! آج سے دو سال قبل ایک افغان مہاجر نے ہمارے پاس دو بوری گندم امانت رکھی تھی اور خود کہیں چلا گیا اس کے بعد سے آج تک ہمارا اس سے کوئی رابطہ

نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہمیں اس کے گھربار کا علم کوئی ہے جبکہ اس کی گندم پڑی پڑی خراب ہورہی ہے ان حالات میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے اس کا کوئی حل بتائیں؟ کیا ہم اس گندم کو فروخت کرکے اس کی قیمت بطور امانت محفوظ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب..... بلاضرورت شدیدہ کسی کی امانت میں تصرف کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا تاہم مجبوری کے تحت بہت سارے محظورات میں بھی گنجائش نکل آتی ہے چونکہ صورت مسئولہ میں بھی ضرورت شدیدہ ہے اس لئے شرعاً آپ عدالت سے اجازت لیکر اس گندم کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو اپنے پاس بطور امانت محفوظ رکھیں لیکن اگر عدالت تک رسائی ممکن نہ ہو اور گندم کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو پھر چند مسلمانوں کے سامنے اسے فروخت کرکے رقم محفوظ رکھیں۔

لمافی الهندية: وان كانت الوديعة شيئاً لايمكن ان يؤاجرفا لقاضى يأمره بأن ينفق من ماله يوماً اويومين اوثلاثة رجاً ان يحضر المالک ولايأمره بالانفاق زيادة على ذلک هل بل يأمره بالبيع وامساک الثمن. (الفتاوىٰ الهندية ج۵ ص۲۲۰ كتاب الوديعة) وقال مولاناعبدالكريم: وفى العالمگيرية: وان كانت الوديعة شيئاً لايمكن ان يؤاجرفالقاضى يأمره بأن ينفق من ماله يوماً اويومين اوثلاثة رجاء ان يحضر المالک ولايأمره بالانفاق زيادة صلى ذلک بلى يامره بالبيع وامساک الثمن. اه وفى ديارنالايمكن الرفع الى القاضى فجماعة المسلمين قائمة مقامه.

اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں بکرے کو فروخت کرکے اس کی قیمت امانت میں رکھنی چاہئے مگر خود تنہا فروخت نہ کرے بلکہ چند معتبر مسلمانوں کی رائے سے فروخت کرے۔ (امدادالاحکام ج۳ ص۶۱۳ کتاب الودیعۃ) فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۴۰۴)

امین کے بکسہ سے امانت کپڑے کا غائب ہونا جبکہ اپنی تمام چیزیں محفوظ تھیں

سوال..... علماء کرام کیا رائے دیتے ہیں کہ ایک لڑکی رشیدہ نے تقریباً ۵۰ روپے کا کپڑا حمیدہ کے پاس بطور امانت رکھا لیکن جب رشیدہ نے امانت اس سے طلب کی تو اس نے اپنا بکسہ کھولا تو اس میں صرف رشیدہ کے امانتی کپڑے نہیں تھے حمیدہ کی ہر چیز اس بکس میں بالکل ٹھیک ٹھاک پڑی تھی

رشیدہ بھی سفید پوش بندی ہے اور حمیدہ بھی درمیانی حیثیت کی مالکہ ہے اب آپ بتایئے کہ حمیدہ رشیدہ کو اس قسم کے کپڑے اپنی طرف سے لے کر دینا چاہتی ہے لیکن رشیدہ علماء کی رائے لینا زیادہ مناسب سمجھتی ہے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتایئے مہربانی ہوگی آیا کہ وہ اس سے لے یا کہ نہ لے۔

جواب..... حمیدہ نے اگر اس امانت کی اپنی طرف سے پوری حفاظت کی ہے اور اس نے اس میں اپنی طرف سے کوئی تعدی یا قصر نہیں کی ہے اور یہ بالکل ایک اتفاقی حادثہ ہے تو پھر حمیدہ پر ضمان واجب نہیں اور اگر حمیدہ نے اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی کی ہو یا اس کا ذکر کسی چور وغیرہ سے کیا ہو غرض اس کی طرف سے کوئی قصور ہوا ہو تو حمیدہ پر اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۱۳)

ودیعت مع ضمان

نابالغ کے پاس ودیعت رکھنا صحیح ہے

سوال..... بچہ جسکے پاس امانت رکھی جائے اگر حفاظت نہ کرے تو اس پر ضمان ہے یا نہیں؟

جواب..... بچہ (جس کو امانت رکھنے کی ولی وغیرہ کی طرف سے اجازت ہو) کے پاس ودیعت رکھنا صحیح ہے اور حفاظت نہ کرنے سے (ضائع ہوگئی تو) اس پر ضمان لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۴۹)

امین کا امانت کسی اور شخص کے حوالہ کر کے مالک کی طرف بھجوانا جائز نہیں

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کو اپنا سامان دیا ایک سائیکل پر زید سوار ہوا اور دوسرے پر بکر سوار ہوا بکر کے سائیکل پر زید کا سامان جس میں دو گٹھڑیاں تھیں باندھی گئیں راستہ میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ گٹھڑیاں گرنے لگتیں تو دونوں مل کر اس کو باندھ لیتے تاوقتیکہ منزل مقصود سے کچھ فاصلہ باقی تھا کہ زید اتفاقاً آگے ہوگیا اور بکر کچھ فاصلہ پر پیچھے رہ گیا تو دو گٹھڑیوں میں سے نیچے والی گٹھڑی جس میں چینی تھی گر گئی کچھ دیر بعد جا کر بکر کو معلوم ہوا کہ گٹھڑی گر گئی ہے تو وہ سائیکل سے اترا اور زید کو آواز دی زید بلانے کی آواز سنی اور سائیکل سے اترا بھی لیکن وہیں کھڑا انتظار کرتا رہا بکر کے پاس نہیں آیا ادھر بکر نے دیکھا کہ گری ہوئی چینی کی گٹھڑی کو دو راہ پر چلتے ہوئے آدمیوں نے اٹھالیا ہے تو اس نے ایک نامعلوم شخص کو جو اس راہ پر زید والی جانب جا رہا تھا دوسری گٹھڑی دی اور کہا دیکھو وہ سامنے سبز قمیض والا شخص زید کھڑا ہے یہ گٹھڑی اس

کو دے دینا یہ کہہ کر بکر سائیکل پر سوار ہوا اور پہلی گٹھڑی اٹھانے والوں کو جا پکڑا اور بصد مشکل اپنی گٹھڑی ان سے لے لی زید جہاں کھڑا تھا نصف گھنٹہ وہاں بکر کے انتظار میں کھڑے رہنے کے بعد منزل مقصود کی طرف چل دیا اس خیال سے کہ بکر دوسرے راستے سے شاید چلا گیا ہے میرے پاس منزل مقصود پر خود بخود آ جائے گا چنانچہ بکر تقریباً دو تین گھنٹہ کے بعد زید کو ملا اور سارا قصہ اس کو سنایا نیز دوسری گٹھڑی کے متعلق بھی بتا دیا کہ میں نے ایک شخص کے ہاتھ تیرے پاس بھیج دی تھی۔ لیکن زید نے جواب دیا کہ وہ گٹھڑی مجھے نہیں ملی بلکہ تو نے سازش کر کے میری گٹھڑی گم کر دی ہے اب زید کہتا ہے کہ میری گٹھڑی بکر کے پاس میری امانت تھی بکر کو نا معلوم شخص کے حوالہ کرنے کا حق نہیں تھا اس نے امانت میں دانستہ خیانت کی ہے لہٰذا اس کے ذمہ ہے کہ مجھے گٹھڑی میں گم شدہ سامان کی قیمت جو پانچ صد روپیہ ہے مجھے ادا کرے لیکن بکر کا والد کہتا ہے کہ میں نے زید کو منع کیا تھا کہ تم بکر کو سامان اٹھوا کر شہر نہ لے جانا کیونکہ یہ کم عقل ہے کہیں نقصان نہ کر دے۔ دوسرا میں باہر جا رہا ہوں اس نے گھر میں رہنا ہے لیکن زید نے اس کے برعکس بکر کو ساتھ لیا سامان کو سائیکل پر باندھنے میں بے احتیاطی کی سامان گرتے وقت اس کے بلانے کے باوجود سائیکل سے اتر کر اپنی جگہ پر کھڑا رہا بکر کے پاس نہ آیا بکر کے اس کے پاس نہ پہنچنے کے باوجود زید سائیکل پر سوار ہو کر شہر کو چل دیا لیکن اپنے سامان کی حفاظت اور بکر کی امداد کی غرض سے بکر کے پاس نہ پہنچا اس کے علاوہ علاقے کے سمجھدار اور معاملہ فہم لوگ بھی اس معاملہ میں بعد تحقیق واقعات یہی کہتے ہیں کہ بکر نے کوئی سازش نہیں کی بلکہ زید کی بے احتیاطی اور بکر کی معروف بے وقوفی کی وجہ سے یہ نقصان ہوا ہے اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ کی روشنی میں شرعاً بکر پر کوئی تاوان لازم آتا ہے یا نہ، جبکہ زید ابھی تک مصر ہے کہ بکر نے سازش کی ہے اور امانت میں دانستہ خیانت کی ہے لہٰذا تاوان اس کے ذمہ ہے علماء کرام دامت برکاتہم سے استدعا ہے کہ اس معاملہ میں جو شرعی فیصلہ ہو تحریر فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

جواب......وفی العالمگیریة ص ۳۵۴ ج ۴ ولو قال رددتھا بیدا جنبی ووصل الیک وانکر ذالک صاحب المال فھو ضامن الاان یقربه رب الودیعة اویقیم المودع بینة علی ذلک کذافی المحیط روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں بکر ضامن ہے تاوان اس کے ذمہ ہے جیسا زید کہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش عالمگیریة عشرةاشیاء اذاملکها انسان لیس له ان یملک غیره لاقبل القبض ولابعده منها المودع لایملک الایداع عند الاجنبی الخ وایضافی قاضی خان واذادفع المودع الودیعة الی اجنبی فهلکت عندالثانی ضمن الاول دون الثانی فی قول ابی حنیفة رحمه الله وقال صاحباه رحمهما الله تعالیٰ للمالک ان یضمن ایهماشاء فان ضمن الثانی رجع الثانی علی الاول وان ضمن الاول لایرجع علی الثانی وهوومودع الغاصب سواء ص ۴۷۳ ج ۳' فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۱۲)

امانت کو اجنبی کے ہاتھ پہنچانا

سوال...... زید کے دو کپڑے عمر و خیاط نے بکر کو جو زید کے ملازم کالڑکا عاقل بالغ ہے یہ کہہ کر دیئے کہ ان کو زید کے پاس پہنچا دے بکر نے ان کو بخوشی اپنی تحویل میں لے لیا اور رتھ کی سواری میں سوار ہو کر روانہ ہوا راستے میں بکر کی غفلت سے ایک کرتا گم ہو گیا اب زید کو اس کرتے کی قیمت بکر سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب...... عمر و خیاط کو یہ کپڑے سپرد کرنا جائز نہ تھا اس لئے عمر و سے اس کا تاوان لے سکتا ہے۔ (امداد المفتیین ج ۳ ص ۳۲۷)

مستودع کی غفلت موجب ضمان ہے

سوال...... عمر و نے زید کے پاس نو ہزار چھ سو تومان بطور امانت رکھے اور کچھ دنوں کے بعد زید سے کہا کہ میری امانت میں سے فلاں کو چار ہزار فلاں کو ایک ہزار' فلاں کو پانچ سو تومان دے دیں امانت دار زید نے سستی کی اور رقم ان لوگوں کے حوالے نہیں کی اسی ہفتہ حکومت کا اعلان ہوا کہ پانچ سو تومان سکۂ ایرانی بند ہو جائے گا جن کے پاس یہ نوٹ ہیں بارہ دن کے اندر اندر بنک میں جمع کرا دیں اس کے بعد یہ نوٹ قابل قبول نہ ہوں گے یہ رقم جو زید کے پاس امانت تھی ان میں پانچ ہزار پانچ سو تومان کے نوٹ تھے امانت دار نے اس بات کا خیال نہیں کیا کہ ان میں پانچ سو کے نوٹ بھی ہیں جنہیں بنک میں جمع کرا کر تبدیل کرلوں تا آنکہ جمع کرنے کی مدت ختم ہو گئی اس طرح یہ پانچ ہزار تو قانوناً ضائع ہو گئے آیا امانت دار کے ذمے ان کا ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب...... اس میں مستودع کی غفلت ظاہر ہے اس لئے اس پر ضمان واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۲)

اجیر سے امانت کا ضمان لینے کا ایک حیلہ

سوال..... زید کا ایک بکس مودع بالا جر (جس کو اجرت دے کر امین بنایا گیا ہو) کے ذریعے سے آیا جس میں سو روپے کا مال آیا مگر ان میں سے پچاس روپے کا مال راستے میں چوری ہو گیا زید نے ہر چند کوشش کی کہ جو مال تلف ہو گیا ہے اس کا معاوضہ مل جائے مگر مودع بالا جر نے کچھ نہ دیا اب تھوڑے عرصے کے بعد زید کا ایک بکس جس میں پچاس روپے کا مال تھا اسی مودع بالا جر کے پاس گم ہو گیا اب مودع بالا جر نے اس مال کی فہرست مانگی ہے اب زید اپنے سابق پچاس روپے اس طرح وصول کر سکتا ہے کہ بجائے پچاس روپے کے لکھ دے کہ میرا مال اس میں سو روپے کا تھا' تو مودع بالا جر دے دے گا' یہ صورت جائز ہوگی؟ جواب..... جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۳)

امین کے وکیل پر ضمان کی ایک صورت

سوال..... ہندہ نے زید کو چمپاکلی اور جگنو بنوانے کے واسطے دی زید نے عمر کو دے دی اس کا بیان ہے کہ میں طاقچے میں سامنے رکھ کر پائجامہ پہننے لگا اور بھول کر چلا گیا اب ہندہ زید سے اور زید عمرو سے دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب..... صورت مذکورہ میں مسماۃ مؤکلہ مودعہ زید وکیل مودع اور عمرو وکیل الوکیل مودع المودع کے حکم میں ہے اور مودع المودع مثل مودع کے ہلاکت ودیعت سے ضامن نہیں ہوتا استہلاک سے ہوتا ہے اور نسیان استہلاک ہے پس صورت مسئولہ میں عمرو ضامن ہے اب مسماۃ کو اختیار ہے کہ خواہ زید سے دعوے دار ہو اور وہ عمرو سے دعویٰ کرے اور خواہ ابتداء ہی سے دعویٰ کرے اور زید سے کچھ تعرض نہ کرے نہ زید عمرو سے کچھ مواخذہ کرے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۵)

ایک گمشدہ عورت ایک طویل عرصہ تک کسی کے ہاں رہائش پذیر ہو اور بعد وفات کے کچھ لوگ اس کے وارث ہونے کا دعویٰ کریں

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لاولد جس کا کوئی رشتہ دار نہیں بالکل وہ خود کہتی تھی کہ میرا کوئی ولی وارث نہیں ہے اگر ہوتے تو میری دستگیری نہ کرتے وہ عورت اکثر میرے گھر رہا کرتی تھی علالت ودکھ درد میں ہم لوگ اس کی دوا اور خدمت وغیرہ کرتے تھے مائی مذکور نے میری اہلیہ کو اپنی متبنیٰ (بیٹی) بنایا ہوا تھا ایک دوسرے پر جان دیتی تھی گزشتہ سال جب وہ حج پر جانے لگی تو مجھ کو اپنا وارث لکھوایا تھا مگر قرعہ نہ نکلنے کی وجہ سے نہ جا سکی دریں اثناء اس نے مجھے ایک پرنوٹ مالیتی ۳۰۰۰ کا لکھ دیا کہ پیشتر ازیں مختلف اوقات میں روپے لیتی رہتی تھی اس

سال روانگی حج سے پہلے اپنا سکنی مکان بھی (ہماری محبت وخدمت سے متاثر ہو کر بخوشی ورضا) مجھے اور اپنی متبنیٰ بیٹی کو لکھ دیا اور اس کا قبضہ بھی مجھے دے دیا وہ عورت مائی قضاالٰہی سے مکہ معظمہ میں فوت ہوگئی اس کی وفات کے بعد بعض لوگ اپنے آپ کو اس کا وارث ظاہر کرتے ہیں مذکورالصدر حالات میں میرے قرضے اور متوفیہ کے سکنی مکان جو ہم کو دے گئی ہے وغیرہ کا شرعاً کیا حکم ہے نیز اپنے ہمسر ورفقاء سے بھی وہ مائی یہی کہتی تھی کہ میری وارث و مالک میری متبنیٰ بیٹی اہلیہ ساجد علی ہے۔

جواب...... **حبک الشئی یعمی ویصم** ایک مشہور مقولہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ محبت میں آدمی اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے اور جائز و ناجائز کام کر گزرتا ہے پس صورت مسئولہ میں چونکہ اس عورت کو اس لڑکی سے بے انتہا محبت تھی لہٰذا اس صورت میں اچھی طرح تحقیق کر لی جائے جتنا روپیہ واقعتاً اس عورت نے قرض لیا ہوا اتنا روپیہ اس کے مال سے لینا جائز ہے زائد لینا جائز نہیں اسی طرح مکان کا بھی معاملہ ہے اگر واقعتاً اس عورت نے مکان ہبہ کر دیا تھا اور قبضہ بھی کرا دیا تھا تو وہ مکان بھی اس لڑکی کا ہو جائیگا اور ورثاء اس پر قبضہ کرنیکے مجاز نہیں ہوں گے۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص۱۸۹)

لقطہ کا ضمان واجب ہونے کی ایک صورت

سوال......زید کی گائے چوری ہوئی دریا عبور کراتے ہوئے وہ گائے کیچڑ میں پھنس گئی اور چور چھوڑ کر چلے گئے ملاحوں نے اس گائے کو پھنسا ہوا پا کر نکال لی اور کتنے دنوں تک اپنے مویشیوں کے ساتھ رکھی اس مدت میں نہ تو تھانے میں اطلاع دی نہ قصبے والوں کو باوجودے کہ ملاح خوب جانتے تھے کہ فلاں قصبے کی گائے ہے جب مالک کو پتہ چلا تو اس نے ملاحوں سے گائے طلب کی تو وہ کہتے ہیں کہ ہم سے گم ہوگئی ہے مگر معلوم نہیں کہ فی الواقع گم ہوگئی ہے یا ملاحوں نے خود ہضم کر لی ہے تو ان ملاحوں پر ضمان ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ گائے ملاحوں کے ہاتھ میں لقطہ ہے جس کی اطلاع نہ دینے کا اگر کوئی عذر معقول نہ ہو اور مالک گائے بھی اس کو قبول نہ کرے کہ تو نے مالک کو واپس کرنے کے لئے رکھی تھی تو اگر ملاح قسم کھالیں کہ ہم نے واپسی کی نیت سے رکھی تھی تو ضمان نہیں ہے ورنہ ضمان لازم ہے یہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق حکم ہے اور یہی متاخرین کا ماخوذ بہ ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص۳۳۲)

امانت کے ضمان کی ایک صورت کا حکم

سوال...... متولی نے مسجد مدرسہ اور اپنا ذاتی روپیہ الگ الگ ایک ہی بکس میں تالا لگا کر رکھ دیا اتفاق سے چوری ہوگئی امین صاحب نے نام نکلوائے تو پتہ لگا کہ متولی کا بھتیجا اور دو غیر شخصوں نے مل

کر یہ کام کیا ہے امین صاحب بہت پرہیز گار اور امانت دار شخص تھے کچھ ہی دن بعد اچانک انتقال ہو گیا انتقال سے دو برس بعد گاؤں والوں نے ان کے وارثوں پر عدالت میں استغاثہ کیا ہے اور مقدمہ چل رہا ہے کیا امین صاحب کے وارثان سے گاؤں والے روپیہ وصول کرنے کا حق رکھتے ہیں؟

جواب...... امین صاحب کے وارثوں سے یہ روپیہ طلب کرنے کا گاؤں والوں کو کوئی حق نہیں ہے نہ وہ یہ رقم ادا کرنے کے ذمے دار ہیں۔ (کفایت المفتی ج۸ ص۱۱۹)

امانت ضائع ہو جانے پر ضمان کا حکم

سوال...... زید نے عمرو کو کچھ رقم کاروبار کے لئے دے دی عمرو کاروبار کے سلسلے میں سفر پر چلا گیا سفر کے دوران اس نے رقم اپنے رفیق سفر کو دے دی جس سے کسی نے وہ رقم چوری کر لی تو کیا زید اب عمرو سے ضمان کا مطالبہ کر سکتا ہے نہیں؟

جواب...... چونکہ محمود سے یہ رقم برفاقت عمرو ضائع ہو گئی ہے لہٰذا ان دونوں میں سے کسی پر ضمان نہیں ہے تاہم اگر عمرو محمود سے جدا ہو چکا تھا تو ہلاکت کی صورت میں عمرو زید کا ضامن ہوگا۔

قال العلامة سليم رستم بازؒ :ثم اعلم ان المستوداع الاول انمايضمن اذا اودع الوديعة وهلكت بعدان فارقها واماقبله فلاضمان على احدلان الثانى قبض المال من يدامين كمامروالاول لايكون بالدفع ضميناً مالم يفارق بحضور راية فاذافارق فقد ترك الحفظ اللازم بالتزامه فيضمن بتركه (مجمع الانهر) (شرح مجلة الاحكام' مادة ۷۹۰' ص۴۳۸. قال العلامة ابن نجيم المصرى رحمه الله: فافادان المودع لايودع فان اودع فهلكت عندالثانى ان لم يفارق الاول لاضمان على واحدمنهما وان فارقه ضمن الاول عندابى حنيفة ولايضمن الثانى (البحرالرائق ج۷ ص۲۷۴ كتاب الوديعته) ومثله فى البزازية على هامش الهندية ج۶ ص۲۰۳ كتاب الوديعة' الثانى فيمايكون اضاعة' الخ (فتاوىٰ حقانيه ج۶ ص۳۹۸)

رقم امانت کی تبدیلی کا حکم

سوال...... اگر امانت خواہ مسجد یا مدرسہ یا دیگر کسی کی ہو مبادلہ کرے یعنی روپے کے پیسے یا پیسوں کے روپے کرے ضرورتاً درست ہے یا خیانت میں داخل ہے؟

جواب...... امین کو تصرف کرنا درست نہیں خواہ مال مسجد و مدرسہ ہو خواہ کسی شخص کا اگر ایسا کرے گا تو ضامن ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۵۲۹)

امانت رقم اگر امین کے قصد کے بغیر ضائع ہوجائے تو ضمان واجب نہیں ہے

سوال...... براہ کرم اس مسئلہ کے جواب کے متعلق تکلیف فرمادیں ایک عورت ہے اس نے اپنے لڑکے کو پچاس روپے کا سونا دیا اور اپنے لڑکے کے ساتھ رشتہ دار کو بھی روانہ کیا جہاں فروخت کرنا تھا وہ رشتہ دار واقف تھا تو وہ وہاں سے چل پڑے چلتے چلتے شہر کو پہنچ گیا وہاں سونے کو فروخت کیا جس کی رقم پچاس روپے ہوئی رات ہوگئی وہاں سو گئے سونے کی رقم مثلاً پچاس روپے لڑکے نے رشتہ دار کو دے دیئے سوتے وقت پیسے رشتہ دار کے پاس موجود تھے جب سو کر اٹھے تو صبح کو رقم سنبھالی رقم ہاتھ نہ آئی وہ رقم جیب میں تھی کسی نے نکال لی تھی آدمی بھی دونوں غریب ہیں آپ یہ فرمائیں کہ شریعت اس عورت کو رقم واپس کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

جواب......صورۃ مسئولہ میں چونکہ یہ زیور یا اس کی قیمت امانت تھی اس رشتہ دار کے پاس اور امانت اگر امین کے قصد کے بغیر اس سے ضائع ہو تو امین پر شرعاً اس کا ضمان واجب نہیں ہوتا لہٰذا یہ عورت اس آدمی سے رقم واپس نہیں لے سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۲۰۰)

ضمان امانت کے متعلق دو عبارتوں میں تطبیق

سوال...... مسجد کے زیورات امانت رکھے گئے طلب کرنے پر اس نے جواب دیا کہ وہ زیورات چوری ہوگئے حالانکہ نہ نقب پڑی نہ کوئی چوری کی علامت نظر آئی نیز مسجد کے زیوروں کے ساتھ اس کے ذاتی زیور بھی رکھے ہوئے تھے اس کے زیور محفوظ ہیں اس کے بقول مسجد کے زیور چوری ہوگئے تو اس پر ضمان ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اس کو ضمان نہیں دینا پڑے گا دلیل یہ ہے وھی امانۃ فلاتضمن بالھلاک مطلقاًسواء امکن التحرز ام لاھلک معھاشئیا ام لالحدیث الدار قطنی لیس علی المستودع غیرالمغل ضمان (درمختار ج۴ کتاب الودیعۃ)

عمرو کہتا ہے کہ اس سے حلف لیا جائے گا اگر حلف سے اعراض کرے تو اس کو ضمان ادا کرنا ہوگا اور اگر حلف لے لے تو نہیں اور دلیل میں شعر پیش کرتا ہے وان قال قدضاعت من البیت وحدھا یصح ویستحلف وقدبتصور (درمختار کتاب الودیعۃ) ان میں کس کا قول صحیح ہے؟

جواب...... ہلاک ودیعت کی صورت میں ضمان نہیں پہلی عبارت جو زید نے پیش کی ہے اس کا مطلب یہی ہے اور دوسری عبارت جو عمرو نے پیش کی ہے اسکی غرض یہ ہے کہ دعوائے ہلاک ودیعت جب ظاہر کے خلاف ہو تو اس سے حلف لے لیا جائے گا اگر وہ حلف کرے کہ ہلاک ہوگئی تو

ضمان نہیں اور اگر وہ حلف نہ کرے تو اس سے معلوم ہوگا کہ دعوائے ہلاک صحیح نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں کہ امین کے اپنے زیور محفوظ رہے اور صرف وہیں سے ودیعت کے چوری ہو گئے دعویٰ خلاف ظاہر ہے اس لئے حلف لیا جانا اور حلف کر لینے پر ضمان عائد نہ ہونے کا حکم کرنا صحیح ہے اور حلف سے انکار پر ضمان کا حکم کرنا صحیح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۱۸)

بینک میں جو رقم بلا سود رکھی جائے وہ قرض ہے یا امانت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ مسمی زید اپنی رقم کو بنک میں امانتاً رکھتا ہے جس کا وہ بنک سے کوئی سود وصول نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی سود لینے کی نیت ہے بلکہ بنک کو اپنی رقم کے لئے حفاظت کی جگہ سمجھتا ہے بنک والے اس رقم میں تغیر تبدل کرتے رہتے ہیں زید کے مطالبہ کرنے پر امین بنک بلا تاخیر رقم فوراً واپس کر دیتا ہے تو فرمایئے اس صورت میں رقم بنک میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب...... امانت میں تغیر وتبدل امین کے لئے جائز نہیں البتہ اس روپے کو قرضہ حسنہ کی صورت سے دے تو اس میں تغیر تبدل جائز ہے اس کو تصرف میں لاسکتا ہے اگر بالفرض وہ روپیہ ضائع ہو گیا تو بھی بنک والوں کو ادا کرنا ہوگا پھر بوقت مطالبہ اس کو بلا سود واپس لے سکتا ہے لہٰذا یہ قرض ہوا اور صحیح امانت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۱۴)

متفرقات

امانت کو اپنے ذاتی خرچ میں لا کر دوسری رقم دینا

سوال...... اگر کسی کا روپیہ امانت ہو یا چندہ مسجد کا کسی کے پاس ہو اور وہ خاص روپیہ اپنے صرف میں لا کر اسکے عوض دوسرا روپیہ مالک کو دیدے یا مسجد کے صرف میں کر دے تو یہ شخص گنہگار ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ تصرف نادرست ہے ہاں اگر اس نے اجازت لے لی تو درست ہے اور مال وقف میں کسی طرح بھی ایسا تصرف نادرست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۹)

جن چیزوں کا مالک معلوم نہ ہو ان کو کیا کیا جائے؟

سوال...... جب کوئی مکان کرائے پر دیا جاتا ہے تو کرائے پر لینے والے اسٹامپ خرید کر مالک کو دے دیتا ہے کہ لکھوا لینا یہاں وقت انتخاب میں بہت سے اسٹامپ ایسے ملے جواب تک سادہ ہیں

ان کا پتہ چلے گا مالکان کو واپس کرنا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن جو اشخاص بیرونی ہیں یا مر گئے ہیں یا ان کا پتہ نہیں ان کی بابت کیا کرنا چاہئے؟ ان اشخاص میں اہل اسلام واہل ہنود دونوں ہیں۔

جواب......جن اسٹامپ کے مالکوں کا کچھ پتہ نہ چلے ان کو فروخت کر کے وہ دام مالکوں کی جانب سے مصارف خیر میں خرچ کر دے جائیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص ۳۲۶)

امانت کی رقم کا کسی دوسرے کو مالک بنانا

سوال......زید آگرے میں ہے اور اس کا روپیہ (مثلاً ہزار) دہلی میں ایک شخص کے پاس امانت ہے زید یہ چاہتا ہے کہ اپنے اس روپے کا مالک اپنی زوجہ کو بنا دے اس صورت میں کوئی ایسا طریقہ ہے کہ بغیر اس روپے کی موجودگی کے فقط زبان کے اقرار سے یا کاغذ تحریر کرنے سے وہ روپیہ زید کی ملک سے خارج ہو کر اس کی زوجہ کی ملکیت میں داخل ہو جائے یا اس روپے کو زید حاضر کر کے دست بدست دے تب ہی زوجہ اس روپے کی مالک بنے گی؟

جواب......ملک زوجہ کی خاص اس روپے میں بغیر قبضہ کے نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۹)

معیر یا مستعیر کی موت سے اعارہ فسخ ہوتا ہے

سوال......رشید خان فرید خان کی خدمت کرتا ہے فرید خان نے خدمت کے عوض میں رشید خان کو دس کنال زمین دیدی' رشید خان زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھاتا رہا اب جبکہ رشید خان بوڑھا ہو گیا ہے اور خدمت کرنے کے قابل نہیں رہا تو فرید خان نے مذکورہ زمین رشید خان سے لے کر اس کے بیٹے جاوید خان کو دے دی کچھ وقت گزرنے کے بعد فرید خان کی جائیداد کسی وجہ سے حکومت نے ضبط کر لی لیکن جاوید خان کی دس کنال زمین بدستور اس کے تصرف میں ہے اب جاوید خان کا دوسرا بھائی سلیم خان دعویدار ہے کہ چونکہ یہ زمین ہمارے والد صاحب کی ملکیت ہے اس لئے میں بھی اس زمین میں حقدار ہوں کیا از روئے شرع سلیم خان کا اس زمین میں کچھ حق بنتا ہے یا نہیں؟

جواب......معاملہ کی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرید خان نے رشید خان کو جو زمین دی تھی وہ عاریتاً دی تھی کہ بطور ملکیت' اس لئے کہ جب رشید خان بوڑھا ہو گیا تو زمین لے کر اس کے لڑکے جاوید خان کو دے دی لہٰذا معلوم ہو گیا کہ یہ دینا عاریتاً تھا نہ کہ بطور تملیک' اس لئے مذکورہ زمین اگر فرید خان زندہ ہو تو اس کی ملکیت ہے نہ کہ رشید خان اور بیٹوں کی' اور اگر فرید خان فوت ہو چکا ہے تو یہ زمین اس کے وارثوں کی ہے اور اعارہ بسبب اسکی وفات کے فسخ ہو چکا ہے۔

قال العلامة خالد اتاسی رحمه الله: تنفسخ الاعارة بموت المعيرا والمستعير (مجلة الاحكام، مادة ۸۰۷، ۴۴۸، الباب الثالث، الفصل الاول)

قال العلامة قاضی خان رحمه الله: واذامات المستعيرا والمعير تبطل الاعارة كماتبطل الاجارة بموت احدالمتعاقدين (فتاویٰ خانية على هامش الهندية ج۳ ص ۳۸۴ فصل فيما يضمن المستعير) ومثله فی سراجية على هامش فتاویٰ قاضی خان ج۳ ص ۸۲ كتاب العارية (فتاویٰ حقانیه ج٦ ص ۴۰۱)

خائن کے پاس سے امانت کوواپس لینا

سوال...... اگر چچا اپنے حقیقی بھائی کے یتیموں کے مال میں خیانت کرے اور بے مصرف ان کے مال کو خرچ کرے تو اس صورت میں اس یتیم کے مال کو دوسرے امین ومعتبر شخص کے پاس رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز دادا یا ماں کو اگر دے دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب...... درمختار میں ہے کہ اگر باپ یتیموں کے مال میں اسراف کرے تو یتیموں کا مال کسی امین شخص کو دیدیا جائیگا جیسا کہ دیگر املاک کا بھی یہی حکم ہے اس سے ثابت ہوا کہ باپ جو علی الاطلاق ولایت کا حق رکھتا ہے جب اسراف کرنے سے اسکی ولایت سلب ہو جاتی ہے تو چچا کو بدرجۂ اولیٰ خیانت ظاہر ہونے کی صورت میں ولایت کا کوئی حق نہیں اور امین ہونے میں دادا یا ماں کی تخصیص نہیں بلکہ جو شخص بھی امانت وحفاظت کی اہلیت رکھتا ہو وہی احق اور مقدم ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص۳۲٦)

کتاب العاریت

عاریت کے بعض مسئلے

عاریت کی تعریف اور شرطیں

سوال...... عاریت کے لغوی اور شرعی معنی بتائیں نیز شرائط بھی بیان کئے جائیں؟

جواب...... عاریت کے لغوی معنی کسی چیز کو مانگے دے دینا اور شرعی معنی منافع کا بغیر عوض (مفت) مالک بنا دینا تنویر اور اس کی شرح میں ہے (هی) لغة اعارة الشی وشرعاً (تمليك منافع مجاناً) ہندیہ میں عاریت کی تعریف ان الفاظ میں ہے تمليك المنافع بغير عوض اور اسکی مختلف شرطیں ہیں ا۔ عاقل ہونا ۲۔ مستعیر کی جانب سے قبضہ ہو جانا ۳۔ شی

مستعار سے انتفاع بغیر استہلاک کے ممکن ہونا ہندیہ کے الفاظ یہ ہیں (واماشرائطها) فانواع (منها) العقل ومنها القبض من المستعير ومنها ان يكون المستعار ممايمكن الانتفاع به بدون استهلاكه فان له يمكن فلا تصح اعارته كذافي البدائع (ج ۴ص ۳۶۴)(منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

نابالغ کی چیز عاریتاً لینے کا حکم

سوال...... چھوٹے ناسمجھ بچے کی مملوک چیز کا عاریتاً استعمال والدین کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح نابالغ سمجھدار بچے کی مملوکہ اشیاء جیسے قلم' کتاب' تولیہ وغیرہ کا عاریتاً استعمال استاذ وغیرہ کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ خوشی سے دے۔

جواب...... نابالغ کی مملوکہ اشیاء کا استعمال والدین' استاذ' مرشد وغیرہ سب کیلئے ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ والدین کو چاہئے کہ نابالغ اولاد کو عام استعمال کی چیزوں کا مالک نہ بنائیں بلکہ بغرض استعمال انکے قبضے میں دیں۔ اس صورت میں خود والدین ان اشیاء کو بوقت ضرورت استعمال کرسکیں گے اور والدین کی اجازت سے استاذ وغیرہ کیلئے بھی استعمال کرنا جائز ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۰)

دودھ کے جانور مستعار لینا

سوال...... کسی سے دودھ کے لئے گائے بھینس بطور عاریت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح اجارہ پر لانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... بھینس دودھ کیلئے اجارے پر لینا جائز نہیں عاریتاً لینا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۰)

اگر کوئی شخص دکان کا تھڑا عاریتاً لے کر اب خالی نہ کرتا ہو تو کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ انیس الرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ اپنی دکان کے تھڑے پر تھوڑی سی جگہ دے دو میں کچھ کام کرنا چاہتا ہوں میں جگہ تلاش کر کے تمہارا تھڑا چھوڑ دوں گا میں نے اخلاقی طور پر کچھ دنوں کے لئے اپنی دکان کے تھڑے پر جگہ دے دی بغیر کسی معاوضہ کے اور تاکید کر دی کہ تم جلد سے جلد جگہ تلاش کر کے چند دنوں میں میرا تھڑا فارغ کر دو مجھ سے وعدہ کیا کہ میں عنقریب جگہ تلاش کر کے تمہارا تھڑا خالی کر دوں گا جس کو بیٹھے ہوئے تقریباً ۸ سال کا عرصہ ہوگیا ہے وہ میری دکان کا تھڑا خالی نہیں کرتا کیا وہ شرع کی رو سے بیٹھ سکتا ہے یا نہ۔

جواب...... صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال جب نفیس احمد نے اپنی دکان کا تھڑا انیس

الرحمٰن کو عارضی طور پر بیٹھنے کے لئے بغیر کسی کرایہ طے کئے دے دیا تو یہ تبرع اور عاریۃ ہے اور عاریۃ دینے کی صورت میں نفیس احمد جب چاہے واپس لے سکتا ہے للمعیران یرجع عن الاعارۃ حتی شاء (المجله ماده ۸۰۶)

پس صورت مسئولہ میں انیس الرحمٰن پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے فوراً تھڑا خالی کر کے مالک کو واپس کر دے شرعاً اس کو اب اس جگہ بیٹھنا جائز نہیں۔ متی طلب المعیر العاریة لزم المستعیر ردهاالیه فوراً (المجلة مادة ۸۲۵) فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۳۱۴)

مانگی ہوئی چیز دوسرے کو دینا

سوال...... زید نے ایک چیز اپنے استعمال کے لئے عاریت پر لی وہ یہی چیز دوسرے کو بھی عاریت پر دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں اصل مالک سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ یا بلا اجازت بھی دے سکتا ہے؟

جواب...... اعارے کی چار صورتیں ہیں ا۔ غیر کو دینے سے صراحتاً منع کیا ہو۔۲۔ مستعمل کی تعیین کی ہو۔۳۔ سکوت کیا ہو۔۴۔ عام اجازت کی تصریح ہو

پہلی صورت میں غیر کو دینا جائز نہیں دوسری صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ چیز مستعمل کے اختلاف سے متاثر ہوتی ہو تو دوسروں کو دینا جائز نہیں ورنہ جائز ہے تیسری صورت میں غیر کو دینا جائز ہے مگر جو چیز مستعمل کے اختلاف سے متاثر ہوئی وہ اپنے استعمال میں لانے کے بعد دوسرے کو نہیں دے سکتا اور دوسرے کو دی تو خود استعمال نہیں کر سکتا چوتھی صورت میں عام اجازت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۰)

معیر اور مستعیر کا اجارہ اور عاریت میں اختلاف

سوال...... زید نے بکر سے مکان کے لئے لکڑیاں حاصل کیں اور لکڑیاں واپس کرتے وقت بکر نے دعویٰ کیا کہ لکڑیاں اجارہ پر دی گئی تھیں نہ کہ عاریتاً جبکہ زید کا کہنا ہے کہ لکڑیاں عاریتاً حاصل کی گئی تھیں اب اس اختلاف کو حل کرنے میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟

جواب...... اگر بکر گواہوں کے ذریعے سے یہ ثابت کر دے کہ زید نے لکڑیاں اجارہ پر حاصل کی تھیں تو زید اجرت دینے کا پابند ہوگا ورنہ عاریتاً پر محمول ہوگا اور کرایہ دینے سے بری ہوگا۔

وفي الهندية: واذاقال اعرتني دابتک وهلکت وقال المالک غصبتها مني فلاضمان عليه ان لم يکن رکبهافان کان قد رکبها فهوضامن وان قال اعرتني وقال المالک اجرتکها وقدرکبهاوهلکت من رکوبه فالقول قول

الراکب ولاضمان علیه کذافی المحیط (الفتاویٰ الهندیة ج۴ ص ۳۷۲ کتاب العاریة' الباب الثامن فی الاختلاف الواقع فی هذاالباب والشهادة فیه

قال العلامة خیرالدین الرملیؒ :وان قال اعرتنی وقال المالک اجرتکها وهلکت من رکوبه فالقول قول الراکب ولاضمان علیه کذاذکره کثیر من علمائنا' (فتاویٰ خیریة علی هامش تنقیح الحامدیة ج۲ ص ۱۷۱ کتاب العاریة

ومثله فی الهدایة ج۳ ص ۳۱۴ کتاب الاجارات (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۴۰۲)

مستعار لی ہوئی چیز کا ضمان واجب ہونے کی ایک صورت

سوال..... خسر یا خوش دامن نے بہو سے کچھ برتن استعمال کے واسطے لئے اور ہبہ یا عاریت کی تصریح نہیں کی وہ لوگ ان کو استعمال کرتے رہے پھر وہ بہو مرگئی اور شوہر' والدین اور چھوٹے چھوٹے بچے بعض ہشیار بعض محض لاعقل وارث چھوڑے اور ان میں سے بعض برتن قبل موت وبعد موت شکستہ بھی ہوگئے اب تین امر دریافت طلب ہیں اول تو یہ ہبہ کہا جائے گا یا عاریت' دوسرے عاریت ہونے کی صورت میں مالک کی موت کے بعد خواہ ورثہ کی اجازت یا مرحومہ کی پہلی اجازت سے ان برتنوں کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ ٹوٹ جانے والے برتنوں کا ضمان واجب ہے یا نہیں؟

جواب..... صورت مذکورہ ہبہ اور عاریت کے درمیان متردد ہے اور ہبہ کا کوئی قوی قرینہ موجود نہیں ضرورتاً عاریت پر محمول ہوگی کیونکہ وہ ادنیٰ متیقن ہے جیسا کہ ہبہ وودیعت میں تعارض کے وقت ودیعت پر حمل کیا جاتا ہے جب عاریت پر ہونا ثابت ہوگیا تو عاریت معیر یا مستعیر (یعنی عاریت پر دینے یا لینے والے) کی موت سے باطل ہوجاتی ہے پس ورثہ سے دوبارہ عاریت پر لینا ضروری ہوا ان میں سے شوہر' والدین خود اور سمجھ دار باپ کی اجازت سے عاریت دینے کے مختار ہیں پس ان کی اجازت تو ممکن ہے البتہ ناسمجھ بچہ نہ تو خود اجازت دے سکتا ہے نہ باپ کو اس کا مال عاریت دینا جائز ہے اور مشترک ہونے کی وجہ سے بدون تقسیم اپنے حصے کی مقدار میں بھی کسی کو اجازت نہیں' پس قبل از تقسیم واپس کرنا اس کا واجب ہے اور جو برتن مرحومہ کی موت کے بعد ٹوٹے ہیں ان کا ضمان تو ضرور آئے گا کیونکہ عاریت باطل ہونے کے بعد اس کا حکم مثل غصب کے ہوا کہ تلف سے ضمان واجب ہے اور موت سے پہلے اعارہ باقی رہنے کی صورت میں جو تعدی اور غفلت سے ضائع ہوا اس کا ضمان لازم ہے ورنہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۳۳۳)

مزروعہ زمین کو ہبہ کرنے سے متعلق متعدد سوال جواب

سوال......(۱) جس زمین کی فصل ابھی تک تیار نہ ہو کیونکہ مزارع کا قبضہ فصل کے تیار ہونے تک موعود ہو ایسے مزارع کو شرعاً کس طریقہ سے بے دخل کیا جا سکتا ہے تاکہ مالک اپنی زمین زیر کاشت بذریعہ مزار کا ہبہ جب چاہے کر سکے۔

(۲) ۴۷ء کے انتقال کے وقت جن قطعات کا ہبہ کیا گیا تھا ان قطعات کا کچھ حصہ مزروعہ و بیشتر حصہ بوجہ عدم وسائل آبپاشی و بنجر وغیرہ غیر مزروعہ تھا لہٰذا غیر مزروعہ حصہ جات مزارع کی تحویل میں نہیں تھے بلکہ ان پر مالک قابض تھا کیا ایسے غیر مزروعہ حصوں کا ہبہ صحیح ہو گیا۔

(۳) جو مزروعہ زمین مزارع کو کاشت کے لئے دی جاتی ہے اس میں سے کچھ زمین اگر وہ قابل کاشت ہوتی ہے آئندہ فصل کے لئے خالی چھوڑ دی جاتی ہے کیا اس خالی زمین پر قبضہ مالک تصور ہوگا یا مزارع؟ اگر قبضہ مالک تصور ہو تو کیا ایسی خالی زمین کا ہبہ صحیح مانا جائے گا۔

(۴) مثال کے طور پر اگر ایک قطعہ برقبہ دس بیگھے زمین میں سے تین بیگھے مزروعہ ہو اور سات بیگھے غیر مزروعہ اور مالک نے ایسے قطع زمین کا 1/2 حصہ نابالغ اولاد کے نام ہبہ کیا ہو اور بعد تحقیقات ثابت ہو کر مزروعہ زمین کا ہبہ ناجائز اور غیر مزروعہ کا ہبہ جائز ہے تو کیا غیر زرعی رقبہ سے ہبہ والا 1/2 حصہ یعنی پانچ بیگھے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) چونکہ باپ کی طرف سے نابالغ اولاد کے نام ہبہ شدہ زمین پر اس نے خود قابض ہونا ہے لہٰذا مزارع کو بے دخل کرنے کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہئے یعنی واہب اپنی مرضی وطیب خاطر سے مزارع کو بے دخل نہیں کرتا بلکہ اسے بحیثیت قائم مقام موہوب لہ ہبہ شدہ زمین پر مزارع بحال رکھنا چاہتا ہے اس صورت میں صرف ہبہ کرنے کے لئے مزارع کو فرضی طور پر دوبارہ قبضہ دینا کوئی غرض پورا نہیں کرتا لہٰذا نظر ثانی فرما کر اس بارے میں وضاحت فرمائی جائے۔

جواب......(۱) بغیر رضا مزارع زمین کی تملیک نہیں کر سکتا البتہ جب فصل پک جائے تو اس کے بعد تملیک کر سکتا ہے۔

(۲) جن بنجر قطعات پر مالک خود قابض تھا اسکا ہبہ، جب لڑکی نابالغہ ہو بغیر قبض صحیح ہو جاتا ہے۔

(۳) زمین جو کاشت کیلئے دی جاتی ہے اور بعض اوقات اسکو آئندہ فصل کیلئے بھی خالی چھوڑا جائے اسکا قبضہ مزارع کا شمار ہوتا ہے اسکا حصہ مالک نہیں کر سکتا جب تک مزارعت کو فسخ نہ کر دے۔

(۴) پوری زمین کا 1/2 حصہ چونکہ ہبہ کر دیا ہے اب جب لڑکی نابالغ ہو تو قبض چونکہ ضروری

نہیں ہے اور حصے کا ہبہ ہو جاتا ہے تو غیر مزروعہ کا 1/2 حصہ صحیح ہبہ ہوگا یعنی سات بیگھے کا 1/2 حصہ ہوگا۔

(۵) چونکہ مزارع کا قبضہ صحیح قبضہ ہے اس لئے قبض کو واپس کرنے کے بعد ہی ہبہ صحیح ہو سکتا ہے پہلے ہبہ صحیح ہی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۳۱۲)

کتاب الہبۃ

ہبہ اور اس کے بعض شرائط

ہبہ فرضی اور ہبہ مشاع کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمر نے ایک مشترکہ جائیداد غیر منقسمہ کہ جس میں (برادر بزرگ اور ہمشیرہ اور پھوپھی کا حصہ شریک تھا) ۱۸۹۴ میں اپنے ذاتی اغراض و مصالح وقتی کی وجہ سے فرضی طور پر چند روز کے لئے دفع الوقتی کے طریقہ پر حصہ ۸ کا داخل خارج سرکاری کاغذات تحصیل میں جس کو زمانہ ۳۱ سال کا ہوا بذریعہ ہبہ زبانی اپنے نابالغ پسر زید کے نام بولایت خود کرا دیا جبکہ اس کارروائی داخل خارج کا حال سن کر شرکاء مذکور الصدر معترض ہوئے تو عمر نے جملہ شرکاء سے اس کارروائی کا راز صاف طور پر ظاہر کر کے (کہ یہ چندروزہ فرضی طریقہ پر کارروائی داخل خارج عمل میں لائے گئے ہیں، محل اعتراض ہے اور اگر کوئی اندیشہ آپ شرکاء کو اس کی بابت ہے تو اب جلد سے جلد میں اپنی اس فرضی کارروائی داخل خارج کو واپس کئے لیتا ہوں چنانچہ عمر نے دوسرے سال ۱۸۹۵ میں۔ جس کو ۳۰ سال کا ہوا بذریعہ درخواست محکمہ تحصیل سے کارروائی داخل خارج واپس لے کر، پھر اپنے مشترکہ جائیداد کا داخل خارج بدستور سابق اپنے نام کرا لیا اور مالکانہ قابض و متصرف جیسا کہ ہمیشہ سے تھا رہا اور تا ایں دم ہے بعد واپسی داخل خارج فوراً ہی ہر دو برادران خالد و عمر میں باصرار گفتگو تقسیم جائیداد مذکور شروع ہوگئی (چونکہ پھوپھی بیوہ اور لاولد تھیں اور بجز مذکورہ برادر زادگان خالد و عمر کے کوئی وارث شرعی ان کا نہ تھا اور خورد و نوش بھی پھوپھی موصوفہ کے ہر دو برادر زادگان خالد و عمر کے ساتھ ہمیشہ سے شریک تھا بروقت تقسیم جائیداد اپنا حصہ شرعی خالد و عمر کے حق میں بخوشی چھوڑ کر دست کش ہوگئی بعد اس کے ہمشیرہ بندہ نے بھی اپنا شرعی حصہ جائیداد مذکور کا بلا کسی داب کے بطیب خاطر خود اپنے برادران خالد و عمر کو دے دیا اور وہ بھی دست کش ہوگئیں آخر کار ۱۸۹۸ میں خالد و عمر نے جائیداد مذکورہ باہم

نصفا نصف بذریعہ عدالت تقسیم کر کے مالکانہ قابض ومتصرف ہو گئے چنانچہ اس عرصہ ۳۰ سال میں بہت سے انتقالات رہے وبیع جائیداد ☆ مذکور ظہور میں آئے تا ایں دم ہوتے رہے تقریباً سات آٹھ انتقالات رہے وبیع جائیداد مذکور اس وقت سے آج تک عمر کے مالکانہ طریق پر بلاشرکت غیرے ومساہمت احدے کے حتیٰ کے واقع ۱۱۶ اکتوبر ۱۹۲۲ جس کو زمانہ ایک سال نو ماہ کا ہوا اسی جائیداد سے ایک موضع بضر ورت خود اور بغرض ادائے قرضہ ذاتی فروخت کیا کوئی مخالفت اور کسی قسم کا کوئی عذر زید کی جانب سے نہیں ہوا اب عمر کے بسبب اپنی پیرانہ سالی اپنی جائیداد مذکور کو وقف لوجہ اللہ کر کے اپنے ورثہ شرعی کا حسب حصص شرعی گزارہ مقرر کیا عمر کے ورثہ شرعی دو پسر اور ایک دختر ہے زوجہ اولی متوفیہ کے بطن سے زید اور ہندہ ہیں اور زوجہ ثانیہ متوفیہ کے بطن سے بکر ہے اور اس وقت زید کی عمر چالیس سال کی ہے اب تحریر وقف لوجہ اللہ کے وقت بسبب اغواء چند برادران یوسف زید عذر دار ہے کہ جائیداد مذکورہ کا داخل خارج ۱۸۹۴ء ہیں جو ایک سال کے لئے زید کے نام رہا خواہ وہ کسی نوع پر رہا لہٰذا جائیداد مذکورہ سب مجھ زید کو ملنا چاہئے بکر برادر مختلف البطن کو گزارہ نہ دیا جائے کیونکہ جائیداد مذکورہ میں صرف مجھ زید کا حق ہے زید کا مقصد اصلی اس عذر سے صرف اس قدر ہے کہ بکر کو گزارہ نہ دیا جائے اور وہ محروم کیا جائے پس اس بارے میں محقق علماء کرام احکام شرع شریف کے موافق جیسا حکم فرمائیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی۔ بینوا توجرا

جواب...... چونکہ عمر نے اس بات کا اقرار شرکاء کے سامنے کرلیا تھا کہ اس نے جو داخل خارج بذریعہ ہبہ اپنے پسر زید کے نام کیا ہے وہ کارروائی محض فرضی تھی اس لئے وہ ہبہ قابل اعتبار نہیں۔

فقد صرح فی شرح الاشباہ' أن الهزل مبطل للهبة للاصح لوصدق الموهوب له' (ص ۲۵)وقلت: وقد وجدتها التصديق من الموهوب له سكوته عند بيع عمر أرضا من الوهوب لأ داء دينه' والسكوت فى مثل ذلك اقرار 'كما صرح فى الشامية نقلاً عن الأشباه' سكوته عند بيع زوجته أوقريبه عقاراً اقرار' بأنه ليس له على ماافتى به مشايخ سمرقند' خلافاً لمشايخ بخارا' قال: لكن المتون على الاول (ج ۳ ص ۲۸۹)

دوسرے وہ ہبہ اس حالت میں ہوا تھا کہ عمر کا حصہ دوسرے شرکاء کے حصہ سے ممتاز نہ تھا اور وہ داخل خارج زمین مشترک پر واقع ہوا تھا جس میں دوسرے شرکاء کا حصہ بھی ہبہ ہو گیا تھا اس لئے بھی وہ ہبہ قابل اعتبار نہیں۔

قال فی الهندیة فی شرائط صحة الهبة وأن یکون الموهوب مقسوماً اذا کان ممایحتمل القسمة وأن یکون الموهوب متمیزاً عن غیرالموهوب ولا یکون متصلاً ولامشغولاً بغیرالموهوب ومنها أن یکون مملوکاً للواهب فلاتجوزهبة مال الغیربغیر اذنه لاستحلاله تملیک مالیس بمملوک للواهب بدائع اھ ج۵ ص۲۲۸)

لہٰذا زید کی عذرداری بناء براں ہبہ سابقہ کے محض لغو ہے البتہ اس واقعہ میں یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ پھوپھی اور ہمشیرہ اپنے حق سے عمر اور خالد کے حق دست کش ہوئی تھی اس دست کش سے ان کا حق ساقط نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے۔

قال فی الاشباہ: ولوقال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه اذالملک لا یبطل بالترک

پس پھوپھی اور ہمشیرہ کا حق خالد وعمر کی ملک جب ہوسکتا ہے جبکہ انہوں نے ان کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا مگر صحت ہبہ کے لئے تقسیم املاک شرط ہے ہبہ مشاع درست نہیں اور صورت مذکورہ میں اول تو ہبہ نہیں ہوا۔ صرف دست کشی ہوئی ہے۔ جو لغو ہے اور ہبہ بھی ہوا تو متاع کا ہوا جو درست نہیں۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام ج ۴ص ۲۷)

ہبہ کی تعریف اور شرائط

سوال...... ہبہ کی تعریف کیا ہے؟ اور اس کی شرائط کیا ہیں؟

جواب...... ہبہ کی تعریف عالمگیری اور تنویر وغیرہ میں ان الفاظ سے کی گئی ہے ھی تملیک عین بلاعوض مفت میں کسی چیز کا مالک بنا دینا ہبہ کہلاتا ہے ہبہ کے صحیح ہونے کی تین شرطیں واہب (ہبہ کرنے والے) میں پایا جانا ضروری ہیں ا۔ عاقل ہونا ۲۔ بالغ ہونا ۳۔ مالک ہونا اور شئی موہوب (جس چیز کو ہبہ کیا گیا ہے) میں یہ شرط ہے کہ وہ قبضہ میں ہو غیر مشاع ہونے کے علاوہ کسی دوسرے کا اس میں حق نہ ہو۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

تملیک بھی ہبہ کے مترادف ہے

سوال...... اگر کوئی شخص ہبہ کرتے وقت تملیک کا لفظ استعمال کرے تو کیا اس صورت میں ہبہ اور تملیک الگ الگ ہیں یا دونوں ایک ہیں؟

جواب...... لغت کے اعتبار سے تملیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے لیکن موجودہ عرف میں تملیک اور ہبہ دونوں ایک دوسرے کے مترادف استعمال ہوتے ہیں اس لئے صرف لفظ تملیک سے بھی ہبہ ہی متصور ہوگا۔

قال العلامة الحصكفی رحمه الله: هی تملیک العین مجاناً ای بلاعوض (الدرالمختار علی صدرردالمحتار جلد۵ ص۶۸۷ کتاب الهبة) قال العلامة محمداتاسیؒ :الهبة تملیک مال لآخربلا عوض (مجلة الاحکام مادة ۸۳۳، ص ۳۶۲ الکتاب السابع فی الهبة) ومثله فی کنزالدقائق ص ۳۵۲ کتاب الهبة) فتاویٰ حقانیہ ج۶ص۳۷۴)

ہبہ میں قبضہ ضروری ہے

سوال...... ہندہ کے باپ کے ترکے سے کسی شئی کے سات عدد ملے جس میں سے اس نے چار عدد اپنی حیات وصحت کی حالت میں اپنے بھائی عمرو کے نام ہبہ بالعوض کر کے اپنے ہی سامنے قابض بنادیا اور کچھ عرصے کے بعد مریض ہوگئی اور بحالت مرض ترکہ کے بقیہ تین عدد اپنی بھانجی خدیجہ اور بھانجے بکر کے نام ہبہ کردیئے مگر قبضہ دینے سے پہلے ہی فوت ہوگئی تو اس صورت میں اول وثانی ہبہ کا کیا حکم ہوگا؟

جواب...... ہبہ اول نافذ ہوگا اور ہبہ (موہوب لہما کا) قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص۳۱۱)

ہبہ کی ہوئی جائیداد جب تک الگ نہ کی جائے تو ہبہ درست نہیں ہے اور اصل مالک ہی اس کا مالک ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید فوت ہوگیا (بکر) زید کی وراثت کے 1/6 حصہ کا مالک ہے اس کی فوتگی کے تیسرے دن ۱۶ آدمیوں کے مابین بکر نے بلاکسی جبر کے اپنا 1/6 متوفی کے اولاد (۶ لڑکیاں نابالغ اور دولڑکے نابالغ) کو بخش دیا دعا خیر پڑھی گئی بعد میں اس نے اپنے ورثہ کا مطالبہ کیا کیا شرع اس وراثت کا حصہ دلاتی ہے اگر دلاتی ہے تو اس پر کوئی حد آتی ہے کیا شرعاً اسے لینا جائز ہے۔

جواب......صورۃ مسئولہ میں بکر کا اپنا حصہ علیحدہ کرنے سے پہلے زید کی اولاد کو ہبہ کرنا صحیح نہیں ہوا بکر بدستور اپنے حصہ 1/6 کا مستحق ہے اور اسکا مطالبہ شرعاً صحیح اور اپنا حق لینا جائز ہے۔ وهبة حصة من العین لوارث اوغیره تصح فیمالایحتمل القسمة ولا تصح فیما یحتملها کذافی القنیة (عالمگیریة ص ۳۲۰ ج۴) والشیوع من الطرفین فیما یحتمل القسمة مانع من جواز الهبة بالاجماع (عالمگیریة ص۳۷۸ ج ۴) واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۲۲۸)

ہبہ میں قبضہ کس وقت کا معتبر ہے؟

سوال..... صحت ہبہ کیلئے موہوب کا قبضہ اسی مجلس میں شرط ہے یا کہ مجلس کے بعد بھی کافی ہے؟

جواب..... مجلس کے بعد قبض اس شرط سے معتبر ہے کہ واہب کے اذن صریح سے ہو خواہ اذن بوقت ہبہ پایا جائے یا بعد میں مجلس کے اندر قبض کیلئے اذن صریح شرط نہیں بلکہ تخلیہ (یعنی شئی کو خالی کر دینا) اور تمکین من القبض (یعنی قبضے کی قدرت دے دینا) بھی کافی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۲)

ہبہ میں مناسب شرط لگانا

سوال..... ہبہ میں شرط لگانا جائز ہے؟ یا ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل؟

جواب..... اگر شرط ہبہ کے مناسب ہو تو شرط اور ہبہ دونوں صحیح ہو جائیں گے ورنہ عقد صحیح ہو جائے گا اور شرط باطل۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۹)

تاحیات ہبہ کرنے کا حکم

سوال..... بیوی کو مکان یا کھیت اس طرح ہبہ کر دے کہ تاحیات تیرا پھر میرا یا میرے وارثوں کا اتفاق سے شوہر کا انتقال ہو گیا اور عورت اپنی پوری زندگی فائدہ اٹھاتی رہی اگر عورت کا بھی انتقال ہو جائے تو اس مکان یا کھیت کا وارث کون ہوگا؟ شوہر کے ورثہ یا عورت کے؟

جواب..... مکان وغیرہ عمر بھر کے لئے زوجہ کو ہبہ کرنا عمریٰ ہے اور یہ جائز ہے اور واپسی کی شرط باطل ہے لہٰذا تاحیات عورت متمتع ہوگی اور بعد میں اس کے ورثاء مستحق ہوں گے' شوہر کے ورثاء واپس نہیں لے سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۴۶)

ہبہ کے لئے واہب کی رضامندی ضروری ہے

سوال..... باپ نے اپنی بیٹی کو ہبہ میں کچھ سامان اور نقدی دیدی بیٹی نے بقدر ضرورت اس میں سے لے لیا اور جو باقی بچا وہ باپ کو ہبہ کر دیا کیا شرعاً یہ ہبہ صحیح ہے؟

جواب..... اگر یہ ہبہ بلا جبر و اکراہ کے اپنی خوشی اور رضامندی سے ہو تو شرعاً صحیح ہے کیونکہ مہر مسمی معجل بعد القبض عورت کی ملک ہے اور اس میں اس کا تصرف نافذ ہے۔

قال العلامة محمد خالد اتاسی رحمه الله :يلزم في الهبة رضاالواهب فلا تصح الهبة التي وقعت بالجبر والاكراه'

(مجلة الاحكام' مادة ٨٦٠' ص ٣٧٢ الباب الثاني في شرائط الهبة)

قال العلامة ابن البزاز الکندی رحمه الله: قال لهاوهی لاتعلم العربية قولی وهبت مهری منک فقالت وهبت لاتصح بخلاف الطلاق والعتاق لان الرضاشرط جواز الهبة .(البزازية علی هامش الهندية ج٦ ص٢٣٥ نوع فی هبة المهروغيره) ومثله فی الخانية علی هامش الهندية ج٣ ص ٢٨١ فصل فی هبة المرأة مهرهامن الزوج (فتاویٰ حقانيه ج٦ ص ٣٨٤)

نابالغ کیلئے ہبہ میں بھی قبضہ شرط ہے

سوال...... زید لاولد نے ایک لڑکی کو گود لیا کچھ عرصہ بعد وہ لڑکی دو نابالغ لڑکوں کو چھوڑ کر فوت ہوگئی زید نے کچھ جائیداد ان کے والد کی سرپرستی میں ہبہ کردی زید کے مرنے پر جائیداد کی تقسیم میں نزاع ہوا متوفی کی ایک بیوہ اور حقیقی بھائی ہے اس صورت میں زید کی جائیداد کے سہام کس کس کو مل سکتے ہیں؟ اور زید کا ہبہ نامہ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... ربیبہ کے نابالغ لڑکوں کے نام جو ہبہ نامہ لکھا ہے اس کی صحت ونفاذ کیلئے یہ لازم تھا کہ نابالغوں کے ولی کو شئی موہوب پر قبضہ دے دیا جاتا اور وہ نابالغوں کی طرف سے قبضہ کر لیتا اگر صورت مسئولہ میں نابالغوں کے ولی کو قبضہ کرادیا تھا تو ہبہ صحیح اور نافذ ہے اور اگر قبضہ نہیں دیا گیا تھا تو ہبہ ناجائز ہے ہبہ ناجائز ہونیکی صورت میں اگر نابالغوں کیلئے کوئی وصیت بھی نہ ہو تو ترکہ کے مستحق صرف دو وارث ہونگے یعنی بیوہ اور بھائی بیوہ کو چوتھائی اور بھائی کو تہائی ملے گا۔ (کفایت المفتی ج۸ ص۱۶۲)

قرائن سے بھی ہبہ کا ثبوت ہو جاتا ہے

سوال...... زید نے بلاتصریح کچھ روپیہ اپنے چچا کو دیا کہ ایک نشست گاہ اپنی زمین میں بنالو عمرو چچا نے ایک مکان بنالیا اب عمرو کی وفات کے بعد زید عمرو کے وارثان سے اس روپے کا طالب ہے تو شرعاً اس روپے کو زید واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں زید نے عمرو کو جو روپیہ دیا ہے شرعاً ہبہ ہے اگرچہ کوئی تصریح نہیں مگر ظاہراً قرینہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور ہبہ میں قرینہ بھی تملیک کے لئے کافی ہے اور جب ہبہ متحقق ہوگیا اور عمرو وفات پاگیا اب زید کو وارثان عمرو سے دعوے کا حق نہیں اور واپس لینا جائز نہیں کیونکہ متعاقدین میں کسی ایک کی موت رجوع ہبہ سے مانع ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۶۶)

قرائن سے ثبوت ہبہ کی ایک اور صورت

سوال...... عمرو زید ایک ہی مکان میں رہتے تھے لیکن قبضہ اور مسکن ہر فریق کا جدا جدا تھا عمرو

کے حصے کا مکان حکومت نے نیلام کر دیا زید نے عمرو کو روپیہ دیا کہ وہ نیلام خریدے عمرو نے وہ مکان خرید لیا اور تاحیات عمرو کے قبض وتصرف میں رہا اور عمرو کی وفات کے بعد وارثان عمرو سے بھی زید اس طرح کے تبرعات کرتا رہا اب زید وارثان عمرو سے اس امر کا دعویٰ کرتا رہا ہے کہ مکان میرے روپے سے خرید ہے تو شرعاً زید کا دعویٰ اور واپسی کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں زید نے جو روپیہ عمرو کو دیا اور عمرو نے اپنے نام پر خریدا اور قبضے میں عمرو ہی کے رہا پس یہ روپیہ دینا ہبہ ہے اگرچہ تصریح نہیں کی مگر قرائن ہبہ پر دلالت کرتے ہیں اور وہ ملکیت عمرو کی ہے اور جب عمرو مر گیا اب رجوع ہبہ کا نہیں ہو سکتا۔ (امداد الفتاویٰ ج ص)

چوری کا ہبہ شدہ مال اصل مالک کو لوٹانا واجب ہے

سوال...... ایک شخص نے کسی کو چوری کا مال ہبہ کیا کچھ مدت کے بعد اس مال کا اصلی مالک بھی آ گیا اور اس نے موہوب لہ سے اپنے مال کی واپسی کا مطالبہ کیا مگر اس نے یہ کہہ کر واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ مال فلاں شخص نے مجھے ہبہ کیا ہے لہٰذا تم اس سے مطالبہ کرو اب سوال یہ ہے کہ کیا اس شخص (اصلی مالک) کا موہوب لہٗ سے اپنے مال کا مطالبہ کرنا درست ہے اور کیا اس کے ذمے مال واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر کسی نے چوری کا مال اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کو ہبہ کیا ہو اور بعد میں اس کا اصلی مالک آ جائے تو چوری کا موہوبہ مال اس کے اصلی مالک کو واپس کیا جائے گا اور اس کا دونوں سے مطالبہ کرنا درست ہے البتہ جس کے پاس وہ مال موجود ہے اس پر واپس کرنا واجب ہے۔

لماقال العلامة اشرف علی التهانویؒ: (سوال) زید نے عمرو کی ایک چیز چرائی اور بکر کو ہبہ کر دی اور بکر نے خالد کو ہبہ کر دی اب معلوم ہوا کہ زید نے چوری کی تھی' اس حالت میں شے مسروقہ کا ادا کرنا کس کے ذمے واجب ہوگا؟

جواب...... جس کے پاس اب ہے اس پر رد واجب ہے اور اگر اس کو خبر نہ ہو تو جس کو خبر ہو اس پر خبر کرنا واجب ہے اور اگر اس صاحب خبر کو ہبہ میں بھی دخل ہے تو اس پر استخلاص اور استرداد میں بھی سعی واجب ہے (امداد الفتاویٰ جلد۳ ص ۵۷۴ کتاب الہبہ)

قرائن بھی تکمیل ہبہ کیلئے کافی ہیں

سوال...... جناب مفتی صاحب! میرے بڑے بھائی نے بیٹی کی شادی کے لئے مجھے کچھ رقم دی میں نے وہ رقم بیٹی کی شادی پر خرچ کر دی اس بات کو تقریباً بیس سال گزر چکے ہیں اور اس

دوران بڑے بھائی نے رقم کی واپسی کا تقاضا نہیں کیا یہاں یہ یاد رہے کہ جب بڑے بھائی نے مجھے رقم دی تھی تو اس نے قرض یا واپسی کی کوئی تصریح یا وضاحت وغیرہ نہیں کی تھی اور نہ اس کو واپسی کی کوئی امید تھی اب ان کے انتقال کے بعد ان کی اولاد مجھ سے اس رقم کی واپسی کا مطالبہ کر رہی ہے تو کیا شرعاً بھائی کی اولاد کا یہ مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

جواب...... ہبہ کی تکمیل کے لئے ایجاب وقبول یعنی ہبہ کی تصریح ضروری نہیں قرائن بھی تلفظ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں صورت مذکورہ کے مطابق بیس سال تک بھائی کا مطالبہ نہ کرنا اور رقم دے کر واپسی کی امید نہ رکھنا اور نہ ہی قرض کی تصریح کرنا' یہ سب چیزیں اس بات پر دال ہیں کہ آپ کو بڑے بھائی نے بیٹی کی شادی کے لئے جو رقم دی تھی وہ بطور ہبہ تھی اس لئے اب اس کی اولاد کو رقم کی واپسی کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں۔

لماقال العلامة الحصكفيؒ :قلت فقدافادان التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تكفی القرائن الدالة علی التملیک لكن دفع الی الفقیرشیئاً وقبضه ولم یتلفظ واحدمنهماشی (الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار ج۴ ص۵۰۸ كتاب الهبة) قال العلامة دامادآفندیؒ: قالوالووضع ماله فی طریق لیكون ملكاً لرافع جازفلا یشترط التصریح بالهبة(الدرالمنتقی فی شرح الملتقی فی ذیل مجمع الانهر ج۳ ص۴۹۰ كتاب الهبته)(ومثله فی امدادالفتاویٰ ج۳ ص۴۶۶ كتاب الهبة) (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۳۸۶)

لفظ ''چھوڑ دیا'' سے ہبہ کا حکم

سوال...... زید مرحوم نے ورثہ میں ایک بیوہ' پانچ' بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی مرحوم کا ترکہ ایک مکان ہے اولاد نے تقسیم میں نزاع وفساد سے بچنے کیلئے اپنا اپنا حصہ والدہ کے حق میں چھوڑ دیا والدہ نے یہ جائیداد مسجد کے نام وقف کر دی کیا اسکا یہ اقدام درست ہے؟ جبکہ اولاد میں بعض تنگدست اور غریب بھی ہیں؟

جواب...... لفظ چھوڑ دیا سے تو والدہ کی ملک ثابت نہیں ہوتی البتہ اگر اولاد نے ''ہبہ کر دیا'' یا ''دیدیا'' جیسے الفاظ استعمال کئے ہوں تو یہ ہبہ ہے جسکا حکم یہ ہے یہ مکان ورثہ میں تقسیم کرنیکی صورت میں اگر حصے دار کو اتنا حصہ ملتا جو اس کیلئے قابل انتفاع ہوتا تو اس کا ہبہ صحیح نہیں اگر قابل انتفاع نہ ہوتو ہبہ صحیح ہے ہبہ صحیح ہونیکی صورت میں والدہ کا وقف صحیح ہے ورنہ غیر صحیح۔ (احسن الفتاویٰ ج۷ ص۲۶۰)

جملہ ''میں اپنا شیئر بیٹے کو دیتی ہوں'' سے ہبہ کا حکم

سوال...... ہندہ نے بازار کا ایک حصہ بیٹے کو دیا بیٹے نے بازار کمپنی کے دفتر میں جا کر اس حصے کو اپنے نام کرالیا اور پھر بیچ بھی دیا اب بیٹے کا انتقال ہوا ہندہ کہتی ہے کہ میں نے وہ حصہ بیٹے کو ہبہ نہیں کیا تھا ورثہ کہتے ہیں کہ دفتر میں وہ شیئر بیٹے کے نام لکھا ہے اور ہندہ کے یہ الفاظ درج ہیں میں اپنا شیئر پیار و محبت سے اپنے بیٹے کو دیتی ہوں'' یہ الفاظ ہبہ کی دلیل ہے اس میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب...... صرف دفتر میں لکھا ہوا ہونا تو حجت نہیں بلکہ والدہ کا اقرار یا ہبہ کے گواہوں کا موجود ہونا ثبوت ہبہ کے لئے ضروری ہے پس والدہ دفتر میں لکھے ہوئے الفاظ کا اقرار کرتی ہے یا اس امر کے گواہ موجود ہیں تو بیشک حصہ (شیئر) ہبہ ہو گیا۔ اور اگر بیٹے نے قبضہ بھی کر لیا ہو تو بیٹے کی ملک میں آ گیا اور اس کی بیع بھی صحیح ہو گئی اگر چہ یہ ہبہ مشاع ہے لیکن مفتی بہ قول کے مطابق مشاع کا ہبہ قبضے کے بعد ملکیت کا فائدہ دیتا ہے اگر چہ ملک فاسد ہی ہو۔

اور اگر والدہ ان الفاظ اور ہبہ کا اقرار نہ کرے اور ہبہ کے گواہ نہ ہوں تو پھر والدہ کا یہ قول کہ میں نے عاریۃً دیا تھا والدہ سے قسم لے کر قبول کیا جائے گا اگر وہ قسم سے انکار کرے تو صرف انکار پر ورثہ کے ہبہ کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۵۲)

اردو میں ''دینے'' کا لفظ تملیک کے لئے ہے یا نہیں

سوال...... زید کا یہ قول کہ ''میں نے اس کی حیات تک اس کو صرف رہنے کا مکان دیا تھا ھذہ لک عمری سکنی کے ذیل میں آتا ہے یا ھذہ لک عمری تسکنھا کے تحت میں؟ اور یہ قول مذکور مکان دینے کو بتلاتا ہے۔ یا صرف منفعت یعنی بود و باش کے دینے کو؟ اور یہ کہ میں نے تم کو تا حیات بود و باش دی اور یہ کہ میں نے تم کو تا حیات رہنے کا مکان دیا' کیا فرق ہے؟

جواب...... اردو میں دینے کا لفظ تملیک عین کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تملیک عین اور تملیک منفعت دونوں کے لئے مستعمل ہے اور اس قول میں کہ ''اس کو صرف رہنے کو مکان دیا دینے کی جہت کا بیان صراحتاً موجود ہے کہ تملیک منفعت کے لئے ہے اور عربی کا جملہ داری لک ھبۃ تسکنھا کو اگر اردو زبان میں ادا کیا جائے تو یوں کہا جائے گا میرا گھر تمہارے لئے ہبہ ہے تم اس میں رہائش کرنا یا میں نے تم کو اپنا گھر ہبہ کیا تم اس میں رہنا یا میں نے تم کو گھر دیا تم اس میں سکونت کرنا ان صورتوں میں کہا جا سکتا ہے کہ رہائش کا ذکر بطور مشورے کے ہے دینے کی جہت

پوری کرنے کے لئے نہیں لیکن اردو کی ان مثالوں میں "میں نے تم کوصرف پڑھنے کے لئے قرآن دیا" میں نے صرف تم کو پڑھنے کے لئے کتاب دی "میں نے تم کوصرف لکھنے کے لئے قلم دیا" میں نے تم کوصرف پانی پینے کے لئے گلاس دیا "میں نے تم کوصرف سونے کے لئے پلنگ دیا' 'وغیرہ وغیرہ تملیک عین ہرگز نہیں سمجھی جاتی صرف تملیک منفعت مقصود ہوتی ہے۔

پس صورت مسئولہ میں صرف سکونت مکان کا دینا تا حیات مراد ہے اور یہ عاریت ہے ہبہ نہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ص ۱۵۵)

کسی کے پاس جمع کرنے سے ہبہ کا حکم

سوال......زید نے اپنا مال بہ مصلحت ہمشیرہ کے پاس جمع کررکھا تھا ہمشیرہ انتقال کرگئی تو زید نے اس کے شوہر عمرو سے اس مال کوطلب کیا عمرو نے اپنے حصے داروں کے روبرو اس کے واپس دینے کا اقرار کیا چند ماہ بعد عمرو بھی انتقال کرگیا اب زید اگر گواہ پیش کرے تو وہ مال واپس مل سکتا ہے یا نہیں؟

جواب......سوال میں ذکر کردہ صورت وضع یعنی ہمشیرہ کے نام حساب میں لکھوادینا کہ یہ فلاں کا ہے اس سے ایجاب وقبول وقبضہ نہیں ہوتا اس لئے ہبہ نہیں ہوا پس زید ہی اس کو لے لے کیوں کہ وہ مال اسی کا ہے نہ کہ اس کی ہمشیرہ کا۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ۳۰۸)

بیٹوں کو ہبہ بالعوض اور ورثہ کیلئے وصیت کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین صورت ذیل میں کہ زید نے اپنے مرنے سے پندرہ سال پیشتر اپنے کل مکانات مسکونہ وجملہ اثاث البیت اور متعدد اراضیات مشخصہ اپنے چار بیٹوں کے نام ہبہ بالعوض کردیئے اور ہبہ نامہ بصورت رجسٹری مکمل اور دفتر سرکاری میں نام داخل وخارج ہوگیا' اور موہوب لہم کو قبضہ کروادیا چونکہ موہوب لہم اس پندرہ سال کی مدت میں بصیغہ ملازمت اپنی اپنی جگہ متعین رہے اس لئے بظاہر قبض ودخل جملہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اور جملہ انتظامات بابت حفاظت آمدنی اراضی مذکورہ زید کے ہاتھ رہا کئے اس ہی سال زید اپنی بقیہ اراضی بذریعہ ایک وصیت نامہ کے کہ وہ بھی رجسٹری شدہ ہے اپنی دو بیٹیوں اور زوجہ ثانی اور تین محروم الارث ناتیوں کے نام بشرائط ذیل تقسیم کردی۔

(۱) شرط اول: میں جائیداد مذکورہ وصیت نامہ پر تاحین حیات قابض اور متصرف رہوں گا۔

(۲) شرط دوم: میرے مرنے کے بعد میری تجہیز وتکفین اور خیر وخیرات میرے بیٹے کریں

گے اوراس جائیداد کی ایک سال کی آمدنی میرے مرنے پر میرے بیٹے لینے کے بعد دوسرے سال موافق تقسیم وصیت نامہ ہر شخص اپنے اپنے حصہ پر قابض ودخیل ہو جائے گا۔

اب موصی لہم کو دو باتوں میں نزاع ہے۔

۱۔امر اول یہ کہ وصیت نامہ کی شرط ثانی کی صحت سے انکار کرتے ہیں کہ اول تو ''لاوصیة للوارث'' حدیث ہے اور اگر وصیت صحیح بھی ہو تو اس میں اس قسم کی شرائط کا لگا دینا تو ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا لہٰذا ہم ایک سال کا انتظار نہیں کرسکتے بلکہ مرنے کے بعد ہی سے فوراً وارث ہیں (موصی لہم)

۲۔امر ثانی اراضی موجودہ ہبہ نامہ کی آمدنی کے بقدر حصہ وراثت ہم لوگ بھی مستحق ہیں (حالانکہ زید نے وصیت اور ہبہ کی آمدنی کہیں الگ الگ نہیں رکھی بلکہ یکجائی رکھ کر اپنے اور اپنی اہلیہ اور بالائی شخص کی پرورش اور دین لین اسی شخص سے کرتا رہا اور موصی لہم میں سے کسی کسی کو بھی سالانہ کچھ کچھ دیتا رہتا تھا اور ادھر ہبہ نامہ میں منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کو اپنے لڑکوں کے نام دے دیا تھا۔

اب دو سوال ہیں: اولاً یہ کہ صورت مسئولہ میں زید کو بعض وارثوں کے لئے اس شرط سے وصیت کردینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر بمطابق ''لاوصیة للوارث'' یہ وصیت نامہ ہی باطل ہے تو پھر زید کے یہ چار بیٹے اس جائیداد مندرجہ وصیت نامہ میں وارث ہوں گے یا نہیں۔

ثانیاً: آمدنی جائیداد ہبہ نامہ جو زید نے بحیثیت منتظمانہ اپنے چار بیٹے (موہوب لہم) کے لئے بطور سرمایہ جمع کی ہے اس میں موصی لہم کو حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں؟

واضح ہو کہ موہوب لہم اپنی مالیت کے جو آج پندرہ سال سے جمع ہوتی رہی ہے گاہ بگاہ کچھ کچھ لے کر اپنی اپنی جگہ جہاں وہ ملازم ہیں خرچ میں لاتے رہے۔ فقط بینوا توجروا

جواب..... زید نے جو زمین چار بیٹوں کے نام ہبہ بالعوض کی ہے وہ تو اس کے بیٹوں کی ملک ہوگی۔ اور جو زمین بذریعہ وصیت نامہ کے بیٹیوں اور زوجہ اور محروم الارث ناتیوں کے نام کی ہے اس میں چونکہ بیٹیاں اور بیوی وارث ہیں ان کے لئے وصیت باطل ہے ہاں اس بقیہ جائیداد کے تہائی میں محروم الارث ناتیوں کے لئے وصیت صحیح ہے اگر ان کے لئے تہائی کی یا اس سے کم وصیت کی ہو فبہا اور تہائی سے زیادہ کی کی ہو تو باطل ہے جو بدون وارثوں کی اجازت کے صحیح نہیں ہوسکتی اور اس بقیہ جائیداد کی دو تہائی میں چاروں بیٹے بھی وارث ہیں اور بیٹیاں بھی اور زوجہ بھی اور جائیداد ہبہ نامہ میں اور اس کی آمدنی میں چاروں بیٹوں کے سوا کوئی حقدار نہیں کیونکہ وہ تو ترکہ سے خارج ہے جبکہ زید نے اپنی حیات میں اس کا مالک بیٹوں کو بنادیا۔

نوٹ: یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ وصیت نامہ میں بیع یا ہبہ کے الفاظ نہ ہوں صرف وصیت ہی کا ذکر ہو ورنہ وصیت نامہ کی نقل بھیج کر سوال دوبارہ کیا جائے۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام ج ۴ ص ۵۱)

بیٹوں کو جائیداد ہبہ کر دی مگر قبضہ خود رکھا

سوال...... ایک شخص نے کچھ جائیداد اپنے ایک بیٹے اور ایک بیٹی کو (دونوں بالغ ہیں) ہبہ کر دیا لیکن مرتے دم تک قبضہ وتصرف اسی کا رہا مرنے کے بعد دونوں جائیداد کی آمدنی اور پیداوار لیتے رہے مگر دوسرے ورثاء کہتے ہیں کہ یہ ہبہ صحیح نہیں اور اس میں ہمارا بھی حق ہے۔

جواب...... ہبہ مکمل اور صحیح ہونے کیلئے قبضہ کامل شرط ہے لہٰذا جبکہ مرحوم وفات تک جائیداد پر خود ہی قابض ومتصرف رہا اور اسکی زندگی میں لڑکی اور لڑکے کا مالکانہ قبضہ اور تصرف ثابت نہیں ہے تو یہ ہبہ معتبر نہیں ہے جملہ ورثاء وارث ہیں وہ اپنا حصہ لے سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۷)

ہبہ کرنے کے بعد مرض میں تخفیف ہو جانا

سوال...... ایک مریض نے شدت مرض میں ہبہ کیا اور بعد میں افاقہ ہو گیا اور خطرے کی صورت نہیں رہی مگر مرض کا اثر باقی تھا اور اسی حالت میں مرض جدید کا حملہ ہوا اور فوت ہو گیا تو یہ شخص بوقت ہبہ مریض مرض الموت سمجھا جائیگا یا نہیں؟ اور مرض سابق کا اثر باقی رہنے کیوجہ سے ہبہ میں خلل تو نہیں آئیگا؟

جواب...... امراض ممتدہ میں ایک سال گذرنے سے قبل موت کا واقع ہو جانا نفاذ ہبہ سے مانع نہیں ہوگا (یعنی ہبہ نافذ ہو جائے گا) بلکہ صرف خوف وہلاکت کی صورت میں ہے پس صورت مذکورہ میں وہ شخص مرض الموت کا بیمار متصور نہ ہوگا اور مرض سابق کے اثر کے باقی رہتے ہوئے ایک سال کے اندر اندر مرض جدید کے حملے سے موت کا آ جانا ہبہ میں مخل نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۲۱)

متبنیٰ کو کل جائیداد ہبہ کرنے کی ایک صورت

سوال...... زید نے بکر کو تقریباً پچیس سال تک متبنیٰ بنا کر رکھا اور اس کے کل اخراجات کا کفیل رہا وفات سے ایک ماہ پہلے بحالت صحت معتبر گواہوں کے روبرو کہہ دیا کہ میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک بکر ہے میں نے کل جائیداد اس کی ملک کر دی ہے۔

نیز موت سے چار دن پہلے صندوق کی چابی وغیرہ بھی سپرد کر کے مکرر گواہوں کے سامنے کہہ دیا کہ سابق میں بھی میں تجھ کو اپنی کل جائیداد کا مالک کئے ہوئے تھا اب بھی اقرار کرتا ہوں کہ میری جائیداد کا مالک تو ہے کیا شرعاً بکر تمام جائیداد کا مالک ہو گیا؟

جواب...... اس صورت میں کہ زید دو دفعہ معتبر گواہوں کے روبرو بکر کے لئے جائیداد کی ملکیت کا اقرار کر چکا ہے اور موت سے پہلے منقولہ ترکہ پر قبضہ دے چکا ہے تو شرعاً یہ تملیک صحیح ہے اور یہ ہبہ ہے۔ (فتاویٰ مظاہر علوم ج ۱ ص ۱۸۷)

نابالغ کو ہبہ کیا تو والد کا قبضہ کافی ہے

سوال...... زید نے کچھ سونا یا چاندی اپنے نابالغ بچوں کو دے دیا تو کیا باپ کے نیت کرنے سے وہ بچے اس سونے چاندی کے مالک ہو جائیں گے یا ان کا قبضہ ضروری ہے تو اسکی کیا صورت ہوگی؟

جواب...... نابالغ اولاد کو ہدیہ دیا تو اولاد کی ملک کیلئے والد کا قبضہ کافی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۸)

عورت کو اگر باپ کی طرف سے جائیداد ملی ہو اور وہ زندگی میں شوہر و بچوں پر تقسیم کر دے تو کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت کو اپنے باپ سے کچھ زمین وراثت میں آئی ہے پھر اس سے چند سال کے بعد اپنی رضا سے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور خاوند مذکور کو مطابق حصص شرعی کے تملیک کر دی ہے اور کاغذات میں بھی بیان دے کر درج کرا دی ہے آیا اس کا یہ کام جائز ہے یا نہ سوال یہ کیا گیا ہے کہ اس صورت کو تو میراث کہتے ہیں اور میراث موت کے بعد ہوتی ہے تملیک کرنے والی زندہ ہے لہٰذا اس کا یہ کام ناجائز ہے۔ بینوا توجرا

جواب...... واضح رہے کہ ہر شخص اپنی زندگی میں حالت صحت میں اپنے مال کو جسے ہبہ کرے کرسکتا ہے جبکہ طیب قلب سے ہو کسی دباؤ یا لالچ کی وجہ سے نہ ہو اس طرح جو شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کو اپنے وارثوں میں تقسیم کرنا چاہے تو تقسیم کرسکتا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے مگر اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اپنی تمام اولاد میں برابری کرے حتیٰ کہ لڑکے اور لڑکی کو بھی بحصہ برابر تقسیم کرے اور بلا وجہ شرعیہ اپنی اولاد میں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نہ دے تاکہ کسی عزیز کی دل شکنی نہ ہو اور کسی کی قطع رحمی نہ ہو جائے۔ **کما قال فی العالمگیریة ص ۳۹۱ ج ۴ ولو وھب رجل شیئاً لا ولادہ فی الصحة واراد تفضیل البعض علی البعض فی ذلک لارواية لهذا فی الاصل عن اصحابنا وروی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ انه لابأس به اذا کان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین وان کانا سواء یکره، فقط والله تعالیٰ اعلم** لیکن اگر سب الگ الگ کر کے ہر ایک کو قبضہ بھی بعد از تقسیم دلا رہا ہے تو تملیک صحیح ہوگی ورنہ نہیں (**فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۳۳۸**)

ملکیت کی خبر دینے سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا

سوال..... عمرو نے کہا یہ مال زید کا ہے اس کہنے سے ہبہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب..... ہبہ نہیں ہوتا البتہ اگر عمرو یہ کہے کہ میرا یہ مال فلاں شخص کا ہے تو ہبہ ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۲۹)

''میں نے تجھ کو اس کا مالک بنادیا'' اس جملے سے ہبہ کا حکم

سوال..... اگر زید نے خالد سے کہا کہ ''میں نے تجھے اس گھر کا مالک بنادیا'' تو اس کہنے سے ہبہ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب..... بعض کے نزدیک ہو جائے گا اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ اگر ہبہ پر کوئی قرینہ موجود ہو تو ہبہ صحیح ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۲۸)

اولاد میں سے صرف غریب بچی کی مدد کرنا

سوال..... زید نے اپنی ایک لڑکی غریب گھرانے میں دی اس کے نام ایک چھوٹا سا مکان کردیں یا مدد کے طور پر کوئی رقم اسے دیتے رہیں تو کیا اولاد میں ناانصافی اور حق مارا جانا تو نہیں ہوگا؟ دوسرے بچے بچیاں ماشاء اللہ خوش حال ہیں؟

جواب..... الاعمال بالنیات جب کہ نیت واقعی دوسرے ورثاء کا حق مارنے اور کم دینے کی نہیں ہے غریب بچی کی مدد کرنا مقصود ہے اور وہ محتاج ہے انشاء اللہ گنہگار نہ ہوگا اور دوسرے ورثاء مانع نہ ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۵۱)

باپ بیٹے سے ہبہ کی ہوئی زمین واپس نہیں لے سکتا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ زید کے تین بیٹے ہیں اور تینوں شادی شدہ ہیں ان میں سے درمیانے بیٹے کو زید کے والد نے ساڑھے ۱۲۳ ایکڑ رقبہ اپنی ملکیت سے ۵ ایکڑ رقبہ بغیر لحاظ حصص شرعیہ کے ہبہ کردیئے ہیں اور بعد ہبہ باپ نے یہ کہا ہے کہ رقبہ میں چاہ لگایا جاچکا ہے اور چونکہ یہ چاہ باقی رقبہ سے مشترکہ ہے لہٰذا مصرف چاہ کا حصہ تم پر لازم ہے ادا کرو تو موہوب الیہ نے مصرف بھی گواہوں کے سامنے باپ کو ادا کردیا بلکہ کچھ زائد حساب بھی جس طرح باپ راضی ہو کردیا اور اس کے بعد بقایا ۹۰۰ روپیہ نکالا وہ بھی ادا کردیا مگر والد صاحب بیٹے پر کچھ ناراضگی کی وجہ سے وہ رقبہ واپس کرنا چاہتا ہے جس رقبہ والد صاحب ۲۷ عدد کیکر جن کی قیمت ۲۴۰ روپیہ وہ اس نے جبراً لے لئے

ہیں حالانکہ اس رقبہ میں موہوب الیہ نے چار پانچ سال سے احاطہ اور مکان وغیرہ بنالیا ہے مگر اب والد صاحب کا ارادہ یہ ہے کہ ہبہ شدہ زمین کو واپس لینا چاہتا ہے اور مکان سکونت سے بھی بے دخل کرانا چاہتا ہے آیا عندالشرع زمین جو کہ موہوب الیہ کو دی گئی اس کا واپس لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب..... صورۃ مسئولہ میں اگر موہوبہ زمین باپ کے رجوع سے پہلے محوز تھی اور تقسیم وغیرہ سے حدود قائم ہو چکے تھے تو ہبہ صحیح ہے اور باپ کا رجوع عن الہبہ بوجہ ہبہ علی ذی رحم محرم صحیح نہیں۔ **لقوله عليه الصلوٰة والسلام اذا كانت الهبة لذى رحم محرم لم يرجع فيها** اور اگر حدود وغیرہ قائم نہیں تھے تو چونکہ اس صورت میں ہبہ صحیح نہیں بلکہ ہبہ فاسد ہے ہبہ مشاع ہے اس لئے اس صورت میں اپنی موہوبہ زمین واپس کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۳۴)

بنجر زمین آباد کی تو مالک کون ہوگا؟

سوال..... زید نے مالک کی اجازت سے ایک بنجر پتھریلی زمین آباد کی زید کے مرنے کے بعد اس کے دو بیٹے زمین پر قابض رہے جس کا عرصہ تقریباً ساٹھ سال ہے اب مالک کا پوتا وہ زمین ان سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس قدر مدت کے قبضہ اور اس مشقت کا شرعاً کوئی حق ہے یا نہیں؟

جواب..... قبضے کے دراز ہونے سے تو کوئی حق ملکیت حاصل نہیں ہوتا اور جبکہ سوال میں اعتراف کیا گیا ہے کہ زید نے عمرو سے جو مالک تھا اجازت حاصل کر کے زمین کو آباد کیا تھا تو اب مالک کی ملکیت سے انکار کرنا کیسے درست ہوگا؟ اور مشقت کے عوض میں ساٹھ سال کی رہائش کا فائدہ مالک کی اجازت سے حاصل کیا گیا اس کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۱۰)

شوہر کی چیزیں اگر بیوی کسی کو دے دے؟

سوال..... ہندہ نے اپنے شوہر کو کچھ چیزیں بغیر اجازت زید کو دیدیں اب شوہر زید سے وہ چیزیں طلب کرتا ہے تو زید نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں نے تم سے نہیں لیں میری ایک چیز ہندہ پر آتی ہے جب وہ میری چیز مجھ کو دیگی تب میں دوں گا اب ہندہ کا شوہر زید سے وہ اپنی چیزیں شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب..... ہندہ کو یہ اختیار نہیں کہ شوہر کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر کسی کو دے ہبہ کے واسطے موہوب کا واہب کی ملک ہونا شرط ہے اور جب ہندہ خود مالک نہیں ہے اور شوہر کی اجازت نہیں تو ہندہ کا یہ تصرف غصب کے حکم میں ہوا اور غصب میں غاصب اگر شئی مغصوب کسی کو عاریت دے دے یا امانت رکھ دے یا ہبہ کر دے یا کوئی دوسرا شخص غاصب سے غصب کر لے ان سب صورتوں میں مالک کو اختیار ہے کہ خود غاصب سے تقاضا کرے یا اس نے جس کو بطور عاریت

وغیرہ دی ہے اس سے طلب کرے اس لئے صورت مذکورہ میں شوہر ہندہ کو زید سے مطالبہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۵۰)

ہبہ کی جائز صورتیں

زندگی میں جائیداد اولاد کو ہبہ کرنے کا طریقہ

سوال......زید اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کے حصے بانٹنا چاہتا ہے چار لڑکے چار لڑکیوں میں کس طرح حصے تقسیم کرے؟

جواب......بہتر یہ ہے کہ زید اپنی جائیداد کے آٹھ حصے کر کے ہر ایک لڑکے اور لڑکی کو ایک ایک حصہ تقسیم کر کے قبضہ بھی کرادے یہی صورت افضل ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۶۶)

ہبہ کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال......معروض خدمت والا آنکہ: والدہ صاحبہ کو پندرہ سو روپیہ کی جائیداد والد صاحب کے ترکہ میں سے ملی ہے اور ایک ہزار کی جائیداد اور ایک مکان نانا صاحب کے ترکہ میں سے ملا ہے اور ہم لوگ چار بھائی اور دو بہن ہیں مکان کی قیمت کم از کم اگر چھ سو روپے لگائی جائے تو اس طرح کل جائیداد مع مکان کی قیمت اس وقت اکتیس سو روپیہ کی ہوئی فرائض کی رو سے ہر بہن کا حصہ دس سہم میں ایک سہم قرار پاتا ہے اس لئے ہر بہن کا حصہ ۳۱۰ روپیہ کا ہوا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ والدہ صاحبہ چاہتی ہیں کہ محی الدین پور کی جائیداد یں جو خود والد صاحب کے ترکہ میں سے ان کو ملی ہے اس کو ہم لوگوں کو ہبہ کردیں تاکہ اس میں ان کے بعد بہنیں نہ لے سکیں جس کا اندیشہ بھی ہے اور چائل کا مکان اس لڑکی کو دے دیں جو چائل میں منسوب ہے اور یہ بھی چاہتی ہیں کہ گو ہم تملیکاً تم لوگوں یعنی لڑکوں کو جائیداد دے دیں مگر تبرعاً اس کی آمدنی سے ہماری خدمت کرتے رہو جس کی قوی امید ان کو اپنے لڑکوں سے ہے لیکن لڑکیوں سے نہیں ہے کیونکہ وہ اختیار میں اپنے شوہر کے ہیں اس لئے دریافت فرماتی ہیں کہ اگر شرعاً کسی قسم کا مواخذہ نہ ہو تو محی الدین پور کی کل جائیداد' اور چائل کی دو تہائی جائیداد لڑکوں کو ہبہ کردی جائے اور مکان چائل کا' اور ایک تہائی جائیداد چائل کی اپنے نام باقی رکھی جائے تاکہ میرے بعد لڑکیاں اپنا حصہ لے سکیں بلکہ مکان تو ایک بہن کو دے بھی دیا اور یہ جائیداد ان کے شرعی حصہ سے کہیں زائد ہے کیونکہ دونوں لڑکیوں کا

حصہ شرعاً ۶۲۰ روپیہ کا ہوتا ہے اور مکان اور ایک تہائی جائیداد جو چھوڑی جاتی ہے اس کی قیمت تخمینی نو سو تینتیس روپیہ تک ہے ایک بہن کو کل مکان دینے کے بعد بھی دوسری بہن کا حصہ شرعی یعنی نمبر ۱۱۰ روپیہ بلکہ زائد کی جائیداد باقی رہتی ہے۔

تنقیح

جو جائیداد وہ اپنے نام رکھنا چاہتی ہیں وفات کے بعد اس میں لڑکوں کا حق بھی ثابت ہوگا حیات میں لڑکوں کو ہبہ کرنے سے ان کا حق اس متروکہ سے ساقط نہ ہوگا جو وفات کے وقت ان کی ملک رہے گا اور اس صورت میں لڑکیوں کو بہت کم ملے گا اور خلاف عدل لازم آئے گا اور والدین پر اولاد کے ہبہ میں تسویہ یا للذکر مثل حظ الانثیین مامور بہ ہے اس لئے یہ صورت مناسب نہیں بلکہ جس طرح وہ لڑکوں کو اسی وقت ہبہ کر رہی ہیں اسی طرح لڑکیوں کو بھی ہبہ مع القبض کر دیں اور ان کی اجازت سے مکان و جائیداد کی آمدنی سے منتفع ہوتی رہیں یا کل جائیداد مکانات کو وقف علی الاولاد للذکر مثل حظ الانثیین بشرط انتفاع واقف وقف کر دیں اس میں کوئی خدشہ نہیں۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام ج ۴ ص ۳۵)

ہبہ سے رجوع کر کے پھر نئے سرے سے ہبہ کرنا

سوال..... ہاشم کا ایک بیٹا ایک بیٹی تھی اس نے اپنے دو مکان بیٹے کو ہبہ کر دیئے اسے گمان تھا کہ بہن کے ساتھ حسن سلوک کرے گا مگر کچھ عرصہ گزرنے پر بیٹے کے چال چلن سے غیر مطمئن ہو کر ہبہ سے رجوع کر لیا اور دونوں مکان نئے سرے سے تقسیم کر کے ایک بیٹے کو ایک بیٹی کو دیا بیٹے کو وہ مکان دیا جس پر اس کا قبضہ تھا بیٹی کو بھی وہی مکان دیا جس پر اس کا قبضہ تھا کیا اس کا رجوع اور نئے سرے سے ہبہ جائز ہے؟

جواب..... ہبہ بلا قبض تام نہیں ہوتا چونکہ بیٹے نے صرف ایک ہی مکان پر قبضہ کیا تھا اس لئے دوسرا مکان جس میں اس کی ہمشیرہ رہتی تھی اس کا ہبہ صحیح نہیں ہوا لہٰذا بیٹی کے حق میں باپ کا یہ ہبہ صحیح و نافذ ہے البتہ اگر دونوں مکانوں پر بیٹے کا قبضہ ہو گیا تھا تو ہبہ تام ہو چکا لہٰذا بیٹی کے حق میں دوسرے مکان کا ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۳)

والد کی رضامندی کے بغیر بیٹا اگر زمین کسی کو ہبہ کر دے اور قبضہ بھی دے دے تو ہبہ تام ہے یا نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) باپ کی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد میں سے باپ کی غیر مرضی اور بلا اجازت کے کوئی لڑکا ہبہ وغیرہ کر دے تو شریعت کی رو سے وہ ہبہ ہو جائیگا اور موہوب لہ شے ہبہ شدہ کا حقیقی مالک ہو جائیگا یا نہیں۔

اصل حال یہ ہے کہ میرا لڑکا سید محمد الیاس شاہ اکثر زمین کا کاروبار انجام دیتا ہے اس معاملہ میں ہوشیار ہے اتفاق سے ایک ملحقہ زمین فروخت ہوئی اس پر شفعہ کرنا چاہا لیکن خود تو نہیں کیا اور ایک دوسرے شخص مسمی احمد کو شفعہ کرانے پر آمادہ کیا اور دونوں نے آپس میں باہمی معاہدہ کیا کہ شفعہ کرنے پر جس قدر رقم خرچ ہوگی اس کا ذمہ دار میں خود ہوں گا اور تمہارا کام صرف شفعہ دائر کرنا ہے اور جب تم شفعہ میں کامیاب ہو جاؤ تو تم پھر اس زمین مذکورہ کو ہمارے نام بیع وغیرہ کرا دینا اور جب زمین ہمارے نام منتقل ہو جائے گی تو پھر میں تم کو اس کے عوض ایک کنال زمین جو تمہارے پاس ملحقہ آبادی میں ہے دے دوں گا اور تمہارے نام انتقال کرا دوں گا محمد الیاس و احمد نے آپس میں یہ جو معاملہ طے کیا تھا میری بغیر مرضی اور خلاف منشاء اور بغیر میری اجازت کے کیا مجھے اس کا علم بعد میں ہوا غرضیکہ احمد کامیاب ہو گیا اور زمین مذکور بیع کرا چکا لیکن یہ سب میری لاعلمی میں ہوا مجھے عرصہ کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اور پھر برخوردار موصوف نے میری بغیر اجازت کے حسب وعدہ خود وہ ایک کنال زمین مسمی احمد مذکورہ کو دے دی اور قبضہ کرا دیا احمد اس میں ایک کچا کوٹھا ڈال کر رہنے لگا ایک ڈیڑھ سال گزرا ہوگا کہ بقضائے الٰہی احمد موصوف فوت ہو گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس صورت مذکورہ میں بروئے قانون شریعت چند امر دریافت طلب ہیں اور زمین مذکور بدستور کاغذات سرکاری میں میرے نام ہے احمد مرحوم اس ہبہ وغیرہ کی بنا پر شرعاً مالک حقیقی ہو گیا یا بالکل نہیں۔

(۲) احمد مرحوم کے وارثان کو اس صورت میں حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب...... جب باپ جائیداد کا مالک ہو تو اس کا بیٹا اس کی مرضی کے بغیر اس کو بیع و ہبہ وغیرہ نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں احمد مذکور کو زمین دینے پر اگر آپ رضامند نہ تھے تو ہبہ نہیں ہوتا اور احمد مذکور اس زمین کا مالک نہیں بنا ہے آپ واپس کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ کو پتہ تھا کہ میرا بیٹا احمد کو زمین دے رہا ہے یا دے چکا ہے اور آپ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور نہ اس وقت جب اس نے کوٹھا بھی ڈالا رہائش بھی اسی میں رکھی اور آپ کو سب کچھ کا پتہ تھا دیکھ رہے تھے حتیٰ

کہ احمد فوت ہوگیا ہے اب فرمار ہے ہیں کہ میری مرضی کے بغیر زمین دی گئی ہے مجھ سے نہیں پوچھا گیا تو ایسی صورت میں بہرحال آپ کی عدم رضامندی مشتبہ ہے ویسے مسئلہ وہی ہے جو اوپر لکھ دیا گیا حقیقت حال سے آپ بخوبی واقف ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۴۲)

اولاد کے ہبہ میں کمی زیادتی کرنا

سوال...... اولاد کو ہبہ دینے میں تفاضل کا کیا حکم ہے؟

جواب...... ۱۔ اگر دوسروں کا نقصان کرنا مقصود ہو تو مکروہ تحریمی ہے قضاءً نافذ ہے دیانۃً واجب الرد۔ ۲۔ اضرار مقصود نہ ہو اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے مذکر و مؤنث اولاد میں تسویہ (برابر کرنا) مستحب ہے۔ ۳۔ دین داری' خدمت گزاری' خدمات دینیہ کا شغل یا احتیاج وغیرہ وجوہ کی بنا پر تفاضل مستحب ہے۔ ۴۔ بے دین اولاد کو بقدر قوت سے زائد نہیں دینا چاہئے ان کو محروم کرنا اور زائد امور دینیہ میں صرف کرنا مستحب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۶)

مشترک چیز کے ہبہ کی ایک صورت

سوال...... چند شرکاء نے اپنی کوئی چیز کسی ایک شخص کو ہبہ کردی ایک عالم فرماتے ہیں کہ یہ ہبہ صحیح نہیں' رہنمائی فرمائیں۔

جواب...... مشترک چیز کے ہبہ کی یہ صورت صحیح ہے صحت ہبہ سے مانع وہ شیوع ہے جو موہوب لہ کے پاس ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۵)

مشترک چیز کو موہوب لہم نے تقسیم کرلیا

سوال...... ہبۃ المشاع کی صورت میں موہوب لہم نے شئی موہوب کو تقسیم کرلیا تو ہبہ صحیح ہوجائیگا یا نہیں؟

جواب...... اگر واہب کے اذن صریح سے تقسیم کیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۱)

قابل تقسیم مشترک چیز کو بعوض ہبہ کرنا

سوال...... تقسیم کے بعد قابل انتفاع رہنے والی چیز مثلاً زمین مشترک میں سے اپنا حصہ بعوض ہبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... جائز ہے لیکن موہوب کی ملکیت اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ واہب ہبہ کرنے کے بعد تقسیم کرکے شئی موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ کرادے اور خود واہب عوض پر قابض ہوجائے اس سے پہلے نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۲۸)

بوقت تقسیم کسی ایک وارث کوزیادہ دینا

سوال.....اگر زید نے اپنا تمام مال اولاد میں سے کسی ایک کے نام ہبہ کر کے باقی کومحروم کر دیایابوقت تقسیم کسی ایک حصے سے زائد دے دیاتو دونوں صورتوں میں ہبہ نافذ ہوگایانہیں؟

جواب..... ہبہ بہر دوصورت نافذ ہوجائے گا مگر پہلی صورت میں واہب گنہگار ہوگا اور دوسری صورت میں تارک اولیٰ۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۲۹)

ہبہ سے رجوع کرنے کا مسئلہ

سوال.....کیاواہب موہوب لہ سے ہبہ کی ہوئی چیز کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے یا کہ نہیں

جواب.....واہب اور موہوب لہ کی رضامندی سے یاحاکم واپسی کا حکم کرے اور دوسرے موانع بھی موجود نہ ہوں تو رجوع جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں ورنہ بصورت دیگر رجوع کرنا حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله :(صح الرجوع فيهابعد القبض ماقبله فلم تتم الهبة (مع انتفاع مانعه) الآتى روان كره) الرجوع (تحريماً) وقيل تنزيها نها' (ردالمحتارج۵ ص۶۹۸ كتاب الهبة' باب الرجوع فى الهبة) قال العلامة محمدخالد اتاسیؒ :للواهب ان يرجع عن الهبة والهدية بعد القبض برضى الموهوب له وان له يرض الموهوب له راجع الواهب الحاكم وللحاكم فسخ الهبة ان لم يكن ثمة مانع من موانع الرجوع (شرح مجلة الاحكام مادة ۸۶۴' ص۴۷۵ الباب الثالث فى احكام الهبة) ومثله فى الخانية على هامش الهندية ج۳ ص۲۷۵ فصل فى الرجوع فى الهبة. (فتاویٰ حقانيه ۶ ص ۳۹۱)

وارثوں کواپنا حصہ ہبہ کرنا

سوال.....میت کے تین وارثوں میں سے ایک نے کہا کہ میرا حصہ بقیہ دونوں کو دے دو میں خود لے لیا کروں گا یہ نہیں کہا کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا میں نہ لوں گا تو اس طرح کہنے سے بھی یہ تخارج ہوجائے گایا یہ ہبہ ناجائز ہے؟ یاہبہ مشاع ہوجائے گا؟

جواب.....اگر خودوارثوں سے کہا کہ میں نے تم کو دیا تو ہبہ ہے اور جو اور کسی سے کہا کہ دیدوتو یہ ہبہ کا وکیل بنانا ہے بہرحال یہ تخارج نہیں، جسکی حقیقت تصالح علی الاقرار ہے جو بیع کے حکم میں ہے اور چونکہ ہبہ مشاع کا ہے لہٰذا جہاں مشاع ہونا مانع صحت ہے وہاں جائز نہ ہوگا۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص ۴۶۷)

مکان کی تعمیر میں بیوی کا زیور صرف کرنا کیا بحکم ہبہ ہوگا

سوال...... زید نے مکان کی تعمیر کے وقت بہت دفعہ کہا کہ یہ مکان مسماۃ زوجۂ ثانیہ کے لئے بنوایا گیا ہے اور اسی وجہ سے چار سو روپے کا زیور مسماۃ کا فروخت کر کے اس میں لگایا آیا اس مکان میں میراث جاری ہوگی یا مسماۃ کا ہوگا؟

جواب...... اگر اس کو ہبہ مان لیا جائے تو ہبہ اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ہبہ کرنے والا بالکل اس مکان کو اپنی چیزوں سے خالی کر کے موہوب لہا کا قبضہ کرا دے اگر ایسا ہوا ہے تو بینہ قائم کرنے کے بعد ہبہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں اور زیور اس میں لگانا زیادہ سے زیادہ کا ہبہ قرینہ ہوگا مگر ہبہ میں جو شرط ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے جیسا اوپر بیان ہوا پس جب تک ہبہ صحیح نہ ہوگا وہ زیور بطور احسان کے زوجہ کی طرف سے سمجھا جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۶۹)

بیوی کا دل رکھنے کیلئے زرعی زمین اس کے نام کرنا اور تصرف خود کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حق المہر مقررہ سالم ادا کر دیا تھا مگر اتفاقاً یہ ادا شدہ حق المہر مقبوضہ ناکح کے گھر سے چوری ہو گیا جس سے منکوحہ کو زبردست صدمہ پہنچا ناکح نے اپنی منکوحہ کا دل رکھنے کے لئے اپنی جائیداد غیر منقولہ سکنی و زرعی جس کی قیمت بوقت ہبہ (تملیک) ۵۰۰۰ ہزار روپے کے قریب تھی اور اب یہ جائیداد تقریباً ایک لاکھ روپے قیمت کی ہے برائے نام اپنی بیوی مذکور کو ہبہ کر دی مگر قبضہ اور عمل دخل سالم اس کا اپنا رہا۔ اس شخص کی اولاد دو بیویوں میں سے ہے اور اب وہ شخص فوت ہو گیا ہے جس بیوی کے نام جائیداد ہبہ کی ہے اس کی اولاد کو تو کوئی خسارہ نہیں کیونکہ وہ اب اس ساری جائیداد کے مالک ہونے کے مدعی ہیں مگر دوسری بیوی کی اولاد اس طرح محروم ہوتی ہے حالانکہ نہ یہ ہبہ شرعی طور پر صحیح طریقہ سے کیا گیا ہے اور نہ ہی اس ہبہ پر آج تک عملدرآمد ہوا ہے آیا شرعاً دوسری بیوی کی اولاد اس موہوبہ جائیداد سے واقعی محروم ہوں گے یا اس جائیداد میں ان کو بھی شرعی حصہ ملے گا۔

نوٹ: اس موہوبہ جائیداد میں بعض ایسی جائیداد بھی تحریر ہے جو مرحوم کی ملکیت ہی نہ تھی نہ کبھی اس کے قبضہ میں رہی ہے صرف بے نامی کے طور پر مرحوم کے دیگر بھائیوں نے خرید کر کے کسی قانونی وجہ سے اس کے نام کرائی ہوئی تھی۔ بینوا توجروا۔

جواب...... ہبہ کے صحیح ہونے کے لئے قبضہ کر لینا شرط ہے قبضہ ہوئے بغیر موہوب لہ اس چیز کا مالک نہیں بنتا صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور نے اپنی جائیداد سکنی و زرعی فی الواقع مفت

میں اپنی ایک بیوی کو ہبہ کردی ہوتو اگر حالت صحت میں ہبہ کرچکا ہواور عورت کا اس جائیداد پر شرعی قبضہ اس کی زندگی میں اس کی رضامندی کے ساتھ ہوا ہواور عورت ہی اس جائیداد کے اندر تصرف مالکانہ کرتی چلی آتی ہواور یہ جائیداد مشترکہ بھی نہ ہوتو عورت اس کی واحد مالکہ بن گئی ہے اور اس شخص کی فوتگی کے بعد اس کے دیگر وارثوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا اور اگر جائیداد مذکور مشترک ہو یا قبضہ شرعیہ اس پر اس کی عورت اس کی موجودگی میں نہ کرچکی ہوتو جائیداد مذکور عورت کی ملکیت شمار نہ ہوگی۔ بلکہ تمام وارثوں پر حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم ہوگی۔ کما قال فی الهداية ص ۲۸۱ ج۳ وتصح بالايجاب والقبول والقبض وفيها ايضاً ص۲۸۳ ج۳ ولايجوز الهبة فيما يقسم الامحوزة مقسومة وهبة المشاع فيمالايقسم جائز. فقط والله اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۲۴۸)

داخل خارج سبب ہبہ ہے یا نہیں؟

سوال.....بی بی کا قبضہ بہ حیثیت داخل خارج کاغذات سرکاری میں ہوگیا اور اس کی بی بی لگان وصول کرتی ہے تو یہ بحکم ہبہ ہوگا یا نہیں؟

جواب.....اگر قرائن سے معلوم ہوجائے کہ خاوند کو یہ جائیداد بی بی کو دینا ہی مقصود ہے تو یہ ہبہ ہوگیا۔(امدادالفتاویٰ ج۳ ص ۴۷۶)

مریض ممتد کا ہبہ صحیح ہے یا نہیں

سوال.....محمودہ نے کافی عرصہ بیمار رہنے کے بعد انتقال کیا اور بیماری کے دوران کچھ جائیداد اپنے بالغ ونابالغ لڑکوں کے نام کی اور لڑکیوں کو محروم کیا یہ فعل اور ہبہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب.....کافی عرصہ بیمار رہنے کی وضاحت سوال میں نہیں ہے اگر کسی بیمار کی بیماری لمبی ہو جائے مثلاً ایک سال یا اس سے زیادہ گذر جائے اور مرض کی ایک حالت قائم ہوجائے تو پھر وہ مریض کے حکم میں نہیں رہتا تندرست کے حکم میں ہوجاتا ہے اور اس حالت کے تصرفات مریض کے تصرفات قرار نہیں دیئے جاتے۔ پس اگر محمودہ نے ایسی حالت میں ہبہ کیا کہ اس کی بیماری کو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا اور کوئی خاص تغیر اور مرض کی شدت کا وقت نہ تھا تو وہ ہبہ تندرست شخص کے ہبہ کی طرح ہوگا اور اگر وہ باقاعدہ ہوا اور قبضہ کرادیا گیا ہوتو موہوب لہم اس کے مالک ہوگئے اور اگر اس نے اپنی ساری ملکیت سے بعض اولاد کو محروم نہ کیا بلکہ کمی زیادتی کا فرق رہا تو اب وہ ہبہ واپس نہیں لیا جاسکتا نہ بالغ سے نہ نابالغ سے۔(کفایت المفتی ج۸ ص ۱۵۹)

یتیم کی تعلیم کے لئے اس کے مال سے ہدیہ دینا

سوال...... یتیم مال دار کا سرپرست اس کے مال سے اس کے معلم کو کبھی کبھی ہدیہ دیتا ہے تاکہ بچے کو ہنر شوق سے سکھائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸۲)

مشروط ہبہ کا حکم

سوال...... زید نے بکر کو اس شرط پر زمین ہبہ دے دی کہ وہ تاحیات زید کی خدمت کرے گا لیکن بکر نے کچھ عرصہ کے بعد زید کی خدمت کرنا چھوڑ دی تو کیا خدمت نہ کرنے کی وجہ سے زید کو موہوبہ زمین کے واپس لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب...... حنفیہ کے نزدیک اگرچہ ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں لیکن جب ہبہ کو کسی شرط کے ساتھ معلق کر دیا گیا تو عدم شرط کی صورت میں رجوع کرنا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ بالفاظ دیگر ہبہ منعقد ہی نہیں ہوا ہے۔

قال العلامة قاضی خان رحمه الله: والدليل على هذاماذكر فى كتاب الحج اذاتركت المرأة مهرها على الزوج على ان يحج بهاوقبل الزوج ذلك ولم يحج بها كان المهرعليه على حاله والفتوىٰ على هذاالقول. فتاوىٰ قاضى خان على هامش الهندية ج۳ ص۲۸۲ كتاب الهبة' فصل فى هبة المرأة مهرهامن الزوج قال العلامة طاهر بن عبدالرشيد البخارى رحمه الله: والهبة لاتصح بدون الرضا وعلى هذالوقال وهبت مهرى منك على ان لاتظلمنى وعلى ان يحج بى اوعلى ان يهب لى كذاوان لم يكن هذاشرطاً فى الهبة لايعود المهر (خلاصة الفتاوىٰ ج۴ ص۳۹۶ كتاب الهبة' فى الجنس الثانى) ومثله فى شرح المجلة للعلامة محمدخالد اتاسىؒ ج۳ ص۳۶۸ كتاب الهبة الفصل الاول فى بيان المسائل المتعلقة بركن الهبة وقبضها.(فتاوىٰ حقانيه ج۶ ص ۳۸۱)

بچوں کو ملے ہوئے ہدیے کا حکم

سوال...... نابالغ بچوں کو ان کے نانا یا دادا کچھ عطا کریں تو اس کو والدین ان بچوں پر کس طرح صرف کریں اگر روٹی کپڑے میں صرف کریں تو یہ مال باپ کے ذمے ہے تاوقتیکہ بالغ

ہوں تو اس عطا کو بالغ ہونے تک امانتاً جمع رکھیں یا شیرینی وغیرہ میں خرچ کردیں؟

جواب..... جو نابالغ کسی مال کا مالک ہو اول نفقہ اسی مال میں ہوگا مال کے ہوتے ہوئے باپ پر واجب نہ ہوگا پس صورت مذکورہ میں یہ عطیات اس نابالغ کے ضروری نفقات میں صرف کردیئے جائیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸۰)

دیوالی وغیرہ میں مشرکین کا ہدیہ لینا

سوال..... ہندو اپنے تہواروں میں اگر مسلمانوں کو ہدیتاً کچھ دیں مثلاً دیوالی کہ اس میں اکثر ہندو مسلمانوں کے یہاں مٹھائی وغیرہ لایا کرتے ہیں تو قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اور اگر کوئی شخص قبول کر کے کسی دوسرے کو کھلانا چاہے تو اس شخص کو اسکا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر کفار خاص اپنے تہوار کے لئے کوئی خاص مٹھائی بنائیں مثلاً کھلونے وغیرہ تو اس کا دکان سے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ مسلمان اور کافر کے درمیان ہدیہ لینا دینا مطلقاً جائز ہے یا نہیں؟

۵۔ یہ جو مشہور ہے کہ خاص اس رات کو کھانا جائز نہیں' آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب..... اگر کوئی دینی ضرر نہ ہو تو کفار مصالحین سے ہدیہ کا لین دین جائز ہے اس سے اکثر سوالوں کا جواب حاصل ہو گیا صرف دو جز خاص تعرض کے قابل رہ گئے۔ ایک یہ کہ ہدیہ دیوالی کا شاید اس تہوار کی تعظیم کے لئے ہو جس کو فقہاء نے سخت ممنوع لکھا ہے دوسرا یہ کہ اس میں تصاویر بھی ہوتی ہے ان کا لینا' احترام کرنا' جو کہ تقوم کو مستلزم ہے اور ان کا احترام کرنا لازم آتا ہے اور بعض فروع میں تصاویر کے تقوم (قیمتی ہونے کی) نفی کی گئی ہے تو اس میں حکم شرعی کا بھی معارضہ ہے۔

جواب اول کا یہ ہے کہ یہ عادت سے معلوم ہے کہ اس ہدیہ کا سبب مہدی لہ (جس کو ہدیہ دیا جارہا ہے) اس کی تعظیم ہے نہ کہ تہوار کی۔

اور جواب ثانی کا یہ ہے کہ ہدیہ دینے میں مقصود تصویر نہیں بلکہ مادہ ہے البتہ یہ واجب ہے کہ مہدی لہ فوراً تصاویر کو توڑ ڈالے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸۱)

بیوی کا ہبہ کردہ حق مہر میں رجوع کرنا

سوال..... ایک عورت نے اپنا حق مہر شوہر کو ہبہ کردیا چند سال کے بعد کسی گھریلو ناچاقی کی وجہ سے اب وہ عورت شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا شرعاً اس کا یہ مطالبہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب..... زوجین کا رشتہ قرابت داری کا رشتہ ہے ان میں سے جو بھی دوسرے کو ہبہ کر دے تو بعد میں اس کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں اسی طرح صورت مسئولہ میں بھی جب بیوی نے ایک بار اپنا حق مہر شوہر کو ہبہ کر دیا تو اب اس کو رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے

لماقال العلامة المرغینانیؒ :وکذلک ماوھب احدالزوجین للاخرلان المقصود فیھاالصلة کمافی القرابة (الھدایه جلد۳ ص ۲۷۴ کتاب الھبه)

لمافی الھندیة: اذاوھب احدالزوجین لصاحبه لایرجع فی الھبة وان انقطع النکاح بینھما (الفتاویٰ الھندیة ج۴ ص ۳۸۶ کتاب الھبة' فصل رجوع فی الھبة) فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۳۸۷)

دلہن کو بطور سلامی دی ہوئی چیز کا حکم

سوال.....عورت کو نکاح کے وقت سہیلیوں اور دوسرے رشتے داروں کی طرف سے بطور سلامی یا بطور بخشش زیور یا سامان وغیرہ جو ملا ہو یا عورت نے اپنی رقم سے خریدا ہو اس کا مالک کون ہے؟

جواب.....عورت کو جو کچھ اس کی سہیلیوں اور بھائی بہنوں اور رشتے داروں کی طرف سے سلامی یا ہبہ کے طور پر ملا ہو اس کی مالک عورت ہے اسی طرح جو چیزیں اپنے پیسوں سے خریدی ہوں اس کی مالک بھی عورت ہی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۶ ص ۱۴۸)

دکان چھوٹے لڑکے کے نام کرنے کی ایک صورت

سوال.....میری سات اولاد ہیں چھ شادی شدہ اور علیحدہ ہیں چھوٹا لڑکا بے شادی شدہ دکان کا کام کرتا ہے دکان کی آمدنی میں بمشکل گزارا ہوتا ہے آٹھ سو روپے دکان میں سرمایہ ہے اور چھبیس سو روپے قرضہ ہے چونکہ میں بیمار رہتا ہوں اور کوئی سرمایہ بھی نہیں اس لئے ادائے قرض کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ دکان چلتی رہے اور آہستہ آہستہ اس میں سے قرض ادا کیا جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ چھوٹا لڑکا اس کی ذمہ داری لے تو میں چاہتا ہوں کہ دکان اس کے نام رجسٹری کرا دوں تا کہ وہ دکان چلائے اور قرضہ دے تو کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ موجودہ سرمائے سے سہ گنا قرض ہے اور میں اس کو مالیت نہیں صرف فرم کا نام دے رہا ہوں۔

جواب.....اگر دکان پر فی الحقیقت سرمائے سے سہ گنا قرض ہے تو کوئی مالیت لڑکے کو ہبہ نہیں کی جا رہی ہے کہ اس میں دیگر اولاد کی مساوات کا حکم ہو بلکہ اس صورت میں کہ لڑکا قرض کی ادائیگی کا ذمہ لے گا اس سے مزید سولہ سو یا اٹھارہ سو روپے لیا جا رہا ہے اور دکان کی رجسٹری

جس مصلحت سے کی جارہی ہے وہ نیک ہے کہ قرض خواہوں کا قرض بھی ادا ہو جائے اور والدین کی کفالت بھی ہوتی رہے۔ پس صورت مسئولہ میں دکان لڑکے کے نام کرا دینے میں کوئی محظور نہیں بلاشبہ جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ص ۱۶۶)

اگر مکان ہبہ کر دیا جائے اور متصل خالی پلاٹ بھی ہبہ کر دیا لیکن قبضہ نہ دیا تو پلاٹ کا ہبہ درست نہیں

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیچیدہ سوال پیدا ہو گیا جس کا حل ہمارے لئے مشکل ہے برائے کرم سوال ذیل کا فتویٰ دیا جائے تا کہ عمل کیا جائے۔

(۱) یہ کہ نقشہ مکان رہائشی پشت ہے یہ مکان کریم بخش کا تھا جو صرف ایک کوٹھا تھا اس کوٹھا کی جانب جنوبی تمام صحن سفید زمین خالی پڑی تھی جو کہ کریم بخش متوفی نے اپنی حیات میں اپنے رہائشی کوٹھا کے علاوہ سفید زمین صحن عبدالستار ولد غلام سرور کو بعوض خدمت لکھ دی تھی۔

(۲) عبدالستار ولد غلام سرور نے کریم بخش کی حیات میں کوٹھا رہائشی کریم بخش کے سامنے جانب جنوب سفید زمین قبضہ کرنے کے لئے 2/3 فٹ دیواریں رکھ دیں مگر کریم بخش متوفی اپنے مکان رہائش کوٹھا میں راستہ نمبر ۲ سے آتا جاتا تھا۔

(۳) عبدالستار ولد غلام سرور کے پاس صرف یہی کریم بخش متوفی جو کہ مکان کے آگے سفید زمین صحن بعوض خدمت عبدالستار کو دی پھر اس کے بعد علاوہ مکان کا دروازہ بند کرنے یا کسی اور طرف نکالنے کی کوئی تحریر نہیں ہے۔

(۴) کریم بخش فوت ہو گیا اس کا وارث بھتیجا محمد علی مکان رہائش کریم بخش متوفی کو راستہ نمبر ۲ سے رکاوٹ کرتا ہے کہ یہ آگے سفید زمین صحن عبدالستار کا ہے۔

اب فتویٰ دیا جائے کہ محمد علی وارث کریم بخش متوفی نے راستہ نمبر ۲ میں آنے جانے کا حق دیا راستہ نمبر ۲ کا جس سے کریم بخش متوفی اپنی حیات میں آتا جاتا تھا محمد علی حق دار وراثت ہے یا نہ برائے مہربانی فتویٰ دیا جائے تا کہ حق دار کو حق مل جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

جواب.....اگر کریم بخش مذکور قطعہ نمبر ۲ کا بھی عبدالستار کو ہبہ کر چکا ہے عبدالستار نے 2/3 فٹ دیوار راستہ نمبر ۲ کے گرد کریم بخش کے عین حیات میں تعمیر کر دی ہے اور یا ویسے کریم بخش نے عبدالستار کو نمبر ۲ کا قبضہ دلایا ہے اور کریم بخش ویسے قبضہ دلانے کے بعد بھی نمبر ۲ میں آتا جاتا رہا ہے تو پھر ان صورتوں میں نمبر ۲ عبدالستار کا ہوگا اور اگر نمبر ۲ کو سرے سے ہبہ ہی نہیں کیا جیسے کوٹھایا

ہبہ کر چکا ہے مگر قبضہ دلایا نہیں ہے خود اسے تا موت استعمال کرتا رہا ہے تو پھر یہ نمبر۲ وارث کا ہوگا کیونکہ ہبہ بغیر قبض تام نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص۲۶۰)

متبنیٰ کے لئے ہبہ کرنا

سوال..... زید اپنے متبنیٰ کے لئے اپنی جائیداد کا کل یا جزو وقف کرے تو وہ ایسا کرنے میں عند اللہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب..... زید کو چاہئے کہ اپنی جائیداد کا تہائی حصہ متبنیٰ کے لئے وقف کرے باقی دو حصے دوسرے شرعی وارثوں کے لئے رہنے دے یہی اس کیلئے بہتر ہے۔ (کفایت المفتی ج۸ص۱۵۳)

دین کا مدیون کو ہبہ کرنا

سوال..... زید نے نکاح ثانی کا ارادہ کیا تو زوجہ اولیٰ ہندہ کے اقارب نے کہا کہ سوکنوں میں موافقت نہیں ہوتی اور اگر تمہارا دل دوسری بیوی کی طرف مائل ہوگیا تو ہندہ لاولد بے سہارا رہ جائے گی اس لئے تم اس کی تسلی کے لئے فلاں زمین حوالے کردو اور قرض مہر کے عوض میں شمار کرلو چنانچہ زید نے وہ زمین اس کو اولاً بیع کی اور پھر قیمت سے بری کردیا۔ زید اب کہتا ہے کہ میں نے اسی وقت یہ کہا تھا کہ زمین تو میں دیتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ اگر ہندہ مجھ سے پہلے مرگئی تو اس کا کوئی دوسرا وارث حصہ طلب نہ کرے چنانچہ وہ لوگ راضی ہوگئے اس کے بعد ہندہ اچانک فوت ہوگئی اور وارث شوہر اور حقیقی بھائی ہے زید کہتا ہے کہ شرط کے مطابق زمین میری ہے بھائی کہتا ہے کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے اس کا تصفیہ کس طرح ہوگا؟

جواب..... زید نے زمین ہندہ کے ہاتھ بیچ کی اور اسکے ثمن سے ہندہ کا قرض مہر جو زید پر تھا اسکو وضع کر کے باقی کو ہبہ اور ابرا کردیا اور یہ جائز ہے اس لئے زید کی شرط کو ہندہ کے ورثا اگر تسلیم بھی کرلیں تو بھی انکا حصہ ساقط نہ ہوگا پھر جب بھی حصہ طلب کریں تو دینا ہی ہوگا۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص۳۲۱)

باپ کی زندگی میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا

سوال..... میرے سات لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں جن میں سے تین لڑکوں اور دو لڑکیوں کی شادی ہو چکی ہے اور ان کا خرچ میں نے اٹھایا ہے چار لڑکے اور دو لڑکیوں کی شادی باقی ہے شادی شدہ لڑکوں میں سے دو لڑکے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم کو ہمارا حق دے دو وہ الگ ہونا چاہتے ہیں تو کیا مجھے ان دونوں کا حق ادا کردینا چاہئے؟ اگر ادا کرنا ضروری ہے تو کس طرح ادا کروں؟

جواب...... جن چار لڑکے اور لڑکیوں کی شادی باقی ہے اگلے بچوں کی شادی کے وقت جتنا خرچ ہوا تھا ان کو اس قدر بطور عطیے کے دے کر مالک ومختار بنا دیا جائے تا کہ وہ اپنی شادی کے وقت اس کو استعمال کریں اسکے بعد جو باقی بچے اس کے آپ مالک ہیں جن بچوں کو الگ ہونا ہو وہ الگ ہو سکتے ہیں ان کو آپ سے زبردستی مطالبے کا حق نہیں ہے اگر آپ ان کو کچھ دیتے ہیں تو سب کو برابر دیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۱۴۹)

ہبہ کی ہوئی چیز میں دوسروں کا کوئی حق نہیں

سوال...... زید کی دو بیویاں تھیں زینب وعائشہ' پہلی بیوی زید کے روبرو انتقال کر گئی تھی زید نے اپنی زندگی میں اس کے بچوں کو کچھ ہبہ کیا اور اپنے انتقال سے پہلے ہی حالت صحت میں دوسری بیوی کے مہر میں زمین اور نابالغ لڑکوں کو ایک باغ اور لڑکی کو ایک گھر ہبہ کر دیا آیا اب دوسری بیوی اور اسکی اولاد کو ہبہ کردہ املاک میں پہلی بیوی کی اولاد کو کچھ حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب...... زید نے دوسری بیوی کو مہر کے عوض میں جو زمین دی وہ اس کی ہوگئی گھر لڑکی کا ہوگیا لیکن باغ جو لڑکوں کو دیا ہے مشترک ہونے کیوجہ سے اگر چہ قبل قسمت ہبہ صحیح نہ ہونا چاہئے لیکن موہوب لہم کے چھوٹے ہونے اور واہب کے خود باپ ہونے کی وجہ سے ہبہ صحیح ہوگیا موہوب لہم کا موہوب پر قبضہ ہبہ کی شرط ہے واہب باپ اور موہوب لہم نابالغ رہنے سے باپ کا قبضہ ہی موہوب لہم کا قبضہ ہوگیا۔

زید نے اگر زینب کا مہر ادا نہیں کیا ہے تو زید کے ترکے سے پورا مہر اس کے فرزندوں کو ملنا چاہئے تھا لیکن چونکہ زید اپنی موت سے پہلے ہی اپنی املاک اولاد کو ہبہ کر چکا تھا اس لئے ان املاک سے مہر ادا نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۱۰)

رشتہ داروں کو ہبہ کرنے سے حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے

سوال...... والد نے اپنی کل جائیداد اپنے بیٹے کے نام ہبہ کر دی ہے تو کیا اب والد کو شرعاً رجوع کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب...... کسی رشتہ دار کو اگر چہ ہبہ تملیک بلاعوض ہو چکا ہو تو اس صورت میں بھی رجوع جائز نہیں لہٰذا والد کو اپنی اولاد سے ہبہ واپس لینے کا حق حاصل نہیں۔

قال العلامة المرغيناني رحمه الله: وان وهب هبة لذى رحم محرم لم يرجع فيها لقوله عليه السلام اذاكانت الهبة لذى رحم محرم لم يرجع فيها رواه

البیهقی (الهدایة ج۳ ص۲۸۷ کتاب الهبة' باب مایصلح رجوعه ومالایصلح)

قال العلامة ابوالبرکات النسفیؒ: فلووهب الذی رحم محرم منه لایرجع فیها (کنزالدقائق ص۳۵۵ کتاب الهبة) ومثله فی مجلة الاحکام' مادة ۸۶۶'ص۲۷۶ کتاب الهبة الباب الثالث فی احکام الهبة) فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۳۸۲)

بدون ایجاب کے ہبہ کا حکم

سوال...... ہبہ بہ تعاطی یعنی بغیر ایجاب کے صحیح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب...... بعض کے نزدیک صحیح ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص۳۲۸)

موہوبہ زمین کے فروخت کرنے کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! کیا موہوب لہ موہوبہ زمین کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر باقاعدہ طور پر شرعی ہبہ ہو چکا ہے تو موہوب لہ اس کا خود مختار مالک ہے اور اس میں اس کو ہر قسم کے مالکانہ تصرفات کا حق حاصل ہے

قال العلامة ابوبکر الکاسانی رحمه الله: واما اصل الحکم فهوثبوت الملک للموهوب له فی الموهوب من غیرعوض(بدائع الصنائع ج۶ ص۱۲۷ فصل واما حکم الهبة فالکلام فیه فی ثلاث مواضع) قال العلامة ابن عابدینؒ رحمه الله: (هی تملیک العین مجاناً ای بلاعوض (ردالمحتار ج۵ ص۶۸۷ کتاب الهبة) ومثله فی کنزالدقائق ص۳۵۲ کتاب الهبة (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۳۸۲)

باب ہبہ کی دو متعارض عبارتوں میں تطبیق

سوال...... اوصی لرجل بثلث مال ومات فصالح الوارث من الثلث بالسدس جازالصلح وذکریحتمل السقوط بالاسقاط الخ (شامی کتاب الصلح)

قول اول اشباہ میں ہے جس کا حوالہ قول مذکور میں دیا ہے۔ ولوقال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه اذالملک لایبطل بالترک

اس کی شرح حموی میں ہے اعلم ان الاعراض عن الملک الی قوله وان کان دیناً فلابدمن الابراء

بظاہر دونوں عبارتوں میں تعارض ہے تعجب یہ ہے کہ شامی نے خود اشباہ کا حوالہ دیا ہے جو

اسکے خلاف ہے قیاس کے مطابق قول اشباہ معلوم ہوتا ہے البتہ یہ کہ جب یہ تملیک ہے تو چونکہ تملیک مجازاً ہے اس لئے ہبہ میں داخل ہونا چاہئے اور شرائط مثل قبض وعدم شیوع ہوں گی البتہ اگر وہ شئی قابل تقسیم نہ ہو تو بظاہر ہبہ صحیح ہونا چاہئے۔

شبہ یہ ہے کہ اگر متروک میت میں سے ایک ایک چیز مختلف جنس سے ہے مثلاً ایک الماری ہے ایک کرسی ہے یا اور کوئی چیز جس کو ملا کر تقسیم کئے جانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور ہر چیز کو جدا جدا تقسیم کرنے سے وہ شے نفع کے قابل نہیں رہ سکتی ایسی چیز اگر وارث دوسرے کو ہبہ کردے تو یہ ہبہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہو جائے کیونکہ مثلاً اس کا الماری میں الگ حصہ ہے اور کرسی میں علیحدہ حصہ ہے اور وہ قابل تقسیم نہیں پس شیوع صحت ہبہ سے مانع نہ ہوا اگر یہ تمام باتیں صحیح ہیں تو پھر یہ اور جواب طلب ہے کہ مختلف کتابیں خواہ ایک فن کی ہوں مثلاً شرح وقایہ ہدایہ یا مختلف فن کی ہوں انکا کیا حکم ہے؟ مثلاً ایک مولوی نے انتقال کیا اور کتب خانہ چھوڑا تمام ورثہ نے اپنا اپنا حصہ خاص ایک وارث کو دے ڈالا تو یہ ہبہ بطریق سابق صحیح ہو سکتا ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر کتاب میں تمام ورثہ کا حصہ ہے اور ہر کتاب چونکہ علیحدہ قابل تقسیم نہیں اس لئے وہ ہبہ صحیح ہو گیا البتہ اگر کتاب کے دو نسخے ہوں تو صحیح نہ ہو کیونکہ قابل تقسیم ہے اور آیا ہبہ کا صحیح نہ ہونا (جبکہ کتاب کے دو نسخے ہوں) اسی وقت ہوگا جب کہ دو وارث ہوں اور زائد ہونے پر پھر کیا کہا جا سکتا ہے کہ کتابیں صرف دو ہیں اس لئے قابل تقسیم نہیں بلکہ تمام کتابوں کو ایک ساتھ شامل کر کے سب کو ایک نوع قرار دیا جائے گا اور ہر صورت میں ہبہ صحیح نہ ہوگا؟

جواب..... میرے نزدیک دونوں میں تعارض نہیں کیونکہ لم یبطل حقه الخ اس صورت میں ہے جب بالکلیہ درست بردار ہو جائے جیسے ہندی بہنیں اپنا حق بھائیوں سے نہیں لیتیں اور متحمل السقوط اس صورت میں کہ جب اپنے حق سے کم پر صلح کر لے چنانچہ جاز الصلح کی دلیل میں بیان کرنا اس کا قرینہ ہے اور حاجت بیان یہ ہے کہ اپنے حق سے کم پر صلح کرنے کا جواز خصوص معلوم ہوتا ہے دین کیساتھ اور یہاں صلح عین العین ہے پس متحمل تھا عدم جواز کو اس لئے تصریح کر دی اب تدافع نہ رہا۔

اور جن امور کو لکھ کر آپ نے لکھا ہے کہ اگر یہ تمام باتیں صحیح ہیں الخ۔ سو واقع میں یہ تمام باتیں صحیح ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ کتب مختلفہ اجناس مختلفہ ہیں اور ایک کتاب کے مختلف نسخے جنس واحد کے مختلف افراد ہیں مگر جب وارث زیادہ ہوں اور نسخے کم ہوں تو مجموعہ قابل تقسیم نہ ہوگا۔ (امداد المفتیین ج ۳ ص ۲۷۸)

اولاد کے ہبہ میں تفاضل کا حکم

سوال..... کسی شخص کا اپنی اولاد کو ہبہ دینے میں کمی بیشی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... اگر کسی شخص نے اپنی زندگی میں بحالت صحت وہوش وحواس اپنی تمام جائیداد بعض اولاد کو ہبہ کر دی اور بعض کو محروم رکھا اور اس سے دوسروں کا اضرار اور ان کو بلاوجہ محروم کرنا مقصود ہو تو اگرچہ قضاءً یہ ہبہ نافذ رہے گا لیکن دیانتاً گنہگار ہوگا اور اگر کسی شرعی عذر مثلاً ایذا رسانی' ظلم وزیادتی اور نافرمانی کی وجہ سے محروم رکھا تو گنہگار نہ ہوگا بلکہ بقدر قوت سے زیادہ نہیں دینا چاہئے تاکہ اعانت علی المعصیت لازم نہ آئے لیکن قضاءً ہر صورت میں ہبہ نافذ رہے گا اور اگر کوئی وجہ تفاضل موجود نہ ہو تو مرد وزن کے درمیان تسویہ کرنا افضل ہے۔

قال العلامة ابن البزازالکندیؒ: الافضل فی هبة الابن والبنت التثلیث کالمیراث وعندالثانی التنصیف وهوالمختارولووهب جمیع ماله من ابنه جاز وهو آثم نص علیه محمدؒ ولوخص بعض اولاده لزیادة رشده لاباس به وان کانا سواء لایفعله وان ارادان یصرف ماله الی الخیروابنه فاسق فالصرف الی الخیرافضل من ترکه له لانه اعانة علی المعصیة وکذالوکان ابنه فاسقاً لایعطیه اکثرمن قوته (البزازیة علی هامش الهندیة ج۶ ص۲۳۷ الجنس الثالث فی هبة الصغیر)

قال العلامة القاضی خانؒ :وروی المعلیؒ عن ابی یوسفؒ انه لاباس به اذالم یقصدبا الاضراروان قصدبه الاضرارسوی بینهم یعطی للابنة مثل مایعطی للابن (الفتاویٰ القاضی خان علی هامش الهندیة ج۳ ص۲۷۹ فصل فی هبة الوالدلولده ومثله فی البحر الرائق ج۷ ص۲۸۸ کتاب الهبة (فتاویٰ حقانیه ج۶)

ہبہ اور بعض شروط فاسدہ

شرط کے ساتھ ہبہ کرنا

سوال..... زید نے عمر سے کہا کہ فلاں شئی مجھے ہبہ کر دے عمر نے اس شرط پر کہ تم یہاں سے گھر نہیں لے جاسکتے ہم دونوں استعمال کریں گے لیکن ملک تمہاری ہے اور قبضہ کرا دیا اب کئی سال کے بعد زید اس شئی کو گھر یا اور کہیں لے جانا چاہتا ہے اور عمر اس کے انتفاع سے بالکل محروم ہو

جائے گا نیز زید یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے یہ شرط اس وقت قبول نہیں کی تھی بلکہ میں نے تو اتنی مقدار پیسے دے دیئے تھے مطلب یہ کہ ہبہ نہیں ہوا تھا بیع ہوئی تھی عمر کہتا ہے کہ اس شئی کے عوض کچھ پیسے نہیں دیئے گئے نیز عمر کہتا ہے کہ اگر آپ نے مقدار معین دی تھی تو میں ادا کروں گا اور وہ شے مجھے دے دے اس میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب...... ہبہ صحیح ہے شرط باطل ہے واپس لینا مکروہ تحریمی ہے اگر پیسے دینے کا ثبوت ہو تو واپسی کا مطالبہ بالکل ناجائز ہے اور خلاف شرع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۲۷۹)

ہبہ بالشرط کی ایک صورت کا حکم

سوال...... ایک جامعہ کے ملازمین کے لئے یہ رعایت دی گئی کہ اگر ملازم ترقی کے لئے مزید تعلیم حاصل کرے گا تو اسے ماہوار تین سو روپے وظیفہ دیا جائے گا بشرطیکہ دو سال یونیورسٹی میں ملازمت کرے اگر یہ مدت پوری کئے بغیر درمیان میں چھوڑ کر چلا گیا تو وصول کردہ پورا وظیفہ واپس کرنا پڑے گا یہ شرط شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ وظیفہ ہبہ ہے اور ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا شرط باطل ہوتی ہے لہٰذا شرط کی خلاف ورزی کرنے پر بھی ملازمین سے وظیفے کی رقم واپس لینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ص ۲۶۰)

ہبے میں لگائی گئی ایک قرارداد کا حکم

سوال...... زید کے دو وارث ہیں بھتیجا بکر اور زوجہ زید نے اپنی کل جائیداد دین مہر کے عوض اپنی زوجہ کو ہبہ کر دیا ابھی تحریر وغیرہ کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ زید دفعتاً بیمار ہو کر مر گیا زید کے مرنے کے بعد بکر اور زوجہ زید میں یہ قرارداد پاس ہوئی کہ اگر زوجۂ زید اور بکر میں کوئی پرخاش نہ ہوئی تو اس وقت کل جائیداد پر تا زندگی زوجہ قابض رہے گی ورنہ نہیں تو یہ قرارداد اس ہبہ کو باطل کرنے والی ہے یا نہیں؟

جواب...... اس قرارداد سے یہ ہبہ بالعوض باطل نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۲۷)

ہبہ سے رجوع کرنے کا مسئلہ

سوال...... کیا واہب موہوب لہ سے ہبہ کی ہوئی چیز کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟

جواب...... واہب اور موہوب لہ کی رضامندی سے یا حاکم واپسی کا حکم کرے اور دوسرے موانع بھی موجود نہ ہوں تو رجوع جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں ورنہ بصورت دیگر رجوع کرنا حرام ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (صح الرجوع فيها بعدالقبض اما قبله

فلم تتم الهبة (مع انتفاع مانعه) الآتي (وان کره)الرجوع (تحريماً) وقيل تنزيها نها' (ردالمحتارج۵ ص۶۹۸ كتاب الهبة' باب الرجوع في الهبة) قال العلامة محمدخالد اتاسیؒ :للواهب ان يرجع عن الهبة والهدية بعد القبض برضی الموهوب له وان لم يرض الموهوب له راجع الواهب الحاكم وللحاكم فسخ الهبة ان لم يكن ثمة مانع من موانع الرجوع (شرح مجلة الاحكام مادة ۸۶۴' ص۴۷۵ الباب الثالث في احكام الهبة) ومثله في الخانية على هامش الهندية ج۳ ص۲۷۵ فصل في الرجوع في الهبة. (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۳۸۰)

غیروارث کے نام ہبہ کرنا

سوال...... ہندہ لاولد نے اپنے بھانجے زید کو متبنیٰ بنالیا اور تمام جائیداد اس کو ہبہ کر دی حالانکہ ہندہ کا بھتیجا بکر بھی موجود تھا اس ہبہ میں ہندہ عنداللہ ماخوذ ہوگی یا نہیں؟

جواب...... اس ہبہ سے ہندہ گنہگار ہوگی کتب فقہ وحدیث میں تصریح ہے کہ اگر بغیر کسی عذر شرعی کے بعض اولاد کو ہبہ میں فضیلت دی تو گناہ لازم آتا ہے جبکہ اولاد کے بارے میں یہ حکم ہے تو غیروارث کے نام ہبہ کرنے کی صورت میں کس قدر گناہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص۳۱۲)

وظیفے کی رسیداور حقوق وغیرہ کا ہبہ لغو ہے

سوال...... زید چھ ماہ بعد کچھ روپیہ حکومت سے پاتا ہے تو وہ وصول کرنے سے پہلے اس روپے کو ہبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر زید اس رسید کو ہبہ کرے جس سے وہ روپیہ وصول کرتا ہے تو اس پر وصول ہونیوالا روپیہ ہبہ ہوجائیگا؟ اگر کوئی صرف کسی شے کا حق بغیر دیئے ہبہ کرے تو یہ جائز تصور کیا جائیگا یا نہیں؟

جواب...... رسید (چٹھی) کا ہبہ اور بیع اور ایسے ہی صرف حق واستحقاق کا ہبہ اور بیع شرعاً لغو ہے استحقاق اور چٹھی کے ہبہ سے یہ اثر نہیں ہوسکتا کہ موہوب لہ وہ روپیہ ہبہ کرسکے اور ایسی ماہانہ ششماہی یا سالانہ کا ہبہ وبیع درست نہیں کیونکہ ایسی تنخواہ وصول اور قبضے سے پہلے ملک میں داخل نہیں ہوتی اور بیع وہبہ غیر مملوک ومعدوم کی باطل ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص۳۲۶)

مشروط ہبہ کی ایک صورت کا حکم

سوال...... زید اپنی اولاد کو جائیداد اس شرط پر ہبہ کرتا ہے کہ تاحیات اس کی آمدنی کو اپنی مرضی کے مطابق صرف کروں لڑکوں (موہب لہم) میں سے کوئی روکنے کا مجاز نہ ہوگا اور میری وفات کے

بعد ہر شخص اپنے اپنے حصے میں خود تصرف کرنے کا مختار ہوگا آیا اس طرح ہبہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ ہبہ جائز اور صحیح ہے مگر شرط صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے اور ہبہ میں شرط فاسد کا حکم یہ ہے کہ شرط خود باطل ہو جاتی ہے ہبہ میں کوئی نقصان نہیں آتا اگر کسی نے بشرط مذکور ہبہ کیا تو ہبہ تام اور صحیح ہو جائے گا مگر اس شرط کا شرعا کوئی اعتبار نہ ہوگا بلکہ موہوب لہم کو کلی اختیار ہوگا جو چاہیں کریں اور ہبہ میں کوئی ایسی صورت نہیں کہ موہوب لہ واہب کی زندگی میں کوئی تصرف نہ کر سکے بجز اسکے کہ وہ کوئی اقرار نامہ لکھ دے لیکن اس اقرار نامے کی حیثیت فقط وعدے کی ہوگی جس کا پورا کرنا دیانتا ضروری ہوگا مگر حکومت اسے مجبور نہیں کر سکتی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۸۸۹)

مکان کا کوئی ایک حصہ ہبہ کرنا

سوال......اگر کسی نے مکان کا کوئی حصہ ہبہ کر دیا تو صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب...... ہبہ فاسد ہے البتہ اگر تقسیم کر کے موہوب لہ کے سپرد کر دے تو صحیح ہو جائیگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۲۹)

والدین کا اولاد کے مال کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے

سوال...... سلمٰی نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد اس کی تمام زمین اپنے دو بھائیوں کو ہبہ کر دی اور اپنی اکلوتی نابالغ لڑکی سکینہ کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اب جبکہ سکینہ بالغ ہوگئی ہے تو وہ اپنے والد کے ترکہ میں سے اپنے حصہ شرعی کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا سکینہ کا یہ مطالبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی ماں اپنے شوہر کی جملہ زمین ہبہ کر چکی ہے؟

جواب...... ہبہ کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ موہوبہ چیز واہب کی ذاتی ملکیت ہو اس میں کسی اور کا حصہ نہ ہو شرعا کسی دوسرے کا حصہ بغیر اس کی اجازت کے ہبہ کرنے کا کسی کو اختیار حاصل نہیں اگر چہ وہ اس کی اولاد ہی کیوں نہ ہو بنا برایں صورت مسئولہ میں سلمٰی اپنا حصہ میراث تو بھائیوں کو ہبہ کر سکتی ہے اپنی بیٹی (سکینہ) کا حصہ ہبہ نہیں کر سکتی اس لئے سکینہ کا مطالبہ جائز اور صحیح ہے۔

قال العلامة قاضي خانؒ :ولا يجوز للاب ان يهب شيأً من مال ولده الصغير بعوض وغير عوض لانهاتبرع ابتداء (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية ج ۳ ص ۲۸۰ فصل في هبة الوالدلولده والهبة للصغير' كتاب الهبة)

قال العلامة ابن البزازؒ :لايجوز الهبة لابنه الصغير ايضاً كمالا يجوز للبائع (البزازية

علی هامش الهندیة ج۶ ص ۲۳۸ کتاب الهبة الجنس الثالث فی هبة الصغیر)
ومثله فی ردالمحتار علی الدرالمختار ج۵ ص۶۸۷ کتاب الهبة
(فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص ۳۷۹)

بیوی کو تنخواہ میں تصرف کرنے کی اجازت کیا ہبہ کے حکم میں ہوگی؟

سوال...... زید ملازم اپنی کل تنخواہ لاکر اپنی بیوی کو دیتا تھا اور بیوی جو چاہتی وہ کرتی زید کچھ نہ پوچھتا تھا اگر پیسے کی ضرورت ہوتی تو ہندہ سے مانگتا تھا اگر ہندہ نے دیدیا تو خرچ کیا ورنہ چپ رہتا تھا پس اسی تنخواہ کے روپے سے بیوی نے زید کی حیات میں اپنے نام سے جائیداد خریدی اور خود ہی قابض رہی زید نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا اب زید کا انتقال ہوگیا تو جائیداد زید کی سمجھی جائیگی یا ہندہ کی؟

جواب...... ہر چند کہ ہبہ قرائن سے ثابت ہو جاتا ہے لیکن یہاں اسی میں کلام ہے کہ ہبہ کے قرائن ہیں یا نہیں؟ سو جہاں تک غور کیا یہ دینا ہبہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ بیوی کو تحویل دار سمجھتے ہیں اور محض اس وجہ سے سب کمائی سپرد کر دیتے ہیں کہ اس کو امور خانہ داری میں تجربہ کار سمجھتے ہیں تو اس کو دے دینا ایک گونہ انتظام کی سہولت سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو عورتیں سلیقہ شعار نہیں سمجھی جاتیں ان کو یہ اختیارات نہیں دیئے جاتے اسی طرح اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اپنے رشتہ دار کو دیتی ہے تو یقیناً شوہر ناخوش ہوتا ہے ان سب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ نہیں محض توکیل وایداع ہے۔ رہا نہ پوچھا اور تعرض نہ کرنا یہ اس وجہ سے نہیں کہ اس کو مالک کر دیا ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ زوجہ پر اعتماد ہے کہ بے موقع صرف نہ کرے گی بہرحال روپیہ بچا ہوا تو شوہر ہی کی ملک ہے جب اس نے جائیداد خریدی گویا مغصوب روپے سے خریدی لہٰذا جائیداد زوجہ کی ملک ہے اور یہ روپیہ زوجہ کے ترکہ سے وصول کر کے سب ورثہ زید کو تقسیم ہوگا جس میں خود زوجہ بھی داخل ہے پس اس کے حصے کی مقدار ساقط ہو جائے گی۔ البتہ اگر شوہر کو یقیناً یہ معلوم ہو کہ یہ میرے ہی روپے سے خریدی گئی ہے اور بی بی نے اپنے لئے خریدی ہے اس میں میرا کوئی حق نہیں یہ سکوت البتہ ہبہ کی دلیل ہے مگر جب تک یہ احتمال باقی ہو کہ شاید شوہر کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ یہ میرے روپے سے خریدی گئی ہے یہ اطلاع ہو کہ اس نے یہ سمجھا ہو کہ گو اپنے نام سے خریدی ہے مگر اس کو میری ہی سمجھتی ہے اور میرے بعد میرے ورثہ کو محروم نہ کرے گی یا اس لئے وہ خاموش ہو گیا ہو کہ اس کے نام ہونے سے جائیداد محفوظ رہے گی میرے پاس شاید کوئی قرضے میں نیلام کرالے تو ان احتمالات سے ہبہ ثابت نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ جب تک مجموعہ قرائن کی تعیین نہ ہو ہبہ کا حکم مشکل ہے (امدادالفتاویٰ ج۳ ص ۴۶۸)

مدرسہ کے منتظم کو چندے کے علاوہ ہدیہ دینا

سوال...... بعض حضرات کبھی کبھی زید مہتمم مدرسہ کو کچھ رقم مدرسے کے چندے کے علاوہ ہدیہ تخصیص کے ساتھ دیتے ہیں تو یہ رقم اس کو خود لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر اس ہدیے کی وجہ سے کوئی ممنوع شرعی لازم نہ آتا تو ہدیہ قبول کرنا فی نفسہ درست اور جائز ہے اور اگر اس کی وجہ سے مدرسہ کے چندے میں نقصان آتا ہو یا کوئی دوسرا محذور شرعی لازم آتا ہو تو یہ جائز نہ ہوگا۔ (امداد المفتیین ص۸۸۳)

عورت نے اگر اپنی جائیداد دیور اور اس کے لڑکوں کے نام کردی تو عورت کی وفات کے بعد وہ واپس نہیں ہوسکتی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا اور دو بیویاں اور ایک بیوی مثلاً زینب سے دو لڑکیاں چھوڑ گیا اس زمانہ میں چونکہ جائیداد کی تقسیم حسب رواج قانون انگریزی ہوتی تھی اس واسطے کل جائیداد دونوں بیویوں کو دے دی گئی بعد ازاں متوفی کے بھائی اور بھتیجے نے زینب اور ہر دو بیوہ سے اثر ورسوخ سے کام لے کر جائیداد اپنے نام لکھوادی لیکن دوسری بیوی نے اپنے حصہ کی بعض جائیداد اپنے پاس رکھی اور بعض حصہ متوفی کے بھتیجے کو لکھ کر دیدی اسکے بعد یہ دوسری بیوی فوت ہوگئی اور اپنے بعد اپنی ایک حقیقی بہن اور سوتیلا بھائی چھوڑ گئی ہے اب متوفی کے بعد بھتیجے سے بعض لی ہوئی جائیداد کو واپس کرنا چاہتے ہیں تو اب جواب طلب امر یہ ہے کہ وہ لی ہوئی جائیداد کس طرح واپس کریں۔

جواب...... باقاعدہ شرعاً تقسیم کرنے کے بعد جو حصہ لڑکیوں کا ہے وہ لڑکیوں کو دیا جائے اور متوفی کے بعد وغیرہ سے ان کا حصہ ضرور واپس کیا جائے جو بیوگان تھا چونکہ انہوں نے خود اپنی مرضی سے متوفی کے بھائی کو دے دی ہے وہ ان کے مرجانے کے بعد واپس نہیں ہوسکتی واہب کی موت کے بعد رجوع فی الھبۃ صحیح نہیں کذا فی فتاویٰ الفقہ۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۲۹۰)

لڑکی کے لئے ہبہ کی ایک صورت کا حکم

سوال...... زید کی تین لڑکیاں با اولاد فوت ہوئیں ایک لڑکی زندہ ہے زید کا کوئی لڑکا نہیں اس نے سوچا کہ آئندہ اس لڑکی اور مرحومہ لڑکیاں کی اولاد میں جھگڑا ہوگا اس لئے اس نے ایک ہبہ نامہ لکھا اور تقسیم اس طرح کی کہ موجودہ لڑکی کو ایک مکان اور بقیہ جائیداد کا نصف حصہ دیا جائے اور بقیہ جائیداد نواسوں پر برابر تقسیم کی جائے اور بیوی کے نام کوئی جائیداد نہیں کی اس کے پانچ سال

بعد زید کا انتقال ہوا اور بیوی نے حق کا تقاضا کیا تو یہ ہبہ نامہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو مال کس طرح تقسیم کیا جائے؟ اور صحیح نہ ہو تو زید کی بیوی کو کچھ پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ ہبہ نامہ اگر ان الفاظ سے لکھا گیا ہے کہ میرے بعد فلاں فلاں کو اس قدر دیا جائے تو یہ ہبہ نہیں وصیت ہے اور لڑکی چونکہ وارث ہے اس واسطے اس کے لئے وصیت دوسرے وارثوں کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں۔ نواسے چونکہ وارث نہیں اس لئے ان کے حق میں یہ وصیت معتبر ہے لیکن ان کو بجائے نصف کے تہائی ملے گا کیونکہ غیر وارث کے لئے بھی ثلث سے زیادہ کی وصیت ورثہ کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں پس ثلث مال نواسوں کو برابر تقسیم کیا جائے گا اور باقی دو ثلث میں سے آٹھواں حصہ بیوی کو دے کر باقی لڑکی کو ملے گا اور اگر ہبہ نامہ میں یہ بھی لکھا ہو کہ میں نے ہبہ کر دیا تب بھی مشاع ہونے کی وجہ سے ہبہ ناجائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۶۴)

ہبہ غیر مشروع

افسران کا ملازموں کو مال حکومت سے ہدیہ دینا

سوال...... ایک کام کی منظوری حکومت نے آٹھ سو روپے کی تھی اور وہ کام چار سو روپے میں ہو گیا افسر نے کہا ہم تم کو بیس روپے انعام دیتے ہیں اور پانچ روپے دوسرے ملازموں کو دیتے ہیں اور شاید اس نے خود بھی لیا ہوگا تو یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اس افسر کو ایسے اختیارات دیئے گئے ہیں یا نہیں؟ اور اس انعام کی اطلاع اگر حکومت کو ہو جائے تو وہ جائز رکھے گی یا نہیں؟ اگر نہیں تو جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸۰)

بیٹوں کو ہبہ بالعوض اور ورثہ کیلئے وصیت کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین صورت ذیل میں کہ زید نے اپنے مرنے سے پندرہ سال پیشتر اپنے کل مکانات مسکونہ وجملہ اثاث البیت اور متعدد اراضیات مشخصہ اپنے چار بیٹوں کے نام ہبہ بالعوض کر دیئے اور ہبہ نامہ بصورت رجسٹری مکمل اور دفتر سرکاری میں نام داخل وخارج ہو گیا اور موہوب لہم کو قبضہ کروا دیا چونکہ موہوب لہم اس پندرہ سال کی مدت میں بسیغہ ملازمت اپنی اپنی جگہ متعین رہے اس لئے بظاہر قبض ودخل جملہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اور جملہ انتظامات بابت حفاظت آمدنی اراضی مذکورہ زید کے ہاتھ رہا کئے اس ہی سال زید اپنی بقیہ

اراضی بذریعہ ایک وصیت نامہ کے کہ وہ بھی رجسٹری شدہ ہے اپنی دو بیٹیوں اور زوجہ ثانی اور تین محروم الارث ناتیوں کے نام بشرائط ذیل تقسیم کر دی۔

(۱) شرط اول: میں جائیداد مذکورہ وصیت نامہ پر تاحین حیات قابض اور متصرف رہوں گا۔

(۲) شرط دوم: میرے مرنے کے بعد میری تجہیز و تکفین اور خیر و خیرات میرے بیٹے کریں گے اور اس جائیداد کی ایک سال کی آمدنی میرے مرنے پر میرے بیٹے لینے کے بعد دوسرے سال موافق تقسیم وصیت نامہ ہر شخص اپنے اپنے حصہ پر قابض و دخیل ہو جائے گا اب موصی لہم کو دو باتوں میں نزاع ہے۔

ا۔ امر اول یہ کہ وصیت نامہ کی شرط ثانی کی صحت سے انکار کرتے ہیں کہ اول تو ''لا وصیة للوارث'' حدیث ہے اور اگر وصیت صحیح بھی ہو تو اس میں اس قسم کی شرائط کا لگا دینا تو ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا لہٰذا ہم ایک سال کا انتظار نہیں کر سکتے بلکہ مرنے کے بعد ہی سے فوراً وارث ہیں (موصی لہم)

۲۔ امر ثانی اراضی موجودہ ہبہ نامہ کی آمدنی کے بقدر حصہ وارثت ہم لوگ بھی مستحق ہیں (حالانکہ زید نے وصیت اور ہبہ کی آمدنی کہیں الگ الگ نہیں رکھی بلکہ یکجائی رکھ کر اپنے اور اپنی اہلیہ اور بالائی شخص کی پرورش اور دین لین اسی شخص سے کرتا رہا اور موصی لہم میں سے کسی کسی کو بھی سالانہ کچھ کچھ دیتا رہتا تھا اور ادھر ہبہ نامہ میں منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو اپنے لڑکوں کے نام دے دیا تھا۔

اب دو سوال ہیں اولاً یہ کہ صورت مسئولہ میں زید کو بعض وارثوں کے لئے اس شرط سے وصیت کر دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر بمطابق ''لا وصیة للوارث'' یہ وصیت نامہ ہی باطل ہے تو پھر زید کے یہ چار بیٹے اس جائیداد مندرجہ وصیت نامہ میں وارث ہوں گے یا نہیں۔

ثانیاً: آمدنی جائیداد ہبہ نامہ جو زید نے بحیثیت منتظمانہ اپنے چار بیٹے (موہوب لہم) کے لئے بطور سرمایہ جمع کی ہے اس میں موصی لہم کو حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں؟

واضح ہو کہ موہوب لہم اپنی مالیت کے جو آج پندرہ سال سے جمع ہوتی رہی ہے گاہ بگاہ کچھ کچھ لے کر اپنی اپنی جگہ جہاں وہ ملازم ہیں خرچ میں لاتے رہے۔ فقط بینوا توجروا۔

جواب...... زید نے جو زمین چار بیٹوں کے نام ہبہ بالعوض کی ہے وہ تو اس کے بیٹوں کی ملک ہوگی اور جو زمین بذریعہ وصیت نامہ کے بیٹوں اور زوجہ اور محروم الارث ناتیوں کے نام کی ہے اس میں چونکہ بیٹیاں اور بیوی وارث ہیں ان کے لئے وصیت باطل ہے ہاں اس بقیہ جائیداد کے تہائی میں محروم الارث ناتیوں کے لئے وصیت صحیح ہے اگر ان کے لئے تہائی کی یا اس سے کم وصیت کی ہو فبہا اور تہائی سے زیادہ کی ہو تو باطل ہے جو بدون وارثوں کی اجازت کے صحیح نہیں

ہوسکتی اور اس بقیہ جائیداد کی دوتہائی میں چاروں بیٹے بھی وارث ہیں اور بیٹیاں بھی اور زوجہ بھی' اور جائیداد ہبہ نامہ میں اور اسکی آمدنی میں چاروں بیٹوں کے سوا کوئی حقدار نہیں کیونکہ وہ تو ترکہ سے خارج ہے جبکہ زید نے اپنی حیات میں اس کا مالک بیٹوں کو بنادیا۔

نوٹ: یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ وصیت نامہ میں بیع یا ہبہ کے الفاظ نہ ہوں صرف وصیت ہی کا ذکر ہو ورنہ وصیت نامہ کی نقل بھیج کر سوال دوبارہ کیا جائے۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام ج ۴ ص ۵۱)

گورنمنٹ کی طرف سے معافی اور سکہ نمبری اراضی میں بڑے بیٹے کے نام ہونے کی شرط اور اس میں سب ورثاء کا حقدار ہونا

سوال..... فدویان ایک ایسی جگہ آباد ہیں جہاں جناب مولوی صاحبان کا کم گزر ہوتا ہے اس لئے ہم شرعی قواعد وقانون سے بے بہرہ ہیں اس لئے حضور والا کو تکلیف دی جاتی ہے امید کہ حضور غور فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

ایک باپ یا دادا کو خدمت کے صلے میں معافی یا سکنہ نمبری اراضی عطا ہوئی' گورنمنٹ موجود کے قانون میں یہ مقرر ہے کہ تین پشت تک بڑے بیٹے کے نام ہوتی چلی آتی ہے اس لئے حضور ایما فرمائیں کہ ان تین پشتوں میں جو چھوٹے بھائی ہوئے ہیں شرع کی رو سے ان کا حق اس اراضی میں تھا کہ نہیں؟

جواب..... جب معافی یا سکہ نمبری اراضی گورنمنٹ کی طرف سے باپ یا دادا کو ہبہ کردی گئی اور اس نے اس پر قبضہ مالکانہ کرلیا تو وہ اس کی ملک ہوگئی اور اس کی وفات کے بعد تمام وارثوں کا حق اس میں جاری ہوگا گورنمنٹ کی اس ہبہ میں شرط فاسد لگانے سے دوسرے وارثوں کا حق باطل نہ ہوگا پس تین پشتوں میں جو چھوٹے بھائی ہوئے وہ بھی شرعاً ان معافی واراضی میں بڑے بھائی کے برابر حقدار ہیں۔ (امداد الاحکام ج ۴ ص ۵۱)

قبضہ دینے سے پہلے واہب کا مرجانا

سوال..... اگر تسلیم موہوب سے پہلے واہب کا انتقال ہوجائے تو ہبہ باطل ہوجاتا ہے یا نہیں؟

جواب..... باطل ہوتا ہے عالمگیریہ میں ہے **واذامات الواھب قبل التسلیم بطلت انتھی**:

وظیفہ یومیہ کا ہبہ کرنا

سوال..... بادشاہ کی طرف سے زید اور اس کے جملہ لڑکوں کے لئے کچھ یومیہ مقرر ہے اور زید نے وہ تمام کا تمام یومیہ صرف ایک لڑکے کے نام ہبہ کردیا تو ہبہ جائز اور نافذ ہوگا یا نہیں؟

جواب...... ہبہ مذکور جائز ونافذ نہیں‘ کیونکہ شئی موہوب (یومیہ وظیفہ) معدوم ہے آناً فاناً حادث ہوجاتا ہے اور شئی موہوب کے معدوم ہونے کی وجہ سے ہبہ صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ قبضہ ضروری ہے اور پھر جب کہ اس تحریر میں مع فرزندان موجود ہے اور اس یومیہ کے مستحق تمام لڑکے ہوگئے نہ صرف زید لہٰذا اگر ایک لڑکے کے نام ہبہ کرکے دوسروں کا حق باطل کرتا ہے تو ہبہ جائز ونافذ نہ ہوگا اور زید کے مرنے کے بعد تمام لڑکے اس یومیہ میں برابر کے حق دار ہونگے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۱۱)

کتب کا حق تصنیف ہبہ یا بیع کرنا

سوال...... حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع کرنا‘ یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہوسکے لہٰذا یہ باطل ہے **لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة الشباہ** (مجرد حقوق کا عوض لینا جائز نہیں) فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۸

امداد المفتیین ص ۸۳۴‘ فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۳۶۹‘ احسن الفتاویٰ ج ۶ ص ۵۲۸ میں حقوق طبع محفوظ‘ یا بیع کرنے کو ناجائز لکھا ہے فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۲۴۲ میں دفع مضرت اور دیگر مصالح کے پیش نظر حقوق محفوظ کرالینے کو درست لکھا ہے نظام الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۱۶ میں دینی اور دنیاوی کتابوں کی تفصیل کی ہے اس کو ہم حظر واباحت جلد نمبر ۱ میں نقل کرچکے ہیں بہرحال مسئلہ اجتہادی اور قیاسی ہے جنہوں نے حق طباعت کو غیر متقوم اور مباح الاصل مانا انہوں نے اس فعل کو ممنوع شرعی قرار دیا اور جنہوں نے اس میں مصنف کی مالی منفعت اور اس کے ضمن میں حق ثابت بالاصالۃ کو دیکھا انہوں نے اس فعل کو مجاز شرعی قرار دیا عوام کے لئے ہر دونوں پر عمل کی گنجائش ہے مگر قول اول اکابرین کا ہے اور اسی پر ان حضرات کا عمل ہے)

ہبہ مشاع جائز ہے یا نہیں؟

سوال...... دینے اور لینے والے جب کہ متعدد ہوں تو کیا ہبہ بالعوض میں شیوع مانع ہوگا؟

جواب...... ہبہ بالعوض میں بھی شیوع مانع ہے لہٰذا سوال میں درج صورت جائز نہیں البتہ ایک حیلے سے جائز ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ جائیداد مشترکہ موہوب لہما کے ہاتھ فروخت کردی جائے اور جب بیع تام ہوچکے تو پھر ان کو اس کی قیمت سے بری کردیا جائے۔ (امداد المفتیین ۸۸۵)

تحقیق ہبۂ مکان وچھت وغیرہ وہبۂ علو بدون سفل؟

سوال...... حضور والا مدظلہ العالی‘ السلام علیکم ورحمۃ اللہ‘ عریضۂ سابق میں جو مکان بنوانے

کی بابت دریافت کیا تھا اسی کے متعلق یہ عرض ہے کہ جس جگہ پر میرا قصد کمرہ بنوانے کا ہے وہ دلانوں کی چھت ہے' درصورت ہبہ قبضہ کی کیا صورت ہوگی جب تک کہ اس پر کچھ عمارت نہ بن جائے اور ہبہ کرنے کا طریقہ یہی ہے یا کہ کچھ اور' کہ مالک زمین جناب والا صاحب قبلہ یہ فرما دیں کہ فلاں فلاں زمین میں تجھ کو ہبہ کرتا ہوں اور میں منظور کرلوں اور اس پر قبضہ کرلوں اس کی ضرورت نہیں کہ ہبہ تحریری ہو' محض زبانی بھی کافی ہے اگر اس زمین کو خریدا جائے تو بھی ایک بیع نامہ لکھنا ضروری ہے یا صرف دو چار مردوں اور عورتوں کے سامنے زبانی بیع بھی کافی ہوگی چونکہ یہ زمین دالانوں اور کوٹھریوں کی چھت ہوگی اور ان دالانوں اور کوٹھریوں کی اندرونی چھت میں جو کڑیاں پڑی ہیں وہ بعض یا کل جب ناقابل استعمال ہو جائیں تو ان کی مرمت اور درستی کس کے ذمہ ہوگی جو زمین ہبہ یا بیع ہوگی وہ چھت کا محض اوپری حصہ ہوگا اور دراصل تمام چھت پر اوپر رہنے سہنے کا اثر ہوگا یہ تفصیلات اس لئے دریافت کرتا ہوں کہ معاملہ میں کس جزو میں شرعاً گنہگار نہ ہوں اور نہ کوئی نقصان مالی ہو جائے جب تک پورا اطمینان نہ ہو جائے ہاتھ نہ ڈالا جائے عریضہ سابق بھی ہمراہ اس عریضہ کے ارسال خدمت ہے۔

جواب.....قال فی الدر: وصح بیع حق المرور تبعاً للأرض بلاخلاف ومقصود اوحده فی روایة وبه اخذ عامة المشائخ' شمنی اھ قال الشامی قال السائحانی: هوالصحیح وعلیه الفتویٰ' مضمرات' والفرق بینه وبین حق التعلی حیث لایجوز هوان حق المرور حق یتعلق برقبة الارض' وهی مال هو عین' فما یتعلق به لم حکم العین اما حق التعلی فمتعلق بالهواء' وهولیس بعین مال اھ فتح (ج۳ ص ۱۸۳) وفی الدر ایضاً: فی اخر کتاب الحقوق' نعم ینبغی ان تکون الهبة والنکاح 'والخلع' والعتق علی مال کالبیع' والوجه فیهما لایخفی' اھ

صورت مسئولہ میں حق تعلّی کی بیع نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ حق مجرد ہے جس کا تعلق عین سے نہیں بلکہ ہوا سے ہے اور اگر حق تعلّی کی بیع مع السقف ہو تو گو بظاہر یہ مثل بیع الطریق مع الارض ہے مگر پھر بھی دونوں میں فرق ہے کیونکہ بیع الطریق مع الارض میں زمین مستقل چیز ہے اور سقف مستقل چیز نہیں' بلکہ متعلق بالجدران ہے جو بدون ضرر کے ممکن تسلیم نہیں۔

قال فی الهدایة: وبیع جذع فی السقف لأنه لایمکن تسلیمه الابضرر (ای فیفسد ۱۲) لہٰذا سقف کی بیع نہیں ہوسکتی لیکن درمختار کے ایک جزئیہ سے جواز ہبہ مفہوم ہوتا ہے۔ فانه

قال: تجوزهبة حائط بين داره ودارجاره لجاره وهبة البيت من الدار' فهذا يدل على أن كون سقف الواهب على الحائط' واختلاط البيت بحيطان الدارلايمنع صحة الهبة' مجتبىٰ اه (ج۴ص۱۶۷مع الشامی)

میں کہتا ہوں کہ جب سقف واھب کے جدار پر ہونا مانع ہبہ جدار نہیں تو جدار واھب کا تحت السقف ہونا مانع ھبۂ سقف بھی نہ ہوگا لاشتراک العلة بلکہ صورت ثانیہ بدرجہ اولی جائز ہونی چاہئے کیونکہ جدار مشغول ہے اور سقف شاغل ہے اور ہبہ المشغول میں تو ظاہر روایت عدم جواز ہے اور ھبۃ الشاغل کے جواز کو فقہاء تصریحاً لکھتے ہیں۔

قال في الدر: والاصل أن الموهوب ان مشغولاً بملک الواهب منع تمامها وان شاغلا" لا" اه (ج۴ ص ۷۷۹ مع الشامی)

پس اگر باپ محض حق تعلّی کو ہبہ نہ کرے بلکہ سقف کر دے تو ہبہ صحیح ہو جائے گا اور اس صورت میں کڑیوں کی مرمت موہوب لہ کے ذمہ ہوگی اور ہبہ کی صورت ایجاب وقبول اور قبض ہے اور قبض کے لئے چھت پر کچھ سامان ڈال دینا کافی ہے۔ (امداد الاحکام ج۴ص۳۰)

صرف ایک لڑکے کے نام تمام املاک ہبہ کرنا

سوال.....زید کے دو لڑکے ہیں بلاوجہ ناراضگی کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو محروم کر کے اپنی تمام املاک دوسرے لڑکے کے نام ہبہ کرتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب.....اگر ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا تو جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص۳۱۱)

بچے سے ہدیہ لینے دینے کا حکم

سوال.....نابالغ لڑکا کسی کو کچھ دے تو قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب.....جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج۷ص۲۵۳)

معتوہ کے ہبہ اور تصرفات کا حکم

سوال.....معتوہ (بے عقل جو کبھی دیوانوں کی طرح بات کرے اور کبھی عقل مندوں کے مثل) اپنی چیز کسی کو ہبہ کرے تو شرعاً ہبہ معتبر ہے یا نہیں؟

جواب..... معتوہ کا ہبہ صحیح نہیں اس کے تصرفات میں یہ تفصیل ہے۔

جن تصرفات میں اس کا نفع ہے وہ ولی کی اجازت کے بغیر بھی معتبر ہیں جیسے ہبہ قبول کرنا

جن میں اس کا نقصان ہے وہ اذن ولی سے بھی معتبر نہیں جیسے ہبہ دینا' جن میں نفع وضرر دونوں کا احتمال ہے ان میں ولی کی اجازت ضروری ہے جیسے بیع وشراء ولی سے مراد باپ یا اس کا وصی یا دادا ہے چچا کا اذن کافی نہیں باپ دادا نہ ہوں تو حاکم مسلم یا اس کا نائب ولی ہوگا اگر حاکم مسلم نہ ہو یا اس طرف توجہ نہ دے تو مقامی لوگوں میں سے دیندار با اثر لوگ جسے متعین کریں اس کا اذن ضروری ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۵)

شوہر کا بیوی کو زیورات دینا بحکم ہبہ ہے یا نہیں؟

سوال..... شوہر اگر بیوی کو سونے یا چاندی کا زیور دے اور ملک کی تصریح نہ کرے تو شوہر کے انتقال کے بعد وہ زیور ترکہ میں شمار ہوگا یا خاص زوجہ کا ہوگا؟

جواب..... اگر ایسے قرائن موجود ہوں کہ زوجہ کی ملک ہے ورنہ متوفی کا اور شوہر کی وفات کے بعد اگر بیوی ملک کا دعویٰ کرے اس سے ثبوت کا مطالبہ ہوگا اگر کافی ثبوت نہ ہو تو ورثہ قسم کھائیں کہ ہم کو علم نہیں کہ متوفی نے زوجہ کی ملک کیا ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۷)

جلسوں میں ملے ہوئے ہدیے کا حکم

سوال..... مدرسہ کے مدرسین ومبلغین جو کہ چندے کا کام کرتے ہیں ان کو اطراف کے لوگ سالانہ جلسوں میں بلایا کرتے ہیں اور اخراجات سفر کے علاوہ کپڑا' مٹھائی کوئی بکس' یا کوئی ایسی ہی چیز' یا نقد روپیہ بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں تو یہ چیزیں انہیں کی ہوں گی یا مدرسہ کی؟ اور بالخصوص نقد روپے کے متعلق جبکہ یہ بھی تصریح ہوگئی ہو کہ مدرسہ کی ہم کسی اور موقع پر خدمت کردیں گے یہ تو حقیر ہدیہ آپ کی تکلیف فرمائی کا آپ کے اہل وعیال کے لئے ہے۔

جواب..... مدرسہ کے مدرس اور مبلغ جو صرف تدریس اور تبلیغ کے کام پر مامور ہوں یعنی فراہمی چندہ ان کا فرض منصبی نہ ہو مدرسہ سے رخصت حاصل کر کے کسی جگہ جا کر وعظ کریں اور ان کو شخصی طور پر کوئی چیز یا نقد ہدیۃً ملے تو وہ ان کی اپنی ہے ہاں سفراء جو فراہمی چندے کے کام پر مامور ہوں اور مدرسے نے ان کو شخصی طور پر ہدیہ لینے سے روک دیا ہو ان پر لازم ہے کہ یا تو وہ شخص ہدیہ قبول نہ کریں یا قبول کریں تو مدرسہ کے فنڈ میں ڈال دیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۶۸)

بیوی کا کسی چیز کے بارے میں ہبہ کا دعویٰ کرنا

سوال..... زوج کے انتقال کے بعد زوجہ دعویٰ کرتی ہے کہ فلاں فلاں اشیائے منقولہ جن پر

میرا قبضہ ہے زوج نے اپنی زندگی میں مجھے ہبہ کردی تھیں میں نے ان اشیاء پر اس کی حیات میں قبضہ کرلیا ہے اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب...... زوج کے انتقال کے بعد زوجہ اگر دعویٰ کرے کہ فلاں اشیاء زوج نے مجھے ہبہ کردی تھی تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا بلکہ ہبہ کا بینہ پیش کرنا ہوگا۔ (کفایت المفتی ج۸ص۱۶۳)

بمرض تپ دق ہبہ کرنا

سوال...... ہندہ نے بمرض تپ دق اپنی کل جائیداد وارثوں کو محروم کر کے اپنی والدہ کو بخش دی اور سرکاری اسٹامپ پر لکھ دیا اور پندرہ روز بعد انتقال کرگئی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مذکورہ میں جو ہبہ کیا گیا ہے وہ ناجائز ہے اور عدم جواز کی چند وجہیں ہیں اول یہ ہبہ مرض الموت میں کیا گیا ہے اور مرض الموت میں ہبہ وصیت کے حکم میں ہے اور وارث کے لئے وصیت تاوقتیکہ دوسرے وارث راضی نہ ہوں جائز نہیں۔ دوسرے یہ کہ مریض کو مرض الموت میں صرف ثلث تک وصیت کا حق ہے تو اگر یہ وصیت اجنبی کے لئے بھی ہوتی تب بھی ثلث میں جاری ہوتی۔ (کفایت المفتی ج۸ص۱۵۱)

جب قبضہ شوہر کے پاس ہو تو محض کاغذوں میں بیوی کے نام جائیداد کرنے سے ہبہ نہیں ہوتا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی خصوصی آمدنی سے جائیداد اسکی اپنی بیوی کے نام خریدی وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر زید اپنے نام خرید کرتا تو ٹیکس اور شفعہ کا خطرہ تھا لہٰذا ٹیکس اور شفعہ سے بچنے کے لئے اپنی بیوی کے نام رجسٹری کرائی اس جائیداد میں بیوی نے کوڑی تک نہیں لگائی اس پر معتبرین شاہد بھی ہیں اب وہ بیوی فوت ہوگئی دو لڑکے اور تین لڑکیاں اور خاوند موجود ہے اس کے سوا اور کوئی وارث نہیں جواب طلب امور حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا یہ جائیداد اراضی کی واحد مالکہ بیوی تصور ہوگی یا واحد مالک خاوند ہوگا پہلی صورت میں تقسیم کیسے کی جائے گی دوسری صورت میں تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) جائیداد پر قرضہ ہے اس مسئلہ کو لکھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔

جواب...... صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اس جائیداد کا مالک شخص مذکور ہے اسکی بیوی اسکی مالکہ تصور نہیں ہوگی لہٰذا عورت مذکورہ کی فوتگی پر یہ جائیداد اسکے ورثاء میں تقسیم نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

ہوالمصوب

کسی کے نام جائیداد خریدنا اس حقیقت پر ہے کہ اس کو ہبہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور ہبہ کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ موہوب وقت ہبہ ملک واہب میں ہو اور ظاہر ہے کہ ملک بعدالشراء ثابت ہوگی سو اس کے بعد کوئی عقد دال علی تملیک ہونا چاہئے اور بدون اس کے مشتری لہ مالک نہ ہوگا بلکہ وہ بدستور ملک مشتری کی رہے گی پس صورت مسئولہ میں جبکہ زید نے ٹیکس یا شفعہ سے بچنے کے ارادہ سے بیوی کے نام جائیداد خریدی اور قبضہ بھی خود زید کا رہا تو صرف بیوی کے نام سے جائیداد خریدنے سے اس کی ملک نہیں ہوتی بلکہ یہ جائیداد خود ملک زید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۴۰)

ہبۃ المشاع میں قبضہ سے ملک کا حکم

سوال.....ایک شخص نے اپنی کوئی چیز مشترک طور پر متعدد افراد کو ہبہ کی موہوب لہم نے قبضہ کرلیا اور تصرف بھی' شخص مذکور فوت ہوگیا تو سوال یہ ہے ہبہ صحیح ہوا یا نہیں صحیح نہ ہونے کی صورت میں ورثہ کو واپس دینا واجب ہے؟ اور ہلاک ہوجانے کی صورت میں موہوب لہم پر ضمان آئے گا؟

جواب.....ہبۃ المشاع صحیح نہیں ثبوت ملک کے بارے میں دو قول ہیں راجح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ ملک ثابت نہیں ہوتی اس لئے ورثہ کو واپس دینا واجب ہے بصورت ہلاک ضمان آئے گا لوٹانے سے پہلے بھی اس میں واہب اور اس کی موت کے بعد ورثہ کے تصرفات نافذ ہیں موہوب لہ کا کوئی تصرف نافذ نہیں۔ اس قول کی تصریح حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہونے کے علاوہ یہی روایت حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بھی موجود ہے۔

۲۔ دوسرا قول ثبوت ملک کا بھی ہے مگر حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح کے مطابق یہ ملک خبیث وفاسد ہے اس لئے اس قول پر بھی رد واجب ہے اور بصورت ہلاک ضمان لازم۔

(احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۶۱)

تقسیم سے پہلے اپنا حصہ ہبہ کرنا

سوال.....زید کا انتقال ہوا دو فرزند عمرو بکر اور ایک لڑکی زینب اسکے وارث تھے زینب کا میراث میں جو حصہ تھا اس نے اسے بلاتقسیم اپنے پوتے کو ہبہ کردیا اب وہ پوتا اور زید کے لڑکوں کی اولاد موجود ہیں زید کا ترکہ ان پر کس طرح تقسیم ہوگا؟ اور زینب کا ہبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو اس کا حصہ کس کو ملے گا؟

جواب...... زید کے ترکہ سے میراث سے پہلے کے حقوق نکال کر ماقی کے پانچ حصے کر کے ہر بیٹے کو دو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا اس کی بیٹی نے اپنے حصے کو بلا تقسیم اپنے پوتے کو جو ہبہ کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے لیکن اس کا پورا مال اس کے پوتے کو ملے گا اس کے بھتیجے اس کے وارث نہیں ہیں۔(فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۱۶)

جن افعال یا الفاظ سے ہبہ یا بیع کا مفہوم ہونا مشکوک ہوان سے ہبہ اور بیع کا ثبوت نہیں ہوسکتا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں' زید نے اپنی بہن د پھوپھی کو مع ان کے شوہروں کے بوجہ قلت آدمیوں کے کہ ان کے پاس کوئی رہنے والا ایسا نہ تھا جن سے انس وتقویت ہو اور زمین بہت سے افراط سے تھیں مگر اس زمانے میں زمین کی قدر نہ تھی یہاں تک جمع سرکاری بھی مشکل سے ادا ہوتی تھی ان رشتہ دار مذکور بالا کو زید نے اپنے پاس بلالیا اور شامل ہی اپنا کاروبار چلاتے رہے اور کھاتے پیتے رہے اور زید نے اپنی زندگی ہی میں خواہ اپنے مورث اعلیٰ کی جائیداد میں شریک سمجھ کر یا دوست اور انیس جان کر اپنی کچھ مزروعہ زمین اور کچھ بنجر ان بہنوں کے شوہروں کے نام سگان سرکاری پر موروثی کرادی اور یہ موروثیت ایسے وقت میں کرائی گئی کہ جب زید اور زید کے متعلقین خوب اپنے کاروبار میں ہوشیار ہو گئے۔ اور اپنی جائیداد پر قابض ہو گئے اس وقت ان بہنوں نے اور ان کے شوہروں نے اپنے وطن جانے کی اجازت چاہی تو زید نے کہا کہ ہم تمہارے نام یہیں جائیداد اور گھر موروثی کے دیتے ہیں وہاں جانے کی ضرورت نہیں لڑکیاں اور ان کے شوہر راضی ہو گئے اور سگان سرکاری پر زمین موروثی پر کرادی گئی اور اس زمانہ میں لوگ بوجہ جہالت کے ہبہ وغیرہ کے مسائل سے ناواقف تھے اور اب بھی اس خطہ میں ناواقفیت ہے اور بیع وغیرہ کا خرچ بھی گوارہ نہیں کر سکتے بوجہ نقد کی قلت کے' اب ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ صورت بیع یا ہبہ یا وراثت کے قائم مقام ہوسکتی ہے یا نہیں جبکہ یہ بھی نہیں معلوم کہ معطی کے ذہن میں ہبہ کا لفظ یا معنی تھے یا نہیں؟ اور لڑکیوں میں سے کوئی اپنے مورث کے مال میں حصہ کے مستحق ہوئی یا نہیں؟ چونکہ یہ پتہ نہیں کہ انتقال کس کا کب ہوا؟ اور اس ملک میں اکثر اس قسم کی موروثی بیع اور رہن کا حق بھی معطی اور معطی کے ورثہ جائز رکھتے ہیں چنانچہ اس صورت میں بھی جس کے متعلق خاص سوال کیا گیا ہے کئی پشتوں کے بعد لب کشائی کی گئی ہے ورنہ پہلے سے جیسے اصلی مالک کو زمین کا مالک سمجھا جاتا ہے ان کو بھی زمین کا مالک سمجھا جاتا تھا۔

جواب...... چونکہ ہبہ یا بیع عقود میں سے ہیں جن کے لئے الفاظ موضوعہ للھبۃ والبیع کا ہونا شرط ہے اور ایسے الفاظ یا افعال ثبوت ہبہ یا بیع کے لئے کافی نہیں جن سے ہبہ وغیرہ کا مفہوم ہونا مشکوک ومحتمل ہے اور جو لفظ اور عمل سوال میں مذکور ہے اس کی دلالت ہبہ پر صریح نہیں بلکہ نہایت مشکوک ہے اس لئے اس سے ہبہ یا بیع کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ پس ضروری ہے کہ معطی کے ورثہ کو یہ جائیداد واپس کی جائے یا کچھ دے دلا کر صلح کے ساتھ ان کو راضی کر کے اس زمین کو حاصل کیا جائے بدون اس کے کوئی صورت نہیں' فان الیقین لایزول بالشک' واللہ اعلم (امداد الاحکام ج ۴ ص ۳۳)

کل جائیداد لڑکی کو ہبہ کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال...... ماں نے اپنی ایک لڑکی کو منقولہ وغیر منقولہ کل جائیداد اقربا کو جمع کر کے ہبہ کر دی اور بعض جائیداد جو اس میں منقولہ تھی جیسے ڈگری عدالت وغیرہ اس کے کاغذات بھی سپرد کر دیئے اور جائیداد وغیر منقولہ کے جیسے حصص دیہات وغیرہ اس کی تحصیل پذیر آمدنی اور ادائے مال گزاری سرکاری وغیرہ کار ضروری موہوب لہ کے سپرد کر دیئے گئے اور اجازت عام دے دی کہ تم جانور اور یہ جائیداد کل تم کو دے چکی ہیں تو یہ زبانی ہبہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... روپے کا ہبہ محض کاغذات دینے سے صحیح نہیں ہوا کیونکہ موہوب کا موجود ہونا ضروری ہے بلکہ اس کو روپیہ وصول کر کے مالک ہونے کی اجازت دیدی ہے پس یہ توکیل بالاقتضاء ہے پس اگر معزول ہونے سے پہلے روپیہ وصول کر کے اس پر قبضہ کرتی جائے تو مالک ہو جائے گی اور معزول ہونے کے بعد مالک نہ ہوگی اور معزول ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ مؤکلہ معزول کر دے یا مؤکلہ مر جائے ان دونوں صورتوں میں وہ وکیلہ معزول ہو جائے گی اور وصول کرنے کی مجاز نہیں بلکہ سب ورثہ اپنے حصص میں برابر کا حق رکھتے ہیں۔

یہ جب کہ واہبہ کے صحیح ہونے کی حالت میں وصول کر کے قبضہ کر لیا ہو اور اگر واہبہ کے مرض الموت میں یا موت کے بعد قبضہ کیا تو ورثہ کی اجازت کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔

اور دوسری اشیاء موجودہ منقولہ یا غیر منقولہ جو ہبہ کی ہیں اس میں دیکھنا چاہئے کہ یہ لڑکی صغیرہ نابالغہ ہے یا کبیرہ بالغہ اگر نابالغہ ہے تو دیکھنا چاہئے کہ کس کی تربیت میں ہے اگر باپ دادا یا ان کا وصی موجود نہیں یا موجود ہے لیکن سفر میں ہے اور بالفعل ماں کی ولایت میں ہے تب تو محض زبانی کہہ دینے سے ہبہ صحیح ہو گیا۔ اور اگر بالغہ ہے یا نابالغہ ہے لیکن باپ دادا یا وصی موجود ہے تب یہ ہبہ

زبانی کہہ دینے سے تام نہ ہوگا تاوقتیکہ باپ دادا یا لڑکی یا اس کے نائب کا قبضہ نہ ہو۔ اور جس صورت میں ماں کا قبضہ کافی نہیں اس میں یہ بھی شرط ہے کہ جو چیز قابل تقسیم ہو اس کو جدا کر کے اس کو یا اس کے ولی و نائب کو قابض کر دے اور قبضہ محض حساب و کتاب دینے سے نہیں ہوتا تاوقتیکہ تسلط تام نہ ہو جس کو عرف قانون میں دخل یابی کہتے ہیں اور جو چیز قابل تقسیم نہیں اس میں اشتراک واشاعت مضر نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۵)

ہبہ کی تعریف اور حقیقت

سوال...... مسئلہ مذکورہ بالا کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں کیونکہ حدیث کے لفظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز بخش کر کے دوبارہ طلب کرے اس نے اپنی قے کو واپس کیا۔

جواب...... دراصل آنجناب کو جو شبہ ہے وہ ہبہ (بخشش) کی تعریف اور حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر ہے تو معلوم ہو کہ ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ آپ نے کسی کو کوئی چیز دی اور اس نے منظور کر لیا یا منہ سے کچھ نہیں کہا بلکہ آپ نے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اس نے لے لیا تو اب وہ چیز ان کی ہو گئی اب آپ کی نہیں رہی بلکہ وہی اس کا مالک ہے اس کو شرع میں ہبہ کہتے ہیں لیکن اسکی کئی شرطیں ہیں ایک تو اس کے حوالہ کر دینا اور اس کا قبضہ کر لینا ہے جب تک اس نے قبضہ نہ کیا ہو ہبہ نہیں ہوا۔ کما فی الهداية ص ۲۸۱ ج ۳ **وتصح الهبة بالايجاب والقبول والقبض' اماالايجاب والقبول فلانه عقد والعقدينعقد بالايجاب والقبول والقبض لابدمنه لثبوت الملك (الی قوله) ولنا قوله عليه السلام لايجوز الهبة الا مقبوضة الخ** . حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ ہبہ بغیر قبض کے صحیح نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جو بانٹ دینے اور تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے اور اس سے استفادہ ہو سکے تو بغیر تقسیم کے ان کا ہبہ صحیح نہیں جیسا کہ عالمگیری ج ۴ ص ۳۷۴ اور ص ۳۸۰ کے جزئیات سے ظاہر ہے پس ہم نے فتویٰ نمبر ۶۸۹۴ ج ۱۵ کے جواب میں جو ہبہ کے عدم صحت اور جواز رجوع کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسئولہ صورت میں چونکہ جائیداد کی تقسیم ہو سکتی ہے لیکن تقسیم نہیں کی اس لئے تقسیم کے بغیر ہبہ کرنا صحیح نہ ہوا اور جب ہبہ صحیح نہ ہوا تو بکر کا اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ورنہ اگر ہبہ صحیح ہو جاتا تو اسکے بعد اس کا مطالبہ کرنا گناہ ہے جبکہ اسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کی قباحت کو ذکر فرمایا ہے جو آپ نے لکھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۴۱)

ہبہ کا رجوع

رجوع ہبہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل

سوال......حدیث پاک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہبہ کرنے والا اپنی چیز کا زیادہ مستحق ہے جب تک کہ وہ ثابت نہ ہو کذا فی القسطلانی۔ پس امام صاحب کے نزدیک قرابت محرمیہ میں رجوع کس دلیل سے جائز نہیں؟

جواب......وہ دلیل یہ ہے **قال علیہ السلام اذا کانت الھبة لذی رحم محرم لم یرجع منھا رواہ البیھقی والدار قطنی فی سننھا والحاکم فی المستدرک:** جیسا کہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۲)

ہبہ واپس لینے کی بعض صورتوں کا حکم

سوال......زید کو ایک دربار سے تعلق تھا اس کے صلہ میں وہاں سے اراضی انعام ملا پھر آقا و نوکر میں مخالفت ہوئی اور آقا نے جو کچھ دیا تھا واپس لے لیا زید بھی ناخوش ہو کر دوسری جگہ چلا گیا بعد مدت کے اولاد زید سے دولڑکے پھر اسی بستی میں گئے اور اسی سرکار میں نوکر ہوئے اور وہ عطیہ پھر ان کو دیا گیا اب اس میں زید کی باقی اولاد شریک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ ہبہ جدید ہے یا قدیم؟ سرکار کی عادات رہی ہے کہ دو چار برس کے لئے زمین دیتی پھر ضبط کر لیتی اور پھر مہینے دو مہینے بعد چھوڑ دیتی آخر کار دونوں بھائیوں میں سے ایک کی تنخواہ میں لکھ دی اب اس کا مالک کون ہے؟

جواب......اگر آقا نے زید کو یہ زمین بطور عاریت دی تھی تو اس کا واپس لینا جائز ہے اور اگر بطور ہبہ دی تھی تو ہبہ مکمل ہو جانے کے بعد حاکم کے فیصلے یا زید کی رضا سے واپس لینا جائز ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے اور حاکم کے فیصلے یا زید کی رضا کے بغیر واپس لینا جائز ہے اور کوئی یہ وہم نہ کرے کہ آقا (واہب) اگر خود حاکم ہے تو رجوع بحکم حاکم پایا گیا کیونکہ حاکم کا حکم اس کے نفع کے لئے نافذ نہیں ہوتا البتہ اگر فیصلے کے لئے کسی کو نائب سے فیصلہ کراتا تو نافذ نہیں ہوتا۔

علیٰ ہذا القیاس زید کے دولڑکوں کو جو دیا گیا اس میں بھی یہی تفصیل ہے اگر عاریتاً دیا تو واپسی جائز اور اگر ہبتہ بدوں تقسیم دیا تب بھی واپس لینا جائز کیونکہ جو چیز تقسیم نہ ہو سکتی ہو اس کا ہبہ صحیح نہیں البتہ اگر دونوں محتاج ہوں تو بدوں تقسیم بھی صحیح ہے۔

اور اگر تقسیم کر کے دیا تو حکم حاکم یا دونوں شخصوں کی رضا سے جائز ورنہ ناجائز پس مذکورہ صورتوں میں سے جس صورت میں زید سے واپس لینا جائز نہیں اس صورت میں اگر زید زندہ ہے تو وہ ورثا اسکے حصہ شرعیہ کے مطابق مالک ہوں گے نہ دونوں لڑکوں کی تخصیص نہ اسکی تنخواہ میں جسکی لکھ دیا ہے اور جس صورت میں زید سے واپس لینا جائز تھا لیکن ان دونوں کو جائز نہ تھا اس صورت میں وہی دونوں مالک ہیں نہ زید کے ورثہ مستحق ہیں نہ وہ خاص جس کی تنخواہ میں لکھ دیا اور جس صورت میں ان سے بھی واپس لیتا اس صورت میں صرف وہی مالک ہے جسکی تنخواہ میں لکھ دیا ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۳)

جس شخص نے تمام جائیداد دو بیویوں کے نام کر کے الگ الگ کر دی تو اب اسکے مرنے کے بعد اس میں دوسرے ورثاء شریک نہ ہوں گے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی محمد رمضان نے جس کی دو عورتیں ہیں اور تین حقیقی بھائی کے لڑکے ہیں مسمی محمد رمضان نے بحالت تندرسی وہوش وحواس موت سے کئی ماہ قبل اپنی دونوں بیویوں کے نام اپنی جائیداد کے کچھ حصے کی رجسٹری کر دی ہے اور بقیہ حصہ صرف لکھ کر دیا ہے اور حقیقی بھائی کے بیٹوں کو محروم کر دیا ہے قابل دریافت بات یہ ہے کہ ایک بیوی اس کی چچا کی لڑکی بھی ہے کیا یہ تملیک محمد رمضان کی درست ہے شرعاً یہ تمام جائیداد بیویوں کی ہو جاتی ہے یا بیوہ اور ان حقیقی بھائی کے بیٹوں کو بھی مکمل حصہ ملے گا۔

جواب...... صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر مسمی محمد رمضان نے اپنی زندگی میں جائیداد بیویوں کے نام منتقل کر کے ہر ایک کو اپنے اپنے حصہ کا قبضہ بھی دے دیا ہے تو یہ ہبہ تام ہے اور اب دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں البتہ جس جائیداد کا زندگی میں ہبہ کرنا اور قبضہ متحقق نہ ہو اس جائیداد میں دوسرے ورثاء بھی حقدار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۳۳۱)

ذی رحم محرم سے ہبہ کی ہوئی چیز واپس لینا

سوال...... زید کی زینب اور فاطمہ دو بیویاں ہیں زید نے اپنی ملک کا آدھا حصہ زینب اور اس کے بچوں کو دیا اور باقی ماندہ آدھا حصہ خود لیکر فاطمہ اور اس کے بچوں کے ساتھ رہ گیا اسکے بعد فاطمہ کے دو بچے پیدا ہوئے جس کی بنا پر زید زینب سے اپنی ملک واپس لینا چاہتا ہے تو واپس لینے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب...... زید نے اپنی عورت اور بچوں کو اپنی آدھی ملک جو دے دی ہے وہ ان کیلئے ہبہ ہو گیا اور اب واپس لینے کا حق نہیں ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۱۶)

ہبہ سے رجوع کرنے کی مختلف صورتوں کا حکم

سوال...... کسی کو کوئی چیز ہبہ دیکر اس سے واپس لینے کے جواز میں کیا تفصیل ہے؟

جواب......اس کی مختلف صورتیں ہیں

۱۔موہوب لہ (جس کو ہبہ کیا گیا ہے) اس کی رضا سے بہر حال رجوع جائز ہے۔

۲۔قضائے قاضی سے رجوع صحیح ہے۔

۳۔ہبہ قبول کرنے کے بعد اسکا کوئی عوض دے دیا ہو تو بھی بذریعہ قضا رجوع کر سکتا ہے۔

۴۔موہوب لہ ذی رحم محرم ہو تو قضائے قاضی سے بھی رجوع صحیح نہیں وہ اپنی رضا سے واپس کرے تو لینا جائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۵۴)

ہبہ بالعوض میں شرط کی ایک صورت کا حکم

سوال...... زید کو سرکار نے چند دیہات کا والی بنایا ہے اور لکھ دیا ہے کہ ہر سال میں اتنا روپیہ سرکار کو دینا پڑے گا اور ان دیہاتوں کو تم کو بیچنے کا مختار ہے یعنی اگر کسی کو بیچو گے تو سرکار مانع نہیں ہوگی اور جس کو فروخت کرو گے اس کو بھی یہ میرے سب حکم ماننے پڑیں گے اور تمہارے مرنے کے بعد تمہاری اولاد کے لئے بھی یہ حکم جاری ہے یعنی وہ بھی اس کو بیچنے کے مختار ہیں لیکن تیس برس بعد سرکار کی طرف سے جو حکم صادر ہوگا اس کو ماننا پڑے گا یعنی اگر خراج وغیرہ بڑھایا جائے تو اس کو ماننا پڑے گا پس زید اپنی ماتحت رعیت سے چند روپیہ نذرانہ لے کر چند بیگہ زمین دیتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں کہ فلاں زمین مثلاً چار بیگہ تم کو دیا بشرطیکہ فی سال فی بیگہ چار روپے خراج دینا پڑے گا اور وہ شرطیں بھی لکھ دیتے ہیں جو سرکار نے زید سے طے کر رکھی ہیں پس رعیت کو اس زمین کا مالک کہا جائے گا یا نہیں؟ اور زید کسی رعیت سے جبراً زمین چھین کر دوسری رعیت کو نذرانہ لے کر دیدے تو رعیت اول اس زمین کا مالک ہوگا یا ثانی؟ اور دونوں میں سے کس کو تصرف کرنا جائز ہوگا؟

جواب...... چونکہ زید کو جو سرکار سے ملا ہے وہ تو بوجہ ہبہ صحیحہ کے اس کی ملک ہو گیا آگے جو شرائط زید نے کسی اور کو دیا ہے ظاہر صیغہ سے وہ بالعوض معلوم ہوتا ہے اور ہبہ بالعوض بیع کے حکم میں ہے اور اگر بیع ان شرائط سے ہو فاسد ہے اور بیع فاسد میں قیمت متعارفہ واجب ہوتی ہے نیز بیع فاسد میں مشتری اگر قبضہ کرے مالک ہو جاتا ہے نیز بیع فاسد میں اگر مشتری نے اس کو کسی اور شخص کے ہاتھ بیع صحیح نہ کیا یا ہبہ کر کے سپرد نہ کیا ہو یا وقف یا رہن نہ کر دیا ہو اس وقت تک بائع کو فسخ کرنے اور لوٹانے کا حق ہوتا ہے اور جو مشتری سے لیا ہے اس کا واپس کرنا بھی واجب ہوتا ہے۔

اس لئے صورت مسئولہ میں زید نے جس شخص کو زمین دی اگر وہ قبضہ کرلے گا تو مالک ہو جائیگا اور جو شرائط ٹھہرائے ہیں سب لغو ہوں گے البتہ اس زمین کی جو قیمت مروجہ ہوگی وہ واجب ہوگی اور جب تک اس زمین لینے والے نے تصرفات (بیع ورہن وغیرہ) نہ کئے ہوں تو زید کو واپس لینا جائز ہوگا لیکن جو اس سے لیا وہ واپس کرنا ہوگا اور اگر کوئی تصرف کرلیا ہو تو زید واپس نہیں لے سکتا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۷)

موہوبہ لڑکی کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر درست نہیں

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسماۃ نور بھری کو بحالت حمل طلاق دے دی اور حمل بھی ہبہ کر دیا اب وہی حمل لڑکی وضع ہوئی دریں صورت موہوبہ حمل (لڑکی) غیر موثر کی حالت میں بغیر اپنے والد کی اجازت کے نکاح کراسکتی ہے یا نہیں اور اس کا والد بوقت نکاح برسر اعلان کہتا ہے کہ میری کوئی اجازت نہیں

جواب..... لڑکی کا ہبہ صحیح نہیں ہوتا محض لغو ہے نیز اگر اس کا مقصد یہی ہے کہ میں نکاح کرانے کا اختیار نہیں دیتا ہوں تب بھی یہ توکیل لازم نہیں ہے جب چاہے اس سے رجوع کرسکتا ہے اب جب باپ کہتا ہے کہ میری اجازت نہیں ہے تو نکاح ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۴۶)

متفرفات

ہبہ بالعوض بیع کے حکم میں ہوتا ہے

سوال..... ہبہ بالعوض بیع کے حکم میں ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب..... ابتداءً اور انتہاءً بیع کے حکم میں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۲۸)

ہبہ شدہ مال چوری کا ہو تو واپس کرنے کا حکم

سوال..... زید نے عمر کی ایک چیز چرائی اور بکر کو دیدی اور بکر نے خالد کو ہبہ کر دی اب معلوم ہوا کہ زید نے چوری کی تھی اس حال میں شئی مسروق کا ادا کرنا کس کے ذمہ واجب ہوگا؟

جواب..... جس کے پاس اب ہے اس پر واپس کرنا واجب ہے اور اگر اس کو خبر نہ ہو تو جس کو خبر ہو اس پر خبر کرنا واجب ہے اور اگر اس خبر دینے والے کو ہبہ میں بھی دخل ہے تو اس پر واپس کرانے میں سعی کرانا بھی واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۷۵)

مریض کا ہبہ وصیت کے حکم میں ہے

سوال...... اگر زید نے مرض الموت میں ہبہ کرلیا اور قبضہ بھی کرادیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب...... یہ ہبہ بمنزلہ وصیت کے ثلث مال میں نافذ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۳۲۸)

بلا عذر ہدیہ قبول نہ کرنے کا منکر ہونا

سوال...... ایک آدمی کسی کو کچھ تحفہ یا روپے پیسے نہایت خوشی سے دینے لگے اور وہ نہ لے دینے والا کہے نہ لینے میں نہایت ناخوش ہوتا ہوں لینے والے نے کہا کہ میں اس کو نہ لینے سے خوش ہوتا ہوں اب ہر دو ناخوش اور ناراض ہیں اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب...... جب اس ہدیہ قبول کرنے سے کوئی امر مانع شرعی نہیں تو لینے والے کا یہ کہنا کہ اسکو نہ لینے سے خوش ہوتا ہوں سخت غلطی اور شعبہ کبر کا ہے جو سنت کے بالکل خلاف ہے حدیث میں تھادوا تحابو صریح حکم ہے اگر بلا عذر ہدیہ ایسا انکار کرے تو تہادوا پر عمل کس طرح ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۸۳)

گم شدہ بیٹے کی جائیداد پوتوں کے نام کردی اور وہ واپس آ گیا اب کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اللہ وسایا مرحوم نے اپنی زندگی میں اپنی کل جائیداد سوائے اپنی بیوی کے حق مہر کے اپنے لڑکوں میں تقسیم کرنی چاہی مگر نور محمد ولد اللہ وسایا اکثر اوقات گھر سے پانچ سال سے لے کر دس سال تک گم رہتا تھا جس کا کہیں پتہ نہیں ہوتا تھا اس وقت نور محمد کے والد میاں نے نور محمد کے حصے کی جائیداد اس کے لڑکوں کے نام منتقل کرادی جس کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

یہاں اللہ وسایا نے ایک وصیت نامہ تحریر کیا کہ میں اب قریب المرگ ہوں اور میرا لڑکا نور محمد موجود نہیں اس لئے میں مذکورہ بالا جائیداد کو اپنے پوتوں کے نام منتقل کر رہا ہوں اللہ وسایا کی وفات کے وقت نور محمد موجود نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اپنے والد کا جنازہ پڑھا بلکہ والد کی وفات کے کچھ عرصہ بعد واپس آیا اب چونکہ جائیداد نور محمد کے بجائے اسکے لڑکے منظور حسین اور محبوب حسین کے نام کل جائیداد مشترکہ انتقال و رجسٹری کرادی گئی تھی وصیت نامہ بھی رجسٹرڈ ہے جس میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے نور محمد کو اپنی جائیداد سے عاق کردیا ہے جب نور محمد واپس آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ میرے نام کوئی جائیداد نہیں اب میں بڑھاپا کیسے گزاروں گا اس پر دونوں لڑکوں نے اپنی جائیداد کا مختار بنادیا اور کچھ عرصہ کے بعد نور محمد نے مختار نامہ منسوخ کرادیا تھا اسکے کچھ بعد نور محمد نے اپنے لڑکے

منظور حسین کی شادی کردی کچھ عرصہ بعد منظور حسین فوت ہوگیا جس کی کوئی اولاد نہ تھی صرف ایک بیوہ تھی اب وہ اپنا حق مہر اور حصہ مانگتی ہے اسکے بارے میں بتایا جائے کہ وہ حقدار بن سکتی ہے یا کہ نہیں۔

(ب) احکام میراث میں ازروئے شرع محمدی کے نافرمانی کرنے میں ارشاد خداوندی کیا ہے۔

(ج) زیورات کی تفصیل یہ ہے کہ جو کہ وارثوں کے پاس ہیں ایک جو کنگن (ڈھائی تولہ) کٹ مالا (چار تولہ) ایک جوڑی کانٹے (ایک تولہ) جمر (ڈیڑھ تولہ) کل نوتولہ اور چاندی کل ۶۰ تولہ یہ زیورات بطور حق مہر کے پہنایا گیا تھا سب انہوں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب...... بشرط صحت واقعہ اگر واقعی اللہ وسایا نے اپنی زندگی میں جائیداد کا کچھ حصہ اپنے پوتوں منظور حسین اور محبوب حسین کے نام منتقل کرادیا ہے اور اس کو تقسیم کرکے زندگی میں قبضہ دے دیا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہو چکا ہے اور پوتے مالک بن گئے ہیں اس لئے کہ شرعاً اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی پوری جائیداد اپنے بیٹوں میں سے کسی ایک کے نام منتقل کرکے قبضہ دے دے تو وہی مالک ہو جاتا ہے لیکن وہ شخص سخت گنہگار ہوگا بنابریں صورت مسئولہ پوتے مالک بن گئے ہیں منظور حسین کی وفات کے بعد اگر والد اور بیوہ کے علاوہ اور کوئی لڑکا یا لڑکی اس کے ورثا میں نہیں تو منظور حسین کی کل جائیداد کا چوتھا حصہ اس کی بیوہ کو اور باقی تین حصے اس کے والد کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۲۸۳)

احکام الغصب

حقیقت غصب

غصب کی حقیقت کیا ہے؟

سوال...... غصب کس کو کہتے ہیں؟

جواب...... مالک کے ہاتھ میں سے مال متقوم محترم کو اجازت ومرضی کے بغیر لے لینا (غصب کہلاتا ہے) درر شرح غرر میں ہے۔ الغصب شرعاً اخذمال متقوم محترم من یدمالک بلااذنه لاخفیة انتهی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۶۳)

بیٹے کے مال میں باپ کا تصرف کرنا

سوال...... لڑکے کے مال میں باپ کو تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... بوقت ضرورت جائز ہے اور بلا ضرورت اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا اور حدیث انت ومالک لابیک کی مراد بھی یہ ہی ہے کہ بوقت ضرورت حکم ہے جیسا کہ ہدایہ کی بعض عبارتوں سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۶۲)

دوسرے کی زمین کا گھی کوار استعمال کرنا

سوال...... کسی شخص نے اپنی زمین میں بہت سا گھی کوار دوا کے واسطے بو رکھا ہے اگر کوئی شخص اس کو بدون اجازت مالک لاکر دوا میں ڈال دے تو درست ہے یا نہیں؟ اگر اس کے مالک سے پوچھیں تو لینے نہیں دیتا اور گھی کوار کا حکم گھاس جیسا ہے یا نہیں؟ کیونکہ گھی کوار ساق دار درخت نہیں اور اس دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اول گھی کوار کے گھاس ہونے میں کلام ہے دوسرے اگر گھاس بھی ہو تو بھی گھاس کو خود کوئی اپنی زمین میں بوئے تو اس کا مالک ہو جاتا ہے دوسرے کو اس کی اجازت کے بغیر لینا اور استعمال کرنا حرام ہے پس ایسی دوا کا استعمال جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۲)

مسکین کو مال مغصوب سے نفع حاصل کرنا

سوال...... زید مسکین و نابینا ہے اور کمانے کی قدرت نہیں رکھتا اس کو وراثت میں زمین ملی ہے لیکن مرحوم مورث نے یہ زمین ایک ہندو کی غصب کی تھی اب زید کو اس زمین کی پیداوار سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... اس طرح کی زمین کے غلے کا حکم تصدق کا ہے پس زید جب تک مسکین رہے تو مسکین ہونیکی حیثیت سے اگر منتفع ہو گنجائش ہے وارث ہونیکی حیثیت سے نہیں کیونکہ مال حرام وراثت سے حلال نہیں ہوتا اور جب فقر و حاجت نہ رہے تو پھر اسکو مسکینوں پر صدقہ کردے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۷)

غاصب کا قبضہ

سوال...... کیا غاصب کا قبضہ از روئے شرع قبضہ سمجھا جائے گا؟

جواب...... غاصب کے قبضے کا شریعت میں کچھ وزن نہیں اسی طرح جائیداد مغصوبہ میں غاصب کا تصرف کرنا بھی درست نہیں ہے ہاں جب مال مغصوبہ کا نام تبدیل ہو جائے یا اس کا اعظم منافع ختم کر دیا جائے تو اس وقت وہ غاصب کا مال کہلائے گا جیسے کسی نے گندم چرائی اور اس سے روٹی پکائی لیکن غاصب کو ضمان ادا کرنا پڑے گا اور ضمان ادا کرنے سے قبل مال مغصوبہ سے انتفاع لینا جائز نہیں ہے۔

قال العلامة برهان الدين المرغينانیؒ :واذاتغيرت العين بفعل الغاصب حتی زال اسمها اواعظم منافعها زال ملک المغصوب منه عنها وملکها الغاصب وضمنها ولايحل له الانتفاع بهاحتی يؤدی بدلها. (الهداية ج۳ ص ۳۷۴ کتاب الغصب' فصل فيما تغيربفعل الغاصب) قال العلامة خالداتاسی رحمه الله: اذاغيرالغاصب المال المغصوب علی بصورة يتبدل بها' اسمه يکون ضامناً ويبقی المال المغصوب له مثلاً لوکان المال المغصوب حنطة وجعلها الغاصب بالطحن دقيقاً فانه يضمن مثل الحنطة ويکون الدقيق له لماان من غصب حنطة غيره وزرعها فی ارضه يکون ضامناً للحنطة والمحصول له'(شرح مجلة الاحکام' مادة ۸۹۹' ج۳ ص ۴۹۵ الباب الاول فی احکام الغصب) ومثله فی الهندية ج۵ ص ۱۲۱ کتاب الغصب' الباب الثانی فی احکام المغصوب اذاتغير بفعل الغاصب اوغيره (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۳۹۳)

مالکوں کی اجازت کے بغیر سامان استعمال کرنا

سوال.....ایک دکان تھی جس میں نصف روپیہ میرے والد کا تھا اور نصف میرا اور ایک شخص شریک تھا وہ کام کرتا تھا وہ دکان نہ چلی حتیٰ کہ کل سامان میرے مکان میں آ گیا کوئی اس کا خریدار نہیں والد صاحب نے سکوت اختیار کیا گویا سامان فروخت ہونے سے صبر کرلیا وہ شخص مجھ سے کہہ گئے کہ ہم صبر کرتے ہیں اور سامان سب والد صاحب کو دیتے ہیں وہ چاہے جو کریں ان کو اختیار ہے اب نہ والد صاحب کچھ کہتے ہیں نہ وہ شخص اور سامان خراب ہو جاتا ہے اکثر خراب ہو گیا ہے تھوڑا شہد ہے اگر میں اس میں سے کھالوں یا جو چیز خراب ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو کام میں لے لوں تو یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب.....تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات میں شبہ ہوا جب روپیہ مشترک تھا تو مال دونوں شریکوں میں مشترک ہے خاموش ہو جانے سے مال ملکیت سے نہیں نکلتا غیر مالک کو کیسے جائز ہوگا؟ جب تک دونوں مالکوں سے تصریحاً اجازت نہ لے وہ اگر آپ کے قبضہ میں ہے امانت ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۵۳)

غاصب کے نماز روزے کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

سوال.....اگر کوئی کسی کا مال یا جائیداد ناجائز طور پر غصب کرتا ہے تو غاصب کی نماز روزہ'

زکوٰۃ' حج اور دوسری عبادات اور نیکیوں کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ جبکہ جس کا حق غصب کیا گیا ہو وہ انتقال کر چکا ہو لیکن اس کی اولاد موجود ہے تو اس صورت میں غاصب کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب..... اگر وہ غصب شدہ چیز مالک کو واپس نہ کرے تو اس غصب کے بدلے میں اس کی نماز' روزہ وغیرہ مظلوم کو دلائی جائیں گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۶ص ۶۷)

ہمسائے کے پرنالے کو بند کرنا

سوال..... ہمسائے کے پرنالے کا پانی بزور بازو یا بزور عدالت زائل کرنا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... پرنالہ و بدرو وغیرہ نکالنا حقوق ملک سے ہے جو شخص اس جگہ کا مالک ہے اس کو ہر طرح کا تصرف پہنچتا ہے پس یہ شخص جو ہمسائے کے پرنالے کو ختم کرنا چاہتا ہے اگر پرنالہ گرنے کی جگہ اس شخص کی مملوک ہے اور اب تک بطور تبرع و احسان اور ہمسائے کی رعایت میں پانی ڈالنے کی اجازت دے رکھی تھی اور اب زائل کرنا چاہتا ہے اور پرنالہ بند کرتا ہے یہ جائز ہے اپنی ملک کا اختیار ہے اور اگر وہ جگہ ہمسائے کی مملوک ہے تو اس شخص کو اس ہمسائے کا پرنالہ بند کرنا جائز نہیں کہ یہ غصب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ص ۴۴۵)

غصب اور اراضی

زمین میں غصب متحقق ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال..... زمین میں غصب ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب..... شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف منقولہ میں غصب ہوتا ہے غیر منقولہ میں نہیں اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین پر قبضہ کیا اور وہ کسی آفت سماوی سیلاب وغیرہ سے ہلاک ہو گئی تو شیخین (رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک (غاصب پر) اس کا ضمان نہیں آئے گا لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضمان آئے گا کیونکہ ان کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوتا ہے وقف کی زمینوں میں قول امام محمدؒ پر اور باقی زمینوں میں قول شیخین پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۶۳)

غصب کی ہوئی چیز کا لین دین

غصب شدہ چیز کی آمدنی استعمال کرنا بھی حرام ہے

سوال..... دو بھائی زید اور بکر ایک مکان کی تعمیر میں رقم لگاتے ہیں مکان ان کے باپ کے

نام پر ہے زید بڑا اور بکر چھوٹا ہے زید پاکستان میں ہی ایک سرکاری ادارے میں کلرک ہے جبکہ بکر باہر کے ملک میں کام کرتا ہے اور زید کے مقابلے میں مکان کی تعمیر پر کئی گنا زیادہ خرچ کرتا ہے کیونکہ بکر ملک سے باہر ہے لہٰذا زید اس کی غیر حاضری کا فائدہ اٹھا کر دھوکے سے مکان اپنے نام کر لیتا ہے جب بکر ملک میں آتا ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ مکان پر زید نے قبضہ کر لیا ہے اس پر معمولی جھگڑے کے بعد بکر کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے بکر کو قانون کے بارے میں بالکل کچھ معلوم نہیں اور جب وہ قانونی معاملات کو سمجھتا ہے تو اس وقت تک یہ معاملہ قانون کے مطابق زائد از معیاد ہو جاتا ہے لہٰذا عدالت میں مقدمہ کرنے کا سوال ختم ہو گیا وہ مکان جو کہ اس وقت دو منزلہ تھا اس میں زید خود بھی رہتا ہے اور دوسری منزل کرائے پر دی ہوئی ہے چونکہ مکان اچھا خاصا بڑا ہے لہٰذا کرایہ بھی کافی مل جاتا ہے جس سے زائد نے تیسری منزل بھی بنا ڈالی ہے اور اسے بھی کرائے پر چڑھا دیا ہے زید کا ایک لڑکا بھی جو کہ زید کے بعد مکان کا تنہا مالک ہو جائے گا شریعت کی روشنی میں آپ یہ بتائیں کہ وہ کرایہ جو کہ زید اس مکان سے حاصل کر رہا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے بعد اس کا بیٹا جو کہ وہ کرایہ حاصل کرے گا اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟ کیونکہ لڑکے کو علم ہے کہ زید کلرک کی حیثیت سے ایسا مکان بنانے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور یہ کہ اس مکان کے سلسلے میں اس کے چچا کا حق مارا گیا ہے اور اس کے باپ نے یہ مکان ناجائز طور پر غصب کر لیا تھا۔

جواب...... زید کا اس مکان کو اپنے نام کرالینا اور اپنے بھائی کو محروم کر دینا غصب ہے حدیث شریف میں ہے کہ ''جس نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی غصب کی' قیامت کے دن سات زمینوں تک وہ ٹکڑا اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا اور وہ اس میں دھنستا رہے گا'' (مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸) زید جو اس غصب شدہ مکان کا کرایہ کھاتا ہے وہ بھی اس کے لئے حرام ہے اور اس کے لڑکے کو اگر اس کا علم ہے تو اس کے لئے بھی یہ آمدنی حرام ہو گی جو لوگ دوسروں کے حقوق غصب کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا خمیازہ بڑا سنگین ہو گا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۶۵)

زمین مغصوبہ کی واپسی کا حکم

سوال...... جب کہ شیخین کے نزدیک زمین میں غصب نہیں ہوتا تو اگر ماجد نے شاہد کی زمین پر قبضہ کر لیا تو اسکی واپسی ضروری ہو گی یا نہیں؟

جواب...... شیخین کے نزدیک زمین میں عدم غصب کا حکم صرف ضمان کے لئے مخصوص ہے یعنی اگر دوسرے کی زمین غصب کرنے کے بعد آفت سماوی کی وجہ سے ہلاک ہو گئی تو ضمان نہیں

آئے گا لیکن ادائے ضمان کے علاوہ بقیہ تمام امور یعنی مقبوضہ کی واپسی وغیرہ میں شیخین (رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک بھی زمین میں غصب متحقق ہوتا ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۶۴)

بلا اجازت زمین پر تعمیر کرنے کی مختلف صورتوں کا حکم

سوال...... زوجہ کی زمین میں اگر شوہر مکان بنالے تو یہ کس کا ہوگا؟ بیوی کا یا شوہر کا؟

جواب...... اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں

۱۔ بیوی کیلئے اس کی اجازت سے بنایا تو مکان بیوی کا ہوگا جو مصارف آئیں وہ بیوی پر قرض ہوں گے۔ ۲۔ بیوی کے لئے بلا اذن بنایا تو تبرع شمار ہوگا۔

۳۔ شوہر نے اپنے لئے بیوی کی اجازت سے بنایا تو زمین بیوی کی رہے گی اور مکان شوہر کا۔

۴۔ بیوی کی اجازت کے بغیر اپنے لئے بنایا تو مکان شوہر کا ہوگا مگر بیوی اس کو اگرا کر اپنی زمین خالی کرانے کا مطالبہ کرسکتی ہے اگر مکان گرانے میں زمین کا ضرر ہو تو بیوی مکان کی قیمت دے کر مکان کی مالک بن سکتی ہے قیمت ایسے مکان کی لگائی جائے گی جس کے گرانے کا فیصلہ کیا جا چکا ہو جو ملبہ کی قیمت سے شاید کچھ زیادہ متفاوت نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۰)

غیر کی زمین میں غلطی سے تصرف کرنے کا حکم

سوال...... ہمارے پڑوس میں مہاجر کی زمین ہے شروع میں پٹی وار کے نشان لے کر حد قائم کی اب سرکاری طور پر پیمائش کرائی تو اس مہاجر کی زمین کم نکلی وہ ہماری زمین سے پوری کی گئی جو کہ تقریباً نصف ایکڑ سے زائد ہے اس کی فصل ہم اپنی زمین سمجھ کر اٹھاتے رہے کئی سال ہوگئے یہ بھی یاد نہیں کہ فصل میں کیا کیا کاشت ہوئی؟ اور پیداوار کتنی ہوئی؟ اس صورت میں گذشتہ آمدنی کا حق مہاجر کو دینا لازم ہے یا نہیں؟

جواب...... بیج کی لاگت اور زراعت وغیرہ کی مزدوری نکال کر باقی کا اندازہ لگا کر مالک پر لوٹانا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۱)

زرعی اصلاحات میں ملنے والی زمینوں کا حکم

سوال...... جو اراضی زرعی اصلاحات کے ذریعے لوگوں میں تقسیم کی گئی ہیں اکثر ان زمین داروں کی ہیں جنہوں نے یہ دوسرے لوگوں سے غصب کی تھیں یا یہ اراضی انگریز نے مسلمانوں کو غداری کے بدلے میں بطور جاگیر عطا کی تھیں اب یہ اراضی اکثر لوگوں کو کچھ معاوضہ لے کر دی گئی

ہیں اور بعض کو بلا معاوضہ دی گئی ہیں جن لوگوں کو بذریعہ معاوضہ مع سود دی گئی ہیں کیا ان کو پیداوار کھانا جائز ہے؟ یا نہیں؟ جن لوگوں کو بلا معاوضہ دی گئی ہیں ان کو پیداوار کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جس زمین کے متعلق معلوم ہو کہ وہ دوسروں سے غصب کی گئی ہے وہ کسی کو بلا معاوضہ دی جائے تو اسے پیداوار کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مالک معلوم نہ ہو۔

جواب..... جس زمین کے متعلق مغصوبہ ہونے کا یقین ہو اس کی آمدنی حرام ہے خواہ وہ بلا معاوضہ ملی ہو یا قیمتاً مع سود یا بلا سود جس زمین کے مغصوبہ ہونے کا یقین نہیں اس کی آمدنی بہرکیف حلال ہے خواہ وہ انگریز سے ملی ہوئی جاگیر ہو مفت ملی ہو یا بالمعاوضہ مع سود یا بلا سود البتہ سود کے ساتھ خریدنے اور سود دینے کا گناہ اور وبال ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۵۲)

رشوت اور غصب کی رقم واپس کرنے کی مفصل تحقیق

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین صورت مسئولہ میں کہ زید نے ایک زمین خالد سے خریدی ہے اور خالد نے وہ زمین بکر سے اور بکر نے بیع باطل کے ذریعے عمرو سے حاصل کی ہے اب زمین مذکورہ جو زید کی ملکیت ہے اس نے اپنی حلال رقم دے کر خریدی ہے کیا زمین مذکورہ کی پیداوار شرعاً زید پر حلال ہے یا نہیں بصورت حرمت حلال ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ دیگر لوگوں کے مویشی جو اس زمین کے دانہ گھاس وغیرہ کھاتے ہیں کیا ان کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہ اور جو زمین باطل بیع اور حرام چٹی کسی نے حاصل کی ہے اور اس میں کئی مرتبہ ملکیت تبدیل ہوئی ہے یا ایک مرتبہ؟ کیا زمین ہذا کی پیداوار کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ اور زمین کے اصل مالک کہ جن سے زمین بصورت چٹی حرام لی گئی ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہیں ہے یعنی سارا خاندان ختم ہو گیا ہے۔

اب زمین مذکورہ کے حلال ہونے کا کیا طریقہ ہے یاد رہے بیع باطل سے یہ مراد ہے مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا تجھ سے نکاح کر دوں گا تم مجھے ایک مربع زمین اس کے عوض دے دو چنانچہ عمرو ایک مربع زمین زید کو دیتا ہے پھر ایک عرصہ کے بعد زید اپنی لڑکی کا نکاح عمرو سے کرا دیتا ہے نیز نکاح پڑھنے کے وقت اس لڑکی کا مہر بھی مقرر کیا جاتا ہے نیز یاد رہے کہ چٹی حرام سے یہ مراد ہے کہ زید نے مثلاً اپنی لڑکی کو عمرو کے ساتھ بدفعلی کی حالت میں دیکھا اب عمرو کو عرفاً و رسماً مبلغ دو سو روپے نقد یا چار سو روپے نقد اس حرام کام کی وجہ سے دینے پڑیں گے یا مثلاً دو سو روپے نقد یا چار سو روپے نقد کے حساب سے عمرو کو اس حرام کام کی وجہ سے مال مویشی یا زمین دینا پڑے گی نیز یہ دینا اس لئے ہے تاکہ اب ان دونوں کے درمیان لڑائی اور فساد وغیرہ نہ ہو نیز اس کے دینے کے

بغیر ضرور فساد بلکہ خون ریزی کا خطرہ بھی ہے یہاں تک کہ عمرو یہ عوض دیئے بغیر گھر میں بھی نہیں رہ سکتا یعنی عمرو کو اپنی جان بچاؤ کی خاطر دینا پڑتا ہے اگر چہ دینے پر راضی نہیں۔

اب خلاصہ سوال دونوں صورتوں میں یعنی (بیع باطل وچٹی حرام) یہ ہے کہ زمین بیع باطل سے یا چٹی حرام سے لی گئی ہو ان کی پیداوار جائز ہے یا عدم جواز کی صورت میں حلت کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں نیز تبدل ملک ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہونے سے حلت ہو سکتی ہے یا نہیں نیز جو جانور اس زمین کے دانہ وگھاس وغیرہ کھاتے ہیں کیا ان کا گوشت وغیرہ حلال ہے یا نہیں نیز زید نے جو حرام چٹی عمرو سے لی ہے یا بیع باطل سے جو زمین لی ہے اب زید نے اس حرام چٹی سے یا اس زمین پر جو مسجد بنائی ہے تو کیا اس مسجد کا منہدم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ان مذکورہ صورتوں کا جواب عنایت فرمادیں۔ بینوا توجروا عندربکم یوم الحساب۔

جواب...... صورت مسئولہ میں جس زمین کو لڑکی کے نکاح کی وجہ سے حاصل کیا گیا ہے وہ رشوت ہے بیع باطل نہیں اور چٹی والی زمین بھی غصب ہے جو ناجائز طریق سے مجبور کر کے اس سے چھینی گئی ہے رشوت وغصب وغیرہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہو سکے تو اس پر رد کر دی جائے اور اگر مالک معلوم نہیں اور یہ علم اور یقین ہے کہ یہ زمین مخصوص حرام طریقہ سے حاصل کی گئی ہے تو اسے اصل حقدار کی طرف سے صدقہ کر دے اور اس نے جو رقم خریدتے وقت صرف کی ہے اس بائع سے واپس لے جس سے خریدی ہے اگر مل سکے ورنہ صبر کرے نیز تبدل ملک سے چاہے ایک مرتبہ ہو یا کئی مرتبہ حرام میں حلت نہیں آ سکتی۔ شامی ص ۹۸ ج ۵ پر ہے۔ (قوله الحرام ينتقل) اى تنتقل حرمته وان تداولته الايدى وتبدلت الاملاک ويأتى تمامه قريباً وتمامه فى صفحة بعده اى (قوله الحرمةتتعدد الخ) نقل المحمودى عن سيدى عبدالوهاب الشعرانى انه قال فى كتابه المنن مانقله عن بعض الحنيفتمن ان الحرام لايتعدى ذمتين سالت عنه الشهاب بن الشلبى فقال هومحمول على ماذالم يعلم بذلک امالورای المکاس مثلا ياخذمن احدشيأ من المکس الخ وقال الشامى بعداسطر والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والاقان علم عين الحرام لايحل له وتصدق به بنية صاحبه وان كان مالاً مختلطامجتمعا من الحرام ولايعلم اربابه ولا شيأ منه بعينه حل له حكما والاحسن ديانة التنزه عنه الخ مذکورہ عبارات سے یہ بھی واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں جبکہ اصلی عمرو یا اس

کے ورثاء خاندان میں سے کوئی موجود نہ ہو حلت کی کوئی صورت نہیں نکلتی نیز یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جانوروں کی پرورش اگر حرام زمین کی گھاس سے ہے تو خودرو گھاس تو ہر مسلمان کے لئے جائز ہے اور اگر خودرو نہیں تو باوجود حرام ہونے کے ان جانوروں نے آخر اس زمین کے علاوہ بھی کہیں سے دانہ گھاس وغیرہ کھایا ہوگا اس لئے ان کا گوشت حرام نہیں البتہ بہتر ہے کہ ان کے گوشت وغیرہ سے بچا جائے اور نیز حرام ہونے کی بنا پر شفیع شفعہ شرعی کا حقدار نہیں ہوگا اور مذکورہ زمین کا وقف صحیح نہیں تو وہ مسجد مسجد نہیں ہوگی کہ احترام واجب ہو تو انہدام جائز ہوگا بلکہ تصدق ہوگا اس کے علاوہ دیگر مغصوبہ زمین کی طرح۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص ۴۵۳)

مالک زمین کی رضا کے باوجود زمین سے انتفاع کے عدم جواز کی ایک صورت

سوال...... زمین موروثی کا کاشت کار زمین دار سے یہ کہتا ہے کہ اپنی زمین لے لو اور زمین دار کہتا ہے کہ تم موروثی مت چھوڑو کیونکہ اگر تم چھوڑ دو گے تو ہمارا کچھ نفع نہ ہوگا یا تو اس زمین کو تمہارے چچا برتیں گے یا تمہارے بھائی لوگ برتیں گے مجھے نہیں ملے گی۔ بلکہ زمیندار یہ کہتا ہے کہ زمین کی میری طرف سے اجازت ہے تم خود برتو اور کچھ لگان زیادہ کر دو مگر میری طرف سے خوشی سے برتو اور سخت مجبور ہو کر زمیندار نے ایسا کیا ہے اس زمین کا برتنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... چونکہ اس صورت میں یقینی نہیں کہ یہ رضا مندی زمیندار کی ہمیشہ رہے گی یا اگر خاص اس کاشت کار کے حق میں رہی تو یہ یقینی نہیں کہ اسکی اولاد ورثہ کے حق میں ہمیشہ رہے گی اسی طرح یہ یقینی نہیں کہ اس زمیندار کے ورثہ کی بھی اسی طرح رضا مندی بھی ہوگی۔ پس اگر رضا مندی مذکور جو کہ شرط ہے حلت انتفاع کی آئندہ نہ ہوئی اور کاشت کار نے اس وقت زمین کو چھوڑنا نہ چاہا تو ظاہر ہے کہ زمیندار مجبور ہوگا پس اس وقت کی رضا مندی کی بنا پر قابض رہنا آئندہ کے ظلم کی بنا ڈالنا ہے اور ظلم جس طرح مباشرتاً حرام ہے اسی طرح تسبباً بھی (حرام ہے) جبکہ تسبب مظنون ہو اور یہاں واقعات سے یہ تسبب یقیناً مظنون ہے اس لئے اس وقت کی رضا مندی سے منتفع نہ ہونا چاہئے اور گو اس وقت اس کے چھوڑنے سے دوسرے ظالم لے لیں گے مگر اس ظلم کا سبب یہ تو نہ ہوگا اور اسکا قصد تو اپنا تبریہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ص ۱۴۶)

میونسپلٹی کی زمینوں پر قبضہ کرنا

سوال...... اگر کوئی شخص سرکاری زمین کو حکومت کی اجازت کے بغیر قریب سے قبضہ کر کے

شارع عام اور بعض مکانوں کے راستے روکے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... عام زمینیں جو آج کل میونسپلٹی یا نزول کی زمینیں کہلاتی ہیں یا شارع عام جس کے ساتھ عوام کا استفادہ متعلق ہوتا ہے بغیر اجازت کے اپنے تصرف خاص میں لے آنا اور عوام کو تکلیف اور مضرت پہنچانا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ۸ص ۱۷۲)

مغصوبہ زمین کو بیچنا اور مسلم وغیر مسلم کا فرق

سوال......ایک مسلمان نے ایک ہندو کی اراضی کو کاشت کے طور پر قبضے میں کر لیا ہے اور عدالت میں اسکی ملکیت تسلیم کر لی گئی ہے صورت مذکورہ میں یہ مسلمان شخص اس اراضی کو دوسرے مسلمان شخص کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے ایسی زمین کا خریدنا کیسا ہے؟ اگر شرعاً ایسی زمین کا کسی مسلمان کو خریدنا ناجائز ہے تو کیا ملک اول کا خبث اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ مسلمان کسی ہندو کو یہ زمین فروخت کردے اور پھر اس سے مسلمان خریدے۔

جواب......جس کو واقع کا علم ہے اسے خریدنا ناجائز ہے کیونکہ (موروثی) قابض درحقیقت مالک نہیں ہو گیا۔ جہاں تک علم قائم رہے گا وہاں تک حکم عدم جواز ہی رہے گا ہاں اگر اصل کو راضی کر لیا جائے اور وہ بعوض یا بلا عوض قابض کو مالک بنادے تو پھر قابض اس کو فروخت کر سکتا ہے اور خریدنے والے کو خریدنا بھی جائز ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۸ص ۱۷۰)

کسی کی زمین ناحق غصب کرنا سنگین جرم ہے

سوال......ایک شخص کے منظور شدہ نقشے میں زمین آگے کی جانب ساڑھے تیس فٹ چوڑی اور پشت کی جانب ساڑھے انتیس فٹ چوڑی اور اس کے پڑوسی کے نقشے میں آگے کی جانب دس فٹ گیارہ انچ اور پشت کی جانب تیرہ فٹ ہے لیکن وہ پڑوسی جس کے نقشے میں پشت کی جانب ساڑھے انتیس فٹ چوڑائی ہے اپنے پڑوسی سے یہ کہہ کر اس کی دیوار گرا دے کہ ''تمہارے مکان کی دیوار بوسیدہ ہے جس کی وجہ سے میرے مکان کی تعمیر میں مزدوروں پر گر جائے گی'' لیکن جب تعمیر کے لئے بنیاد کھودے تو اپنی ساڑھے انتیس فٹ چوڑائی سے بڑھ کر تیس فٹ یا اس سے بھی زیادہ حد میں تعمیر کر لے اور اپنے اس پڑوسی کی زمین کم کردے جس کی منظور شدہ نقشے میں تیرہ فٹ چوڑائی ہے تو جناب مولانا صاحب! آپ بتائیں کہ کسی کی زمین دبانا اس کے لئے حلال ہے یا حرام؟ اور دنیا اور آخرت میں ایسے آدمی کو کن کن عذاب سے گزرنا ہوگا؟ اس سلسلے میں کم از کم دو چار حدیثیں مع حوالے کے جلد تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیجئے گا پڑوسی بیمار رہنے کے علاوہ مالی حالت میں بھی کمزور ہے اور رشوت

کے زمانے میں انصاف کا ملنا مشکل اس لئے اس نے خاموش ہو کر خدا پر چھوڑ دیا۔

جواب...... کسی کی زمین ظلماً غصب کرنا بڑا ہی سنگین جرم ہے ایک حدیث میں ہے کہ ''جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ناحق لی اسے قیامت کے دن ساتویں زمین تک زمین میں دھنسایا جائیگا'' ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی قیامت کے دن سات زمینوں تک اس کا طوق اسے پہنایا جائیگا'' (مسند احمد ج ا ص ۱۸۸)

بیمار پڑوسی نے بہت اچھا کیا کہ اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا' یہ ظالم اپنے ظلم کی سزا دنیا اور آخرت میں بھگتے گا۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ج ۶ ص ۶۷)

زمین پر موروثی قبضہ جائز نہیں' زمین خواہ ہندو کی ہو یا مسلمان کی

سوال...... اگر موروثی زمین کی آمدنی کھانا حرام ہے تو پھر گاؤں میں ملازمت کرنا اور گاؤں والوں سے کھانا کھانا بھی حرام ہونا چاہئے کیونکہ ان لوگوں کا گزارا اکثر موروثی زمین کی آمدنی پر ہے ایک عالم سے معلوم ہوا کہ اگر زمین دار ہندو ہے اور لگان کم ہے اور زمین اچھی ہے تو اس آمدنی کا کھانا جائز ہے اگر زمیندار مسلمان ہے اور وہ زمین چھڑانا نہیں چاہتا تو؟

جواب...... موروثی زمین کو مالک کی مرضی سے اپنے قبضے میں رکھنا غصب ہے جو ناجائز ہے اس میں مجھے تو کوئی تفصیل مسلمان یا کافر کی نیز دار الحرب یا دار الاسلام کی سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ دار الحرب میں کافر سے جو معاملات فاسدہ اس کی رضا سے کر لئے جائیں وہ جائز ہو جاتے ہیں غصب اور چوری وغیرہ جنگ نہ ہونے کی حالت میں جائز نہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں بھی یہ تفصیل جو سوال میں مذکور ہے نہیں ملی لہٰذا اب موروثی زمین سے نفع اٹھانا بغیر اس کے جائز نہیں کہ مالک زمین راضی ہو اور رضا بھی قانون کے جبر سے نہیں بلکہ دل سے راضی ہو پھر خواہ مسلمان کی ہو یا ہندو کی' اس صورت میں جائز ہے۔ لیکن اس میں بھی چونکہ اندیشہ ہے کہ آئندہ اس کی اولاد اپنا قبضہ مالک کی مرضی کے خلاف رکھے اس لئے اس کا کوئی ایسا انتظام کر دے جس سے یہ اندیشہ قطع ہو جائے باقی رہا گاؤں میں ملازمت کرنا یا گاؤں والوں کے گھر کا کھانا وہ بلاشبہ درست ہے جب تک پوری تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ کھانا جو ہمیں کھلایا ہے یہ حرام مال سے تھا کیونکہ ان کے یہاں عموماً مال حرام وحلال مخلوط ہوتا ہے اور ایسی حالت میں ان کے گھر کا کھانا جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۸۱)

جس شخص کے پاس ہندوستان میں مرہونہ زمین تھی پاکستان آکر اس کے عوض زمین حاصل کی یہ غصب ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید کے پاس ہندوستان میں کسی مسلمان کی زمین رہن تھی پاکستان بننے کے بعد رہن لینے والا زید پاکستان آ گیا ہے اب مستقل الاٹمنٹ کے سلسلہ میں مرہونہ زمین کے بدلہ میں زید کو پاکستان میں زمین الاٹ ہوئی ہے کیا اس اراضی کا ماحصل زید کے لئے کھانا یا استعمال کرنا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام؟

نوٹ: خدمت عالیہ میں یہ واضح رہے کہ یہ زمین معیادی نہیں تھی بلکہ دوسری صورت میں جب اصل مالک قرضہ بے باک کردے گا اس وقت زمین اصل مالک کے حوالے کردی جائے گی۔

جواب.....مرہونہ زمین اگرچہ میعادی نہ ہو تب بھی ایک امانت سمجھی جائے گی اس لئے اس کے بدلہ میں وہ آدمی حکومت سے زمین حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ زمین اس کی مملوکہ نہیں ہاں اگر اس نے صاف ظاہر کردیا کہ میری زمین جو وہاں ہے وہ میری ذاتی نہیں ہے بلکہ مرہونہ ہے اور پھر حکومت کوئی زمین الاٹ کردے تو جائز ہے اور اس کی آمدنی اس کے لئے حلال ہوگی اور پہلی صورت میں حلال نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۴۳۹)

متوارث قابض کی ملک سے زمین نکالنا غصب ہے

سوال.....موجودہ زمین داریاں، زمیندار کی ملک صحیح ہے یا نہیں؟

۲۔ تنسیخ زمین داری کا قانون جو کانگریس نے پاس کیا ہے اس کی رو سے برائے نام معاوضہ دے کر زمینداریوں پر قبضہ کیا جائے گا شرعاً یہ غصب جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ جو زمین داریاں موقوف ہیں وہ بھی زمین داری بل سے مستثنیٰ نہیں ہیں یہ صریح ملکیت شرعیہ و دینیہ کا غصب ہے یا نہیں؟

۴۔ مسلمانوں پر اس غصب ملکیت شرعیہ دینیہ کے بچانے کے لئے جدوجہد کرنا اور اجتماعی قوت سے اس مال و عزت کی لوٹ سے بچنے کی تدبیر کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

۵۔ اپنی ملکیت کو بچاتے ہوئے جو مقتول ہو جائے وہ شہید ہے یا نہیں؟

۶۔ اس ابتلاء عام میں ساکت رہنے والا اس لوٹ و غصب کا مؤید اور رضا بالعدوان کا مرتکب ہے یا نہیں؟

جواب...... موجودہ لوگوں کی زمین داریاں بلاشبہ ان لوگوں کی ملکیت صحیحہ ہیں جن کا نام کاغذات سرکاری کے خانہ ملکیت میں درج ہے اور وہ ان میں مالکانہ تصرفات کرتے ہیں خود حکومت وقت نے بھی اول فتح سے آج تک ان کی ملکیت قرار دی ہے اور تمام مالکانہ تصرفات بیع وشراء، رہن و ہبہ اور وقف وصدقہ وغیرہ کے اختیارات کو ان لوگوں کے حق میں تسلیم کیا ہے اور بزور قانون خود اس کو نافذ کیا اور کر رہی ہے بہت سے لوگوں نے حکومت سے بڑی بڑی رقمیں دے کر زمینیں خریدی ہیں اور بہت سے مواقع میں حکومت بھی اپنی ضرورت کے وقت ان کی زمین قیمت ادا کر کے خریدتی ہے یہ سب چیزیں ان کی ملکیت کا بین ثبوت ہے یہ مالکانہ قبضہ اور تصرفات بلانکیر خود سب سے بڑی اور بین دلیل ملک کی ہے جس کے ہوتے ہوئے اصحاب اراضی سے ثبوت ملکیت کے لئے کسی اور بینہ کا مطالبہ کرنا بھی حسب تصریح فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ درست نہیں۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے مصر وشام اور عراق میں جہاں کی زمینوں کے متعلق وقف ہونے کا احتمال غالب ہے وہاں بھی جن اراضیوں کو مالکانہ تصرفات کرتے ہوئے پایا گیا ان کی ملک صحیح قرار دی اور حکام وقت کو اس کی بھی اجازت نہیں دی کہ وہ ان سے شہادت وثبوت ملکیت کا طلب کریں۔

ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں سلطان مصر ملک ظاہر بیبرس نے ایک مرتبہ یہ ارادہ کیا تھا کہ وہاں کی جو زمینیں لوگوں کے مالکانہ قبضے میں ہیں ان سے بذریعہ شہادت وکاغذات قدیمہ اس کا ثبوت طلب کرے کہ وہ جائز طور سے ان کی ملکیت میں آئی ہیں اور جو ایسا ثبوت نہ پیش کر سکے اس سے لے کر بیت المال کے لئے وقف کر دے اس زمانے کے شیخ الاسلام امام نوویؒ نے سلطان وقت کو اس سے روکا اور یہ بتلایا کہ ایسا کرنا کسی مذہب میں حلال نہیں علماء مذاہب کا اس پر اجماع واتفاق ہے اور بار بار حکام وقت کو اس پر متنبہ کیا یہاں تک کہ وہ اس ارادے سے باز رہے۔

حضرات علماء کا یہ اجماع مصر وشام کی زمینوں کے بارے میں ہے جہاں کی اراضی کے متعلق عام علماء کا قول یہ ہے کہ وہ اوقاف ہیں، املاک نہیں تو جن بلاد کی اراضی عام طور پر املاک ہوں وہاں یہ حکم اور بھی زیادہ قطعی اور ظاہر ہوگا ہندوستان کی زمینیں اس شبہ میں نہیں کہ مختلف اقسام کی ہیں ان میں بعض خود حکومت کی ملک بھی ہیں لیکن عام اراضی وہ ہیں جو حکومت نے کسی کو بطور عطیہ دے دی اس نے حکومت سے قیمت دے کر خریدی یا فتح سے پہلے جو لوگ زمینوں کے مالک وقابض تھے انہی کی ملکیت کو انگریز حکومت نے باقی رکھا اور اراضی ہندوستان کی یہ مختلف صورتیں آج کی نہیں بلکہ ابتداءً جب مسلمانوں نے ہندوستان فتح کیا اس وقت سے ہیں کیونکہ یہ بہت

سے خطے ہندوستان کے ایسے ہیں جن کے باشندے بوقت فتح مسلمان ہو گئے یا انہوں نے مصالحت کر کے امن حاصل کرلیا اوران کی املاک اوراراضی کو برقرار رکھا گیا۔

اور بہت سے مواقع میں ایسا بھی ہوا کہ فتح کرنے کے بعد جب وہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کی رعیت میں رہنا قبول کرلیا تو ان کی اراضی ان کو واپس دیدی گئی۔ فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ اور ہندوستان کے فاتح محمود بن سبکتگینؒ کی فتوحات میں اس کے شواہد تاریخ کی مستند کتاب کامل ابن اثیر وغیرہ میں بکثرت موجود ہیں پھر بعد میں ہونے والے سلاطین نے جزوی تغیرات کے سوا کوئی نیا قانون جاری نہیں کیا بلکہ املاک سابقہ کو برقرار رکھا۔ غرض یہاں کی عام زمینوں کا ملکیت ہونا ایسا ظاہر اور صاف ہے کہ مالکان اراضی کو اس پر شہادت وبینہ کی تکلیف دینا بھی باجماع مسلمین وباتفاق مذاہب ظلم ہے۔

٢۔ بلاشبہ غصب صریح ہے جس کا کسی سلطان مسلم اور امام وامیر کو حق نہیں غیر مسلم حکومت کو کیسے ہوسکتا ہے اور وہ معاوضہ جس کے قبول کرنے اور زمین دینے کیلئے زمیندار کو بزور حکومت مجبور کیا جائے وہ حقیقت میں نہ معاوضہ ہے اور نہ اس کی بناء پر یہ صورت غصب کی حقیقت سے نکل سکتی ہے۔

٣۔ یہ بھی غصب صریح اور مملوکہ زمین داریوں کے غصب سے بدتر ہے کیونکہ املاک میں تو یہ احتمال بھی ہے کہ کسی وقت ملک اراضی ہو جائے تو قبضہ اس پر صحیح ہو سکے اوقاف نہ کسی کی ملکیت ہیں نہ کسی کی رضا واجازت سے دوسرے کی ملک بن سکتے ہیں نیز جنگ کے ساتھ تغلب وانقلاب سلطنت کے وقت سلطان فاتح کا استیلاء وقبضہ املاک میں ردوبدل پیدا کرسکتا ہے۔ اور مملوکہ زمینیں حکومت کی ملک میں جاسکتی ہیں اوقاف پر کسی کا استیلاء وقبضہ بھی ہرگز اثر انداز نہیں ہوسکتا خواہ استیلاء سلطان مسلم کا ہو یا غیر مسلم کا۔

٤۔ بے شک مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس لوٹ اور غصب کے خلاف اپنی قدرت بھر جدوجہد کریں کیونکہ اول تو یہ جدوجہد اپنے کو اور دوسرے انسانوں کو ظلم سے بچانے کے لئے ہے جو خود مامور بہ ہے ثانیاً اس لوٹ وغصب کا پس منظر فقط زمینوں کی لوٹ نہیں بلکہ مطلقاً مذہب اور تمام مذہبی شعائر کا ہدم ہے کیونکہ یہ قانون جس نظریے کی ایک قسط ہے وہ سوشلزم کا پہلا نظریہ ہے جس میں کسی چیز پر کسی شخص کی ملکیت باقی نہیں رہتی اگر خدانخواستہ یہ راستہ کھلا تو کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہیں رہتا۔ اور جب مالک نہیں رہا تو عبادات مالیہ زکوٰۃ وصدقات اور حج واوقاف سرے سے ختم ہو جاتے ہیں۔ **والعیاذ باللہ العلی العظیم:** یہی سبب ہے کہ جس ناپاک سرزمین میں اس

نظریے کی ابتداء ہوئی اس میں سب سے پہلے مطلقاً مذہب اور خدا پرستی کے خلاف کھلی جنگ لڑی گئی خدا پرستی اور مذہبیت کو سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا اس لئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس قانون کے منسوخ کرانے میں اپنی طاقت وقدرت کے موافق پوری کوشش کریں۔

۵۔حسب فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص شہید ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس قانون کی حقیقت پر غور کر کے دین ومذہب کی حفاظت سے جدوجہد کی جائے تو اس کی شہادت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔

۶۔جب تک حق بات کے اظہار پر قدرت ہو سکوت حرام ہے اور اعانت علی المعصیت اور فرمان الٰہی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان: کیخلاف ہے ہاں عاجز ومضطر کے احکام جدا ہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۷)

موروثی زمین میں وراثت نہیں بلکہ یہ غصب اور واجب الرد ہے

سوال......محمد حسین مرحوم نے تین وارث چھوڑے بیوی دختر چچازاد بھائی مرحوم کی اپنی جائیداد کے علاوہ کچھ اراضی موروثی بھی ہے اب سوال یہ ہے کہ موروثی زمین ان ورثہ میں کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب...... (از مولوی اللہ بخش صاحب سندھ) خاص زمین موروثی صرف عصبہ مسمّی عمر کو ملے گی زوجہ اور دختر اس جائیداد سے محروم ہونگے کیونکہ یہ حق کاشت کا ہے اور عورتیں اہل کاشت نہیں اہل کاشت صرف مرد ہیں اس لئے وہ عمر عصبہ کو ملنا چاہئے۔

جواب...... (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) موروثی زمین کے وہ احکام جو فتاویٰ حامدیہ اور شامی سے فتویٰ مذکورہ میں نقل کئے ہیں وہ ایک خاص قسم کی موروثی زمین ہے جس میں اول کاشت کے وقت مالک زمین کاشتکار سے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ میں کبھی اس کے قبضے سے اپنی زمین کو نسلاً بعد نسل نہیں نکالوں گا گویا اس کو پٹہ دوامی لکھ دیتا ہے ایسی زمین کے حق موروثیت کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں حق قرار یا مشد مسکۃ کہتے ہیں۔لیکن ہمارے بلاد میں جو زمین موروثی کہلاتی ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے کہ اس میں مالک زمین سے دوامی حق کا کوئی معاہدہ نہیں ہوتا۔محض سرکاری قانون بلا مرضی مالکان یہ کر دیا گیا ہے کہ زمین کاشت کار کے قبضے سے نہ نکالی جائے اس پر مشد مسکہ کے احکام جاری نہیں کئے جا سکتے بلکہ ایسی زمین پر بلا مرضی مالک قبضہ رکھنا ایک قسم کا غصب ناجائز ہے اس میں خود مورث کا ہی کچھ نہیں وارث کو کیا پہنچتا اس میں نہ مورث کے لڑکے کا کوئی حق ہے نہ لڑکی کا' یہ زمین تو مالک کو واپس کرنا لازم ہے۔ (امداد المفتیین ص ۹۱۹)

غصب شدہ مکان کے متعلق حوالہ جات

سوال...... آپ نے مسئلہ کا حل مشتہر فرمایا ''غصب کردہ مکان میں نماز'' براہ کرم جواب کا حوالہ فقہ کا ہے یا حدیث شریف کی کتاب کا؟ نام صفحہ مفصل تحریر فرمادیں تاکہ عدالت شرعی کو رجوع کیا جاوے۔

جواب...... اخبار ''جنگ'' یکم مئی ۱۹۸۱ میں جو مسئلہ ''غصب کردہ مکان میں نماز'' کے عنوان سے درج کیا گیا ہے اس کی بنیاد مندرجہ ذیل نکات پر ہے۔

(۱) عقد اجارہ کی صحت کیلئے آجر اور مستاجر کی رضامندی شرط ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۴ ص ۴۱۱)

(۲) اجارہ مدت مقررہ کے لئے ہو تو اس مدت کی پابندی فریقین کے ذمہ لازم ہے اور اگر مدت متعین نہیں کی گئی بلکہ ''اتنا کرایہ ماہوار'' کے حصول پر دیا گیا تو یہ اجارہ ایک مہینے کیلئے صحیح ہوگا اور مہینہ پورا ہونے پر فریقین میں سے ہر ایک کو اجارہ ختم کرنے کا حق ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۴ ص ۴۱۶)

(۳) کسی شخص کی رضامندی کے بغیر اس کے مال پر اس طرح مسلط ہو جانا کہ مالک کا قبضہ زائل ہو جائے یا وہ اس پر قابض نہ ہو سکے ''غصب'' کہلاتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۵ ص ۱۱۹)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۶۶)

شجرۂ مغصوبہ کا پھل

سوال...... ایک درخت ایک شخص کا ہے دوسرے نے اس زمین کو اپنی کاشت کاری بنوالیا وہ درخت بھی حکومتی قانون سے کاشتکار کا ہو گیا تو کیا کاشتکار غاصب کو درخت کا پھل وغیرہ کھانا جائز ہو سکتا ہے؟

جواب...... جبکہ وہ زمین اس کاشتکار کی نہیں ہے تو وہ زمین بھی غصب ہے اور درخت بھی غصب ہے دونوں سے انتفاع ناجائز ہے غلط کارروائی سے ملک ثابت نہیں ہوتی (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ ص ۲۷۰)

''اصل مالک کی ملک ہے مالک کو واپس کرنا واجب ہے'' م'ع

غصب اور ضمان

بصورت ہلاک مغصوب وجوب ضمان کی تفصیل

سوال...... جب کوئی کسی سے کوئی چیز غصب کرے اور وہ مغصوب چیز غاصب سے گم ہو جائے تو ضمان ادا کرتے وقت کون سی قیمت کا اعتبار ہوگا؟

جواب...... اگر شئی مغصوب مثلی ہے تو اس کا مثل واجب ہے اگر مثل بازار سے منقطع ہو گیا ہو تو یوم

انقطاع کی قیمت لگائی جائیگی اور اگر مغصوب قیمتی ہے تو یوم غصب کی قیمت واجب ہے۔
(احسن الفتاویٰ ۷ ص ۳۴۹)

غاصب پر منافع کے ضمان کا حکم

سوال...... کچھ زمینیں اور دکانیں کرائے پر چلتی ہیں کسی شخص نے ان پر غاصبانہ قبضہ کر کے منافع حاصل کیا تو اس پر منافع کا ضمان لازم ہوگا یا نہیں؟

جواب...... اجر مثل لازم ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۶۴)

مغصوبہ زمین کی واپسی کے بعد حاصل کردہ منافع کا حکم

سوال...... زید نے بکر کی زمین غصب کر لی اور اس سے دس سال تک پیداوار حاصل کرتا رہا جس کا ایک مخصوص حصہ مساجد اور دیگر رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کرتا رہا اور کچھ حصہ پیداوار کا اپنے استعمال میں لاتا رہا کافی کوشش کے بعد بکر نے اپنی غصب کی ہوئی اپنی زمین زید سے واپس لے لی تو کیا بکر زید سے رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کی ہوئی رقم کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... شرعاً کسی کا مال غصب کرنا اور اس سے انتفاع حاصل کرنا حرام ہے زمانہ غصب میں جو کچھ بھی مغصوبہ سے حاصل ہوا ہو وہ مغصوب عنہ کا حق ہے بنابریں بکر اپنی مغصوبہ زمین کی جملہ پیداوار کا مطالبہ کر سکتا ہے اسی طرح مغصوبہ زمین کی بازیابی کے بعد مساجد اور دیگر رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کی ہوئی رقم کی واپسی کا بھی مطالبہ کر سکتا ہے مگر علاقے کے عرف کے مطابق غاصب کو اجر مزارعت دینا لازم ہوگا۔

وفی الهندیة: وسُئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزة عمن زرع ارض انسان ببذرنفسه بغیراذن صاحب الارض هل لصاحب الارض ان یطالبه بحصة الارض قال نعم ان جری العرف فی تلک القریة انهم یزرعون الارض بثلث الخارج اوربعه اونصفه اوبشئی مقدر شائع یجب ذلک القدرالذی جری به العرف (الفتاویٰ الهندیة ج۵ ص۱۴۴ الباب العاشرفی زراعة الارض المغصوبه) قال العلامة ابن عابدین رحمه الله:فالحاصل ان من زرع ارض غیره بلااذنه ولوعلی وجه الغصب فان کانت الارض ملکاً واعدها ربها للزراعة اعتبرالعرف فی الحصة ان کان ثمة عرف والافان اعدهاللایجار فالخارج کله

للزارع وعليه اجر مثلها لربها والافان انتقصت فعليه النقصان والافلاشي ء عليه (تنقيح الحامدية ج۲ ص۱۷۲ كتاب الغصب)ومثله في الفتاوىٰ الكاملية ص۲۰۹ كتاب الغصب (فتاوىٰ حقانيه ج۶ ص۳۹۵)

حاکم کا کسی چیز کو کسی سے زبردستی لے کر کسی کو بخش دینا

سوال......اگر اس زمانے میں حاکم وقت کسی کو کوئی شے کسی کی خود غصب کر کے دے دے تو یہ شی مغصوبہ بلا رضامندی مالک کے درست ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب......اگر ظلماً دلاوے تو حرام ہے اور جو اولاً خود غصب کر لیا حاکم کافر نے اور پھر بعد میں اپنی ملک سے دوسرے کو دیا تو مباح ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۵۳۱)

نابالغی میں غصب کے ضمان کا حکم

سوال......زید بچپن میں لوگوں کے باغ سے بلا اجازت کبھی کبھی میوہ کھالیتا تھا بچپن میں اگرچہ مکلف نہ تھا لیکن بعد میں بلوغ باغ کے مالک سے معاف کرالینا واجب ہے یا نہیں؟ باغ ایسا تھا کہ اہتمام سے اس کی حفاظت نہیں ہوتی تھی کیونکہ باغ والے کو اس سے کوئی نفع نہ تھا لیکن جب کبھی کسی کو باغ میں دیکھتا تھا منع کرتا تھا۔

جواب......صورت مسئولہ میں ضمان تو لازم ہوا مگر بطور خطاب تکلیف کے نہیں بلکہ بطور خطاب وضع کے یعنی اتلاف کے وقت اگر اس صبی کی ملک میں کچھ مال ہوتا تو اس میں سے اس تلف شدہ چیز کا ضمان دینا ولی پر واجب تھا اور اگر ولی نہ دیتا اور اسی حالت میں وہ بالغ ہو جاتا اور وہ مال بھی جس سے ضمان کا تعلق ہو گیا تھا باقی رہتا تو اس پر بالغ ہونے کے بعد اس ضمان کا ادا کرنا واجب ہوتا کیونکہ اس مال کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو گیا ہے اور ادا نہ کرنے سے عاصی اور اگر اس وقت مال نہ تھا یا وہ مال قبل بلوغ کے ہلاک ہو گیا تو اس کے ذمے اس تلف شدہ چیز کا کوئی مواخذہ نہیں اور قرض میں جو ایک قول عدم ضمان حالاً و مالاً کا ہے اس پر اس کو قیاس نہ کیا جائے کیونکہ اقراض (قرض دینے) میں مالک کی طرف سے تسلیط پائی گئی تھی اور یہاں نہیں پائی گئی لیکن سائل کو چاہئے کہ دوسرے علماء سے بھی تحقیق کرے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۴۷)

صورت مسئولہ میں ضامن کون ہے؟

سوال......زید کی بلا اجازت بکر نے زید کے نام کی وی پی وصول کر لی پھر بکر نے وہ پارسل

زید کی عدم موجودگی میں اس کی جائے قیام پر پہنچادیا جس کو خالد نے رکھ لیا کچھ دیر بعد ایک شخص نے آ کر خالد سے کہا کہ زید بکر کی دکان میں بیٹھا ہوا ہے اور پارسل منگا تا ہے اس لئے بکر نے مجھے بھیجا ہے خالد نے سمجھا کہ یہ شخص بکر کا ملازم ہے بکر نے زید سے کہا ہوگا کہ میں نے تمہارا پارسل چھڑایا ہے اس لئے زید نے پارسل کھول کر پارسل کی چیزیں بکر کو دکھانے کے لئے منگایا ہوگا لیکن چونکہ خالد بکر کو پہچانتا نہ تھا اس لئے احتیاطاً وہ خود پارسل لے کر اس شخص کے ساتھ ہوگیا پھر کچھ دور کے بعد اس شخص کو دے دیا کچھ دیر دونوں ساتھ رہے مگر جب از دحام والی سڑک پر پہنچے تو وہ شخص اسی بھیڑ میں نظروں سے غائب ہوگیا خالد نے بکر کی دکان پر پہنچنے کے بعد پوچھا تو معلوم ہوا کہ کوئی پارسل لے کر نہیں آیا تو کیا خالد کو اب اس کا ضمان دینا ہوگا؟

جواب۔تجار سے تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ وی پی کے ضائع ہونے کی صورت میں عرفاً مرسل الیہ سے قیمت کا مطالبہ نہیں کیا جاتا اگر یہ صحیح ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عملہ ڈاک کا بائع کا وکیل ہوتا ہے اور ثبوت بیع کا وصول کے وقت بطور تعاطی کے ہوتا ہے۔

اس مقدمے کے بعد جواب مسئلے کا ظاہر ہے کہ زید نے جب نہ وصول کیا نہ وصول کو جائز رکھا تو یہ بیع زید کے ہاتھ نہیں بلکہ یہ پارسل بکر کے ہاتھ میں مرسل کی امانت رہی جو اس کے پاس سے خالد کے پاس چلی گئی آگے خالد کی بے احتیاطی سے ضائع ہوگئی ہیں پس اصل ضمان اس کا بکر کے ذمے ہے جو کہ قیمت ادا کرنے سے بائع کے پاس پہنچ گیا اب بکر اس ضمان کو خالد سے وصول کرے گا البتہ اگر اس پارسل کی قیمت مع خرچہ کے اس مقام پر وی پی کی رقم سے کم ہو تو یہی مقدار خالد کے ذمے ہوگی اب خالد اس زید کا امین ہوگا اور خالد سے زید ضمان لے گا۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۰)

بلا کرایہ سفر کرنے پر ذمہ سے فارغ ہونے کا طریقہ

سوال......میں دو تین بار کراچی سے پشاور تک ریل میں بغیر ٹکٹ کے آیا ہوں اس وقت مجھے کوئی خیال نہیں تھا کہ میں یہ کام جائز کر رہا ہوں اب میں چاہتا ہوں کہ اس حق غیر سے کسی طرح اپنا ذمہ فارغ کرسکوں مہربانی فرما کر اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں؟

جواب......بس یا ریل میں بغیر کرایہ ادا کئے سفر کرنا جائز نہیں کرایہ کے پیسے ادا کرنا واجب ہے اور اگر کبھی بغیر کرایہ کے سفر کیا گیا تو اس کی ادائیگی اور ذمہ سے فارغ ہونے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس ادارے سے اتنی مسافت کا ٹکٹ خرید کر استعمال میں لائے بغیر اسے ضائع کر دیا جائے تو اس سے حق ادا ہو جائے گا جہاں تک آپ کے مسئلہ کا تعلق ہے تو آپ اس طرح کریں کہ

جتنی بار آپ کراچی سے پشاور بغیر کرایہ ادا کئے آئے ہیں اتنی دفعہ کرایہ کا حساب کر کے اتنی مالیت کی ٹکٹ خرید کر اسے ضائع کر دیں اس طرح آپ کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

لماقال العلامة اشرف علی تھانویؒ:

جواب...... زید کو یہ دیکھنا چاہئے کہ میرے ذمہ کتنا کرایہ واجب ہے اسی قدر داموں کا ایک ٹکٹ اسی ریلوے کا خرید کر اس ٹکٹ کو ضائع کرے اس سے کام نہ لے حق واجب کمپنی کا ادا ہو جاوے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۴۶ کتاب الغصب) (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۳۹۶)

ظلماً ٹیکس وصول کرنا

سوال...... علاقہ پونیاں میں راجہ رہتا ہے بطور حاکم فیصلے کا نظم و نسق اس کے ہاتھ میں تھا اور زمین دار لوگ باری باری جا کر اس کی خدمت کرتے تھے تنگ آ کر لوگوں نے کہا کہ خدمت لینا معاف کر دیں ہم آپ کو کچھ مال سالانہ دیں گے اس نے قبول کر لیا اب ہر زمین دار پر غلہ مقرر ہے لوگوں کا خیال ہے کہ جو چیز غلے کی صورت میں راجہ ہم سے وصول کرتا ہے وہ ناجائز ہے کیونکہ ہماری طاقت سے زائد ہے لہٰذا جو غلہ وہ لیتا ہے وہ حرام ہے اور جو ان سے خریدے گا وہ بھی حرام ہے آیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... راجہ کا وہاں کے باشندوں سے غلہ لینا جائز نہیں اور نہ ہی لینے کے بعد وہ مالک ہوتا ہے یہ غلہ مال مغصوب شمار ہوگا جسکا لوٹانا واجب ہے اسکی خرید و فروخت دونوں ناجائز ہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۴۹)

دوسرے کا مال تلف کرنیکی صورت میں ضمان میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال...... زید اور خالد کے درمیان جھگڑا ہوا' زید کے منہ پر طمانچہ لگ گیا اب خالد اس معاملے کو صدر کے پاس لے کر گیا۔ تو زید نے خالد کی غیر موجودگی میں اس کا سامان توڑ پھوڑ دیا۔ اب خالد زید سے اپنے سامان کا تاوان چاہتا ہے اور نقصان کی فہرست خریدی ہوئی قیمت لگا کر پیش کرتا ہے۔ آیا یہ تاوان لینا جائز ہے یا نہیں اور قیمت کونسی معتبر ہوگی؟

جواب...... اگر زید نے خالد کی مملوکہ اشیاء پر بلاوجہ معقول تعدی کی ہے اور توڑ پھوڑ دیا ہے تو زید پر تاوان لازم ہوگا۔ اور خالد اس تاوان کو وصول کرنے میں حق بجانب ہے۔

رہا قیمت کا اختلاف تو ان اشیاء کی موجودہ حیثیت میں ان کی بازاری قیمت دلوائی جائے

گی۔ یعنی توڑتے وقت جو موجودہ حیثیت تھی اس کے لحاظ سے بازار میں ان کی جو قیمت لگ سکتی ہے وہ دلوائی جائے گی۔ قیمت کا اندازہ کرنے کیلئے دو مبصر مقرر کئے جائیں۔ انکے اندازے کے مطابق ضمان کی مقدار معین کی جائے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۱۷۴)

پرنالہ بند کرنے کا مسئلہ

سوال...... ایک صاحب کے مکان کے عقب (پچھواڑے) میں میری مملوکہ زمین ہے اب میں اس پر مکان بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر مسئلہ یہ ہے کہ اس شخص کے مکان کا پرنالہ میری زمین کی طرف ہے میں نے اس کو پرنالہ بند کرنے کا کہا تو اس نے انکار کر دیا اور اصلاحی جرگہ میں میرے خلاف شکایت کردی اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا مجھے شرعاً اس کا پرنالہ بند کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر یہ جگہ واقعی آپ کی ملکیت ہے اور پرنالے کا پانی آپ ہی کی مملوکہ زمین پر گرتا ہو تو آپ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ آپ اس پرنالہ کو بند کردیں اور اگر پرنالہ کا پانی گرنے کی جگہ صاحب مکان کی ملکیت ہو تو پھر آپ کو پرنالہ بند کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

لماقال العلامة المرغینانیؒ: ومن اشتری بیتاً فی دار ومنزلاً اومسکناً لم یکن له طریق الاان یشتریه بکل حق هوله المرافقه اوبکل قلیل وکثیر وکذالشرب والمسیل (الهدایه جلد۳ ص ۸۸ کتاب البیوع' باب الحقوق)

لماقال الشیخ مولانااشرف علی تھانویؒ: میل یعنی پرنالہ وبدرو وغیرہ نکالنا حقوق ملک سے ہے جو شخص اس جگہ کا مالک ہے اکو ہر طرح تصرف کا حق پہنچتا ہے پس یہ شخص جو حق پرنالہ ہمسایہ کو زائل کرنا چاہتا ہے اگر وہ پرنالہ گرنے کی جگہ اس شخص کی مملوک ہے اور اب تک بطور تبرع واحسان ورعایت ہمسایہ کو پانی ڈالنے کی اجازت دے رکھی تھی اور اب زائل کرنا چاہتا ہے اور پرنالہ بند کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے اپنی ملک کا اختیار ہے اور اگر یہ جگہ ہمسایہ کی مملوک ہے تو اس شخص کو اس کا پرنالہ بند کرنا جائز نہیں کہ یہ غصب ہے۔ امداد الفتاویٰ جلد۳ ص ۴۴۵ کتاب الغصب (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص ۳۹۷)

دوسرے کی زمین سے پانی یا مٹی لینا

سوال...... جو تالاب کہ جنگل میں خود بخود ہو جاتے ہیں ان میں پانی بارش کا جو جمع ہو جاتا ہے وہ بغیر مالک کی اجازت کے کھیت کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مالک کی اجازت کے بغیر اس کی مٹی لانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... بغیر مالک کی اجازت کے بغیر کھیت کو پانی دینا یا مٹی لانا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۲)

مچھلی پکڑنے والوں سے دریا کے مالک کا مچھلیاں لینا

سوال...... ماہی گیر جو مچھلی دریا سے پکڑتے ہیں مالک دریا ان سے کسی قدر مچھلیاں لے لیتا ہے کہ ہماری دریا سے پکڑی ہے یہ لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب...... مالک دریا کا مالک مچھلیوں کا نہیں ہے اور اسکو لینا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۳۱)

مالک کو اطلاع کئے بغیر ادا حق سے برأت کا حکم

سوال...... زید بکر کے ہاں محنت مزدوری کرتا ہے اس دوران اس نے بکر کی ایک قیمتی گھڑی چرالی زید اب اپنے اس فعل پر نادم ہے اور بکر بھی زندہ ہے لیکن واپس کرنے میں اگر بکر کو پتہ چل گیا تو زید کو خدشہ ہے کہ وہ میری بے عزتی کرے گا اب زید کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ بے عزتی بھی نہ ہو اور آخرت کے مواخذہ سے بچ سکے؟

جواب...... کسی مسلمان کا مال اسکی اجازت کے بغیر لینا یا اسکی چوری کرنا حرام اور ناجائز ہے اور اصل مالک کو واپس کرنا واجب ہے اس لئے زید کو ہر حال میں گھڑی واپس کر دینی چاہئے اور اگر ظاہراً واپس کرنے میں بے عزتی کا خطرہ ہو تو کسی خفیہ تدبیر سے پہنچا دی جائے مالک کو اطلاع دینا ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله ويبراء بردها)اى ردالعين المغصوبة الى المغصوب منه' (ردالمختار ج۶ ص ۱۸۲ كتاب الغصب' مطلب في ردالمغصوب......الخ) قال العلامة قاضيخانؒ :غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردهافي كيسه وهولايعلم يبرأ (فتاوىٰ خانيه على هامش الهندية ج۶ ص ۱۷۹ جنس آخر في المتصرفات' ومثله في مجلة الاحكام لرستم باز'المادة ۸۹۲'ص ۴۹۲ (فتاوىٰ حقانيه ج۶ ص ۳۹۳)

کتاب الختان

ختنہ کے بعض مسئلے

بلوغ کے بعد ختنہ کرانے کا حکم

سوال...... اگر کوئی لڑکا سن بلوغ کو پہنچ جائے اور سنت نہ ہوئی ہو تو اس کی سنت کرنی چاہئے

یانہیں؟ چونکہ پردہ فرض ہے؟

جواب......اس کی ختنہ کرانی چاہئے کیونکہ ختنہ شعار اسلام اور خصائص اسلام میں سے ہے اور قابلہ اور طبیب اور ختنہ کرنے والے کو بقدر ضرورت نظر کرنا اور دیکھنا جائز ہے۔
(کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۴) (امداد المفتیین ص ۹۷۰)

☆ نومسلم کا ختنہ کرادینا بہتر ہے

سوال۔ایک بالغ ہندو مسلمان ہو کر ختنہ کرانا چاہتا ہے اس کا ختنہ کرانا جائز ہے یانہیں؟

جواب۔اگر بالغ غیر مسلم ہو جائے تو اس کا ختنہ کرادینا بہتر ہے کہ اس سے خوف ارتداد نہیں رہتا یا کم ہو جاتا ہے۔کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۴۔

غیر مسلم سے ختنہ کرانا

سوال......غیر مسلم ڈاکٹر (سکھ یا ہندو) سے لڑکے کی ختنہ کرانی جائز ہے یانہیں؟

جواب......واقف کار غیر مسلم ڈاکٹر سے ختنہ کرانا جائز ہے۔(کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۶)

عناداً ختنہ نہ کرانے والے کو مجبور کرنا

سوال......بے ختنہ مسلمان کا نکاح اگر جائز ہے تو غفلتی لوگ ختنہ سے بے پرواہ ہو جائیں گے۔

جواب......اتفاقی طور پر کوئی مسلمان غیر مختون رہ جائے تو اس کیلئے ختنہ کی اتنی سختی برتنا مناسب نہیں ہاں اگر کوئی عناداً ختنہ نہ کرائے تو اسکو ختنہ کیلئے مجبور کرنے میں مضائقہ نہیں۔(کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۴)

غیر مختون اور اس کی اولاد کے نکاح کا حکم

سوال......ا۔بے ختنہ بالغ مسلمان کا نکاح جائز ہے یانہیں؟

۲۔بے ختنہ بالغ مسلمان کی اولاد سے باختنہ بالغ مسلمان کی اولاد کا نکاح درست ہے یانہیں؟

جواب......ا۔بے ختنہ مسلمان کا نکاح جائز ہے۔

۲۔بے ختنہ مسلمان کی اولاد کا نکاح ختنہ والے مسلمان کی اولاد کیساتھ جائز ہے۔
(کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۴)

صبی مجنون کا ختنہ سنت ہے یانہیں

سوال......ختان صبی مجنون سنت است یانہ این مسئلہ واقع شدہ اگر بجلدی جواب ارسال

شودنہایت عنایت باشد باید کہ حوالہ کتاب وعبارت کتاب نوشتہ کنید کہ تسلی خاطر ماخوب تر گردد۔

جواب.....في الهندية: وللاب ان يختن ولده الصغير ويحجمه ويداويه وكذا وصي الاب وليس لولي الخال والعم ان يفعل ذلك الاان يكون في عياله فان مات فلاضمان عليه استحساناو كذلك ان فعلت الام ذلك كذافي السراج الوهاج (ج ۶ ص ۳۷)

وذكر الاصوليون ان المجنون كالصبي في احكامه

باپ دادااور ماں کوصغیر کی ختنہ کرنے کا حق ہے اور جنون عذر مسقط ختان نہیں ہے اگر ختنہ کرنا اور مختون کی حفاظت کرنا دشوار نہ ہواور اگر جنون کی وجہ سے ختنہ کرنا ہی دشوار ہو یا اس کی حفاظت کرنا دشوار ہوتو اس عذر سے ختان ساقط ہو جائے گا اور جواب قواعد سے لکھا گیا ہے جزئیہ نہیں ملا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم (امداد الاحکام ج ۴ ص ۲۵۴)

کیا بے ختنہ آدمی ناپاک رہتا ہے

سوال.....سنا گیا ہے کہ بے ختنہ بالغ مسلمان کی پیشاب کی پاکی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے اس کی نماز بھی درست نہیں ہوتی۔

جواب..... بے ختنہ مسلمان کے ناپاک رہنے کا شبہ ضرور رہتا ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ وہ پاک ہو ہی نہیں سکتا اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ غیر مختون ہمیشہ بے نماز ہی رہتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۴)

ختنہ نہ کرانے والے سے قطع تعلق کرنا

سوال.....ایک شخص اپنے لڑکوں کی ختنہ نہیں کراتا اور اس بات سے انکار بھی کرتا ہے اور اس کے چار لڑکے ہیں ایک کی عمر تیئیس سال دوسرے کی چھبیس سال، تیسرے کی انیس سال، چوتھے کی تیرہ سال ہے مگر اس نے کسی کی ختنہ نہیں کرائی کیا لوگ اس سے قطع کر سکتے ہیں؟

جواب.....ختنہ سنت ہے مگر مسلمانوں کے لئے اسلامی شعار ہے یہ شخص کسی وجہ سے ختنہ نہیں کراتا چار بچوں کا ختنہ نہ کرانا بظاہر کسی عذر پر مبنی نہیں ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے مجبور کریں اور نہ مانے تو اس کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ سمجھائیں یہاں تک کہ وہ اپنی ضد سے باز آ جائیں اگر مناسب حد تک اس کے ساتھ سختی بھی کی جائے تو مضائقہ نہیں سختی سے صرف یہ مراد ہے کہ مسلمان اس کو اپنی تقریبات شادی وغمی میں شرکت کی دعوت نہ دیں اس کے یہاں تقریبات میں شریک نہ ہوں۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۶)

ختنہ کرنے سے اگر حشفہ کی کھال پوری نہ اترے تو دوبارہ ختنہ ضروری ہے یا نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا لیکن پوری سپاری تک چمڑا نہیں کاٹا گیا نصف تک تخمیناً حشفہ ظاہر ہوتا ہے تو اس میں دوبارہ ختنہ کرانا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب...... **قال فی العالمگیریة: غلام ختن فلم تقطع الجلدة کلهافان قطع اکثر من النصف یکون ختانا وان کان نصفاً اودونه فلا" کذا فی خزانه المفتین اختن الصبی ثم طال جلدته ان صار بحال بستر حشفته یقطع والافلا" کذا فی المحیط (ج۲' ۲۳۷)**

صورت مسئولہ میں یہ دیکھا جاوے کہ جتنی کھال ختنہ میں قطع کی جاتی ہے وہ نصف سے زائد قطع ہوچکی ہے یا نہیں اگر نصف سے زائد قطع ہوچکی ہے تو دوبارہ ختنہ کی ضرورت نہیں **لان الحشفة غیر مستورة بل الظاهرة کمافی السوال** اوراگر نصف سے کم یا نصف کھال قطع ہوئی ہے تو دوبارہ ختنہ کی ضرورت ہے بشرطیکہ بچہ کو زیادہ تکلیف نا قابل برداشت نہ ہوا گر اس تھوڑی سی کھال کے کھینچنے اور دراز کرنے میں تکلیف زائد ہو جو نا قابل برداشت ہو تو بچہ کو ایسی تکلیف دینے کی ضرورت نہیں بلکہ معتبر دیندار حجاموں کو دکھایا جائے اگر وہ یہ کہیں کہ اس کی ختنہ دوبارہ دشوار ہے اور تکلیف سخت ہوگی تو اس کی دوبارہ ختنہ نہ کی جاوے۔

قال فی العالمگیریة: وفی صلاة النوازل الصبی اذالم یختن ولایمکن ان یمدجلدته لیقطع الابشدید وحشفته ظاهرة اذارآه انسان یراه کانه اختن ینظر الیه الثقات واهل البصرمن الحجامین فان قالواهوعلی خلاف مایمکن الاختتان فانه لایشددعلیه ویترک کذافی الذخیرة (ج۲. ص۲۳۷) (امدادالاحکام ج۴ ص ۲۵۳)

ختنہ کی دعوت میں شریک ہونا

سوال...... میرا نواسہ ہے اس کی ختنہ ہوگئی ہے اسکے دادا کہتے ہیں کہ میں اس کا کھانا کروں گا اس میں اگر مجھے بلایا جائے تو میں شریک ہو جاؤں یا نہیں؟

جواب...... ختنے کی تقریب میں شریک ہونا اور کھانے میں شریک ہونا فی حد ذاتہ جائز ہے بشرطیکہ ریاوشہرت کیلئے یہ کام نہ ہو اور قرض لیکر یہ کام نہ کیا جائے اور کوئی کام ناجائز مثلاً گانا بجانا نہ ہو۔

(کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۹۵)

عورتوں کی ختنہ کا کیا حکم ہے؟

سوال..... زید کہتا ہے کہ عورتوں کی ختنہ ہونا چاہئے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

جواب..... عورتوں کا ختنہ جس کو عربی میں خفاض کہتے ہیں عرب میں اس کا رواج تھا اور ایک حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے کہ ایک عورت سے جو عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس میں مبالغہ نہ کیا کرو بلکہ بہت تھوڑی سی مقدار قطع کیا کرو کہ اس میں مرد اور عورت دونوں کا فائدہ ہے عورتوں کے ختنے کو بعض فقہاء نے سنت اور بعض نے مکرمت یعنی ایک اچھی اور شرافت کی بات بتایا ہے لیکن یہ سنت مؤکدہ اور ضروری نہیں اگر کیا جائے تو اچھا ہے نہ کیا جائے تو کوئی شرعی الزام اور مواخذہ نہیں بخلاف لڑکوں کے ختنے کے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے۔ (کفایت المفتی ج۲ص۲۹۴)

ختنہ میں دعوت نہ کرنے سے مقاطعہ کرنا

سوال..... اگر کوئی شخص اپنے لڑکے کے ختنہ میں کسی کو دعوت نہ دے نہ کھانا کھلائے تو کیا حکم ہے؟ ایک شخص نے ایسا کیا تو لوگوں نے اس کا بائیکاٹ کر دیا پھر اس نے قربانی کی تو گوشت لینے سے انکار کر دیا اور دوسرے لوگوں کو بھی روکا کیونکہ ختنہ کی تقریب میں دعوت نہ کی تھی۔

جواب..... ختنہ کی تقریب میں دعوت دینا لازم نہیں ہے اگر کسی کو وسعت ہو اور وہ اپنی خوشی سے دعوت دیدے تو اسے اختیار ہے لیکن لوگوں کو اس سے زبردستی دعوت لینے کا کوئی حق نہیں ہے اور دعوت نہ دینے کی وجہ سے اسکا بائیکاٹ کرنا اور قربانی کا گوشت نہ لینا اور دوسرے کو بھی لینے سے باز رکھنا یہ سب ناجائز باتیں ہیں یہ لوگ شریعت سے ناواقف ہیں انکو نرمی سے واقف کرانا چاہئے۔ (کفایت المفتی ج۲ص۲۹۳)

احکام المزارعۃ والمساقاۃ

بٹائی اور سینچائی

کتاب المزارعت

(مزارعت کے احکام ومسائل)

مزارعت کی چند صورتیں

سوال..... ہمارے معاشرہ میں علاقائی سطح پر مزارعت کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں بعض علاقوں میں مالک زمین کو تخم کھیتی باڑی یا دوسرے اخراجات کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے کیا شرعی نقطۂ نظر سے مالک زمین پر یہ ذمہ داری عائد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... مزارعت کا معاملہ ظاہر الروایۃ کی رو سے تین صورتوں میں جائز ہے۔

(۱) زمین اور تخم ایک طرف سے ہو اور بیل وعمل (محنت) دوسری طرف ہے۔

(۲) زمین ایک طرف سے اور عمل وگائے وتخم دوسری طرف سے۔

(۳) زمین، بیل اور تخم ایک طرف سے اور عمل (محنت) دوسری طرف سے۔

ان جملہ تین صورتوں میں مزارعت کا معاملہ شرعاً جائز ہے۔

لماقال العلامة ابوالحسين احمدبن محمدالبغدادی القدوریؒ : اذاكانت الارض والبذر لواحدوالعمل والبقرلواحد جازت المزارعة وان كانت الارض لواحد والعمل والبقروالبذر لآخرجازت المزارعة وان كانت الارض والبذر والبقر لواحد والعمل لآخر جازت (مختصر القدوری ص ۲۰۸ کتاب المزارعت)

قال العلامةعلاؤ الدين الحصكفي رحمه الله: (وكذا) صحت ولو كان الارض والبذر لذيد والبقر والعمل للآخر) والارض له والباقي للآخر (اوالعمل له والباقي للآخر) فهذه الثلاثة جائزة (الدر المختار علی صدر ردالمختار ج ۶ ص ۲۷۸ کتاب المزارعۃ)

ومثله فی الهداية ج ۴ ص ۴۲۴ كتاب المزارعة (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۴۳۱)

مزارعت اور مساقات کی تعریف اور ہر دو کی شرطیں

سوال..... مزارعت اور مساقات کی تعریف اور ہر دو کی قیود و شرائط بھی تحریر ہوں؟

جواب..... مزارعت کے لغوی معنی باہم کھیتی کرنا اور شرعاً کھیتی کی پیداوار کے ذریعہ معاملہ کرنا فی التنویر وشرحه(هی) لغة مفاعلة من الزرع وشرعاً(عقد علی الزرع ببعض الخارج) اور مزارعت کے صحیح ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔

۱۔ زمین کا کاشت کی صلاحیت رکھنا ۲۔ باہم معاملہ کرنے والوں کا اہل ہونا ۳۔ مدت کا ذکر کر دینا ۴۔ بیج کے مالک کا ذکر کر دینا ۵۔ بیج کی جنس کا ذکر کر دینا ۶۔ عامل کے حصہ کا ذکر کر دینا ۷۔ اور زمین اور عامل کے درمیان خالی کرنے کی شرط لگانا ۸۔ پیداوار میں شرکت کی شرط کرنا ان شروط کا تنویر اور اس کی شرح میں ذکر کیا ہے۔ ونصه(تصح بشروط) ثمانیة (صلاحیة الارض للزرع واهلیة العاقدین وذکرالمدة) (و)ذکر (رب البذر) (و) ذکر (جنسه) (و) ذکر (قسط) العامل (الآخر) (وبشرط التخلیة بین الارض والعامل و)بشرط الشرکة فی الخارج ج۵ص۱۷۵۴)

اور مساقات کے معنی درخت دینے کا معاملہ کرنا ایسے آدمی کے ساتھ جو اس کی اصلاح کرتا رہے اور اس کا حصہ بھی متعین کر دیا جائے اور جو شرطیں مزارعت میں بیان ہوئیں وہی اس میں بھی ملحوظ رہیں البتہ چار چیزیں یہاں ضروری نہیں۔

۱۔ جب عاقدین میں سے کوئی ایک منع کرے تو اس کو مجبور کیا جائے گا۔

۲۔ جب مدت پوری ہو جائے تو بغیر اجر کے چھوڑ دیا جائے گا۔

۳۔ اور اگر کھجور میں کسی دوسرے کا حق ثابت ہو جائے تو عامل اجر مثل کا مستحق ہوگا۔

۴۔ مدت کا بیان ہونا مساقات میں شرط نہیں ہے۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

مزارعت کی دو صورتوں کا حکم

سوال.....۱۔ عمر نے زید کو کچھ اراضی اس شرط پر دی کہ جو اس کی پیداوار ہوگی نصف میری ہوگی نصف تیری' اور اس کے علاوہ کچھ اراضی اس شرط پر دی کہ جو اس کی پیداوار ہوگی وہ تمام میں لوں گا یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... نصف نصف کی شرط جائز ہے اور یہ شرط کہ جو اس کی پیداوار ہوگی وہ تمام میں

لوں گا یہ معاملہ صحیح نہیں آخر زید جو کاشت کرے گا وہ کس لئے یا اس کو پیداوار میں سے کچھ ملنا چاہئے یا اس کو عمل کاشت کی اجرت دی جائے۔ البتہ اگر زید اپنی زمین کے ساتھ اس کی زمین بھی کاشت کردے اور اس پر احسان کرے تو اس میں مضائقہ نہیں لیکن اس پر کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا۔

کیا مزارعت کی مندرجہ ذیل صورتیں جائز ہیں

سوال......اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

(۱) زمین کاشت کیلئے مزارع کو مٹے پر دینا جائز ہے یا کہ محصول پر؟ پوری تفصیل سے آگاہ کردیجئے۔

(۲) ہمارے علاقہ میں ایک قلعہ کا مٹہ ۲ من یا ڈھائی من مالک کو ڈھیری پر دیا جاتا ہے جائز ہے یا ناجائز۔

(۳) یا ایک چاہ کی زمین کاشت کے واسطے مزارع کو مٹہ پر دے دی جس کا مٹہ مثلاً ۳۰ من مقرر ہوا تو باقی ہر ایک فصل مزارع اپنی مرضی سے کاشت کرسکتا ہے اس میں مالک زمین کا کوئی حق نہیں ہوتا تو وہ صرف تیس من گندم کا حقدار ہوتا ہے کیا یہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

جواب...... (۱) دونوں طرح جائز ہے لیکن طریقہ مزارعت کا یہ ہو کہ جو پیداوار ہو اس میں نصف یا ثلث مثلاً مالک کو ملے اور باقی مزارع کو گویا مالک اور مزارع کے حصص متعین ہوں۔

(۲) اس طرح جائز نہیں کہ مالک کو ۲ من مثلاً دیئے جائیں اور باقی مزارع کے اس طرح تو ممکن ہے کہ فصل خراب ہو اور صرف دو من کی پیداوار ہو تو مزارع کو کیا ملا۔

(۳) نیز نمبر ۳ بھی جائز نہیں جواز کیلئے ضروری ہے کہ ایک ایک دانہ میں دونوں اپنے اپنے حصص کے مطابق شریک ہوں کوئی خاص فتویٰ ایک کیلئے مقرر نہ ہو۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص ۵۰۴)

سوال......۲۔ عمر نے زید کو اراضی سالانہ روپیہ مقرر کر کے کاشت پر دی مگر وقت مقررہ پر زید نے روپیہ ادا نہیں کیا یا تو زید نے اپنی ضروریات میں صرف کرلیا یا فصل کی کمی ہوگئی اور موجودہ جو قانون ہیں اسکے ماتحت عمر روپیہ وصول نہیں کرسکتا۔ فرمائیے کہ زید روپیہ ادا کرے کہ نہیں؟ کیا حکم ہے؟

جواب......زید کے ذمے شرعاً روپیہ ادا کرنا واجب ہے لیکن جس صورت میں کہ فصل کم ہوئی اگر اصل روپیہ کا مستحق کچھ روپے میں تخفیف کردے تو یہ مروت کی بات ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۶ ص ۳۱۵)

بٹائی پر درخت لگوانا

سوال......زمیندار نے اپنی زمین کاشت کاری کیلئے کسان کو دیدی اس زمین میں کچھ درخت زمین دار لگوانا چاہتا ہے اگر چوتھا یا پانچواں حصہ درختوں اور پھلوں کا مقرر کردیا جائے تو یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

جواب.....درست ہے اگر کوئی مدت متعین کر دے ورنہ درست نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۴)

زمین اور درخت وغیرہ بٹائی پر دینا جائز ہے

سوال.....قابضان اراضی جو کھیت کو خود جوت کر اور تخم ریزی کر کے کسی غیر شخص کو رکھوال اور حفاظت کے لئے دیتے ہیں اور حفاظت کنندہ کو بہ حساب پیداوار کچھ حصہ طے کر دیتے ہیں اور درختوں میں ایسی شکل کا کیا حکم ہے؟

جواب.....صورت مذکورہ اراضی زراعت اور درختوں میں جائز ہے بشرطیکہ کھیتی پکنے اور پھل کی بڑھوتری بند ہونے سے پہلے پہلے معاملہ کر لیا جائے اس کے بعد معاملہ مذکور درست نہ ہوگا۔ (امداد المفتیین ج ۳ ص ۵۲۰)

پھلوں کے باغ کو خاص رقم پر مزارع کو دینا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) کہ ایک شخص نے اپنا باغیچہ حصہ پر دے دیا اپنے مزارع کو یا کسی شخص کو یعنی چوتھائی وغیرہ پر اور اس نے یہ بات طے کر لی کہ جب پھل پک جائے گا اس وقت باغیچہ فروخت کریں گے اتنے تک اس باغیچہ کی دیکھ بھال اور رکھوالی میرے ذمہ ہے جس وقت باغیچہ فروخت ہو جائے گا تو کل رقم کا ایک حصہ تجھے اور دو حصے میں لوں گا ایسا کرنا درست ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی زمین کا ٹھیکہ کر لیا مثلاً دس بیگھے زمین ہے جب گندم پک کر تیار ہو جائے تو اس میں سے بیس من گندم میری باقی مزارع کی ہوگی کہ یہ مزارعت جائز ہے۔

جواب..... (۱) اس طرح معاملہ کرنا کہ میوہ میں اتنا حصہ تمہارا اتنا میرا یہ جائز ہے پک جانے کے بعد خود فروخت کریں یا جو کچھ دونوں کی مرضی ہے۔

(۲) یہ مزارعت ناجائز ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۵۱۳)

زمیندار کاشت کاروں کے درختوں کا مستحق نہیں ہے

سوال.....جو درخت کہ کاشتکار لگاتے ہیں ان کے لاپتہ ہو جانے یا مر جانے پر زمین دار کو کوئی حق مثلاً قبضہ کرنے اور پھل وغیرہ بیچنے کا حاصل ہے یا نہیں؟

جواب..... چونکہ درخت کا مالک وہ شخص ہے جو اس کو لگائے لہٰذا ایسے درخت زمیندار کی ملک نہ ہوں گے البتہ زمین دار کو یہ اختیار ہر وقت حاصل ہے کہ کاشت کار کو مجبور کرے کہ زمین

ہماری خالی کروا اگر وہ نہ مانے یہ اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے اگر لگانے والا مر جائے اس کے وارث مالک ہوں گے اور اگر کوئی وارث بھی نہ ہو یا وہ خود بے نشان ہو جائے تو پہلی صورت میں وہ مساکین کا حق ہے اس کو یا پھل کو جب فروخت کریں گے دام مساکین کو دینے ہوں گے اور اگر زمین دار خود کھائے گا تو بھی اس کے دام لگا کر خیرات کرنا ضروری ہوگا۔

اور دوسری صورت میں یعنی جب بے نشان ہو جائے اسکو نوے سال کی عمر تک کا انتظار کر کے جب کہیں گے کہ وہ مر گیا اگر اسکے وارث ہوں تو انکا حق ہے ورنہ پھر مساکین کا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۰)

سوال متعلقہ جواب بالا:

سوال......۱۔ کاشتکار جو باغ لگاتے ہیں اس کی صورت یوں ہے کہ انہوں نے زمیندار سے یہ کہہ کر زمین حاصل کی آپ کوئی زمین بتا دیجئے جس پر میں چار درخت لگا دوں جس کا مطلب رواجاً یہ ہے کہ درخت لگانے والا اپنی زندگی تک اس کا پھل کھائے گا۔ اس کے مرنے یا لا پتہ ہونے پر زمین دار کو اس پر قبضے کا حق حاصل ہے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب......زیادہ سے زیادہ اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ایک مستقبل میں واقع ہونے والے امر پر زمیندار کے مالک ہونے کو معلق کیا ہے۔ سو تملیکات میں اس تعلیق کی صلاحیت نہیں ہوتی قمار کی حقیقت شرعاً یہی ہے البتہ اگر کاشت کار تصریح و وصیت کردے کہ جب میں مر جاؤں یہ درخت زمیندار کے ہیں تو وصیت ہو جائے گی اور جس قدر احکام وصیت کے ہیں سب جاری ہوں گے مثلاً ہر وقت کاشت کار کو اس وصیت کے واپس لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور مثلاً اس زمیندار کے اول مر جانے سے یہ وصیت باطل ہو جائے گی اور مثلاً ثلث ترکہ سے زائد میں جاری نہ ہوگی۔ اور مثلاً یہ تبرع محض ہے اس میں جبر یا شرط لگانا درست نہ ہوگا اور مفقود کا حکم اس کی نوے سال کی عمر ہونے سے پہلے احیا کا ہے اسکا مال امانت رہیگا اور اس مدت کے بعد وہ میت ہے اس وقت وصیت کے احکام مذکورہ ملحوظ ہونگے۔

سوال......۲۔ اگر زمیندار لگائے ہوئے درخت پر بجبر قبضہ کرلے تو یہ گوارا ہو سکتا ہے بمقابلہ اس جبر کے کہ دس بارہ برس تک جن درختوں کو کاشتکار نے نہایت جانفشانی سے پرورش کیا ہے اس سے زمین خالی کرالی جائے اگرچہ کاشت کار کو دبانے کا یہ جائز طریق ہو لیکن کیا اس کی نقصان رسانی کی منشا کے ساتھ بضرورت ہی ایسا کرنا جائز ہوگا؟

جواب......جب زمین کا خالی کرالینا جائز ہے واقع میں یہ جبر ہی نہیں اگر کاشت کار اس کو جبر نا گوار سمجھے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور بجبر قبضہ کرلینا چونکہ ناجائز ہے اجازت تو اس لئے نہیں رہا

کاشت کار کا اس کو گوارا کر لینا یہ دلیل طیب خاطر کی نہیں کیونکہ حقیقتاً اس کو گوارا نہیں بلکہ واقع میں ناگواری ہے لیکن دوسری ناگواری سے یہ ناگواری کم ہے جب ناگواری ثابت ہے اس لئے گواری کو علت اجازت قرار نہیں دے سکتے البتہ اگر سچ مچ گوارا ہے تو صاف لفظوں میں کہہ دے کہ "میں آپ کو یہ خوشی ہبہ کرتا ہوں" بشرطیکہ قرائن سے معلوم بھی ہو جائے کہ واقع میں طیب خاطر ہے۔

اور یہ عبارت لیکن کیا اس کی الی قولہ یا نہیں؟ سمجھ میں نہیں آتا شاید یہ مطلب ہو کہ گو یہ طریق جائز ہے لیکن اگر نیت نقصان رسانی کی ہے تب بھی جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ طریق مروت کے خلاف ہوگا۔ مگر گناہ بالکل نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۰)

موروثی اور دخیل کاری کی آمدنی کا حکم

سوال..... موروثی کاشت، دخیل کاری کی آمدنی کے تصرفات کی بابت علمائے دین کا کیا حکم؟ چونکہ موروثی کاشت دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول قانون موروثی جدید دوم موروثی سابقہ جو زمانہ بندوبست سرکاری سے چلی آتی ہے۔

جواب..... موروثی زمین سے جو آمدنی کاشت کاروں کو حاصل ہے اس سے جتنا اس نے خرچ کاشت میں کیا ہے۔ اتنا تو رکھنا جائز ہے باقی رکھنا جائز نہیں، یہ آمدنی کا حکم ہے اور زمین کا حکم یہ ہے کہ آئندہ کیلئے اس کو چھوڑ دے ورنہ ظلم اور گناہ اور غصب میں مبتلا رہیگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۱۶)

موروثی کاشتکار کی ایک خاص صورت کا حکم

سوال..... زید ایک زمین پر انگریزی قانون کی رو سے قابض و دخیل ہے (جسکو عرفاً قدیم قانون انگریزی کے اعتبار سے موروثی کاشتکار و جدید قانون کے لحاظ سے حین حیاتی دخیل کار کہا جاتا ہے) اس نے ایسی زمین خالد کے یہاں رہن رکھی خالد نے بکر سے جو اس زمین کا زمیندار و مالک ہے زبانی خود جوتنے بونے کا معاملہ کر لیا اب راہن جب مرتہن کو زر رہن ادا کریگا اس وقت وہ زمین راہن کو ملے گی ورنہ اس مدت تک مرتہن اس زمین سے انتفاع حاصل کرتا رہیگا پس صورت مسئولہ میں شرعاً کوئی حرج بھی ہے یا نہیں ہے۔

جواب..... جب مرتہن نے اصل مالک زمین سے اس زمین کی کاشت کی اجازت لے لی ہے اور اس کو اس کی رضا کے موافق لگان ادا کرتا ہے تو مرتہن کو بس زمین کی کاشت جائز ہے اور پیداوار حلال ہے اور اس کو انتفاع بالمرہون میں داخل نہ کہا جاوے گا کیونکہ دخیل کار کا اس کو رہن کرنا صحیح نہ تھا لکونہ قابضاً علی ارض المالک قبضاً حراماً اھ واللہ تعالیٰ اعلم
(امداد الاحکام ج ۴ ص ۱۸۲)

مالک زمین کا مزارع سے ٹیکس کاٹنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب جائیداد اپنی زمین کاشت کیلئے مزارعین کو اس شرط پر دیتا ہے کہ حاصل زمین نصف نصف ہوگا اور ٹھیکہ بھی نصف نصف ہوگا اور یہ بھی شرط لگاتا ہے جو مزارع کا نصف ٹھیکہ آتا ہے اس کے ہر روپیہ پر دس آنے بھی مالک زمین کو ادا کرے وہ مالک زمین ہر روپیہ پر دس آنے اس لئے وصول کرتا ہے کہ حکومت کو زرعی ٹیکس ادا کرے حالانکہ زرعی ٹیکس صرف مالک زمین کے ذمہ ہوتا ہے اور زراعت کا تخم وغیرہ جو زمین میں ڈالا جاتا ہے وہ بھی مزارع کے ذمہ ہوتا ہے۔ اور مزارع ان شرائط کو منظور کرتا ہے کیا ان شرائط میں کوئی شرعی نقص تو نہیں اگر ہے تو کس قسم کا آیا درجہ حرمت پر یا درجہ کراہت پر ہے یا کوئی حرج نہیں ہے یا صرف مروت کے خلاف ہے۔

جواب..... صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ یہ عقد شرعاً فاسد ہے مالک زمین کے لئے مزارع سے نصف ٹھیکہ اور اس کے نصف ٹھیکہ کے ہر روپے پر دس آنے مزید وصول کرنا جائز نہیں شرعاً اس عقد مزارعت کو فسخ کرنا لازم ہے مالک زمین کو چاہئے کہ پیداوار میں حصہ زائد لے لے بجائے نصف کے ۲/۳ یا ۵/۳ یا ۷/۴ لے لے لیکن زرعی ٹیکس اور مالیہ ٹیکس خود ادا کرے مزارع پر کوئی شرط اس قسم کی نہ لگائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۵۱۱)

گھاس پھونس کے نصف پر معاملہ کرنا

سوال..... نیرہ اور پھونس اور کڑب کا (ان سے مراد مویشیوں کا چارہ ہے) ہمارے یہاں یہ دستور ہے کہ زمین دار اگر کسان کو آدھا بیج دے تو نصف غلہ اور نصف پھونس لے اگر زمین دار تخم نہ دے تو پھونس کا حصہ کسان نہیں دیتا۔

جواب..... جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۵۲۳)

مسئلہ بالا پر اشکال کا جواب:

سوال..... بدائع ج۶ ص۱۸۰ پر ہے۔ منها ان يشترط فی عقد المزارعة ان يكون بعض من قبل احدهما والبعض من قبل الاخر وهذا لايجوز لان كل واحد منهما يصير مستاجراً صاحبه فی قدر بذره فيجتمع استيجار الارض والعمل من جانب واحد وانه مفسد الخ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بیج میں شرکت کرنا جائز نہیں آپ کے جواب اور اس عبارت میں تطبیق کیا ہے؟

جواب......النور اور بدائع کو دیکھا آپ کی دونوں نقلیں صحیح ہیں واقعی مجھ سے جواب میں غلطی ہوئی اس سے رجوع کرتا ہوں۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۲)

کچا پھل حصے پر دینا

سوال......اگر باغ کا پھل غیر پختہ اس طرح دیا جائے کہ اس کی پرورش تیرے ذمے ہے جو پیداوار ہوگی نصفا نصف کی جائے گی یہ کیسا ہے؟

جواب......جائز ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۴)

شرکت مزارعت کی چند صورتیں

سوال......زید نے بکر کو ایک بیل کاشت کاری کے لئے خرید کر دیا اور اپنی ہی ملک رکھا اور شرائط یہ قرار پائیں کہ بیل کی خوراک اور نصف لگان زید کے ذمے ہوگا باقی اخراجات بکر کے ذمے ہوں گے مثلاً کھیتی کاٹنا' ہل چلانا بیل کی خدمت کرنا وغیرہ اور آمدنی غلہ وغیرہ آدھا آدھا ہوگا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟ اور درست معاملہ کی کیا صورت ہے؟

جواب...... یہ بات رہ گئی کہ زمین کس کی ہے اب میں قاعدہ کلیہ بتلائے دیتا ہوں کہ اگر زمین تیسرے شخص کی ہو تب تو یہ شرکت ہے اور اس صورت میں ہر چیز دونوں کی ہونی چاہئے اور اگر زمین کسی ایک کی ہے تو صرف تین صورتیں اتفاقاً اور ایک صورت اختلافاً جائز ہے باقی ناجائز۔

۱۔زمین اور تخم ایک کا ہو' اور بیل اور عمل ایک کا ہو۔۲۔زمین ایک کی اور عمل اور بیل اور تخم ایک کا۔۳۔زمین اور تخم اور بیل ایک کا اور عمل ایک کا۔۴۔زمین اور بیل ایک کا اور تخم اور عمل ایک کا اس میں اختلاف ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۸)

کسان (مزارعہ) کا مالک زمین کی اجازت کے بغیر فصل سے کچھ لینا

سوال......مالک زمین کی اجازت کے بغیر کسان فصل سے کوئی چیز لے سکتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی بعض چیزیں بوقت ضرورت گھر لے جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب......مزارعت سے مراد اگر بٹائی کا نظام (مزارعت بالنصف وغیرہ) ہو تو مالک زمین کاشتکار کے ساتھ شریک ہے اور شراکت میں بغیر اجازت شریک کے کوئی چیز بھی اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے تاہم کسی معمولی چیز (جس کی عرف میں اجازت ہو) استعمال کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں اور اگر مزارعت سے مراد اجارہ ہو تو تمام آمدنی کسان کی ہوتی ہے اس لئے مالک

زمین سے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔

لمارواه الامام علی بن عمرالدارقطنیؒ :عن عمروبن یثربی قال شهدت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجة الوداع بمنی فسمعته یقول لایحل لامرء من مال اخیه شئی الاماطابت به نفسه. انتهی (سنن الدارقطنی ج۳ ص۲۵ رقم ۸۹ کتاب البیوع) لماذکرالشیخ ولی الدین ابوعبدالله محمدبن عبدالخطیبؒ: وعن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الالاتظلموا لا لایحل مال امرئ الابطیب نفس منه (مشکوٰة المصابیح ج۱ ص۲۵۵ باب الغصب والعاریة' الفصل الثانی) ومثله فی نصب الرایة ج۴ص ۱۶۹ کتاب الغصب (فتاویٰ حقانیہ ج۶ص۴۳۲)

زراعت میں گیہوں کے بدلے چاول لینے کا حکم

سوال...... کاشت کار کا صرف گندم طے ہوا تھا اور زبانی اس سے یہ معاہدہ کرلیا تھا کہ اگر ہم کو دھان لینے کی ضرورت پیش آئی تو جس قدر ہم چاہیں گے خریف میں لے لیا کریں گے اگر چاول لینے کی ضرورت نہ ہوئی تو کل کا کل گیہوں لیا کریں گے فصل خریف میں جس قدر دھان لیا کریں گے تو فصل ربیع میں اسی قدر گندم وضع ہو جایا کریں گے اب ہماری مرضی پر ہے مدت سے دھان لینے کا اتفاق نہیں ہوا کاشت کار ہمیشہ خواہش کرتا ہے کہ اگر فصل خریف میں دھان لے لیا جائے تو فصل ربیع میں اس کو آسانی ہو جائے۔

جواب...... یہ تو معلق معاہدہ ہے جو دونوں کی مرضی پر ہے یعنی یہ طے نہیں ہوا کہ ہم گندم کے عوض ضرور چھوڑہ (دھان) لیں گے اور اس کاشت کار کی اس خواہش کا بھی کچھ ڈر نہیں کہ دھان لے لو۔

تتمۃ السوال: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر فصل ربیع میں پیداوار کم ہو غلہ چارہ کچھ باقی رہ گیا تو بھی زمیندار کو اختیار ہے وہ اپنی خواہش سے اگر ضرورت ہو بقایا غلے میں کل دھان لے لے اگر چھوڑہ ضرورت ہو تو فصل ربیع ہی میں اپنا غلہ پورا لے لے۔

جواب...... اس کا بھی حرج نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ج۳ص ۵۲۸)

تتمة السوال: سوال یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے کل غلہ گندم کے بجائے اسی قدر دھان لے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب...... ایک شرط سے لے سکتے ہیں وہ شرط ذیل میں آتی ہے۔

تتمۃ السوال: یا حسب ضرورت پانچ من چھوڑہ خریف میں وصول کیا باقی ربیع میں یہ پانچ من غلہ دھان وضع کر کے برابر باقی غلہ وصول کیا جائے۔ یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ بھی جائز ہے اسی شرط مذکور سے وہ شرط جواز کی یہ ہے کہ جس مجلس میں یہ بات طے ہوئی ہے کہ مقرر شدہ گندم کے عوض مکی یا دھان لیں گے خواہ کل گندم کے عوض یا جزو گندم کے عوض اسی مجلس میں اس مکی یا دھان پر قبضہ ہو جائے یہ نہ ہو کہ طے تو ہوا ایک مجلس میں اور قبضہ ہو دوسری مجلس میں۔ اگر فرض کیجئے کہ جس مجلس میں یہ مبادلہ تجویز ہوا ہے اس وقت گندم یا مکی وجود نہیں اس لئے قبضہ نہیں ہو سکتا تو ایسا کرنا چاہئے کہ اس مجلس میں صرف وعدہ ہو جائے کہ ہم اس طرح لے لیں گے پھر جب کاشت کار دینے کے لئے مکی یا چھوڑہ لائے اس وقت زبان سے پھر کہا جائے کہ ہم یہ مکی یا چھوڑہ اتنے گندم کے عوض دیتے ہیں اور زمیندار کہہ دے میں منظور کرتا ہوں یہ بہت آسان بات ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۸)

عشر کی ادائیگی مالک زمین کے ذمہ ہے یا مزارع کے

سوال...... ابھی تک ہمارا خیال تھا کہ زمین کی پیداوار سے عشر (۱/۱۰) حصہ مالک کے ذمہ ادائیگی ہوتی ہے حضرت مولانا تھانوی صاحب کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ عشر کی ادائیگی بذمہ مزارع ہے۔ چونکہ ہم عام آدمی ہیں شاید صحیح مطلب نہ سمجھ سکے ہوں مہربانی فرما کر اپنی رائے عالی سے مطلع فرمادیں۔

جواب...... مزارعت یعنی بٹائی کی صورت میں عشر دونوں پر ہے یعنی جس قدر غلہ مالک زمین کے حصہ میں آئے اس کا عشر وہ دیوے اور جس قدر کاشتکار کے حصہ میں آئے اس کا عشر وہ دیوے **وفی المزارعة انکان البذرمن رب الارض فعلیه ولومن العامل فعلیهما بالحصة** (الدر المختار باب العشر ص ۳۳۵ ج ۲) مولانا تھانوی صاحب رحمہ اللہ بہشتی زیور میں لکھتے ہیں یہ بات کہ یہ دسواں یا بیسواں حصہ کس کے ذمہ ہے مگر ہم آسانی کے واسطے یہی بتلایا کرتے ہیں کہ پیداوار والے کے ذمہ ہے سو اگر کھیت ٹھیکہ پر ہو خواہ نقدی یا غلہ پر تو کسان کے ذمہ ہوگا اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا دیں۔ (بہشتی زیور ص ۳۹ حصہ ثالث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۵۱۹)

مزارعت کی بعض ناجائز صورتیں

مزارعت میں بونے اور کاٹنے کی شرط کاشتکار پر لگانا

سوال......ایک شخص نے اپنی زمین کاشت پر اس شرط سے دی کہ بیج ڈالنا کاٹنا وغیرہ یہ کاشت کار کے ذمے ہے اور جو پیداوار ہو آدھا آدھا یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب......درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۳)

زمیندار کا مزارع پر یہ شرط لگانا کہ زکوٰۃ‘ عشر وغیرہ فلاں خاص جماعت کو دوگے

سوال......سوال یہ ہے کہ زید ایک اسلامی جماعت کا رکن ہے وہ اپنی زمین مزارعت کے لئے اس شرط پر دیتا ہے کہ جو آدمی مسلمان ہونے کی حیثیت سے دینداری و زکوٰۃ کا پابند ہونے کا عہد کرے اور جو مال نصاب کا زکوٰۃ کا اور جو غلہ اس کے پاس اس وقت موجود ہے اس کی زکوٰۃ اور غلہ کا عشر اس وقت ادا کرے آئندہ اپنی زکوٰۃ اور جو غلہ زید کی زمین سے خارج ہو اس کا عشر سب یا اکثر حصہ یا کچھ کم لازماً اس جماعت اسلامی کے بیت المال میں شامل کرے جو اقامت دین کیلئے جدوجہد کر رہی ہے اگر اس مزارع نے اپنی زکوٰۃ یا عشر اس جماعت کے بیت المال میں داخل نہ کیا تو زید اس سے زمین واپس لے لیتا ہے مزارعت پر نہیں دیتا مذکورہ بالا شرائط کیساتھ زید کا مزارعت پر زمین دینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے برائے مہربانی مدلل جواب بحوالہ کتب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

جواب......زمین مزارعت پر لینا جائز ہے لیکن شرط لازم نہیں ہوگی اگر مناسب خیال کرے اور یہ امید ہو کہ مالک زمین فقہ حنفی کے مطابق با قاعدہ تملیک عشر کو مصارف میں صرف کردوں گا تو عشر دیدے ورنہ خود مطابق فقہ حنفی تقسیم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۵۰۶)

باوجود تخم نہ دینے کے بھوسا مقرر کرنا

سوال......اگر زمیندار اور کسان کے درمیان باوجود تخم نہ دینے کی حالت میں پھونس کا کوئی حصہ مقرر کر لیا جائے جس پر کسان بھی راضی ہو جائے تو زمیندار کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب......اگر ثلث یا ربع وغیرہ مقرر کر لیا جائے جائز ہے اور اگر اس طرح مقرر ہو کہ اتنے من یا اتنے پیمانے تو جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۴)

قدیم قبرستان میں زراعت کاحکم

سوال.....ایک قدیم قبرستان جس پر سوسال سے زائد مدت گزرگئی ہے اوراس میں قبریں بھی دکھائی نہیں دیتی ہیں تو کیا ایسے قبرستان سے دوسرے فوائد مثلاً زراعت وغیرہ لئے جاسکتے ہیں یانہیں؟

جواب..... کسی قبرستان کی قدامت کے لئے مدت کا کوئی تعین نہیں ہے تاہم فقہاء کرام کی تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب قبریں اتنی پرانی ہوں کہ مردوں کے ابدان بظاہر اس سے متاثر نہ ہوتے ہوں تو اس صورت میں ایسے قبرستان کا دوسرے مقاصد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے اگر دوبارہ اس میں مردے دفن کئے جائیں تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر قبرستان ذاتی ہوتو اپنے حصے میں آبادی کرنا یا زراعت کے لئے استعمال کرنا بھی مرخص ہے۔

لماقال العلامة فخرالدين عثمان بن علی الزيلعیؒ :ولوبلی الميت وصار تراباً جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه (تبيين الحقائق ج ا ص ۲۴۶ كتاب المزارعة قال العلامة ابن نجيم المصریؒ :ولوبلی الميت وصارتراباً جازدفن غيره وزرعه والبناء عليه (البحرالرائق ج ۲ ص ۱۹۵ كتاب المزارعة)

ومثله فی الهندية ج ا ص ۱۶۷ كتاب المزارعة (فتاویٰ حقانیہ ج۶ص ۴۳۴)

بنام سود زمین کالگان وصول کرنا

سوال..... یوپی کے اضلاع میں قانون موروثی جاری ہے یعنی کاشت کار کوحق دیا جاتا ہے کہ زمیندار کی زمین سے اپنی کاشت نہ چھوڑے لیکن اس کالگان غیر موروثی زمین کے مقابلے میں بہت ہی کم دلایا جاتا ہے البتہ نالش کی صورت میں حکومت لگان پر سود دلاتی ہے پس اگر زمین دار موروثی زمین کے لگان کی کمی سود کے نام سے کاشتکار سے وصول کرے تو شرعاً جائز ہے یانہیں؟

جواب.....منافع کا تقدم عقداجارہ پر موقوف ہےاوراس صورت میں عقد پایانہیں گیا لہٰذا سوال میں مذکور بناپر تولینا صحیح نہیں صرف ایک صورت جواز کی ہوسکتی ہے وہ یہ کہ کاشت کار سے تصریحاً کہہ دے کہ موجودہ لگان (مثلاً دس روپے) پر ہم زمین دینے پر راضی نہیں اگر اتنا لگان مثلاً بیس روپے دینا ہوتو زمین کاشت کرو ورنہ چھوڑ دو اگر اس کے بعد وہ کاشت کرے گا تو بیس روپے کے لگان کو وہ تسلیم کرلے گا اوراس پر بیس روپے واجب ہوجائینگے اس وجوب کے بعد پھر اپنا حق واجب جس عنوان سے بھی ہو وصول کریگا وہ رقم مباح ہوگی۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۵)

چشمہ کے پانی سے منع کرنے کا حکم

سوال...... ہمارے گاؤں موضع بھکن ملکوٹ تحصیل وضلع ایبٹ آباد میں پینے کے صاف پانی کی سخت قلت ہے ہماری خواتین کو چار کلو میٹر دور سے پانی لانا پڑتا ہے جبکہ اتنے ہی فاصلے پر سرکاری جنگل میں پانی وافر مقدار میں نالے میں بہہ رہا ہے ہم نے کوشش کر کے گورنمنٹ سے ایک سکیم منظور کرائی اور گاؤں کو پانی سپلائی کرنے کے لئے باقاعدہ ٹینکی تعمیر کر کے پائپ لائن بچھانے کا کام شروع کر دیا ساتھ والے گاؤں کے لوگوں نے آ کر ٹینکی توڑ دی اور پائپ لائن بھی اکھاڑ دی ان کا موقف یہ ہے کہ اس جنگل پر ہمارے حقوق زیادہ ہیں اس لئے ہم اس کا پانی آپ لوگوں کو نہیں دیں گے جبکہ پانی وافر مقدار میں ہے دوسرے یہ کہ یہ پانی اس گاؤں والوں کے نہ تو پینے کے کام آتا ہے اور نہ ہی وہ اس سے اپنی زمینیں سیراب کرتے ہیں یہ لوگ صرف اور صرف ضد پر قائم ہیں۔

جناب عالی! قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرما کر ہمیں اس مشکل سے نکالیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے؟

جواب...... پانی، آگ اور گھاس سب مشترکہ اموال ہیں کوئی بھی شخص کسی کو ان سے منع نہیں کر سکتا تاہم جو اس پانی کے قریب ہو اولاً اس کا حق ہے اور جو اس سے زائد ہو وہ دوسرے لوگ بغیر اس کی اجازت کے استعمال کر سکتے ہیں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسروں کو اس کے استعمال سے منع کرے لہٰذا صورت مسئولہ کے مطابق سرکاری جنگل کا پانی آپ سب لوگوں کا مشترکہ پانی ہے ساتھ والے گاؤں کے لوگوں کا اس سے منع کرنا بے انصافی اور ناجائز ہے ان کو شرعاً یہ حق نہیں کہ وہ آپ لوگوں کو اس پانی کے استعمال سے منع کریں۔

لمافي الهندية: ماء البحار ولكل واحدمن الناس فيها حق الشفعة وسقى الاراضى حتى ان من ارادان يكرى نصراً منها الى الارض لم يمنع من ذلك ...... والثانى ماء الاودرية العظام لجيحون وسيحون ودجلة والفرات للناس فيه حق الشفعة لعى الاطلاق وحق سقى الاراضى بان احى واحد ارضاً ميتة وكرى منه نهراً يسقيها ان كان لايضربالعامة ولايكون نصراً فى ملك احد لانها مباحة فى الاصل...... والاصل فيه قوله عليه السلام الناس شركاء فى ثلاث فى الماء والكلاء والنار. (الهداية ج۴ ص ۳۸۲ مسائل الشرب) (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص ۴۳۸)

مزارع کی طرف سے تخم کے باوجود مالک زمین کا اس پر کھاد وغیرہ کے اشتراط سے مزارعت کا حکم

سوال.....اگر مالک زمین (رب الارض) کاشتکار (مزارع) پر کھاد وغیرہ امور کی اشتراط کرے جبکہ تخم (بیج) بھی کاشتکار کی طرف سے ہو تو کیا ان امور کے اشتراط کی وجہ سے مزارعت فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب.....مزارعت میں جب تخم (بیج) مزارع کی طرف سے ہو تو کھاد جیسے امور کی اشتراط علی المزارع کی وجہ سے مزارعت فاسد نہیں ہوتی بلکہ متاخرین فقہاء کرام کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور فتویٰ بھی متاخرین فقہاء کے قول پر ہے۔

وفی الھندیة: اذاشرط رب الارض والبذرمن المزارع ان یسرقنھا قبل تفسد المزارعة عندالمتقد مین ولاتفسد عندالمتاخرین والفتویٰ علی قول المتاخرین. کذافی جواھرالاخلاطی. (الفتاویٰ الھندیة ج۵ ص۲۴۴ کتاب المزارعة الباب الثالث فی الشروط فی المزارعة)

ہدایہ کی ایک عبارت کی وضاحت

سوال.....جناب مفتی صاحب! ہدایہ کی اس عبارت "لاتجوز المزارعة والمساقات عند ابی حنیفة" کا کیا مطلب ہے؟ کیا واقعی امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مزارعت کی جملہ انواع ناجائز ہیں؟ جبکہ احادیث مبارکہ مزارعت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

جواب.....مزارعت کے مسئلہ کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جتنے بھی اقوال منسوب ہیں اگر ان میں نظر عمیق سے غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ امام ابوحنیفہؒ کا ان اقوال سے مقصد مطلق عدم جواز کا نہیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ کوئی مالک زمین کاشتکاروں کی مجبوری سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور ان کی محنت کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ نہ کر جائے اسی طرح باہمی تنازعات اور جھگڑوں سے معاشرہ پاک وصاف ہو کیونکہ معاشرے میں جھگڑے عموماً اسی سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح مالک زمین عزیمت پر عمل کر کے اپنی زمین کسی غریب آدمی کو کاشت کیلئے مفت دے دے اس لئے علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے حاوی القدسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ: کرھھا ابو حنیفة ولم ینه اشدالنھی. وفیض الباری ج۳ ص۲۲۵ کتاب المزارعت (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۴۳۷)

حرام مال سے خریدے ہوئے بیلوں سے کاشت کرنا

سوال.....اگر چند شریک کاشت کریں ان میں سے بعض کے بیل حرام قیمت سے خریدے ہوئے ہیں اور بعض قیمت حلال سے تو جس کا بیل حرام قیمت سے ہے اس کی شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی غلہ مشترک جو کہ زراعت سے حاصل ہوا ہے تقسیم کے بعد حلال ہوگا یا حرام؟

جواب.....اگر بیل حرام مال کے بھی ہوں مگر چونکہ وہ پیداوار کا آلہ ہیں جز نہیں اس لئے پیداوار میں حرمت نہ آئے گی اور غلہ مشترک حلال ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۴)

افیون کی کاشت کرنا

سوال.....افیون کی کاشت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب.....جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۲۴)

تمباکو کی کاشت جائز ہے

سوال.....سگریٹ یا نسوار کے لئے جو تمباکو استعمال ہوتا ہے شرعی نقطہ نظر سے اس کی کاشت کا کیا حکم ہے؟

جواب.....بعض فوائد کے باوجود جدید تحقیق کی رو سے اگرچہ تمباکو نوشی کے مضر اثرات پائے جاتے ہیں لیکن کسی نتیجہ پر پہنچنا تا حال ثابت نہیں جس کی وجہ سے اس کو مضر محض شمار کر کے محرمات کی فہرست میں شمار کیا جائے اس لئے فقہاء کے اقوال سے اباحت کا حکم معلوم ہوتا ہے دریں حال تمباکو کی کاشت اور خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں۔

لماقال العلامة ابن عابدینؒ :(شرب الدخان)فانه لم یثبت اسکاره ولا تغیره ولااضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة (ردالمحتار ج۶ ص ۴۵۹ کتاب الاشربة)

بھنگ کی کاشت کا حکم

سوال..... بھنگ ایک نشہ آور بوٹی ہے جس کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا کیا اس کی کاشت جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... بھنگ چونکہ نشہ آور اشیاء کی فہرست میں شامل ہے اس لئے اس کی خرید فروخت اور مزارعت شرعاً ناجائز ہے۔

لماقال العلامة شمس الدين محمدبن عبدالله التمرتاشیؒ :ويحرم أكل البنج والحشيشة والافيون لكن دون حرمة الخمر' (تنويرالابصارعلى صدر ردالمحتار ج٦ ص٤٥٧ كتاب الاشربة) قال العلامة المفتي محمدكامل بن مصطفى الطرابلسیؒ :وقد حقق المتأ خرون من اهل مذهبنا الحنفية انه (شرب الدخان)ليس بحرام وانما في تعاطيه الكراهة وقدمنا ان احسن ماقيل فيه قول الاميررحمه الله واختلف في الدخان والورع تركه. (الفتاوىٰ الكاملية ص٢٨٦ كتاب الكراهية' مطلب في حكم شرب الدخان) قال العلامة شيخ الاسلام ابوبكربن على بن محمدالحداد اليمنیؒ : ولا يجوزأكل البنج والحشيشة والافيون وذلک كله حرام. (الجوهرة النيرة ج٢ ص٢٧٠ كتاب الاشربة) ومثله في الفتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية ج٣ ص٢٣١ كتاب الا شربة (فتاویٰ حقانیہ ج٦ص٤٣٦)

احکام الرہن

اشیاءمرہونہ سے انتفاع

رہن کی تعریف اوراس کا ثبوت

سوال......راہن کون ہوتا ہے اور مرتہن کسے کہتے ہیں اور رہن کی کیا تعریف ہے؟ اور کیا رہن کا شرعی ثبوت ہے؟

جواب......راہن وہ شخص ہے جو اپنی چیز کسی کے پاس گروی (رہن) رکھے اور مرتہن وہ شخص ہے جس کے پاس رہن رکھا گیا ہو۔ حیث قال فی الشامية والراهن المالک والمرتهن آخذ الرهن: اور رہن کے لغوی معنی کسی چیز کا روکنا اور شرعاً رہن یہ ہے کہ کسی مالیت والی شی کا روکے رکھنا اوراس طرح کہ اس شی مرہونہ سے وصولیابی ممکن ہو۔قال فی التنوير وشرحه (هو)لغة حبس الشي وشرعاً (حبس شي مالي بحق يمكن استيفاء ومنه (ج ۵ ص ۳۰۷) مشروعیت رہن قرآن وحدیث اوراجماع امت سے ثابت ہے کمافی هامش الشامي

هو مشروع لقوله تعالیٰ فرهان مقبوضة وبما روی انه علیه السلام اشتری من یهودی طعاما ورهنه به درعه وانعقد علیه الاجماع: نیز علامہ شامیؒ رہن کے فوائد پر کلام کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ومن محاسنه النظر لجانب الدائن بامن حقه عن التوی ولجانب المدیون بتقلیل خصام الدائن له وبقدرته علی الوفاء منه ایک فائدہ یہ ہے کہ قرض دہندہ مطمئن ہوتا ہے اس بات سے کہ اس کا حق ہلاک و بربادی سے محفوظ رہے گا دوسرا فائدہ مقروض کا ہے وہ یہ کہ قرض دینے والا اس کی وجہ سے جھگڑے کم کرے گا اور تیسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ عاجز آنے کی صورت میں شی مرہونہ سے ادائیگی آسان رہے گی۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

مقدار کی تعیین اور شرط انتفاع کے ساتھ رہن رکھنا

سوال..... زید نے پانچ برس کے لئے بکر کے پاس زمین رہن رکھی اور یہ اقرار کیا کہ اس زمین کو میں جوتوں گا اور جو منافع رہن صریح ہوگا وہ میں لوں گا۔ مدت سے پہلے اگر رہن روپیہ ادا کردے تب بھی نہ دوں گا نفع زمین کی پیداوار کا مباح ہے یا حرام؟

جواب..... اس رہن میں دو فساد ہیں ایک تو مدت پانچ برس مقرر کرنا کہ اس سے پہلے چھڑا لینے پر قدرت نہ ہو کیونکہ معنی رہن کے شرع میں یہ ہیں کہ کسی شی کا دین کے بدلے میں محبوس کرنا پس جب محبوس دین کی وجہ سے ہے تو جس وقت راہن دین ادا کردے گا۔ مرتہن کو حق حبس باقی نہیں رہے گا خواہ پانچ برس سے پہلے ہو یا بعد ہو اب یہ شرط ٹھہرانا کہ اگر رہن روپیہ بھی ادا کردے تب بھی نہ دوں گا شرط فاسد ہے۔ دوسرا فساد انتفاع کی شرط لگانا ہے کیونکہ مرتہن کو مرہون سے انتفاع بالکل جائز نہیں خصوصاً جب کہ مشروط ہو اس وقت تو ربا صریح ہے اگرچہ راہن اجازت دے دے کیونکہ ربا اذن سے حلال نہیں ہوتا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۶۰)

مرہونہ زمین کے اخراجات کی ذمہ داری کا حکم

سوال..... اگر زمین مرہونہ ہو اور مرتہن نے بغیر کسی انتفاع کے سرکاری آبیانے اور ٹیکس کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کچھ رقم ادا کی کیا مرہونہ زمین کی واپسی کے وقت مرتہن کو راہن سے ان اخراجات کے مطالبہ کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

جواب..... اگر راہن کی اجازت سے مرتہن مرہونہ زمین پر رقم خرچ کرے تو اخراجات کی وجہ سے مرتہن مطالبہ کا حق محفوظ رکھتا ہے ورنہ بصورت دیگر مرتہن کئے ہوئے اخراجات میں متبرع ہے راہن سے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا ہے۔

لماقال الامام ابن البزازالکردری: اخذالسلطان الخراج اوالعشر من المرتهن لایرجع علی الرهن لانه ان تطوع فهومتبرع ان مکرهافقد ظلمه السلطان والمظلوم لایرجع الاعلی الظالم (الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة ج۲ ص۵۹ نوع نفقة الرهن) لماقال الشیخ سلیم رستم بازرحمه الله: کل من الراهن والمرتهن اذا انفق علی الرهن مالیس علیه بدون اذن الاخریکون متبرعاً ولیس له ان یطالب الاخر بماانفق. (شرح مجلة الاحکام مادة ۷۲۵، ص ۳۹۹ کتاب الرهن) ومثله فی الفتاویٰ الهندیة ج۵ ص۴۵۵ الباب الرابع فی نفقة الرهن. (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۲۲۷)

رہن رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا

سوال......عموماً راہن ومرتہن کے درمیان یہ بات طے شدہ ہوتی ہے کہ مرتہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل کرے مثلاً مکان کے کرائے اور زمین کی پیداوار سے فائدہ اٹھائے لیکن یہ بات ناجائز بھی سمجھی جاتی ہے مگر فقیر کے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ ایسی صورتوں میں رواج وعادت کے موافق ہبہ کے لفظ کو اباحت یعنی فائدہ اٹھانے کی اجازت دینے میں سمجھنا چاہئے ایک تو اس لئے کہ فقہ کا مقرر کیا ہوا قاعدہ ہے "العادة محکمة" اور عرف وعادت اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ راہن مرتہن کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے تو اس کو بھی عرف وعادت پر قیاس کرنا چاہئے دوسرے یہ کہ فقہ کا مسلم قاعدہ ہے کہ عقود اور معاملات میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا اسی واسطے فقیہ لوگ ہبہ یا معوض کو بیع کے حکم میں شمار کرتے ہیں اس واضح ہوا کہ جس چیز کو ناجائز سمجھا رہا ہے وہ جائز ہے آپ دونوں صورتوں کا حکم بیان فرمائیں؟

جواب......یہ فائدہ اٹھانا بالکل ناجائز ہے خواہ راہن نے صراحۃً اجازت دی ہو یا عرفاً رواج ہو جن لوگوں نے اجازت راہن کے بعد جائز سمجھ لیا ہے ان پر علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں رد کیا ہے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج۹ ص۳۶۹)

رہن سبب ملک نہیں

سوال......اگر کسی شخص کے پاس مدتوں سے زمین بطور رہن ہو تو کیا اس سے مرتہن کی ملکیت ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں اور راہن کو کب تک ملکیت کے دعویٰ کا حق حاصل ہے؟

جواب...... رہن صرف ایک وثیقہ اور ذریعہ اعتماد ہے جس سے مرتہن مرہونہ چیز کا مالک نہیں بن سکتا اس کا مالک راہن ہی رہے گا جب چاہے مرتہن کو قرض ادا کر کے مرہونہ شے واپس لے سکتا ہے تاہم مالک قرض کی ادائیگی کے بغیر مرہونہ کی واپسی کا حق نہیں رکھتا۔

لماقال العلامة ابن البزاز الكردری رحمه الله: الرهن امانة عندالمرتهن كالوديعة (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة ج٦ ص٨٦ کتاب الرهن' الباب الرابع فی اعارته)

قال المحدث والفقيه علي بن سلطان محمد القاریؒ : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لایغلق الرهن' ای عقده (الرهن) ای المرهون (من ماحیه) أمالک (الذی رهنه)ای صاحبه بحیث یزول عنه منفعته بل یکون المرهون کالباقی فی ملک الراهن (المرقاة شرح مشکوٰة ج٦ ص٩٣ کتاب الرهن)

ومثله فی الفتاویٰ الهندیة ج٥ ص٤٦٥ الباب الثامن فی تصرف الراهن والمرتهن (فتاویٰ حقانیه ج٦ ص٢٢٨)

راہن کا مرتہن کی رعایت کرنا

سوال...... رہن بالقبض میں اگر راہن نے بلا منشاء سود ایک رقم مرتہن کو معاف کر دی اور یہ کہا کہ باقی منافع سے تم قرض ادا کر لو تو جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ راہن نے ایک رقم خود لی باقی مرتہن کو معاف کر دی اور یہ کہا کہ باقی منافع تم لو جب میں یہ قرض ادا کر لوں گا چھڑا لوں گا مثلاً راہن نے ایک ہزار روپے کی جائیداد پانچ ہزار میں مکفول کی شرط یہ ہوئی کہ سالانہ ایک ہزار میں سے دوسو مجھے دیا کرو باقی تمہارا جب میں پانچ ہزار ادا کر لوں گا چھڑا لوں گا۔ یہ دوسو کی رقم قرض میں ادا نہیں ہو رہی ہے بلکہ مرتہن کی جیب میں جاتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... چونکہ یہ یقینی بات ہے کہ یہ دونوں رعاتیں قرض کی وجہ سے ہیں اس لئے ناجائز ہیں اور کل قرض جر نفعا کلیہ میں داخل اگر عقد رہن میں مشروط ہیں تب تو ظاہر ہی ہے اور اگر مشروط بھی نہ ہو لیکن چونکہ متعارف ہیں اس لئے ناجائز ہیں البتہ بلا اشتراط اور بلا تعارف ایسی رعایتیں جائز ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۵۹) لیکن ترجیح اس کو ہے کہ مرتہن کا بہر صورت نفع حاصل کرنا سود ہوگا۔

منافع رہن کس کا حق ہے؟

سوال...... شئی مرہون کے منافع کا حق دار کون ہے؟ منافع کا مالک راہن ہے لیکن اگر

راہن بہ خوشی اجازت دیدے تو مرتہن بھی انتفاع کرسکتا ہے لیکن اسکی شرط کرنا ربا میں داخل ہے۔
(فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۹۹)

انتفاع کی اجازت دینے کے بعد انکار کرنا

سوال..... شئی مرہون سے انتفاع کی اجازت دینے کے بعد راہن کو منع کرنیکا حق ہوگا یا نہیں؟

جواب..... حق ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۲۹۹)

مرہونہ میں مالک کا تصرف مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے

سوال..... کیا راہن کو بحیثیت مالک مرہونہ میں مالکانہ حقوق کے اجراء کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ یا اگر مالک مرہونہ کو فروخت کردے تو کیا یہ بیع نافذ ہوگا یا نہیں؟

جواب..... رہن سے مالک کی ملکیت اگرچہ زائل نہیں ہوتی لیکن مرتہن کے حقوق کی وابستگی کی وجہ سے مالک کے جملہ مالکانہ تصرفات مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوں گے اس لئے مالک کی مرہونہ کے فروخت کا معاملہ مرتہن کی اجازت کا محتاج ہے۔

لماقال العلامة التمرتاشیؒ :توقف بیع الراهن رهنه علی اجازة مرتهنه اوقضاء دینه فان وجداحدهما نفذو صارثمنه رهناً قال العلامة ابن عابدینؒ : وکذا توقف علی اجازة الراهن بیع المرتهن فان اجازجازوالا فلا. انتهی (ردالمحتار ج۶ ص۵۰۶ کتاب الرهن) لماقال الشیخ سلیم رستم باز: لوباع الراهن الرهن بدون رضی المرهن لاینفذ البیع ولایطراء خلل علی حق الجنس الثابت المرتهن ولکن اذاقضی الراهن الدین نفذالبیع وکذالوا جازالمرتهن ذلک البیع فانه ینفذ (شرح المجلة الاحکام، مادة ۷۴۷ ص۴۳۲بیع الوفاء) ومثله فی الفتاویٰ الهندیة ج۵ ص۴۶۲ الباب الثامن فی تصرف الراهن والمرتهن (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۲۳۱)

رہن شدہ نوٹ سے نفع حاصل کرنا

سوال..... زید نے اپنا ایک نوٹ عمرو کے پاس اس شرط پر رکھا کہ عمرو اس کا منافع زید کو دیتا رہے گا تو اب نوٹ سے حاصل شدہ نفع زید کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ نفع صراحتاً سود اور حرام ہے کیونکہ نوٹ اگرچہ بظاہر کاغذ ہے مگر حقیقت اور استعمال کے اعتبار سے روپیہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا نوٹ ہلاک کر دے تو اس پر نوٹ (کاغذ) کی قیمت واجب نہیں ہوتی بلکہ دس روپے واجب ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے پاس نوٹ کا رکھنا بعینہ روپے کا رکھنا ہے اور اس سے نفع حاصل کرنا قطعی حرام ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۱)

رہن رکھی گئی زمین کے منافع واپس کرنا

سوال...... زید نے اپنا ایک قطعہ زمین دس روپے کے عوض بکر کے پاس گروی کر دی اور اس زمین سے حاصل ہونے والے منافع بھی اس کے لئے جائز کر دیئے دس سال کے بعد زید نے رقم ادا کر کے زمین واپس لے لی اس عرصے میں بکر نے جو منافع حاصل کئے وہ اس کے لئے جائز تھے یا نہیں؟ اور عدم جواز کی صورت میں اگر بکر کے پاس اس زمین کے منافع مثلاً پانچ روپے موجود ہیں اگر زید ان کو ایک روپے میں بکر کے ہاتھوں فروخت کر دے تو اس کے بعد بکر نا جائز فعل کے ارتکاب سے بری ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو تمام منافع دینے کے بعد بھی اس کی برأت ممکن ہے یا نہیں؟

جواب...... بکر کے لئے ان منافع کا لینا جائز نہ تھا اور نہ زید اس کو بعوض ایک روپیہ فروخت کر سکتا ہے بلکہ تمام محاصل ومنافع کو واپس کرنا لازم وضروری ہے اور اسی صورت میں نجات ممکن ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۰۳) اس سے پہلے مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔

رہن لی گئی موروثی زمین سے انتفاع کا حکم

سوال...... زید موروثی کاشت کار ہے زید نے اس خیال ہے کہ یہ زمین موروثی کاشت کاری اور زمین دار کو قانوناً بے دخلی کا اختیار نہیں بکر سے کچھ روپیہ قرض لے کر اس زمین کو رہن رکھ دیا بکر اس میں زراعت کرنے لگا اب بکر کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ یہ زمین اگرچہ شرعاً مرہون نہیں ہوئی کیونکہ کاشت کار شرعاً مالک نہیں مگر چوں کہ مجھ سے کاشت کار نے قرض بھی لیا ہے شاید یہ انتفاع سود نہ ہو اب سوال یہ ہے کہ یہ انتفاع واستقراض دونوں تبرع قرار دے کر جائز سمجھے جائیں یا حکماً رہن قرار دے کر انتفاع ناجائز سمجھا جائے۔

جواب...... بکر کو یہ انتفاع جائز نہیں لیکن بکر کو جو انتفاع اس زمین سے ہوگا وہ اس قرض ہی کے سبب ہوگا چنانچہ ظاہر ہے اور تبرع کا احتمال دونوں جگہ غلط ہے چنانچہ یقینی امر ہے کہ اگر ان متعاقدین میں سے کسی ایک کو بھی معلوم ہو جائے کہ اس نفع رسانی کے عوض میں مجھ کو انتفاع نہ ہوگا تو وہ کبھی اس نفع رسانی پر راضی نہ ہو تو تبرع کیسے ہوا؟ دوسری وجہ اس انتفاع کی حرمت وہی ہے جو

خود زید کے لئے تھی یعنی غیر کی چیز سے بلا اذن شرعی منتفع ہونا' غرض بکر کے لئے یہ انتفاع دو وجہ سے حرام ہے ایک مالک کا اذن نہ ہونا' دوسرا مجرور بالقرض ہونا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۶۴)
(یہ بھی سابقہ مسئلہ کا مؤید ہے)

رہن اور اراضی

مرہونہ مکان کا مرتہن نہ خود استعمال کر سکتا ہے نہ کرایہ پر دے سکتا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں کسی شخص کا مکان رہن بالقبض لے رہا ہوں بعد ادائے قرضہ مکان کو شرعی اور قانونی طور پر اپنے قبضے میں لے لوں گا مکان مذکور میں خود رہائش اختیار کروں یا اس مکان کو کرایہ پر دے دوں اور اسکا کرایہ میں خود حاصل کروں تو کیا مکان کا کرایہ میرے لئے سود کی تعریف میں تو نہیں آئے گا۔

جواب...... رہن میں رکھے ہوئے مکان سے قرضہ دینے والا شخص کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا نہ اس مکان میں خود رہ سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو کرایہ پر دے سکتا ہے بہر حال مرہون مکان سے نفع اٹھانا قرضہ دینے والے کیلئے سود ہے جو قطعاً حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۴۲۴)

زمین اپنے پاس رہن رکھنا

سوال...... اراضی اپنے پاس رکھنا اور اس کی آمدنی سے نفع اٹھانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر راہن اراضی کی آمدنی مرتہن کو ہبہ کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... مملوکہ زمین کا رہن رکھنا درست ہے اور اس پر قبضہ رکھنا بھی جائز ہے اور اس کی آمدنی بھی لینا قبضے میں داخل ہے لیکن چاہئے کہ اس کی آمدنی جمع کرے اور اس کو اپنے قرض میں محسوب کر دے تو یہ جب اپنا روپیہ راہن سے وصول کرے تو اس آمدنی کو اس روپے میں سے منہا کر دے اس کے بعد اگر مرتہن کا کچھ روپیہ باقی رہ جائے تو صرف اسی قدر روپیہ راہن سے لے اور یہی حکم کرایا حویلی و مکانات و باغ کا ہے کہ ان چیزوں کو کرائے وغیرہ پر دے اور وہ آمدنی وصول کرے اور اس کو اپنے قرض میں محسوب کرے۔

اور یہ ہبہ صحیح نہیں اس لئے کہ ہبہ میں شرط ہے کہ موہوب لہ کا قبضہ شئی موہوبہ پر ہو جائے اور یہ قبضہ اس طور پر ہوا کہ واہب اپنی کوئی چیز مملوکہ اپنی ملک سے جدا کرے اور موہوب لہ کی ملکیت اس چیز کو قرار دے

اور موہوب لہ کو قبضہ کرادے تو جب کہ بوقت رہن شی مرہونہ کی آمدنی ابھی راہن کی ملکیت میں نہیں آئی ہے اور راہن کا خود اپنا قبضہ اس آمدنی پر نہیں ہوا ہے۔ تو شی مرہونہ کی آمدنی کا ہبہ کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟

اگر کوئی شخص کہے کہ یہ ہبہ ہر سال اور ہر مہینہ ہوتا ہے اس طور پر کہ وہ آمدنی مالک زمین کی ملک میں اول آتی ہے پھر وہ آمدنی اس کی ملک سے خارج ہوکر مرتہن کی ملک میں آجاتی ہے تو اس شخص سے پوچھا جائے گا کہ وہ آمدنی مالک کی ملک سے کیونکر خارج ہو جاتی ہے؟ اگر پہلے جو معاملہ ہبہ کا ہوا تھا اسی اعتبار سے ہر سال ہر ماہ ایسا ہوا کرتا ہے تو یہ غلط ہے اس واسطے کہ اس وقت اس آمدنی پر نہ راہن کا خود اپنا قبضہ تھا اور نہ اس نے اس آمدنی پر مرتہن کا قبضہ کرایا۔

اور اگر ایسا معاملہ ہبہ کا ہر ماہ ہر سال کیا جائے تو یہ معاملہ رہن نامے کے متعلق نہیں تو بہر حال شی مرہونہ کی آمدنی ہمیشہ راہن کی ملک میں داخل ہوتی ہے اور مرتہن کا قبضہ اس پر بطور نائب لگا ہوتا ہے۔

اور زمانہ حال میں جو رسم ورواج ہے اگر اس کے موافق حیلہ کیا جائے کہ مرتہن وہ آمدنی راہن کردے اور راہن اس پر قبضہ کرکے مرتہن کیلئے ہبہ کردے تو یہ بھی درحقیقت سود ہے اس واسطے کہ وہ بے چارہ اگر وہ آمدنی مرتہن کو نہ دے تو مرتہن خوش نہ ہوگا اور اس معاملے پر راضی نہ ہوگا بلکہ راہن کا معاملہ فسخ کردے گا تو اس زمانے کے لوگ جو ایسا معاملہ کرتے ہیں یہ صرف سود خوری کا حیلہ نکالا ہے حالانکہ اس حیلے سے کچھ فائدہ نہیں اور از روئے فقہ یہ مطلقاً ناجائز ہے اور سود میں داخل ہے۔

شیطان انسان کا دشمن ہے وہ چاہتا ہے کہ جس حیلے سے ممکن ہو تو انسان کو دوزخ کی طرف لے جائے اور یہ شیطان کا مغالطہ ہے کہ ناقص عقل لوگ اس ہبہ کو میاح جانتے ہیں اور اگر مباح نہ سمجھیں تو کیونکر شیطان کے قبضے میں آئیں۔ (فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۲۳۴)

رہن میں اجارے کی ایک صورت کا حکم

سوال...... زید ایک شخص سے سو روپے کی زمین رہن کرتا ہے اور راہن کو کہتا ہے کہ اس زمین کو تم ہی کاشت کرو اور میرے حصے کا ٹھیکا کردو کہ اس قدر چیز دیتا رہوں گا۔ یہ معاملہ درست ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مذکورہ میں رہن سے فائدہ حاصل کرنے کی ایک نوع ہے اور وہ بھی اس طرح کہ نفس عقد میں انتفاع کی شرط صراحتاً لگا رکھی ہے' اس لئے یہ صورت بالاتفاق حرام ہے اور اگر صراحتاً بھی شرط نہ ہوتی تو چونکہ انتفاع کی شرط متعارف عادت ہے' اس لئے کالمشروط ہونے کی وجہ سے بھی انتفاع ناجائز رہتا اور صورت مذکورہ میں تو بوجہ صراحت بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۰)

مرہونہ کے اجارہ کا حکم

سوال..... اگر مرتہن مرہونہ سے انتفاع لے کر راہن کو اجارہ دیا کرے تو کیا اس سے مرتہن کیلئے انتفاع کے جواز کی صورت پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب..... اجارہ ایک جائز معاملہ ہے مالک اپنی زمین ہر اس شخص کو اجارہ کی شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے اجارہ پر دے سکتا ہے جس پر اعتماد ہو خواہ مرتہن ہو یا اور کوئی شخص' لیکن جہاں کہیں مالک اور آجر کے درمیان اس سے قبل رہن کا معاملہ موجود ہو تو رہن کے بعد اجارہ کی تجدید معاہدہ سے سابقہ عقد رہن ختم ہو کر باقی نہیں رہتا اور مرتہن کے انتفاع لینے میں کوئی حرج نہیں تاہم راہن مقررہ مدت کے بعد بغیر کسی قرض کی ادائیگی کے اپنی رہن مرتہن سے واپس لے سکتا ہے اور مرتہن واپس کرنے سے انکار نہیں کرسکتا۔

لماقال العلامة ابن عابدینؒ: اماالاجارة فالمستأجر ان کان هوالراهن فهی باطلة...... وان هوالمرتهن وجددالقبض للاجارة...... بطل الرهن والأجرة للراهن. (ردالمحتارج٦ ص ٥١١ کتاب الرهن) لمافی الهندیة: وکذلک لواستاجره المرتهن صحت الاجارة وبطل الرهن اذاجددالقبض للاجارة' (الفتاویٰ الهندیة ج٥ ص٤٦٥ الباب الثامن فی تصرف الراهن والمرتهن...... الخ ومثله فی العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیرج٩ ص١١٧ کتاب الرهن (فتاویٰ حقانیه ج٦ ص ٢٢٩)

اپنی مرہونہ زمین کی آمدنی چرانا

سوال..... زید کی زمین مہاجن کے پاس رہن ہے' مہاجن کاشت نہیں کرتا' بلکہ زید ہی بٹائی پر دے دی ہے۔ اب اگر زید اس زمین میں سے کچھ چرا لے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں؟

جواب..... قبضہ مرتہن کا شرائط رہن میں سے ہے' جب راہن کے قبضے میں آ گئی شرعاً رہن جاتا رہا۔ اس لئے راہن نے اپنے تخم سے جتنا حاصل کیا ہے وہ سب راہن کی ملک ہے' اگر سب رکھ لے گناہ نہیں' بلکہ جتنا مرتہن کو دے گا سود دینے کا گناہ ہوگا۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۶۱)

اگر مرہون چیز مرتہن کے پاس سے چوری ہوگئی تو کیا حکم ہے

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے ایک سونے کی چیز جو تقریباً

تین روپے کی ہوگی عمرو کے پاس رہن رکھ دی کہ مجھے ایک سو روپے کی فی الحال ضرورت ہے میں کل یا پرسوں یا تیسرے چوتھے دن ایک سو روپے واپس کر کے اپنی چیز سونے کی واپس کروں گا عمرو نے سونے کی چیز باقی سامان کے ساتھ رکھ لی جو کہ لوگوں کا تھا اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دی اس بے احتیاطی سے وہ سامان بمعہ سونے کی چیز کے کسی نے چرالیا عمرو مذکورہ ضمان دینے کیلئے تیار نہیں الٹا سو روپے کا جو عوض رہن کے دیا تھا مطالبہ کر رہا ہے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب...... مرہون چیز شریعت میں ادھار اور اس مرہون چیز کی قیمت ان دونوں میں سے جو کم ہو مضمون ہوتی ہے اور اگر ادھار کم ہو اور رہن کی قیمت زیادہ ہو تو رہن کی یہ زیادتی امانت ہوگی مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ سو روپے ادھار ہے اور وہ اس دین کے عوض میں ایک ایسی چیز کو رہن رکھتا ہے جس کی قیمت سو روپے سے زیادہ ہے مثلاً دو سو روپے کی چیز ہے اب ہلاک ہونے کی صورت میں سو روپے قرضہ تو قرض خواہ کا اتر جائے گا اور ایک سو بقایا رہن کی قیمت میں سے وہ بطور امانت کے تھا وہ ہلاک ہو گیا تو اس کا ضمان قرض خواہ پر نہیں ہوگا قال فی الدرالمختار ومتنه ص ۱۷۹ ج ۶ وهومضمون اذاهلک بالاقل من قیمته ومن الدین (فان)ساوت قیمة الدین صارمستوفیاً (دینه) (حکما اوزادت کان الفضل امانة فیضمن بالتعدی اونقصت سقط بقدره ورجع) المرتهن (بالفضل) لان الاستیفاء بقدر المالیة الخ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب مرتہن سے یہ رہن ہلاک ہوگئی ہے اور اگر اس نے خود ہلاک کر دی ہو یا حفاظت میں کوتاہی کی ہو تو اس صورت میں ادھار سے زیادہ کا مطالبہ راہن کر سکتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر عمرو نے اس سونے کی چیز کی حفاظت کی ہے یعنی وہ چیز کمرہ کے اندر ہو اور کمرہ کو تالا لگا چکا ہو یا کوئی شخص محافظ پاس ہو اور پھر چوری ہو گیا ہو تو اس صورت میں عمرو زیادتی کا ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ چارپائی کہیں صحن میں ہو اور محافظ کوئی نہ ہو تو بصورت چوری دو سو روپے مزید کا ضامن ہوگا اور قرضہ بھی ساقط ہو جائے گا اور اگر ایسا نہیں تو بہر صورت ساقط ہو جائے گا اور ضمان بھی عمرو نے نہیں بھرنا ہوگا۔

کما تشهدبه الروایة الفقهیة.

اگر یہ مرہونہ چیز مرتہن نے ایسی جگہ رکھ دی ہو جو کہ محفوظ ہو آنا جانا وہاں عام نہ ہو اور اس کو حفاظت سمجھتا ہو اپنی چیزیں بھی وہ ایسی جگہ پر رکھتا ہو اور وہ سونے کی چیز چوری ہوگئی تو یہ مرتہن ضامن نہیں ہوگا ورنہ ضامن ہوگا۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۴۱۴)

زمین مرہون سے انتفاع اور مال گزاری کا حکم

سوال...... اجارہ ذیل کی صورتوں میں سے کس صورت میں جائز ہوگا؟ اور یہ صورت شرعاً اجارے کی ہے یا نہیں؟ ایک شخص سے کسی نے کچھ روپیہ بطور قرض لیا اور قرض خواہ کو روپے کی ادائیگی تک قرض دار نے کچھ جائیداد انتفاع کے لئے دیدی تو اب اس کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔ مال گزاری زمین کی کاشت والا ادا کرتا ہے ۲۔ یا روپیہ دینے والا دونوں صورتیں جواز کی ہیں یا نہیں؟

جواب...... یہ صورت اگر اسی طرح سے ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو رہن کی صورت ہے اجارے کی نہیں خواہ مال گزاری کوئی ادا کرے اور رہن سے انتفاع اگرچہ مالک کی اجازت سے ہو قول مفتی بہ پر حرام ہے اور کل قرض جر نفعاً فھو ربوا کے تحت داخل ہو کر حرام ہے البتہ بطور اشتیاق کے روپیہ دینے والا اپنے قرض دار کی جائیداد کو اپنے قبضے میں اس شرط سے رکھ سکتا ہے کہ اسکے کل منافع مالک کو دے اور مال گزاری وغیرہ بھی سب مالک ہی ادا کرے۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۱)

سرکار کی ضبط کی ہوئی جائیداد مرہونہ کو خریدنا

سوال...... یہاں سوال نقل نہیں کیا گیا جواب سے خود ظاہر ہے؟

جواب...... جب سرکار نے زید راہن کی جائیداد ضبط کر لی تو مثل اصل راہن کے اس جائیداد کے مالک اور مرتہن کی مقروض ہوگئی کیونکہ تسلط سے ملک اور مالک کو قرض سے بری کر کے خود اپنے ذمہ لے لینے سے مقروضیت ثابت ہوئی پھر جب عمرو نے وہ جائیداد سرکار سے خریدی تو یہی حال عمرو کا ہوگا جو کہ سرکار کا تھا کہ جائیداد کا مالک بھی ہوگیا اور مرتہن کا مقروض بھی ہوگیا جسکے مقابلے میں وہ جائیداد مرتہن کے پاس محبوس ہے جو حاصل ہے رہن کا غرض عمرو راہن ٹھہرا اور جو مرتہن تھا وہ بدستور مرتہن رہا پس رہن کا جو حکم ہے کہ جب زر رہن ادا کردے مرتہن پر واجب ہوتا ہے کہ روپیہ لیکر شی مرہون کو چھوڑ دے وہ حکم اس راہن اخیر اور مرتہن کے درمیان بھی ثابت ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۶)

راہن کی زمین فروخت کرنا

سوال...... موجودہ رہنوں میں تو نفع ہی کا خیال ہوتا ہے کیونکہ پہلے ہی مرتہن راہن سے پوچھا کرتا ہے کہ بتلا اس زمین میں کتنا غلہ ہوتا ہے؟ غرض یہ کہ ہر جہت سے نفع کا لحاظ رکھ کر پھر عقد رہن کیا جاتا ہے اگر نفع کم آنے کی صورت میں مسلمان کے لئے حلال نہیں ایک شخص کا والد مرتہن تھا باپ کے مرنے کے بعد وہ زمین مرہونہ اولاد کے ہاتھ آئی اولاد کو اس کے نفع کے حرام ہونے کا خیال

آ گیا اور راہن روپیہ دیتا نہیں کہ اس وبال سے جان چھوٹے جواب سے مطلع کیا جائے؟

جواب...... اس صورت میں مرتہن کے ورثہ کو یہ حق ہے کہ اس زمین کو فروخت کر کے اپنا روپیہ وصول کر لیں اور اگر موجودہ حکومت کے قانون میں اس کی گنجائش نہ ہو تو بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اس رہن کی آمدنی اپنے پاس جمع کرتے جائیں اور اپنے روپے میں مجری دیتے جائیں حیلہ تبدل املاک اور تداول ایدی سے اس رہن کی آمدنی نفع میں کھانا حلال نہیں ہوسکتا کیونکہ ان حیلوں کا یہ موقع نہیں۔ (امداد المفتیین ص ۸۷۱)

مرہونہ زمین چھڑائے بغیر کسی دوسرے پر فروخت کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی آبائی ملکیتی زمین عمرو کے پاس رہن رکھی کچھ مدت کے بعد زید نے اپنی مرہونہ زمین عمرو سے فک کرائے بغیر خالد کو اس شرط پر فروخت کر دی کہ اگر میری یہ زمین جو کہ عمرو کے پاس رہن ہے ایکٹ میں آ گئی تو وہ زر رہن جس پر زمین رہن کی گئی ہے وہ مرتہن (عمرو) کو نہ دو گے بلکہ مجھے دو گے اب زید اس بیع قطعی کرنے سے پشیماں ہے اور خالد سے کہتا ہے کہ مجھے بیع قطعی کا انتقال واپس کر دو حالانکہ اب تک خالد کا اس زمین پر قبضہ ہوا ہی نہیں بلکہ مرتہن (عمرو) کے قبضہ میں ہے اب اس بیع قطعی کا عندالشرع کیا حکم ہے؟ فاسد ہے یا صحیح؟ اگر فاسد ہے تو واجب الرد ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مسئولہ کا جواب دوشق پر تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) راہن کا مرہونہ زمین میں تصرف قبل از سقوط از رہن فی المرہون دو قسم ہے ایک وہ تصرف ہے جو قابل فسخ ہے مثلاً بیع، کتابت، اجارہ، ہبہ، صدقہ، اقرار، دوسرا وہ تصرف ہے جس میں فسخ کا احتمال نہ ہو جیسا کہ عتق، تدبیر، استیلاء قسم دوم تصرف خارج از بحث ہے اور قسم اول کے تصرف (جو کہ فسخ کا احتمال رکھتا ہے) کا حکم یہ ہے کہ یہ تصرف بغیر رضائے مرتہن کے نافذ نہیں ہوتا اور مرتہن کا حق حبس مرہونہ میں باطل نہیں ہوتا یعنی اس قسم کا تصرف اگر راہن کرے تو وہ مرتہن کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اگر وہ اجازت دے تو تب نافذ ہوگا اور مرتہن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ جب تک وہ اپنا زر رہن وصول نہ کرے اس وقت تک مرہونہ کو اپنے پاس بندر کھے اور جب راہن مرتہن کو اپنا دین ادا کر دے اور مرہونہ کو بندر کھنے کا حق باطل ہو جاتا ہے تو راہن کا وہ سابق تصرف جو کہ موقوف تھا اب نافذ ہو جائیگا یہ تفصیل فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ ص ۴۸۷ کی مندرجہ ذیل عبارت سے لی گئی ہے۔

تصرف الراهن قبل سقوط الدين فى المرهون اما تصرف يلحقه الفسخ كالبيع

فالكتابة والاجارة والهبة والصدقة والاقرار ونحوها او تصرف لايحتمل الفسخ كالعتق والتدبير والاستيلاء' اما الذى يلحقه الفسخ لاينفذ بغير رضاء المرتهن ولايطل حقه في الحبس واذاقضى الدين وبطل حقه في الحبس نفذت التصرفات كلها.

اسی طرح اگر مرتہن نے زررہن وصول کرنے سے پہلے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گی اور اب پھر رہن رہن نہیں رہے گا مگر زررہن بہر حال خود راہن کے ذمہ ہوگا اور اجازت دینے سے مرتہن کا حق باطل نہیں ہوگا اور اس صورت میں اگر یہ تصرف بیع ہو تو اب بجائے مرہونہ کے اس کا ثمن (زربیع) مرہون ہوگا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اسی صفحہ (جلد۵ص ۴۸۷) پر ہے۔

ولواجازالمرتهن تصرف الراهن نفذوخرج من ان يكون رهناً والدين على حاله وفي البيع يكون الثمن رهناً مكان المبيع ..... الخ

فقہاء کی اس تحقیق کی روشنی میں صورت مسئولہ میں راہن نے جو تصرف کیا ہے وہ بیع کا تصرف ہے پس وہ اجازت مرتہن پر موقوف ہوگا اب اگر عمرو (مرتہن) نے راہن (زید) کو اجازت دی ہو تو اس کا یہ تصرف نافذ ہوگا اور عمرو (مرتہن) کا زررہن زید کے ذمہ لازم ہے اور اگر عمرو (مرتہن) نے اجازت نہ دی ہو تو یہ بیع موقوف ہے اور تاوصولی زررہن عمرو (مرتہن) زمین مرہونہ کو اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے۔

(۲) فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایسی شرائط جو ملائم عقد نہ ہوں ان سے عقد بیع فاسد ہوتا ہے جس کی تفصیل فقہاء نے یوں کی ہے۔ الدرالمختار میں ہے۔ ولابيع بشرط لايقتضيه العقد ولايلائمه وفيه نفع لاحدهمااوفيه نفع لمبيع الخ..... علامہ شامیؒ بصورت تنبیہ اس کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ قوله وفيه نفع لاحدهما الماء بالنفع ماشرط من احد لمتعاقدين على الآجر (ج۴ ص۱۶۷)

اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ مشتری بیع کا مالک ہو جاتا ہے یعنی بیع فاسد مفید للملک ہے اور ہر ایک پر بائع اور مشتری میں سے اسکا فسخ واجب ہے قبل القبض اور اسی طرح بعد القبض بھی جب تک کہ مبیع مشتری کے ہاتھ میں باقی ہو اور اس میں مرافع الی القاضی کی شرط نہیں ہے کیونکہ جو چیز شرعاً واجب ہوتی ہے وہ قضاء قاضی کی محتاج نہیں ہوتی ہاں اگر کسی نے بائع یا مشتری میں سے کسی نے اس کے باقی رکھنے پر اصرار کیا تو قاضی کو جبراً اسے فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

علامہ فرماتے ہیں: ويجب على كل واحدمنهما فسخه قبل القبض ويكون

امتناعاً عند اوبعده مادام المبيع مجاله في يدالمشترى..... للفسادلانه' معصية فيجب رفعهاولذالايشترط فيه قضاء قاض لان الواجب شرعاً لايحتاج للقضاء واذا امراحدهما على امساكه وعلم به القاضي فله فسخه جبراً عليهما حقاً للشرع (درمختاربهامش الشامي ج۴ ص ۱۷۳)

اس تحقیق کو مدنظر رکھتے ہوئے صورت مسئولہ میں مرتہن (زید) کی اجازت سے راہن نے مشتری (خالد) سے جو عقد بیع کیا ہے میرے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کیونکہ زید نے حین عقد میں جو شرط لگائی ہے کہ اگر میری زمین ایکٹ میں آ گئی تو زر رہن مرتہن کو نہ دو گے بلکہ مجھے دو گے اور مشتری خالد نے اس کو منظور کیا تو یہ ایک ایسی شرط ہے جو نہ عقد کی مقتضیٰ ہے اور نہ ملائم عقد ہے اور اس میں احدالمتعاقدین (زید بائع) کو نفع ہے لہٰذا اس سے بیع فاسد ہوگئی ہے اور اس کا فسخ کرنا واجب ہے پس زید اس کو فسخ کر سکتا ہے کیونکہ مشتری (خالد) نے ابھی تک قبضہ بھی نہیں کیا ہے اگر زید اس بیع کے باقی رکھنے پر اصرار کرے تو بذریعہ عدالت فسخ کرایا جا سکتا ہے۔ هذاهو الذى يعلم ماذكرفي كتب مذهبناوان لم يشرح به القلب ولم تطمئن به النفس فان للمقال فيه مجالاً(فقط والله اعلم)فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳)

راہن کا حق انفکاک کی بیع کرنا

سوال.....زید نے اپنی زمین داری کا حق اس شرط سے بکر کے پاس دو سو روپے میں رہن کیا کہ جب روپیہ ادا کر دیا جائے فک رہن ہو جائے اور ایام رہن میں بارہ روپے سالانہ منافع مرتہن لیا کرے بکر فوت ہو گیا بذریعہ ترکہ مرہونہ زمین کے حق پر اس کی زوجہ ہندہ قابض ہوئی اس کے بعد زید نے مرہونہ زمین کے حق انفکاک کو عزیز وغیرہ کے باپ عبید کے پاس بیع کر دیا تھا اگر چہ زید نے بیعانہ کی رجسٹری بھی کرا دی اور زرثمن وصول ہونے کا اقرار بھی کر لیا مگر واقع میں زید کو زرثمن اب تک نہیں ملا زید اور عبید کے درمیان ایام رہن میں یہ معاہدہ ہوا کہ عبید نے حق انفکاک رہن بیع شدہ کو بحق زید واپس کر دیا اس شرط سے کہ اگر زید ایک یا دو سال میں دو سو روپے عبید کو ادا کر دے اگر زید ادا نہ کر سکے تو عبید بدستور سابق حق انفکاک کا مالک رہے گا چنانچہ وعدہ گزر گیا اور زید نے ادا نہ کیا تو ایسی صورت میں بلا امداد قاضی کے بیع ہو گی یا نہیں؟ اسی اقرار نامے میں یہ بھی تھا کہ عرصہ قلیل میں درخواست پر بکر و زید کا نام داخل خارج کا چڑھوا دوں گا مگر اس نے درخواست نہ دی اور خلاف معاہدہ قابض رہا اور اسی حالت میں وفات پا گیا اس کے بعد عزیز وغیرہ

اس کے وارث قرار پائے ہندہ کے فوت ہونے پر حقیقت مرہونہ عمرو کو ترکے میں ملی عمرو اٹھارہ سال تک اس پر قابض رہ کر دوسو سولہ روپے سالانہ وصول کر کے اپنے تصرف میں لایا تو عمرو کا یہ تصرف جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو اصل زر رہن میں مجرا ہو کر زید کو واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟ پھر عمرو کی وفات کے بعد اس حقیقت پر اس کا لڑکا خالد قابض رہا اتفاق سے خالد نے حقیقت مرہونہ مندرجہ صدر کا مبلغ دوسو روپے زر رہن عزیز وغیرہ کو معاف کر دیا اور جائیداد پر قابض کرا دیا تو ایسی صورت میں زر منافع اس کا جب شرعاً نا جائز ہوا اور حسب صورت بالا اصل زر رہن منافع ادا ہو کر روپیہ زید کا نکلا تو خالد کو اس دوسو روپے ادا شدہ کو عزیز وغیرہ کے حق میں معافی کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو عزیز وغیرہ کو اس کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... زید راہن نے بکر مرتہن سے یہ شرط کی "مرتہن ایام رہن میں بارہ روپے سالانہ منافع لیا کرے؟ شرعاً باطل ہے صرف زر رہن میں اس کا حق ہے پس بکر کی وفات کے بعد اسکے ورثہ کا جس میں زوجہ ہندہ بھی ہے صرف زر رہن میں حق ہے اور حق فک رہن کا زید ہی کو حاصل ہے زید کا اس حق فک (چھڑا لینے کا حق) کو عبید کے ہاتھ بیع کرنا باطل ہے اس بیع سے عبید کا کوئی حق نہ ہوا۔ اگر عبید سے روپیہ بھی وصول ہو جاتا تب بھی زید پر واجب تھا کہ وہ روپیہ عبید کو واپس کرتا کہ یہ روپیہ رشوت ہے اور جبکہ روپیہ بھی وصول نہیں ہوا تب تو کسی قسم کا حق عبید کو حاصل نہ ہوا۔ اور جو اقرار نامہ لکھا گیا ہے اس کا کوئی اثر نہیں اگر زید کو روپیہ بھی مل جاتا اور زید میعاد کے اندر روپیہ عبید کو واپس بھی نہ کرتا اور میعاد بھی گزر جاتی اور کوئی قاضی بھی اس بیع باطل کے نفاذ کا حکم کر دیتا تب بھی حق فک رہن زید ہی کو ہوتا۔

اور سائل کا یہ کہنا کہ عبید خلاف معاہدہ قابض رہا سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ جائیداد کا اول بکر کے قبضے میں رہنا پھر ہندہ کے قبضے میں رہنا سوال میں مذکور ہے بہر حال اگر اس پر بھی عبید کا قبضہ ہو جاتا تب بھی حکم مذکور میں کچھ تغیر نہ ہوتا عبید کو غاصب و قابض بالباطل کہا جاتا جب عبید کا اس میں کوئی حق نہیں تو اس کے مرنے کے بعد عزیز وغیرہ اس کے وارثوں کا بھی اس میں کوئی حق نہیں ہوگا پھر جب ہندہ کی وفات ہوئی تو عمرو اگر اس کا یا بکر کا شرعی وارث ہے تو اس کا بھی اصل مرتہن کی طرح زر رہن کی واپسی ہی میں حق ہے اسی طرح اگر بکر یا ہندہ کے اور ورثہ بھی ہوں تو بھی یہ ہی حق واپس زر رہن سب ورثہ میں مشترک ہے اب عمرو نے اس جائیداد سے دوسو روپے جو وصول نہیں کیا تو اس رقم وصول شدہ سے سولہ روپے زید کو واپس کیا جائے گا اور دوسو روپے بکر مرتہن کے سب ورثہ شرعیہ کو انکے حصے کے موافق تقسیم کیا جائے گا اور جائیداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہوگا اور اگر بکر یا ہندہ کو بھی ...... کچھ وصول ہوا تھا تو وہ بھی ہندہ اور بکر کی جائیداد سے وصول کر کے

زیدکو واپس دیا جائے گا یا ان کے حصے میں تقسیم کے وقت اتنی کمی کردیں گے اور اس دوسو روپے میں سے وہ وصول کردہ ہندہ وبکر بھی زیدکو واپس کیا جائے گا جب جائیداد میں وارثان مرتہن کا کوئی حق نہ رہا تو اب خالد کا قبضہ محض باطل ہے اسی طرح جب زر رہن وارثان مرتہن کے پاس پہنچنے سے بذمہ راہن یا وارثان راہن دین نہ رہا تو خالد کا معاف کرنا بھی باطل ہے خاص کر ایسے شخص کو جو شرعاً دین وصول کرنے کے مستحق بھی نہیں ہوئے پس عزیز وغیرہ کا قبضہ اس جائیداد پر باطل ہوگا اور انتفاع اس سے حرام ہوگا بلکہ سب پر واجب ہے کہ اپنا قبضہ اٹھا کر زید راہن یا اس کے ورثہ کے قبضے میں دے دیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۴۶۱)

مرتہن نے اگر مرہونہ زمین سے دی ہوئی رقم سے زیادہ منافع حاصل کئے تو لوٹانا واجب ہے

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے پانچ سو روپیہ لیا اور چار کنال زمین رہن کے طور پر رکھی تقریباً دو سال کے لئے آیا بکر دو سال زمین کی پیداوار کھا سکتا ہے یا نہ اگر کھا سکتا ہے تو پھر اس کو دو فائدے حاصل ہوں گے ایک پیداوار دوسری رقم بھی وصول ہو جائے گی پوری پانچ سو روپیہ شریعت کی رو سے روشنی ڈالیں۔

جواب..... بکر صرف پانچ صد روپیہ کا استحقاق رکھتا ہے پیداوار کا مالک بعد از ادائے نفقات کے زید ہے بکر کو لازم ہے کہ پانچ صد روپیہ سے زائد جو کچھ پیداوار وغیرہ لی ہے واپس کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۴۲۸)

متفرقات

مشاع کا رہن رکھنا

سوال..... مشاع (مشترک) چیز کو رہن رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب..... صحیح نہیں لایصح رھن المشاع مطلقاً مقارناً او طارئاً انتھی۔ (فتاویٰ عبدالحی ص۳۳۰)

شئی مرہون کا نفقہ کس کے ذمے ہے؟

سوال..... شئی مرہون کا نفقہ راہن کے ذمے ہے یا مرتہن کے؟

جواب..... بذمہ راہن ہے ونفقة الرھن علی الراھن انتھی۔ (فتاویٰ عبدالحی ص۲۹۹)

ارض مرہونہ کا خراج کس کے ذمے ہے

سوال..... اراضی مرہونہ کا خراج بذمۂ راہن ہوگا یا بذمہ مرتہن؟

جواب..... بذمۂ راہن ہے۔ (فتاویٰ عبدالحیؒ ص ۳۰۰)

مرہونہ زمین کے محاصل راہن کو واپس کرنا لازم ہیں

سوال..... جناب مفتی صاحب! ہمارے علاقہ یار حسین (ضلع صوابی) میں قرض لینے دینے کے سلسلہ میں یہ رواج ہے کہ قرض رقم دینے والا اس کے عوض میں کچھ زمین رہن رکھ لیتا ہے اور اس مرہونہ زمین سے اسے (مرتہن کو) انتفاع لینے کی راہن کی طرف سے اجازت ہوتی ہے اسی سلسلہ میں کچھ عرصہ قبل بندہ نے ایک استفتاء بھیجا تھا جس کے جواب میں آنجناب نے راہن کی اجازت کے باوجود مرہونہ زمین سے انتفاع لینے کو ناجائز تحریر فرمایا تھا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے مرہونہ زمین سے فائدہ حاصل کیا ہو اور اسے استعمال بھی کیا ہو تو وہ اپنے آپ کو اس سے کس طرح فارغ الذمہ کر سکتا ہے اور اس کی عملاً کیا صورت ہوگی؟

جواب..... مرہونہ زمین انتفاع لینا راہن کی اجازت کے باوجود بھی مفتی بہ قول کے مطابق ناجائز وحرام ہے اب اگر کسی نے ایسا کیا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے فارغ کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ مرہونہ زمین سے اس نے جو محاصل لئے ہیں وہ جملہ محاصل یا ان کی قیمت راہن کو واپس کردے تب اس کا ذمہ فارغ ہوگا۔

لماقال العلامة محمد عبدالحی الکھنویؒ: (الجواب) بکر کو اس محاصل کا واپس کرنا لازم ہے اور بکر کو اس محاصل سے نفع حاصل کرنا جائز نہ تھا اور ایک روپیہ کے عوض میں اس محاصل کو بیچ نہیں سکتا البتہ کل محاصل کے واپس کردینے سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ (مجموعۃ الفتاویٰ (اردو) ج ۳ ص ۱۲۹ کتاب الراہن (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۲۳۴)

مرتہن کا قرض مہر پر مقدم ہے

سوال..... زید جائیداد موروثی پر قبضہ اور زوجہ منکوحہ اور چار لڑکی چھوڑ کر فوت ہوگیا اور اس کے ذمے دین مہر ہے تو متوفی کی جائیداد مرہونہ سے اس کی منکوحہ قرض ادا کرنے سے پہلے دین مہر وصول کر سکتی ہے یا نہیں؟ مزید یہ کہ متوفی کی منکوحہ نے نکاح ثانی بھی کر لیا ہے۔

جواب..... صورت مسئولہ میں جس جائیداد پر قرضہ ہے اگر وہ مرہونہ اسی قرضے کے عوض

میں ہوا اور مرتہن کی مقبوضہ بھی کرادی گئی تھی تب یہ دین رہن دین مہر پر مقدم ہے اس کو ادا کر کے اگر کچھ بچے یا متوفی کے پاس اور تر کا بھی ہو تو اس میں سے مہر ادا کیا جائے گا اور اگر مرتہن کا قبضہ اس پر نہیں ہوا تھا تو وہ اور مہر برابر ہے اور دین رہن کی وہ مقدار معتبر ہوگی جس قدر اصل قرض بذمہ راہن ہے اور اگر مرتہن کچھ سود لے چکا ہے یا مرتہن اسی شئی مرہون سے کچھ آمدنی حاصل کر چکا ہے کہ وہ بھی سود ہے تو یہ سود اور آمدنی منہا کر کے جو باقی رہے گا وہ قرضہ شمار کیا جائے گا اور نکاح ثانی کرنے سے دین مہر ساقط نہیں ہوا۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۶)

مشروط رہن کی ایک صورت کا حکم

سوال...... احمد کا ایک مکان محمود نے رہن لیا جسکا کرایہ عـــ رماہوار ہے اور شرائط ذیل ہیں۔

۱۔ مرمت بذمہ راہن ہے ۲۔ قبضہ مرتہنانہ دے کر اختیار دیا ہے کہ چاہے خود رہے یا کرائے پر دے ۳۔ سولہ برس کے...... اندر بے باقی مقرر پا کر جائیداد مرہونہ فک رہن ٹھہری ہے ۴۔ صرف پتائی، صفائی، گل اندازی سقف بذمہ مرتہن ہے ۵۔ اگر راہن کوئی جز اس مکان کا کرائے پر لے گا تو اس کا کرایہ نامہ باضابطہ لکھ دے گا ۶۔ سولہ سال معیاد کے اندر مرتہن کی رضامندی کے بغیر چھڑانے کا اختیار ہے۔ محمود کا خیال ہے کہ فی الحال گو مکان کرائے پر اٹھا ہوا ہے مگر احتمال یہ بھی ہے کہ آئندہ نہ اٹھے اور خالی رہے یہ معاملہ سودی ہے یا نہیں؟

جواب...... شرعاً سود کچھ زیادہ وصول کرنے ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر عقد باطل و فاسد ربا ہے اگر کوئی اپنی اصطلاح میں اس کا نام ربا نہ رکھے تو احکام کا مدار نام پر نہیں بلکہ حقیقت پر ہے اور حرمت صرف ربا کے ساتھ خاص نہیں جو عقد کہ شرائط جواز کا فاقد ہو وہ حرام ہے

صورت مسئولہ میں اصل عقد رہن ہے اور اس کا مقتضا صرف یہ ہے کہ جب راہن زر رہن ادا کر دے مرتہن اس رہن کو چھوڑ دے اور درمیان میں جو آمدنی اس سے ہو وہ مرتہن کے پاس امانت ہے شئی مرہون کیساتھ اس کو بھی واپس کرے اور ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں بعض شرائط اس مقتضائے عقد کیخلاف ہے اس لئے یہ معاملہ حرام ہے گو سود نہ ہو۔ (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۴۶۵)

مرتہن کے بعض ورثہ کا مرہون میں سے اپنا حصہ چھڑا لینا

سوال...... زید و عمر حقیقی بھائی تقسیم میں برابر ہوئے زید نے ہندو کے یہاں نوکری کر لی مگر تصرف بے جا کی وجہ سے اپنا حصہ اس ہندو کے یہاں رہن رکھ دیا عمرو نے دوسری جگہ سے روپے

لے کر اس سے رہن چھڑوا کر منتقل کر دیا مگر تھوڑے دنوں کے بعد خود اپنا حصہ اس کے یہاں گروی رکھ دیا اسی اثنا میں زید دولڑکے ایک لڑکی اور بی بی سے اور ایک عورت منکوحہ اور ایک لڑکی اس عورت سے چھوڑ کر فوت ہوا تھوڑے دنوں کے بعد زید کا بڑا لڑکا چار لڑکے اور عورت چھوڑ کر مر گیا اب زید کا چھوٹا لڑکا اور لڑکی اپنے اپنے حصے کا روپیہ دے کر اپنے چچا سے حصہ لینا چاہتے ہیں کس قدر حصہ لازم آتا ہے اور اس طریق سے مدعی بننا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... میراث سے مقدم حقوق ادا کرنیکے بعد زید کا کل ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ زید کی زوجہ ثانیہ کو چھیانوے اور زید کے لڑکے کو دو سو چوبیس زید کی دونوں لڑکیوں میں سے ہر ایک ☆ کو ایک سو بارہ اور زید کے پسر متوفی کی زوجہ کو اٹھائیس اور اسکے چار لڑکوں میں ایک کو انچاس ملیں گے۔

اور چونکہ زمین رہن رکھنے سے ملک سے خارج نہیں ہوتی اس لئے زید کی وہ زمین مرہونہ ان ہی سہام کے موافق اس کے ورثہ بالا میں تقسیم ہوگی اور زر رہن ملنے پر رہن چھوڑنے سے انکار کرنا جائز نہیں۔ البتہ اصل مرتہن کو یہ اختیار تھا کہ جب تک اپنا زر رہن پورا نہ لے لے رہن نہ چھوڑے خواہ ایک وارث دے دے یا سب مل کر دے دیں۔

لیکن چونکہ عمرو اس رہن کو چھڑا کر دوسری جگہ رہن کر چکا اس لئے عمرو متبرع ہے اور متبرع کو حق حبس حاصل نہیں لہٰذا عمرو پر واجب ہے کہ ورثہ زید کی چیز ان کو فوراً دے دے اور پس و پیش کرنا ظلم اور حرام ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۴)

اگر ایک زمین عرصہ ساٹھ سال سے کسی کے پاس رہن ہو تو کیا مرتہن اس کا مالک بن سکتا ہے

سوال...... ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی ان المرهون بعداذامضی علیه فی یدالمرتهن ستین سنة ولایفکه الراهن ولاولده ولاولداولاده هل یصیر بعدالمرافعة الی القاضی اوالحاکم المسلم ملکاقطعیا کما هوالمعروف فی قانون الحاضر وهوالمسمی فی اصطلاحهم (زادالمیعاد)

فی الجملة ان الاذن للحاکم هل هوشرعی ام من القانون الغرب وبعد مصادرة الحکم من الحاکم هل یجوزالانتفاع من ذلک المرهون فی شرع الاسلامی ام لا؟

جواب...... فی شرح التنویر ص ۵۱۹ ج ۲ مات الراهن باع وصیه

رهنه باذن مرتهنه وقضى دينه لقيامه مقامه فان لم يكن له وصى نصب القاضى له وصيا وامره ببيعه لان نظره عام وهذا لوورثته صغاراً فلو كان كبارًاخلفوا الميت فى المال فكان عليهم تخليصه جوهره. وبعدسطرلايبطل المرهن بموت الراهن ولابموت المرتهن ولابموتهماويبقى الرهن رهناعند الورثة وايضا فى شرح التنوير۲ ۰ ۵ ج٦ سلطه ببيع الرهن ومات للمرتهن بيعه بلامحضر وارثه غاب الراهن غيبة منقطعة فرفع المرتهن امره للقاضى ليبيعه بدينه ينبغى ان يجوز. وفى الشامية بقى ماذا كان حاضر اوامتنع عن بيعه وفى الولواجية يجبر علے بيعه فاذاامتنع باعه اوامنيه للمرتهن وا وفاه حقه والعهدة علے الراهن اه ملخصاً. وبه يفتى فى الحامدية وفى الخيرية يجبرعلے بيعه وان كان دا راليس له غيرهايسكنها لتعلق حق المرتهن بها بخلاف المفلس. ردالمختار ص۲ ۰ ۵ ج٦ قدعلم من هذه العبارات الفقهية انه اذاحل اجل الرهن ولا يؤدى الراهن دين المرتهن ولاورثته اذامات الراهن قبل فكاک الرهن فان كان ورثته فقراء يجبرهم القاضى لبيعه واداء (مال المرتهن فان امتنعوا باعه القاضى واداه حقه ولايملک المرتهن نفس الرهن. نعم لوكان الرهن دار اولم يكن للمرتهن داراغيرها ليسكنها لتعلق حق المرتهن بها.وبهذا علم لو كان المرتهن محتاجاالى نفس الرهن صارامالكا باذن القاضى ان كانت قيمته مساوية للدين وجازله انتفاعه به. فقط والله اعلم وان كان قيمة الارض اوالدار زائدة علے الدين ردالزيادة علے ورثة الراهن.
والله اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص۴۱۲)

کافر کی مرہونہ زمین کو زراعت پر لینا

سوال.....ایک ہندو کی زمین مسلمان کے پاس رہن ہے اب مرتہن سے مزارعت پر لے لی جائے یا نہ؟ یہ بھی معلوم ہے کہ نفع یہی شخص اٹھائے گا۔

جواب.....بعض علماء کے قول پر جائز ہے یباح مال الحرب برضاہ ولو بعقد فاسد.
(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۴۵۴)

شئی مرہون کی حاصل کرنے کی ایک صورت

سوال.....رہن لینے میں جو آسانی ہوتی ہے اسکی کوئی صورت شرعاً پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں؟
فرض کیجئے ایک موضع میں میرا حصہ پندرہ آنا ہے ایک آنے والا حصے دار بضرورت قرض لیتا ہے مجھ سے رہن بالقبض یا بلاقبض کی درخواست کرتا ہے اگر میں نہیں لیتا تو دوسرے کے قبضے میں جاتا ہے جس سے پھر ملنے کی امید نہیں اور گویا مجموعی انتظام میں رخنے پڑنے کا احتمال ہے یا مثلاً کوئی زیادہ قیمت کی جائیداد تھوڑے پیسوں میں ہمارے پاس رک جاتی ہے جیسے ہم سمجھتے ہیں کہ راہن میں ادا کرنے کی قوت نہیں ہے پھنس جانے پر ہم رفتہ رفتہ قیمت ادا کریں گے اور اس طرح ہمارے پاس ایک معقول جائیداد ہو جائے گی آسانی یہ ہوئی کہ یک مشت قیمت نہ دینی پڑی۔
جواب.....صرف اس قدر ممکن ہے کہ مدت رہن کے اندر جو منافع حاصل ہوں ان کو امانتاً جمع رکھے اور جب وہ زمین فروخت ہو جائے تب وہ امانت اس راہن کو واپس کر دی جائے زمین بھی آسانی سے آ جائے گی اور منافع رہن کے استعمال سے بھی محفوظ رہے گا۔ البتہ اس صورت میں اتنا امر کھٹکتا ہے کہ اگر اس صورت میں راہن کو اطلاع ہو جائے کہ اتنا واپس ملے گا تو امید ہے کہ وہ چھڑوالے تو اطلاع نہ کرنا یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے جس میں گناہ کا اندیشہ ہے البتہ سود کھانے کا گناہ اس کو نہیں ہوا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۶)

رہن کی وجہ سے مکان کا کرایہ کم نہیں ہو سکتا کرایہ پورا دینا چاہئے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کو حکومت نے حقدار سمجھ کر ایک مکان الاٹ کر دیا کچھ عرصہ خود بیٹھا رہا بعد اس نے وہ مکان کرایہ پر دے دیا الائی سے مبلغ ۶۰۰۰ روپیہ مہینہ کرایہ لیتا رہا کچھ عرصہ پھر اس الائی نے کرایہ دار سے دو ہزار چار سو پچاس روپیہ نقد قرضہ لیا پرنوٹ لکھ دیا اور زبانی اقرار ہوا کہ یہ مکان رہن ہے قرض خواہاں کے پاس سے مقروض جس وقت مکان لے گا دو ہزار چار سو پچاس روپیہ نقد ادا کرے گا اور مکان کا سرکاری کرایہ مبلغ تیس روپیہ مہینہ مرتہن دیتا رہتا ہے اب مکان جس کے نام الاٹ کیا تھا حکومت نے وہ مرتہن سے مکان واپس لینا چاہتی ہے مکان کا کرایہ تھا ساٹھ روپیہ مہینہ اور مرتہن دیتا رہا تیس روپیہ مہینہ جو مرتہن کے پاس پیچھے ان کا حقدار کون ہے باقی مرتہن کتنے روپے لینے کا حقدار ہے جو شرعاً سود لینے کا مجرم نہ بنے۔ بینوا توجروا

جواب...... مرتہن کو مبلغ ساٹھ روپیہ پورے ادا کرنے ہوں گے رہن کی وجہ سے کرایہ کی رقم کم نہیں کی جاسکتی یہ سود ہوگا جس کا لینا حرام ہے لیکن مکان اس وقت اس کے حوالہ ہوگا جب رقم ادا کرے گا دراصل یہ رہن فاسد ہے۔ واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۴۱۵)

مکان رہن رکھ کر اس میں رہنا

سوال...... ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ مکان گروی رکھ کر خود رہنا جائز ہے کیونکہ مشارق الانوار میں ایک حدیث شریف آئی ہے کہ گھوڑا' گائے' بکری' بیل وغیرہ کا گروی رکھنا اور ان جانوروں کو دانا گھاس کھلا کر گھوڑے بیل کی سواری کرنا اور گائے بکری کا دودھ پینا جائز ہے پس اسی طرح پر اگر مکان گروی رکھا اور خود اس کی مرمت کرتا رہا تو اس کو رہنا جائز ہے اگر چہ اس کی مرمت میں تھوڑا ہی صرفہ ہو تو یہ حدیث اور ان صاحب کا قول صحیح ہے یا غلط؟

جواب...... ان صاحب کا قول غلط ہے اور مطلب حدیث کا یہ کہ اگر راہن خود اپنے تصرف میں لائے تو مرتہن کی رضا سے درست ہے۔

یا یہ معنی ہیں کہ جس وقت راہن نے رہن رکھا اس وقت ان کے خیال میں بجز رہن کرنے کے اور کچھ نہ تھا بالکل کسی قسم کے تصرف کی شرط وغیرہ سے رہن خالی تھی پھر عقد رہن تمام ہونے کے بعد اگر مرتہن راہن کی اجازت سے اس کو کام میں لائے تو جائز ہے۔ اور یہاں جو رہن ہوتی ہے ان کا قیاس اس رہن پر جو حدیث شریف میں مذکور ہے درست نہیں کیونکہ یہاں انتفاع مرتہن معروف ہے اور معروف کالمشروط ہوتا ہے اور انتفاع مرتہن کو شی مرہون سے حرام ہے اور ربا میں داخل ہے کیونکہ یہ منفعت عوض سے خالی اور قرض جر نفعاً سے ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۰)

اپنا ذاتی مکان کسی کے پاس رہن رکھ کر پھر اس سے کرایہ پر لینا

سوال...... مندرجہ ذیل مسئلہ میں شریعت کے حتمی فیصلہ سے مطلع فرمائیں۔

ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اپنا ذاتی مکان رہن رکھنا چاہتا ہے اور رہن رکھنے کے ساتھ ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ وہی مکان وہ خود کرایہ پر لے لے اور جب تک اس کا مکان اس کے اپنے قبضے میں رہے وہ اس شخص کو جس کے پاس اس نے مکان رہن رکھا ہے اس مکان کا کرایہ ادا کرتا رہے اب آپ یہ فرمادیں کہ آیا اس شخص کے لئے جس نے مکان لیا ہے، مالک مکان سے اس مکان کا کرایہ لینا سود میں شمار ہوگا یا نہیں واضح رہے کہ مکان رہن رکھا گیا ہے خریدا نہیں اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا طریقہ مکان لینے کا ایسا ہو کہ جس سے مکان لینے والا سود سے بچ سکے تو وہی طریقہ خود فرمادیں۔

جواب.....صورت مسئولہ میں مکان کا کرایہ لینا رہن مکان سے نفع اٹھانا ہے جو کہ اس لینے والے کے لئے حرام مثل سود کے ہے۔شامی ص۴۸۲ ج۶ میں ہے قال فی المنح وعن عبدالله محمدبن السمرقندی وکان من کبارعلماء سمرقند انه لایحل له ان ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه. وان اذن له الراهن لانه اذن له في الربا لانه یستوفی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة. فضلافیکون ربأ وهذاامر عظیم (الی قوله) والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون عندالدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدارهم وهذابمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهومما یعین المنع واللہ تعالیٰ اعلم۔لہٰذا صورت مسئولہ میں مکان کو رہن رکھ کر وہی مکان مالک کو کرایہ پر دینا شرعاً ناجائز و منع ہے البتہ اگر اس صورت میں مالک مکان اور یہ دوسرا شخص اس مین سودا کرلیں اور جب ایجاب وقبول ہوجائے سودا ہوجائے تو پھر اگر سودا کے تمام ہونے کے بعد یہ شرط کرلیں کہ جو رقم جو کہ مکان کی قیمت لگائی ہے مالک مکان ادا کرے تو مکان مشتری بائع کو واپس کرے گا تو یہ بیع مجمع ہے۔اور بعد والی شرط مالک مکان سے وعدہ ہے جس کی وجہ سے بیع میں کچھ خرابی نہیں آتی چنانچہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد اول عزیز الفتاویٰ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن کا فتویٰ اس قسم کا ایک درج ہے۔(فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص۴۱۶)

احکام الوصیت

وصیت اوراجازت وہبہ

وصیت کی حقیقت اوراس کی قسمیں

سوال.....وصیت کی حقیقت کیا ہے؟

جواب.....شرعاً وصیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا مالک بنادیا جائے جبکہ اس کی ملکیت مرنے کے بعد منسوب ہو اور وہ ازراہ تبرع ہو فی الهندیة الایصاء فی الشرع تملیک مضاف الی مابعد الموت یعنی بطریق التبرع سواء کان عینا اومنفعة کذافی التبیین (ج۶ص۹۰)

اور وصیت چار طرح کی ہوتی ہے۔

۱۔واجب وصیت جیسے زکوٰۃ' روزے' نماز کے فدیہ کی وصیت

٢۔اور مباح کسی بھی مالدار کے لئے۔

٣۔مکروہ فاسق اور گنہگاروں کے لئے اور مذکور بالا صورتوں میں سے کوئی نہ ہو تو وصیت کرنا مستحب ہے فی التنویر وشرحہ (وھی) اربعة اقسام (واجبة) بالزکاة (و) فدیة (الصیام والصلوٰة التی فرط فیھا) ومباحة لغنی (ومکروھة) لاھل فسوق والا فمستحبة) (ج ۵ ص ۴١۵) (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

وصیت میں کون سی اجازت معتبر ہے؟

سوال.....زینب نے انتقال سے چند سال پہلے اپنا مکان اور اسباب خانہ اپنی دختر کلثوم کی موجودگی میں اس کی رضامندی سے اپنے لڑکے بکر کے لئے وصیت کردیا اب انتقال کے بعد لڑکی بھائی سے اپنا حق طلب کرتی ہے شرعاً کلثوم اس صورت میں مستحق ہے یا نہیں؟

جواب..... یہ وصیت وارث کے لئے ہے جو دوسرے ورثہ کی اجازت کے بغیر معتبر نہیں اور ورثہ کی اجازت وہ معتبر ہے جو موصی کی موت کے بعد ہو وقت وصیت کی اجازت معتبر نہیں لہٰذا یہ وصیت کالعدم ہے (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ٣٣٣)

وصیت کی ایک خاص صورت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہندہ نے کچھ اپنا زیور اپنی حیات میں زید کے پاس بطور امانت رکھا اور کچھ پہنے رہی اور امانت کے وقت یہ کہہ دیا کہ میں اپنا سارا زیور جو امانت ہے اور جو میں پہن رہی ہوں خیرات کروں گی اور کچھ دنوں کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا اور وہ زیور جو پہن رہی تھی وہ بھی امانت زید میں آ گیا اور ہندہ نے مرض الوفات یعنی مرنے سے ایک روز پہلے زید سے یہ کہا کہ میرا سارا زیور خیرات کردینا لہٰذا صورت مذکورہ بالا میں زید کو کیا کرنا چاہئے کیا وہ کل زیور خیرات کردے یا بحیثیت وصیت ثلث خیرات کرے اور دو حصہ ورثاء کو موافق فرائض تقسیم کردے۔

نوٹ: اس ہندہ کا کچھ مہر اور آٹھواں حصہ اس کے زوج کے مال میں نکلتا ہے جس کے آ جانے کے بعد یہ کل زیور ثلث مال میں آ سکتا ہے تو یہ کل زیور خیرات ہوسکتا ہے یا نہیں اور جو نا قابل وصول ہے اس کو ورثاء دعویٰ کر کے وصول کریں لیکن کچھ وارث یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے واسطے سب مال ایسا کیوں چھوڑا جاتا ہے جو ہم وصول نہ کر سکیں جو مال زید کے قبضہ میں ہے اس میں سے بھی تو کچھ دینا چاہئے۔ بینوا توجروا

جواب...... حامدًا و مصلیاً

صورت مذکورہ میں یہ زیور کل وصیت ہے کیونکہ میت کے کل مال میں سے ثلث کے اندر نکل سکتا ہے لہٰذا اس میں وصیت کو نافذ کرنا ضروری ہے ورثہ میں سے کسی کا اس میں حق نہیں بشرطیکہ یہ خوب محقق ہو کر یہ کل زیور ثلث میں سے نکل سکتا ہے۔

قال فی الدر: وبثلث دراهمه اوغنمه اوثيابه متفاوتةً ای الدراهم والغنم ان خرج من ثلث جميع باقی اصناف ماله وثلث الباقی فی الاخير ين ای الثياب والعبيدوان خرج الباقی من ثلث الكل اه

دل كلامه علی انه اذااوصی بشیٔ وله من المال اصناف متعددة وخرج الموصی به من ثلث الكل فالوصية جائزة. والله اعلم (امدادالاحکام ج ۴ ص ۵۷۲)

وصیت کا مال ضائع ہونے کا حکم

سوال...... زید نے مرنے سے پہلے ایک شخص سے تنہائی میں کہا کہ میں نے اس قدر رقم زوجہ کے پاس رکھ دی ہے اور وصیت کر دی ہے احتیاطاً تجھے بھی کہے دیتا ہوں کہ اس رقم میں اتنا بہن کی شادی کے واسطے اور اتنا بیوی کے واسطے اور اتنا حج بدل کے واسطے اور اتنا چھوٹے بھائی کے واسطے اور اتنا اپنے لڑکے کی تعلیم وغیرہ کے واسطے ہے۔ اس کے بعد زید انتقال کر گیا اس کی بیوی سے اس رقم کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بھی کسی قدر کمی بیشی کے ساتھ وہی تفصیل بیان کی جب رقم کو دیکھا گیا تو رقم نصف کے قریب کم نکلی اب اس صورت میں بہن اور بھائی کو ثلث مال سے حصہ مل سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... زوجہ اور پسر کے لئے وصیت باطل ہے اور بھائی بہن کے لئے مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد ثلث میں جائز ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ آیا زوجہ نے صراحتاً بھی یہ اقرار کیا ہے کہ میرے پاس اتنی رقم رکھی ہے یا اقرار نہیں کیا صرف حساب ہی بتلایا ہے اگر یہ اقرار نہیں کیا تو زوجہ پر ضمان نہیں ہے اور اگر اس کا اقرار کیا ہے تو پھر اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر زوجہ نے حفاظت میں کوتاہی کی ہے تو اس پر ضمان ہے اور اگر کمی نہیں کی تو ضمان نہیں اور اس میں زوجہ ہی کا قول مع الیمین معتبر ہے غرض جس قدر رقم زوجہ کے ذمے قرار پائے وہ اگر ثلث سے زائد نہ ہو تو اس میں بھائی بہن کے لئے وصیت کی جائے گی لیکن اگر زوجہ اقرار کر لے کہ مال زیادہ تھا اور باوجود حفاظت کے وہ ضائع ہو گیا ہے تو اس خاص صورت میں اس مجموعہ کو دیکھیں گے کہ ثلث سے کم بھی ہے اگر وہ مجموعہ زیادہ ہو تو پھر ثلث میں وصیت ہوگی اور باقی ماندہ میں اسی نسبت سے لیں گے باقی ورثہ کا حق ہے۔

مثال اس کی یہ ہے کہ کسی کا ترکہ ساٹھ روپے ہے اور اس نے تیس کی وصیت کی اور وہ زوجہ اس مقدار کا اقرار کرتی ہے مگر اس میں سے پندرہ روپیہ باوجود احتیاط کے ضائع ہو گیا جس سے زوجہ پر ضمان نہیں آیا تو اب ظاہر میں تو یہ پندرہ نصف ہے اس تیس باقی کا اور ثلث ہے مجموعے کا، لیکن چونکہ واقع میں کل ترکے کے ثلث نہیں ہے بلکہ اس کا ثلث بیس تھا اور یہ دس روپے زائد ورثہ کے تھے اس لئے اس گمشدہ مقدار سے بھی ہی نسبت سے دونوں کی رقموں کو کم کہا جائے گا یعنی پانچ روپے ورثہ کے گئے اور دس وصیت میں سے گئے پس باقی پندرہ میں سے پانچ روپے ورثہ کو واپس کر دیئے جائینگے اور دس روپے میں وصیت جاری ہوگی خوب سمجھ لیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۳۵)

''دوام'' اور ''نسلاً بعد نسل'' کے لفظ سے وصی بنانے کا حکم

سوال...... زید نے اپنے بیٹے بکر کو اپنا وصی کیا اور وصیت نامے میں لفظ دائما کو مندرج کیا مگر نسلاً بعد نسل کی کوئی قید نہیں لگائی زید نے وفات پائی اس کے بعد بکر نے بھی بغیر کسی کو وصی بنائے وفات پائی اور اولاد بکر مدعی ہے کہ میرا باپ بکر زید کا وصی تھا اور زید نے اس کو دوام کے لئے وصی کیا تھا چونکہ میں اس کا وارث ہوں اور لفظ دائماً اس امر کو چاہتا ہے کہ یہ وصیت نسلاً بعد نسل بنام بکر رہے لہٰذا ارث وصیت مجھ پر منتقل ہونی چاہئے اور دوسرے ورثاء کہتے ہیں کہ لفظ دائما بکر کی حیات سے متعلق تھا اور وصیت کوئی ارث شرعی نہیں کہ جو موصی لہ کے ورثہ کی طرف اس کی وفات کے بعد منتقل ہو لہٰذا وہ وصیت بکر کی وفات سے ختم ہوگئی اب جائیداد زید کے ورثہ کی طرف سے منتقل ہونی چاہئے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب...... لفظ دائماً جو وصی کے حق میں وارد ہو اس سے قواعد فقہیہ کے استعمال کے اعتبار سے اسی کی ذات کیساتھ وصایت کا دائم ہونا ہے ☆ اور صرف اس لفظ سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ وصایت نسلاً بعد نسل ہے جب تک کوئی لفظ اس مضمون پر دال نہ ہو اور وصایت ایسا امر نہیں کہ بطور وراثت منتقل ہو کہ وصی کے انتقال کے بعد اسکا لڑکا بدون تولیت کے بحق وراثت وصی ہو جائے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۸۴)

ہبہ اور وصیت میں شک ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال...... ہندہ نے اپنا قرضہ (جو کہ دوسرے کے ذمہ ہے) زید وغیرہ اپنے نابالغ لڑکے کے نام اس عبارت سے بلاعوض ہبہ کیا کہ زر قرضہ مندرجہ دستاویز کو ہبہ کرتی ہوں اور قبضہ دیتی ہوں اور اپنا استحقاق اس سے اٹھالیا اور اس دستاویز میں ولی کو زر مذکور کے وصول کرنے کا اور اس کے محاصل میں نابالغان کی تعلیم کا اختیار دیا اور یہ بھی لکھا کہ اگر پسر مذکور فوت ہو جائے تو میری دختران (جو اس وقت زندہ ہوں) میں بحصہ مساوی تقسیم ہو تو اس صورت میں یہ دستاویز ہبہ نامہ

ہوگی یا وصیت نامہ متصور ہوتو ایسے ہبہ سے واہبہ کو فسخ کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

جواب...... چونکہ وصیت نام ہے اس تملیک کا جو منسوب مابعد الموت ہو اور عبارت ہبہ نامہ میں لفظ "ہبہ وعطا" بعد موت کی اضافت کے بغیر موجود ہے بناء علیہ یہ تحریر ہبہ نامہ متصور ہوگی لیکن چونکہ یہ تملیک دین غیر مدیون کو ہے اس لئے ہبہ سے رجوع اور ہبہ کے فسخ کا اختیار ہوگا جب تک موہوب لہ اس دین پر قابض نہ ہو۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۸۳)

خواب کی وصیت کا حکم

سوال...... والدہ کا انتقال ہوا انتقال کے بعد بحکم شرع ہم نے ہر ایک وارث کو اس کا حق دے دیا والدہ نے ثلث کی وصیت کی تھی جس کو پورا کر دیا گیا جو بچا وہ شرعی فیصلے کے مطابق تقسیم کر لی کچھ دنوں کے بعد والدہ کو ہماری ایک عزیز جو دین دار اور اکثر و بیشتر ان کے خواب صحیح ہوتے ہیں انہوں نے خواب دیکھا پوچھا کیسا حال ہے؟ کہا کہ میں نے جو بھی صدقات دیئے ہیں ان کا مجھے پورا پورا اجر مل گیا لیکن میرے ایک غریب کو نہیں ملا جس کی وجہ سے تکلیف میں ہوں لہٰذا تم فلاں بہن کو جو عورتوں میں دینی تبلیغی کام کرتی ہیں میری یہ امانت بھجوا دیں اور میری لڑکیوں کو کہہ دیں یہ لوگ بہت ہی پریشان ہیں آپ اس خواب کو حل فرمائیں؟

جواب...... اگر وصیت میں اس غریب عورت کے لئے بھی تجویز کیا تھا تو اس کو بھی دیا جائے ورنہ اس کے ساتھ سلوک اور خیر کا معاملہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۵۰۱)

مرض الموت میں اس کہنے کا حکم کہ میرا روپیہ جو میرے پاس ہے میرے بھائی کے لڑکے کو دینا

سوال...... زید کا کچھ روپیہ بطور امانت بکر کے پاس جمع ہے زید جو بہت بیمار ہوا تو اس نے بکر سے کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو جو روپیہ آپ کے پاس ہے ہمارے بھائیوں کو دے دینا جو کہ ملک میں ہیں یکا یک اس کے ایک بھائی کا لڑکا ملک سے بتلاش روزگار یہاں پہنچ گیا عین سکرات میں زید نے بکر سے یہ کہا کہ جو روپیہ ہمارا تمہارے پاس ہے ہمارے بھائی کے اس لڑکے کو دینا اب وہ شخص مرگیا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ میت کے دو بھائی اور ایک بہن ہے اور میت کے بھائیوں نے ایک تار بھی بھیجا کہ روپیہ اور سامان کسی کو نہ دینا پس آنجناب ارشاد فرمادیں کہ اس روپیہ اور سامان وغیرہ کا حقدار کون ہوگا۔ بینوا توجروا

جواب...... حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں اگر بحالت ہوش وحواس بیمار نے امانت کا روپیہ بھائی کے لڑکے (بھتیجے) کو دلایا ہے تو ظاہر ہے کہ بیمار کے دونوں قول وصیت کے حکم میں ہیں اور وصیت میں بلا اجازت ورثاء تہائی پر زیادتی جائز نہیں نیز وصیت بحق ورثاء باطل ہوتی ہے پس امانت میں سے نصف رقم بھتیجے کو بحکم وصیت دینا چاہئے بشرطیکہ یہ نصف رقم میت کے کل ترکہ کی (جب وصیت نصف میں صحیح مانی ہے تو یہ نصف رقم کل ترکہ کا سدس ہونا چاہئے کمالایخفی ۱۲) تہائی پر زائد نہ ہو اور اگر تہائی پر زائد ہوتی ہے تو اس زیادتی کی مقدار کو کم کر کے دین بقیہ ترکہ جس میں امانت کا روپیہ بھی شامل ہے میت کے دو بھائیوں اور ایک بہن میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے کہ پانچ حصے کر کے دو دو حصے ہر ایک بھائی کو اور ایک حصہ بہن کو دیا جائے۔

والدليل هذا والاجنبى وروارثه اوقاتله له نصف الوصيته وبطل وصية للوارث والقاتل لاهما من اهل الوصية على مامر ولذاتصح بالاجازة (درمختار)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب موصی نے کسی اجنبی اور وارث کے لئے وصیت کی تو نصف حق اجنبی کا حق ہوا اور وارث کے حق میں بقیہ نصف وصیت باطل قرار پاوے گی رہا یہ امر کہ بھتیجے کے حق میں پچھلا قول پہلے قول سے رجوع قرار دیا جاوے یہ اس لئے قابل التفات نہیں ہے کہ رجوع کے لئے قول صریح (وھو مصرح فی الشامی ج۵ص ۶۴۷) ہونا چاہئے محض دلالت معتبر نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اس صورت میں جبکہ کسی نے کل مال کی وصیت ایک شخص کے لئے کی ہو اور تہائی مال کی وصیت دوسرے شخص کے لئے ہو تو پچھلی صورت میں پہلی وصیت کے لئے رجوع قرار دی جائے حالانکہ فقہاء کرام اس کے برخلاف یہ حکم دیتے ہیں۔ **فثلثه بينهمانصفان' فقط والله تعالىٰ اعلم (امدادالاحکام ج ۴ ص ۵۷۳)**

وصیت کر دینے کے بعد بے ہوشی سے وصیت کا حکم

سوال......ایک شخص نے وصیت کی پھر کچھ دنوں کے بعد بے ہوش اور غافل ہو گیا اور یہ حالت تین دن تک رہی اور اسی میں انتقال ہو گیا اب وصیت باطل ہوئی یا نہیں؟ غایت الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے ''اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا یہاں تک کہ بے ہوش اور غافل ہو کر مر گیا تو وصیت باطل ہے'' اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب......اس صورت میں وصیت باطل نہیں غایت الاوطار سے جو عبارت نقل کی ہے یہ

درمختار میں خانیہ سے منقول ہے اور شامی نے اس پر لکھا ہے کہ مخبوط الحواس بھی چھ ماہ تک رہے تو وصیت باطل ہوگی تو تین دن تک غفلت میں رہنے سے بطلان وصیت اس قول کے ماتحت نہیں ہوسکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۹۰)

وصیت رد کرنے کے بعد اجازت دینا

سوال...... کسی مورث نے موت سے تین دن پہلے حالت بے ہوشی میں اپنی کل جائیداد کی وصیت کی ہو اور کسی وارث نے اس وصیت سے انکار کیا ہو کہ مورث کے مرنے کے بعد جس کی حق تلفی ہوتی ہے پھر وہی جبر و اکراہ کے سبب اقرار کرے تو اس حالت میں وہ وصیت انکار سے منسوخ ہوچکی تھی یا نہیں؟ اگر منسوخ ہوچکی تھی تو دوبارہ اس کے اقرار سے پھر اس کا جواز ہوسکے گا یا نہیں؟

جواب...... اگر موصی وصیت کے وقت بالکل بے ہوش لایعقل ہے تو وصیت صحیح نہیں کیونکہ موصی کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے اور اگر اس قدر ہوش ہے کہ قصد کرکے اور سمجھ کر کلام کرتا ہے تو اگر کسی وارث کے لئے کچھ وصیت اس کے حق سے زیادہ کی ہے تو باطل ہے ہاں اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور راضی ہوجائیں تو جائز ہے اور اگر بعض بالغ ہوں اور بعض نابالغ اور بالغین جائز رکھیں یا نابالغین میں سے بعض جائز رکھیں بعض رد کردیں تو بالغین و مجوزین کے حصے کے بقدر جائز ہے اور اگر اجنبی غیر وارث کے لئے وصیت کی ہے تو ثلث تک جائز ہے اگرچہ کوئی وارث راضی نہ ہو اور ثلث سے زیادہ بالغ ورثہ کی اجازت سے مع تفصیل مذکور بلوغ وعدم بلوغ بعض و قبول بعض و رد بعض جائز ہے اور اگر اجازت کے بعد رد کرے تو جائز نہیں اور اگر رد کے بعد اجازت دی جیسا صورت مسئولہ میں ہوا تو جائز ہے اور شرعاً اکراہ وہ ہوتا ہے جو قتل یا قطع یا حبس مدید یا ضرب شدید کے ساتھ ہو اس میں مکرہ بالفتح اپنے اقرار سے رجوع کرسکتا ہے اور یہاں کوئی صورت اکراہ کی نہیں اس لئے اقرار لازم ہوجائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۹)

وصیت یا تبرع؟

سوال...... وارث کے لئے وصیت کی اور ورثہ نے موصی کی موت کے بعد اس کو رد کردیا پھر اگر اجازت دیں تو وصیت صحیح ہوجائے گی؟ یا کہ جدید تبرع ہوگا؟ اور دینے نہ دینے کا اختیار ہوگا؟ اسی طرح موصی لہ نے وصیت کو قبول نہ کیا تو وصیت صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب...... تصریح تلاش کرنے کا وقت نہیں ملا قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت اول میں یہ جدید تبرع ہوگا کیونکہ تصرف موقوف قبول یا رد پر منتہی ہوجاتا ہے۔ ولاحکم للشی بعد

انتہائہ: جیسا کہ بیع موقوف اور نکاح موقوف میں کہ رد کر دینے کے بعد کوئی اعتبار نہیں رہتا اور صورت ثانیہ میں بھی اسی طرح وہ وصیت معتبر نہ ہوگی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۵)

ہبہ اور صورت کی ایک صورت کا حکم

سوال...... ایک شخص نے حالت مرض میں اپنے تمام وارثوں کو جمع کر کے کل جائیداد کو تمام ورثہ کی رضامندی سے کم وبیش کے ساتھ تقسیم کر کے وصیت نامہ لکھوا کر اپنا دو حصے کا رجسٹری کر دیا لیکن فعلاً قبضہ نہیں کیا بلکہ قولاً قبضہ رہا اب وہ شخص اس مرض سے اچھا ہو کر کوئی تین چار ماہ تک رہا کسی کا کچھ اعتراض نہیں پھر مرض دیگر سے ان کا انتقال ہوا انتقال کے تین ماہ بعد بعض وارثوں نے اعتراض کیا کہ اس تقسیم پر میں راضی نہیں ہوں کیونکہ مجھے اور زیادہ ملتا ہے لیکن جن کو زیادہ دیا گیا ان کے ذمے قرض بھی رکھا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ تقسیم شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ ہبہ میں داخل ہوگا یا وصیت میں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں ہبہ تام نہیں ہوا کیونکہ ہبہ کے تام اور لازم ہونے کے لئے موہوب لہ کا قبضہ ضروری ہے اور یہاں قبضے کی صراحتاً نفی ہے۔

دوسرے یہ بظاہر بلا تقسیم ہے اور قابل تقسیم شی کا ہبہ بلا تقسیم کئے ہوئے ناجائز ہے البتہ اسکو وصیت قرار دیا جاسکتا ہے مگر اس کا نفاذ موصی کی موت کے بعد ہوتا ہے نیز وارث کے حق میں وصیت دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف رہتی ہے پس اگر تمام ورثہ عاقل وبالغ ہوں اور اجازت دیں یہ تو وصیت نافذ ہوگی ورنہ شرعی حصوں کے موافق میراث تقسیم ہوگی اور قرض کی ادائیگی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۷۳)

شیخ احمد کی طرف منسوب وصیت نامہ کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گزشتہ کافی عرصہ سے پاک وہند میں بار بار ایک وصیت نامہ شائع ہو رہا ہے جس کی نسبت شیخ احمد خادم روضہ رسول مقبول علیہ السلام کے نام سے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے یہ وصیت نامہ بصورت اشتہار مختلف عنوانات سے بار بار مختلف مضامین کے ساتھ شائع ہوتا رہا اور سادہ لوح مسلمانوں کو ترغیب وترہیب دے دے کر اس کی تشہیر واشاعت کی تلقین کی گئی ہے کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے؟ اور کیا ایک ایسے غیر یقینی طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا منسوب کرنا جائز ہے؟ اس اشتہار (وصیت نامہ) کی شرعی حیثیت اور شرعاً اس کی اشاعت پر روشنی ڈالیں؟

جواب..... مذکورہ وصیت نامہ بشکل اعلان واشتہار نصف صدی سے مختلف امصار و بلاد میں بار بار چھپ رہا ہے اور اس کے مندرجات کے غیر شرعی ہونے کی وجہ سے علماء کرام نے بار بار اس کی تردید کی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اس قسم کے وصیت نامے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں کیونکہ اس کے مندرجات بالکل بیہودہ' غلط اور اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہیں چنانچہ آج سے کافی عرصہ قبل حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمتہ نے اس من گھڑت کہانی کی سختی سے تردید کی کہ چنانچہ اس بارہ میں ان کا مفصل فتویٰ ''امداد الفتاویٰ جلد ۴ ص ۵۰۶ ۵۰۷'' پر موجود ہے مگر یہ مسلمانوں کی بدقسمتی اور جہالت کا نتیجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یقینی ثابت شدہ اور قطعی ارشادات وتعلیمات (جو کہ بشکل قرآن وسنت مدون ومنضبط موجود ہیں) کی ترویج واشاعت کی طرف تو توجہ نہیں مگر دوسری طرف علماء کرام کے بار بار اعلانات اور وضاحتوں کے باوجود ایک بے سروپا اور بے ثبوت افسانے کی ترویج واشاعت میں ایک دوسرے سے سبقت لے کر دانستہ ونادانستہ وعیدات نبوی کے مصداق بن رہے ہیں ارشاد نبوی ہے۔

○ من کذب علی متعمدًا فلیتبوا مقعدہ من النار (الحدیث)

(ترجمہ) ''جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ باندھا پس وہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنائے''

یہ اور اس کے علاوہ بیشمار نصوص واحادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مذہب کے نام منسوب ربط ویابس پر بلا سوچے سمجھے آنکھیں بند کر کے عمل نہیں کرنا چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات کو دروغ گوئی اور جعلسازوں کی دسیسہ کاریوں اور من گھڑت باتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے مسلمانوں کے اسلاف نے فن حدیث' فن اصول حدیث فن اسماء الرجال کے ناموں سے عظیم الشان علوم وفنون مدون کئے اور محدثین نے ایک ایک روایت کو شریعت وعقل' فہم ودرایت ادراک وبصیرت کی کسوٹی پر پرکھ کر صحیح وضعیف کو ایک دوسرے سے جدا کر کے رکھ دیا اور معمولی قرائن کی وجہ سے بھی جو روایت کے خلاف شرع ہونے پر دال تھے احادیث کو موضوع کہہ دیا ایک طرف اتنی حزم واحتیاط' اتنا تقویٰ اور دینی بصیرت کی یہ کیفیت ہے اور دوسری طرف یہ ہمارے سادہ لوح مسلمان بھائی اپنی کم علمی وکم فہمی کی وجہ سے ایک موضوع' بے اصل اور من گھڑت وصیت نامہ کی اشاعت ہیں دن رات مصروف ہیں حالانکہ معمولی توجہ اور عقل ودانش سے کام لیا جائے تو اس کا خلاف اصل اور بے سند و دلیل ہونا واضح ہوتا ہے ظاہر ہے کہ جس بات کی نہ کوئی سند ہے نہ دلیل ہے محض ایک فرضی نام سے منسوب کردہ ایسے

مضامین کی کیا حیثیت ہے جواز روئے شرع قرآن وسنت کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہیں مثلاً ان مختلف انواع وصیت ناموں سے بعض منتخب باتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) اس وصیت نامہ کی نسبت شیخ احمد خادم روضۂ نبوی کی طرف کی جاتی ہے (الف) اور یہ ہمیشہ اسی نام اور لقب سے شائع ہوتا ہے' حالانکہ آج تک شیخ احمد کے نام سے روضۂ اقدس کا کوئی خادم نہیں گزرا (ب) اور پھر تعجب ہے کہ یہ ایک ہی شخص اتنی بڑی عمر پاوے (ج) پھر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ایک شخص کے علاوہ کسی اور خادم روضۂ نبوی یا عالم اسلام کے دیگر اکابر اولیاء بزرگان دین اور عباد مقربین کو خواب میں اس قسم کی وعیدات وتہدیدات اور وصیت کیوں نہیں کی گئی؟ (د) اور اگر بالفرض یہ قصہ صحیح بھی ہوتا تو خود حرمین الشریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں اس کی شہرت زیادہ ہونی چاہئے تھی؟ حالانکہ پوری دنیا سے مسلمانوں کی آمد ورفت اور رسل ورسائل کے باوجود وہاں اس وصیت نامے کا نام ونشان بھی نہیں اور اگر اس قصہ کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ آخر وہ کون لوگ تھے جنہیں خواب دیکھنے والے نے یہ قصہ سنایا اور پھر کن راویوں نے کن وسائط سے یہ واقعہ ہندوستان تک پہنچا اور یہاں کس ثقہ اور معتمد شخص نے اسے سنا اور پھر کس نے اس کے اردو تراجم کر کے لوگوں میں اس کی اشاعت کی؟ ظاہر ہے کہ ایک ایسی روایت جس کا نہ راوی معلوم ہے نہ سند اور نہ درمیانی وسائط اور نہ اس کی کوئی تاریخی حیثیت ہے' محض ایک من گھڑت اور تراشیدہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جعلی یا موضوع ہدایت کی اشاعت وروایت نصاً اور اجماعاً حرام ہے بلکہ بعض محدثین کے نزدیک تو کفر ہے۔

(۲) اس میں لکھا ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ساٹھ ہزار آدمی مرے جن میں سے کوئی بھی ایماندار نہ تھا اور بعض وصیت ناموں کے مطابق سترہ لاکھ مسلمان کلمہ گو مرے اور ان میں صرف سترہ آدمی صحیح مسلمان تھے۔

یہ مضمون بھی اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی ارشادات کیخلاف ہے ارشاد خداوندی ہے۔

وسعت رحمتی علی غضبی. میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ نیز ہمارا مشاہدہ ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی اکثر مسلمان توبہ کر کے اور کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہیں جو خاتمہ بالخیر ہونے کی علامت ہے۔

(۳) اسی طرح اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ "تارک الصلوٰۃ کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں" یہ حکم صاف طور پر حدیث کے خلاف ہے ارشاد نبوی ہے۔ صلوا علی کل بر و فاجر. یعنی ہر نیک

اور بدکار مسلمان پر نماز جنازہ پڑھو۔

(۴) اس میں علامات قیامت اور قرب قیامت کے ضمن میں بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا روایات واحادیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ملتا۔ مثلاً

(الف) ایک ستارہ آسمان پر طلوع ہوگا (ب) قرآن مجید کے حروف اڑ جائیں گے۔

(۵) اس میں بعض ایسی چیزوں کی ترغیب وتعلیم ہے جن کا حرام اور بدعت قطعی ہونا بدلائل شرعیہ ثابت ہو چکا ہے' مثلاً

(الف) تخصیص شربت کی شہداء کربلا کے واسطے (ب) اور کھیر حضرت خاتون جنتؓ کے واسطے (ج) اور پلاؤ حضرت غوث الاعظمؒ کے واسطے۔

(۶) اسی طرح آج کل کے مروجہ مولود شریف اور قوالیاں جو کہ تمام شرع وعقل کے خلاف ہیں جیسا کہ اس وصیت نامہ کے بارے میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۰۷ میں ان چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

(۷) اس میں بعض ایسی چیزیں ذکر ہیں جن سے (العیاذ باللہ) خاکم بدہن حضور فخر کائنات سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتحقیر کا پہلو نکلتا ہے اور حضور کی شان وشفاعت کبریٰ ورحمۃ للعالمین اور محبوبیت ومقبولیت بارگاہ خداوندی پر زد پڑتی ہے مثلاً ''جس نے اس وصیت نامہ کی تشہیر کی اس کی اور اس کے پورے خاندان کی شفاعت کی جائے گی اور انہیں جنت میں جگہ دلوائی جائے گی اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گا'' گویا محض ایک فرضی خواب کی وجہ سے مسلمانوں کی نجات وشفاعت کے لئے ایک ایسی شرط لازمی کردی گئی ہے جس کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ احادیث میں۔

اگر واقعی ایمان کی مقبولیت اور انسان کی مغفرت وشفاعت کے لئے اس وصیت نامہ کی تشہیر ضروری قرار دی جائے تو ظاہر ہے کہ وہ کروڑوں مسلمان' علماء وصلحا' اہل اللہ اور بزرگان دین سب کے سب محروم الشفاعت اور مستحق جہنم ٹھہریں گے جنہوں نے اس وصیت نامہ کی تشہیر نہیں کی اور نہ اب کررہے ہیں اس من گھڑت اور بے سروپا داستان کی زد کہاں پہنچ رہی ہے ایک اور وصیت نامہ جو کہ ملتان سے مشتہر کیا گیا ہے اس میں حسب ذیل عبارتیں موجود ہیں۔

(الف) اے شیخ احمد! میں خدائے عزوجل سے بہت شرمندہ ہوں۔

(ب) اس وجہ سے میں خداوند کریم اور فرشتوں کو منہ نہیں دکھا سکتا۔

(ج) اے شیخ احمد میری امت کو کہہ دے کہ تمہاری بدولت خداوند کریم سے بہت شرمندہ ہوں۔

(د) میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پھر اپنے خدا سے معافی چاہتا ہوں اے شیخ احمد تو بھی یہ وصیت نامہ لوگوں پہنچا دے تا کہ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوسکوں (ملاحظہ ہو مختلف طبقوں کے علماء کا فتویٰ مطبوعہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ص ۱۶‘ ۲۵ جنوری ۱۹۶۳ء)

اس قسم کے جملوں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس‘ شان شفاعت اور وجاہت و عظمت کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہے جو اسلام دشمن آریوں اور عیسائیوں کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فریضہ رسالت اور تبلیغ کی ذمہ داریوں کو باکمل واحسن اور انتہائی تمام وکمال سے ادا کر کے سبکدوش ہو گئے اور بارگاہ خداوندی سے راضیۃ مرضیۃ اور **فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.** نیز **ورفعنالک ذکرک** اور **لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتأخر** اور دیگر بے شمار بشارات وانعامات پا کر شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین کے مقام پر فائز ہوئے اب امت کی بدکرداری اور گنہگار رہونے کا کوئی عذر اور بوجھ اور باز پرس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نہیں اور نہ ہماری بداعمالیوں کا وبال آپ پر ہے جس کی وجہ سے معاذ اللہ آپ کو شرمندہ ہونا پڑا ہے وہ اپنے فریضہ سے بھی ہزار ہا درجہ زیادہ پیغام رشد وہدایت خداوندی انسانیت تک پہنچا کر اپنے فریضہ تبلیغ سے باحسن وجوہ سرخرو ہو چکے ہیں۔

اس وصیت نامہ کی اشاعت کی طرف توجہ دیتے ہوئے لوگوں کو لاکھوں کروڑوں روپے کے لالچ اور خوف وعذاب تباہی وبربادی سے ڈرایا دھمکایا جارہا ہے اور پھر "سنا ہے" کہہ کر کامیابی اور بربادی کے بعض فرضی افسانے لکھے ہوئے ہیں جبکہ نہ تو سنانے والا معلوم اور نہ ہی سننے والا معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہرگز اس کے تمام مندرجات اور مضامین کو صحیح نہ سمجھنا چاہئے البتہ جو باتیں قرآن وحدیث اور دین کی کتابوں میں لکھی ہیں ان کے موافق نیک راہ پر چلنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوطی سے تھام کر بری راہ سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جھوٹی اور بے اصل باتوں کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا بہت بڑا بھاری گناہ ہے اس لئے ازروئے شرع ایسے مضمون کی اشاعت کرنے والا سخت گنہگار ہوگا اگر کسی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات‘ مبشرات ومنذرات کے پڑھنے‘ سیکھنے اور انہیں شائع کرنے کا شوق ہو تو یہ تمام تعلیمات احادیث شریف کی مستند کتابوں میں موجود ہیں ان کے پڑھنے‘ سیکھنے عمل کرنے اور شائع کرنے سے ایمانی جذبہ اور عشق نبوی کا ثبوت دیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۵۱۱)

وصیت اور مصرف خیر

وصیت مقدم ہے یا قرض؟

سوال..... مقروض نے اپنے تمام مال کا وصیت نامہ زید کے لئے لکھا اور کچھ عرصے کے بعد مر گیا اب ادائے قرض مقدم ہوگا یا اجراء وصیت؟ اور وصیت کا نفاذ کل مال میں ہوگا یا ثلث میں؟

جواب..... سب سے پہلے اداء دین کرنا چاہئے اسکے بعد اگر اس کا کوئی وارث نہیں یا ہیں مگر انہوں نے کل مال میں وصیت نافذ کرنے کی اجازت دے دی تو باقی تمام مال میں وصیت جاری ہوگی ورنہ ثلث مال وصیت میں اور دو ثلث ورثہ میں تقسیم کیا جائیگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۸۰)

ورثاء کی رضامندی سے نصف مال میں وصیت جاری ہوسکتی ہے ورنہ ایک تہائی میں

سوال..... منکہ نبی بخش ولد محمد بخش ذات جٹ کھوکھر سکنہ موضع جھکڑ پور تحصیل وضلع ملتان کا ہوں بدرستی ہوش وحواس خمسہ وثبات عقل خود بلاجبر کسی شخص کے آزادانہ مرضی سے لکھ دیتا ہوں کہ من مقر ضعیف العمر ہے زندگی اور موت کا کچھ بھروسہ نہیں۔ من مقر لاولد ہے اس کی اولاد نرینہ مادینہ نہیں ہے من مقر کی بیوی بھی پہلے فوت ہو چکی ہے من مقر کی جائیداد موضع جھکڑ پور تحصیل وضلع ملتان میں تقریباً ۲۲ بیگہ ہے تازندگی من مقر جائیداد بالا کا خود قطعی واحد مالک رہے گا اور وفات کے بعد میری جائیداد متذکرہ بالا کا مسمیان نصیر بخش ولد محمد بخش نصف حصہ اور غلام قادر غلام رسول پسران الٰہی بخش بمعہ برابر نصف حصہ قوم جٹ کھوکھر سکنہ موضع جھکڑ پور تحصیل وضلع ملتان، نصیر بخش مذکور حقیقی برادر اور غلام قادر غلام رسول مذکوران حقیقی بھتیجے ہیں واحد مالکان اور قابضان ہوں گے مسمیان مذکورین جائیداد بالا کو رہن بیعہ ہبہ کرنے کے کلی مجاز ہوں گے وصیت نامہ ہذا قطعی ہے یہ عدالت ماتحت وعدالت عالیہ ہائیکورٹ سپریم کورٹ تک قائم وبحال رہے گا چند حروف تحریر کردیئے تاکہ سند رہے۔

جواب..... صورت مسئولہ میں بشرط صحت وصیت نامہ اگر نصیر بخش اور مراد بخش راضی ہوں تو کل جائیداد کے نصف میں وصیت نافذ ہوگی اور نصف حصہ غلام قادر اور غلام رسول کو اور نصف حصہ نصیر بخش اور مراد بخش کو ملے گا اور اس طرح کل جائیداد چار حصے ہوکر ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا اگر ورثاء نصف کی وصیت پر ناراض ہوں تو ایک تہائی میں وصیت شرعاً نافذ ہوگی اور کل جائیداد چھ حصہ ہوکر دو حصے نصیر

بخش کو دو حصے مراد بخش کو ایک حصہ غلام قادر بخش کو اور ایک حصہ غلام رسول کو ملے گا بہر حال ایک تہائی میں وصیت ضرور نافذ ہوگی چاہے ورثاء راضی ہوں یا نہ ورثاء کی رضامندی کی صورت میں ایک تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت نافذ ہوجاتی ہے اس لئے وصیت نامہ بنابر غلام قادر اور غلام رسول پسران الٰہی بخش نبی بخش کے جائیداد کے حقدار ہیں۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص ۱۷۵)

وصایا میں میراث جاری نہیں ہوتی

سوال..... والدہ صاحبہ کی وصیت ہے کہ جو آمدنی کا پانچ حصہ لکھنؤ پیپر مل سے ہو وہ خیرات کی جایا کرے اور دونوں میرے بیٹے نصف نصف خیرات کیا کریں اب بھائی کا انتقال ہوگیا اور کل پانچوں حصے مذکورہ آمدنی ☆ کے میرے پاس آتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کل آمدنی میں ہی خیرات کیا کروں یا نصف کی؟ اور بقیہ نصف کی بھائی کے ورثا خیرات کیا کریں؟

جواب..... وصایت میں میراث جاری نہیں ہوتی یعنی وصی کی اولاد دو ورثہ ضروری نہیں کہ وصی ہوں اس لئے کل پانچوں حصے آپ ہی خیرات کر سکتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ص ۳۳۴)

وارث کو وصی مقرر کرنا

سوال..... اگر زید ورثہ میں سے کسی کو اپنا وصی بناتا ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... جائز ہے عالمگیری میں ہے رجل اوصی الی وارثہ جاز انتھی۔
(فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۷۹)

کسی وارث کو اگر فائدہ پہنچانا ہو تو زندگی میں کچھ دے دے وصیت درست نہیں ہے

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ مسئلہ میں کہ زید نے دینی شرعی وارثوں کے حق میں وصیت کی ہے (ایسے وارثوں کے حق میں جن کے حصص قرآن میں مقرر ہیں) کیا ایسی وصیت شرعاً جائز درست ہے اس کا شرعی حکم بیان فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمادیں۔

جواب..... وارثوں کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **لا وصیة لوارث**۔ وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں اگر وارثوں کو نفع پہنچانا مقصود ہو تو اپنی زندگی میں کچھ بخش دے اور تقسیم کر کے قبضہ کرادے لیکن مقصد کسی وارث کو محروم کرنا نہ ہو تو یہ تقسیم صحیح ہوگی اور مرنے کے بعد جو کچھ بچ رہے گا وہ سب وارثوں میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا اس میں وصیت کا اعتبار نہیں۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ص ۱۷۴)

ولی اور وصی کا فرق

سوال..... ولی اور وصی میں کیا فرق ہے؟

جواب..... اصطلاح فقہ میں "ولایت" کے معنی ہیں کسی غیر پر اپنا قول جاری کرنا خواہ اس کی مرضی کے مطابق ہو یا خلاف اور ولی ایسے عاقل و بالغ کو کہتے ہیں جو دوسرے کے معاملات کا ذمہ دار ہو اور اس کی جانب سے وراثت کا بھی استحقاق رکھتا ہو یعنی اگر یہ مرجائے تو شرعاً یہ اس کا وارث ہو اور وصی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کسی شخص نے موت سے پہلے اپنا مال اور اولاد کی حفاظت کرنے اور حسب مصلحت مال صرف کرنے کا مالک بنایا ہو۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۷۹)

بدون وصیت فدیہ ادا کرنا

سوال..... بیماری کی وجہ سے تقریباً چار ماہ کی نماز فوت ہوئی ہے اور اسی طرح ایک ماہ کے روزے فوت ہوئے ہیں تو نماز روزوں کا فدیہ نکال سکتے ہیں؟ مرحومہ نے فدیے کی وصیت نہیں کی۔

جواب..... نماز روزے کے فدیے کی وصیت نہیں کی ہے لہٰذا فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر بالغ ورثہ تبرعاً اپنی مرضی سے نماز روزے کا فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ادا کر سکتے ہیں ورثہ نابالغ ہوں تو ان کی رضامندی معتبر نہیں اور ان کے حصے سے فدیہ ادا کرنا جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۷۶)

قاضی وصی کو معزول نہ کرے

سوال..... اگر ورثہ قاضی کے پاس جا کر وصی کی شکایت کریں تو قاضی معزول کرے یا نہیں؟

جواب..... بغیر ثبوت خیانت کے معزول نہ کرے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۸۰)

وصیت کے خلاف استعمال کرنا

سوال..... زید نے بروقت انتقال ورثہ کے سامنے ایک شخص کو ایک سو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ اس سے کنواں بنوا دے اس سے کنواں تو بن نہیں سکتا تو دوسری جگہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب..... اگر مرض الموت میں سو روپے دیئے ہیں تو یہ وصیت ہے جسکا حکم یہ ہے کہ ایک ثلث میں جاری ہوگی یعنی اگر کل ترکہ کا ثلث سو روپیہ ہو تو یہ وصیت پوری کی جائے گی ورنہ نہیں اور ثلث کے زائد میں ورثہ کی اجازت سے نافذ ہوسکتی ہے مگر اس رقم سے مستقل کنواں نہیں بن سکتا تو جو کنواں بن رہا ہو اس میں اس رقم کو دیدیا جائے تب بھی وصیت پوری ہو جائیگی اگر کنواں کے اندر اس کا خرچ کرنا دشوار ہو تو کسی دینی مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں دیدیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۶ ص ۳۸۶)

وصیت کی وجہ سے وارث حق میراث سے محروم نہیں ہوتا

سوال ..... ایک عورت (جو کہ لاولد ہے) نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری زرعی جائیداد اور مکان میرے دونوں دیوروں کو برابر برابر دے دی جائے کیونکہ ان دونوں نے میری بیماری پر کافی مال خرچ کیا ہے اور آئندہ بھی میری تجہیز وتکفین پر خرچ کریں گے اس لئے میرے کسی دوسرے اقارب کو میری جائیداد میں کوئی حق حاصل نہیں جبکہ اس کی وفات کے بعد اس کے دو چچازاد بھائی زندہ ہیں تو کیا شرعاً ان دونوں کو مرحومہ کی میراث میں سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب ..... شریعت کے مطابق کفن دفن پر جو خرچ ہوگا وہ ترکہ سے لیا جائے گا اور باقی جائیداد کے ثلث سے وصیت پوری کی جائے گی اس لئے کہ ثلث سے زیادہ وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور بقیہ مال ورثاء پر تقسیم ہوگا لہٰذا صورت مسئولہ میں مرحومہ کے دونوں دیوروں کو ثلث مال ملنے کے بعد باقی مال اس کے دونوں چچازاد بھائیوں کا ہوگا۔

قال العلامة السجاوندیؒ :تتعلق بتركة الميت حقوق اربعة مرتبة الاول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولاتقطير ..... ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعدالدين ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة والاجماع الامة (مقدمة السراجي ص ۳)

قال العلامة المرغينانیؒ :قال ولاتجوزبمازاد على الثلث لقول النبي عليه السلام في حديث سعد ابن وقاص رضي الله عنه الثلث والثلث كثير' (الهداية ص ۶۵۳ كتاب الوصايا. باب صفة الوصية) (فتاوىٰ حقانيه ج۶ ص ۵۰۲)

باب وصیت میں ہمسایوں سے کون مراد ہیں

سوال ..... اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے متروکہ مال میں سے اتنی مقدار میرے ہمسایوں کو دی جائے تو ہمسائے کون لوگ مراد ہوں گے؟

جواب ..... وصیت کرنیوالے کے مکان سے جن لوگوں کا مکان ملحق ہے وہی ہمسایہ ہونگے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمسایہ تمام اہل محلہ اور مسجد میں آنیوالے لوگ ہیں۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۴۸۰)

متعین مسجد کے لئے وصیت کے مال کو دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال ..... زید نے وصیت کی تھی میری یہ رقم فلاں متعین مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا چاہئے لیکن وصی نے دوسری مسجد میں صرف کردی اب کسی دوسرے کو بکر سے مطالبہ کا حق ہے یا نہیں؟

جواب..... دوسرے کو حق نہیں اگرچہ یہ جزئیہ صراحتاً تو نظر سے نہیں گزرا لیکن نذر اور وصیت مال کے سلسلے میں فقہاء کی تحریرات سے جزئیہ مذکورہ کا حکم مفہوم ہوتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے۔
نذران یتصدق علی فقراء بلدہ جاز الصرف لفقراء غیرھا:۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۸۰)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا ہمارے علم میں کوئی وارث نہیں ہے بیمار ہو گیا اور بیماری کی حالت میں وصیت کی کہ میں مر جاؤں تو میرے سارے مال کی ایک مسجد بنوا دینا اور کسی راستہ کی جگہ پر مسجد بنوائیں اور اس کام کے لئے اس نے چار آدمی مقرر کئے کہ فلاں فلاں میری نظر میں معتبر ہیں یہ مل کر مسجد بنوا دیں اس کے بعد وہ مر گیا اس کے مال میں اس کا کفن دفن کر دیا گیا اب اس کی جو رقم ملی اس کے متعلق مشورہ کیا کہ آیا مسجد میں بنوائی جائے یا شہر میں کئی مسجدیں ایسی ہیں جو کہ مرمت طلب ہیں ان میں تقسیم کر دی جائے تا کہ یہ مسجدیں بھی مکمل ہو جائیں۔ دوسری یہ بات ہے کہ ہوسکتا ہے کسی جگہ اس کا کوئی وارث باپ کے خاندان کا یا ماں کے خاندان کا ہو تو اس کے لئے کوئی اشتہار دیا جائے یا نہ اور اشتہار دیا جائے تو کتنے دن انتظار کیا جائے علاوہ ازیں متوفی خود کہا کرتے تھے کہ میرا کوئی وارث نہیں علماء حضرات سے معلوم ہوا ہے کہ تیسرے حصے کی وصیت کا مرنے والے کو اختیار ہوتا ہے لہٰذا فتویٰ دیا جائے کہ کیا صورت اختیار کی جائے۔

جواب..... صورت مسئولہ میں اگر اس میت کا کوئی بھی وارث ہو تو وصیت صرف تیسرے حصے کی صحیح ہوگی اور اگر کوئی وارث موجود نہ ہو تو کل مال کی وصیت صحیح ہوگی لہٰذا بہتر تو یہی ہے کہ اس کے وارثوں کا پتہ لگایا جائے اگر اس کے اصل وطن کا پتہ معلوم ہو تو وہاں تحقیقات کے لئے کوئی آدمی بھیجا جائے یا خطوط وغیرہ بھیجے جائیں اور اگر اس کے اصلی وطن کا پتہ معلوم نہ ہو تو اخبار میں اشتہار دینا ہی کافی ہے اور انتظار کی کوئی حد مقرر نہیں ہے جب اطمینان ہو جائے کہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو سارے مال کو وصیت کے مطابق خرچ کر دیا جائے چونکہ وہ نئی مسجد بنوانے کی وصیت کر گئے ہیں اس لئے نئی مسجد ہی بنوائی جائے لیکن نئی مسجد اس مال سے نہ بن سکتی ہو تو پھر بصورت مجبوری دیگر مساجد کی تعمیر میں خرچ کر دیا جائے۔

قال فی البدائع ص ۳۳۵ ج ۷ ومن احکام الاسلام ان الوصیة بمازاد علی الثلث ممن له وارث تقف علی اجازة وارثه وان لم یکن له وارث اصلاً تصح من جمیع المال کمافی المسلم والذمی وفیها ص ۳۴۱ ج ۷ وکذا کونه من اهل الملک لیس بشرط حتی لو اوصی

مسلم بثلث ماله للمسجد ان ينفق عليه في اصلاحه وعمارته وتجصيصه يجوزلان قصد المسلم من هذه الوصية التقرب الى الله سبحانه وتعالىٰ باخراج ماله الى الله سبحانه وتعالىٰ لا التمليک الى احد. وفي العالمگيرية ص۷ ۹ ج۲ ولواوصى ان يجعل ارضه مسجداً يجوزبلا خلاف. وفي الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار ص ۶۹۲ ج۲ (اوصى بشئ للمسجد لم تجزالوصية) لانه لايملک وجوزها محمد قال المصنف وبقول محمد افتى مولانا صاحب البحر(الاان يقول)الموصى (ينفق عليه) فيجوز اتفاقاً. فقط والله تعالىٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۱۷۸)

مصرف خیر کی وصیت کا روپیہ یونیورسٹی یا مقروض کو دینا

سوال.....زید کے پاس بوقت وفات جو روپیہ تھا وہ اپنے ہم راہی کو دیا کہ اسکو نیک کام میں صرف کرنا جس جگہ تمہاری طبیعت چاہے اور چار سو روپے گھر گڑے ہوئے بتلائے انکی بابت بھی ایسا ہی کہا میں پوچھتا ہوں کہ وہ روپیہ کسی پریشان حال مقروض کو دینا درست ہے یا نہیں؟ اور جو روپیہ گڑا ہوا ہے وہ کسی عہدیدار کی مدد کے بدون قبضے میں آنا دشوار ہے جو شخص وصول کرنیکے درمیان واسطہ ہے وہ علی گڑھ کے خیال والوں میں ہے روپیہ وصول ہونے پر ضرور یونیورسٹی کیلئے اس میں سے طلب کریگا اس صورت میں اس مد میں کچھ دینا اور باقی صدقہ جاریہ میں لگا دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب.....اس مقروض کو بھی دینا درست ہے اور ایسی اضطرار کی حالت میں یونیورسٹی میں دینا بھی درست ہے۔ (امدادالفتاویٰ ج۴ ص۳۳۷)

مکان خاص میں دفن کرنے کی وصیت کرنا

سوال.....ایک شخص نے وصیت کی کہ مر جانے کے بعد اس گھر میں جہاں میں عبادت کرتا تھا دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب.....یہ وصیت باطل ہے اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔ (امدادالفتاویٰ ج۴ ص۳۲۹)

قربانی کی وصیت اور اس پر عمل کی صورت

سوال..... ہندہ آخر عمر میں تھی اس کا بیٹا سفر میں تھا ہندہ نے اپنے بھائی کو یہ وصیت کی کہ ہر

سال میرے لئے قربانی کرنا اور دو بیگہ زمین بھائی کے نام کردی بعدہ ہندہ مرگئی جب بیٹا گھر آیا تو وہ زمین بھائی نے بیٹے کے نام کردی اور وصیت جاری رکھی پھر بیٹا مرگیا اس نے وہ زمین دوسرے کو بیچ دی اب سوال یہ ہے کہ:۔

۱۔ قربانی کی وصیت کب تک جاری رہے گی؟

۲۔ وصیت کردہ زمین وارثوں کا ترکہ بن سکتا ہے؟

۳۔ اگر ترکہ بن سکتا ہے تو فروخت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

۴۔ اگر وارث نے فروخت کردیا تو ثمن کس کے ذمے ہوگا؟

جواب..... جب تک وہ زمین بھائی کے پاس رہی اس وقت تک وصیت کے موافق قربانی بھائی کے ذمے لازم رہی بعد میں نہیں۔

۲۔ جب بھائی نے مرحومہ کی وصیت کردہ زمین اس کے لڑکے کو دے دی تو وہ اس کی ملک ہوگئی شرعی تقسیم کے مطابق اس میں وراثت جاری ہوگی۔

۳۔ ہر وارث کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا اختیار ہے۔

۴۔ وصیت صرف بھائی کے حق میں تھی اس نے جب مرحومہ کے لڑکے کو ہبہ کردی تو وہ مالک ہوگیا اس کو بھی فروخت کرنے کا حق تھا اور اس کے بعد جس کو وراثت میں ملی اس کو بھی فروخت کرنے کا حق ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۴۲)

شادی میں خرچ کرنے کی وصیت

سوال..... مرحوم نے وصیت کی کہ نقد کے علاوہ دیگر جائیداد منقولہ میں میری اہلیہ کا حصہ نکال کر باقی جائیداد کو فروخت کردیا جائے اور اس کے زرثمن کو حمیدہ کی شادی میں لگا دیا جائے اور شادی ہوگئی تو دوسری بہنوں کے جہیز میں لگا دیا جائے ابھی حمیدہ اور دوسری بہنوں کی شادی نہیں ہوئی کیا وصیت مرحوم بہن اور بھائی کی موجودگی میں مرحوم کی جائیداد کا مصرف مرحوم کی اہلیہ کی بھتیجیاں ہوسکتی ہیں؟

جواب..... بھائی بہن کی موجودگی میں بہن کی لڑکیاں وارث نہیں اسکے حق میں وصیت شرعاً معتبر ہے لہٰذا مرحوم کے ترکے کے ایک ثلث (تہائی) میں وصیت نافذ کی جائیگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۴۹۸)

وصیت کی ایک صورت کا حکم

سوال..... ہندہ نے اپنے مرض الموت میں وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری فلانی زمین بیچ کر کے جو تخمیناً ایک ہزار روپے کی ہے میری جانب سے حج کرانا اور میری فلاں زمین جو

تخمیناً پانچ سو روپے کی ہے فروخت کر کے ایک عربی مدرس کو قرآن پاک کی تعلیم کے واسطے رکھنا اور فلانی زمین جو تخمیناً پانچ سو روپے کی ہے میرے ذوی الارحام میں سے فلاں فلاں شخص کو دینا۔

اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کی کل زمین کا اندازہ دو ہزار روپے تک کا ہے اور ہندہ کے ورثہ بھی ہیں' ماں' بھائی' بہن' ہندہ اپنی کل زمین کی وصیت تین نوع پر کر کے انتقال کر گئی اب ایسی صورت میں ثلث مال سے فقط حج ہی کرایا جائے اور باقی نوع کو چھوڑ دیا جائے یا تینوں وصیتوں پر تقسیم کیا جائے؟ اگر تقسیم کیا جائے تو حج کے لئے وہ روپیہ کفایت نہیں کر سکتا شرعاً کیا صورت اختیار کی جائے؟

۲۔ ہندہ کا زید پر قرض ہے مگر زید نادار ہے قرض ادا کرنے سے مجبور ہے ہندہ نے کہا کہ میرے ذمے جتنی نمازیں ہیں ان کے فدیے میں یہ روپیہ میں نے تم کو دے دیا زید نے تسلیم کر لیا یہ ہندہ کی نماز کا فدیہ ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب..... مرحومہ کی وصیت چار چیزوں پر مشتمل ہے حج' عربی مدرس برائے تعلیم قرآن' خاص خاص ذوی الارحام کو دینے کی وصیت' کفارات نماز' روزہ میں زید کو ہبہ دین لہٰذا اسکا ثلث ترکہ ان چاروں پر اسی نسبت سے تقسیم ہوگا جو اس نے خود قائم کی ہے

مثلاً حج کے لئے ایک ہزار روپیہ یعنی دو سہام' تعلیم قرآن کے لئے پانچ سو روپے یعنی ایک سہام' اور ذوی الارحام کے لئے پانچ سو روپے یعنی ایک سہام' اور کفارے میں (اگر رقم قرض پانچ سو روپے ہو) ایک سہام پھر ذوی الارحام کا سہام تو ان کو دے دیا جائے گا اور تعلیم قرآن و حج اور فدیے کے سہام جمع کر کے اول حج کے مصارف لئے جائیں اگر کچھ بچے تو فدیے میں دیدیا جائے اس سے بچے تو تعلیم قرآن کے لئے مدرس مقرر کیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۴۲۸)

بیوی کے لئے کل مال کی وصیت کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جبکہ ایک شخص کو عرصہ ۳/۴ ماہ سے مرض لاحق ہے اور مرنے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے ایک وصیت اسٹامپ پر لکھ دیتا ہے اور تصدیق کروا دیتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری ساری جائیداد کی حقدار میری بیوی ہے اور کوئی حقدار نہ بنے مرنے والے کی وفات ہونے کے بعد اس کی والدہ اور اس کی لڑکی اور اس کی بیوی اور ایک بہن اور اس کا حقیقی بڑا بھائی اور بھتیجے زندہ ہیں اور اپنا حق چاہتے ہیں کیا متوفی کی یہ وصیت صحیح ہے یا نہیں۔

جواب..... حدیث صحیح میں وارد ہے **لا وصیة لوارث** اس لئے صورت مسئولہ میں اس شخص کا بیوی کے بارے میں وصیت کرنا ناجائز ہے اس شخص کے ترکہ سے اسکی بیوی شرعاً صرف

آٹھویں حصہ کی حقدار ہے متوفی کا باقی ترکہ اسکے بھائی وہمشیرہ اورلڑکی کو ملے گا۔ فقط واللہ اعلم
(فتاویٰ مفتی محمود ج۹ ص۱۸۳)

وصی اور موصی لہم کے بعض احکام

لڑکی اور داماد کو کل ترکے کا وارث بنانا

سوال...... ایک بیوہ اولاد مذکر نہ ہونیکی وجہ سے دیگر نزدیکی خاندانی رشتہ دار انکے مقابلے میں مرحوم شوہر کی وصیت کے مطابق اپنی دختر اور داماد کو شرعاً اپنا وارث قرار دے سکتی ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر دیگر وارث ایسے موجود ہیں جو اولاد اناث کے ساتھ مستحق ترکہ ہوتے ہیں تو بیوہ مذکورہ اپنی لڑکی اور داماد کو کل ترکے کا وارث قرار نہیں دے سکتی۔ (کفایت المفتی ج۸ ص۳۹۱)

وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے

سوال...... اگر ایک شخص اپنے کسی دوست کے لئے کچھ مال کی وصیت کرے لیکن مرنے سے پہلے اس کو منسوخ کردے تو کیا اس شخص کا اپنی وصیت سے رجوع کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... وصیت چونکہ امر استحبابی ہے اس لئے اگر موصی وصیت کرنے کے بعد اس سے رجوع کرلے اور اپنی ماقبل وصیت کو باطل کردے تو یہ اس کا شرعاً حق بنتا ہے اور اس رجوع سے وہ وصیت باطل ہو جائے گی چاہے رجوع قولاً ہو یا عملاً یا تحریراً

قال العلامة الكاسانیؒ :الموصی حتی يملک الرجوع عندنامادام حيا لان الموجودقبل موته مجرد ايجاب وانه يحتمل الرجوع فی مقدار المعاوضة فهی بالتبرع أولی (بدائع الصنائع ج۷ ص۳۷۸ كتاب الوصايا' فصل صفة هذاالعقد)

قال العلامة وهبة الزحيلی: تبطل الوصية باسباب امامن الموصی كرجوعه عن الوصية اوزوال اهليته اوردته (الفقه الاسلامی وادلته ج۸ ص۱۱۲ المبحث الرابع' مبطلات الوصية) ومثله فی الهندية ج۶ ص۹۳ كتاب الوصايا'الباب الاول (فتاویٰ حقانيه ج۲ ص۵۰۸)

مُوصیٰ لہم کے بالغ ہونے کے بعد وصی کی وصیت کا حکم

سوال...... زید نے اپنی کل جائیداد میں سے کچھ حصہ وقف اور باقی اپنے ورثہ میں تقسیم کیا اور لکھا کہ ہر وارث ہمارے مرنے کے بعد اپنے حصہ کا مالک ہے اور ایک وارث مسمی خالد کو وقف کا منتظم کیا اور یہ بھی تصریح کی وہی خالد بقیہ جائیداد کا بھی مہتمم ہے اس طور سے کہ ہر وارث کو اس کے حصے کی مقدار دیتا رہے اور وقف کی نسبت لکھا کہ خالد کے بعد جو شخص ہماری اولاد میں لائق ہو وہ متولی وقف رہے لیکن وصیت کی نسبت کچھ تصریح نہیں کی اور ورثہ میں بعض نابالغ اور بعض بالغ ہیں اور وصیت نامہ کو سب ورثہ نے اصالتہً اور ولایۃً قبول کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ زید کی تحریر وصیت نامہ ہے یا نہیں؟

دوم یہ کہ جب نابالغ ورثہ بلوغ کو پہنچیں تو اس وقت بھی ان کا حصہ جبراً خالد کے قبضہ اہتمام میں رکھا جائے گا اور ورثا اپنے تصرف سے باز رکھے جائیں گے یا نہیں؟

سوم یہ کہ وارث بالغ کے حق میں وصیت نامے کا کیا اثر ہے؟ اپنی ملک موصی بہ کے قبضے سے محروم رکھا جائے گا یا نہیں؟ خصوصاً اس وقت خالد مر گیا اور اسکا بیٹا زبردستی قابض ہو گیا۔

جواب...... یہ تحریر زید کی وصیت نامہ ہے اور نابالغان کے بلوغ کے بعد بھی وصی کی وصایت باقی رہے گی جب تک کہ اس سے خیانت ظاہر نہ ہو اور وارث بالغ کے حق میں وصایت کا اثر حفظ مال وانتظام میں نافع ہے اور بیٹا وصی کا اس کے وصی بنائے بغیر وصی بننے کا مستحق نہیں اس صورت میں اور ورثہ قبضے کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۸۶)

وصی کا موصی کے انتقال کے بعد وصیت کو رد کرنا

سوال...... ایک صاحب نے کسی کو اپنا وصی بنایا اور اس نے قبول بھی کر لیا اور اس بات پر وصیت کرنے والے کی وفات تک قائم رہا اب وہ موصی کی وفات کے بعد اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے تو کیا وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب...... جب ایک آدمی کسی شخص کو وصی مقرر کرے اور وہ وصیت کو قبول کر کے اس پر وصیت کرنے والے کی وفات تک قائم رہے تو وصیت کرنے والے کے انتقال کے بعد وصی ہونے کی ذمہ داری کو پورا کرنا اس پر لازم ہوگا اور وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

قال العلامة محمدالطوری رحمه الله: واذا اوصی الیه فقبل قبل موته اوبعده ثم ردلم یخرج لان الموصی مااوصی الاالی من یعتمد علیه من الاصدقاء والامناء الخ (البحرالرائق ج۸ ص۴۵۷ کتاب الوصایا)(فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۵۰۹)

موت وصی کے بعد موصی اور وصی کے ورثہ میں اختلاف

سوال..... زید نے بحالت صحت اپنے بیٹے عمرو کو وصی مقرر کر کے قابض ودخیل اپنے روبرو کل املاک پر کر دیا پھر زید مرگیا اس وقت زید کی لڑکی ہندہ نے وصیت نامہ تسلیم کر کے قبضہ ودخل عمر کا بحال رکھا اور تقریباً بیس سال قابض رہ کر عمر مرگیا اور اس نے اصل موصی کی دختر ہندہ کو اور ہندہ کے بیٹوں یعنی موصی کے نواسوں کو اور تین بیٹے اور تین بیٹیاں نابالغ اور ایک لڑکی بالغہ اور ایک لڑکے بالغ کو چھوڑا اور بالغ بیٹا جو کہ سعید وصالح ہے اور بہ نسبت جملہ ورثہ کے امور وقف کے اہتمام کے زیادہ لائق ہے مذکورہ وصیت نامے میں درج امور کی وصیت کرتا ہے۔

۱۔ وصیت نامے کے مطابق چار آنے کا وصی اشخاص مذکورہ میں سے کون شخص ہوگا؟

۲۔ اور جو شخص وصی ہوگا چار آنے کا وہی شخص بارہ آنے کا بھی وصی ومنتظم ہوگا؟

۳۔ جبکہ وہی شخص وصی ہو تو موصی کے ورثہ کو چار آنے یا بارہ آنے کی بہ نسبت اس شخص سے جھگڑنے کا حق ہوگا یا نہیں؟

جواب..... چونکہ دفعہ نمبر تین میں موصی نے تصریح کر دی کہ امر انتظام وقف ہماری اولاد میں رہے گا اس وجہ سے موصی کے نواسوں کو کچھ مداخلت نہیں ہو سکتی کیونکہ لفظ اولاد سے لڑکی کی اولاد بقول مفتی بہ خارج ہے اور جو ورثہ بالغ نہیں وہ بھی بالغ اور لائق ہونے تک وصی اور ولی بننے کے لائق نہیں اور ورثہ میں سے جو نیک اور امور وقف کے انجام دینے کے لائق ہو وہ موصی کی وصیت کے مطابق چار آنے میں وصی ومنتظم ہوگا اور اگر چند ورثہ سعادت ورشد میں برابر ہوں تو جو عالم ہوگا اور امور وقف کا اہتمام اچھی طرح سے دیانت وامانت کے ساتھ کر سکتا ہوگا وہ منتظم قرار دیا جائے گا اور جو شخص نیک موصی کی وصیت کے مطابق چار آنے کا مہتمم ہوگا وہی شخص بارہ آنے کا وصی قرار دیا جائے گا اور عبارت دفعہ نمبر چھ کی وصیت نامے کی "اور نہ نیلام سے حق ودخل مسمیٰ عمرو خواہ ان کے قائم مقام ہوں فتور نہ آئے گا" اس امر پر نص صریح ہے کہ بارہ آنے کی وصایت عمرو کے بعد ان کے قائم مقام کی طرف منتقل ہوگی اور موصی کے ورثہ یا حاکم کو اختیار نہیں ہے کہ بدوں ثبوت خیانت چار آنے یا بارہ آنے کی مقدار کو وصی سے چھینے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۸۱)

موصی لہ کے وصیت رد کرنے کے بعد بھی وصیت باقی رہتی ہے

سوال..... ہندہ نے اپنی جائیداد جس کی آمدنی چونتیس روپے ماہوار تھی اس میں سے اپنی بہن اور دور شتے داروں کے لئے اتنی مقدار کی وصیت کی کہ وہ جائیداد موصی بھار قبہ زمین کے اعتبار

سے تو ثلث سے کم ہے مگر آمدنی کے اعتبار سے ثلث سے زیادہ ہے کیونکہ جائیداد موصیٰ بہا کی آمدنی بارہ روپے ہے اور کل کی آمدنی چونتیس روپے ہے جائیداد ایک دکان ہے جو دس روپے ماہوار کرائے کی ہے اور اس کی چھت پر ایک کمرہ ہے جو آٹھ روپے ماہوار کا ہے ہندہ نے دکان دور شتے داروں کو اور چھت کا کمرہ حقیقی بہن کو دلانا چاہا تھا۔

رشتے داروں نے محض اس خیال سے کہ حقیقی بہن سے نزاع ہوگا کیونکہ دکان کی چھت کا کمرہ اس کو ملے گا اس لئے ہندہ سے کہا کہ ہم قبول نہیں کرتے ہندہ نے کچھ نہ کہا مگر چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ رد وصیت ہندہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ بہن نے بھی اس خیال سے کہ ہمیں نصف جائیداد ورثۃً پہنچتی ہے (حالانکہ ہندہ کا پوتا حاجب ہے) ہم کم کیوں قبول کریں نیز اگر قبول کرلیں تو ہماری وجہ سے ان دونوں رشتے داروں کو بھی نفع پہنچے گا وصیت کو قبول نہ کیا۔ ہندہ کی وفات کے بعد وارث پوتے نے تمام جائیداد پر قبضہ کرکے فروخت کر دیا اور بہن اور رشتے داروں کو کچھ نہ دیا انہوں نے مطالبہ بھی نہ کیا مگر صراحۃً رد بھی نہ کیا البتہ دونوں رشتے داروں نے کبھی کبھی یہ کہا کہ ہم نے ہندہ سے کہہ دیا کہ ہم وصیت قبول نہیں کرتے اور بہن نے بھی سکوت اختیار کیا تو یہ وصیت مبطل وصیت ہے یا نہیں؟ مکرر آں کہ رشتے داروں نے جو الفاظ مذکورہ کہے وہ اس لئے کہ یہ بطلان وصیت میں مؤثر ہو چکے ہیں ورنہ عدم بطلان معلوم ہونے پر ہرگز نہ کرتے اور اعادہ اس واسطے کیا کہ ہمشیرہ کو رنج پہنچے اعادے سے انشاء رد مقصود نہ تھا بلکہ اخبار رد جوان کے زعم میں صحیح ہو چکا تھا گو بعد کو پشیمانی ہوئی مگر اپنی زبان سے قبول وصیت کا ذکر محض اس وجہ سے نہ کیا کہ یہ سمجھتے رہے کہ وصیت تو باطل ہو ہی چکی ہے اب ہمارے اس کہنے سے کیا ہوگا؟ بجز اس کے کہ ندامت ہوگی اور وارث جائز سے نزاع ہوگا۔

جواب......وصیت رد نہیں ہوئی موصیٰ لہم کا حق باقی ہے البتہ یہ حق ثلث کے اندر اندر ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۳۱)

موصیٰ لہ کے وارثوں کو مطالبے کا حق ہے یا نہیں؟

سوال......زید نے وصیت کی کہ میرے ترکے میں سے اتنا حصہ للہ دیا جائے اور للہ حصے سے کچھ آمدنی کی جائے اس آمدنی میں سے ہندہ کو اتنی رقم دی جائے اب تقسیم ترکہ کے وقت ہندہ وفات پاگئی اب ہندہ کے وارث خاوند اس رقم کا دعویٰ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب......اگر وصیت کرنے والے نے ہندہ کو دینے کی وصیت کی ہے اور ہندہ کے وارثوں کو دینے کی وصیت نہیں کی تو ہندہ کے وارثوں اور اسکے خاوند کا حق نہیں ہے اور مطالبہ نہیں کرسکتا۔

(کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۷۱)

مبہم وصیت کا حکم

سوال.....اگر کوئی شخص ان الفاظ سے وصیت کرے کہ میرے مال سے کچھ حصہ فلاں شخص کو دے دیا جائے مگر اس نے اس مال کی تعین نہ کی ہو تو کیا وصیت کرنے والے کی وفات کے بعد موصی لہ کو وہ مبہم مال دیا جائے گا یا نہیں؟

جواب.....شرعاً تو ایسی وصیت صحیح ہے البتہ ابہام کی وجہ سے وصیت کرنے والے کے انتقال کے بعد اس کا تعین ورثاء کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ موصی لہ کو جتنا چاہیں دے سکتے ہیں تاہم اگر وصیت کرنے والے نے اپنی زندگی میں ہی اس مال کو متعین کر دیا ہو تو بعد الموت وہی مال دینا پڑے گا بشرطیکہ وہ مال میت کے کل ترکہ کے ثلث سے زیادہ نہ ہو۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله: منها ماإذاأوصى لرجل بجزء ماله اوبنصيب من ماله اوبطائفة من ماله اوببعض اوبشقص من ماله فان بين في حياته شيأً والااعطاه الورثة بعد موته ماشاء والان هذه الالفاظ تحتمل القليل والكثيرفيصح البيان فيه مادام حياومن ورثته اذامات لانهم قائمون مقامه. (بدائع الصنائع ج٧ ص ٣٥٦ كتاب الوصايا' فصل شرائط الوصية)

فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص ۵۰۷

موصیٰ لہ کا انتقال ہو جائے تو تقسیم ترکہ کا حکم

سوال.....زید کے صرف ایک لڑکی تھی جس کا زید کے سامنے ہی انتقال ہو گیا تھا اور جس نے دو بچے ایک لڑکا' لڑکی چھوڑے تھے ان کی پرورش زید ہی نے کی تھی زید جب حج کو گیا تو اس کی دو بہنیں ایک نواسا ایک نواسی' اور بیوی موجود تھی چنانچہ اس نے اپنے ترکے کی تقسیم بطور وصیت اس طرح کی کہ دو حصے نواسی' کو ایک نواسے کو اور دونوں بہنوں کو سوا حصہ ملے زید کی زندگی ہی میں اس کی دونوں بہنوں اور بیوی کا انتقال ہو گیا اب زید کے مرنے کے بعد ان بہنوں اور بیوی کے حصے کا کون حق دار ہوگا؟

نوٹ: بہنوں کی اولاد موجود ہے۔

جواب.....زید کی پہلی وصیت بطور تقسیم ہو گی وہ بہنوں اور بیوی کے انتقال سے خود بخود ختم ہو گئی اب متوفی زید کے انتقال کے وقت جو رشتے دار موجود ہوں گے ان کو بقاعدہ میراث زید کا ترکہ ملے گا تو زید کے رشتے دار اگر صرف ذوی الارحام ہیں کوئی عصبہ نہیں ہے تو نواسا' نواسی حق دار ہیں بہنوں کی اولاد حق دار نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج۸ ص ۳۳۷)

وصیت للوارث والاجنبی کی ایک صورت

سوال......ایک شخص نے اپنی زوجہ کے واسطے نصف متروکہ اور ایک اجنبی کے واسطے نصف متروکہ کی وصیت کی زوجہ کے علاوہ دیگر وارث بھی موجود ہیں وہ اس وصیت کو جائز نہیں رکھتے ایسی صورت میں وصیت ثلث میں نافذ ہوگی اور اجنبی کو ثلث سالم ملے گا یا چھٹا حصہ ملے گا بعض کہتے ہیں کہ اجنبی کو سدس ملے گا اور عالمگیریہ کے اس جزئیہ سے استدلال کرتے ہیں۔

اذااوصیٰ لاجنبی و وارثه كان للاجنبی نصف الوصية الخ

جواب...... قال فی البدائع ج۷. ص ۳۳۲ ولواوصیٰ بالثلث لرجلین ومات الموصی فرداحدهما وقبل الآخر کان للآخر حصته من الوصية لانه اضاف الثلث اليهما وقد صحت الاضافة فانصرف الی کل واحدمنهما نصف الثلث فاذارد احدهما الوصية ارتدفی نصفه وبقی النصف الآخرلصاحبه الذی قبل. کمن اقربألف لرجلين فرداحدهما اقراره ارتد فی نصيبه خاصة وکان للآخر نصف الاقرار كذاههنا بخلاف ما اذا اوصیٰ بالثلث لهذا والثلث لهذا فرد احدهما وقبل الآخران کل الثلث للذی قبل الاانه اذا قبل صاحبه يقسم الثلث لضرورة المزاحمة اذليس احدهما اولی من الآخرفاذارد احدهما زالت المزاحمة فكان جميع الثلث له. ا.ھ ثبت بقول البدائع ان المزاحمة انماتكون اذاكان اوصی بالثلث لاثنين واماااذااوصی بالثلث لواحد وبالثلث لآخرثم تقع المزاحمة الااذا استحقا جميعاً وهوظاهر. ھ.۳ وكذلک اذااوصی بالنصف لواحد وبالنصف لآخر كمالايخفی. فمافی العالمگيرية اذااوصی لاجنبی ووارثه كان للاجنبی نصف الوصية الخ فمحمول علی ماااذااوصی لهمابالثا ث لثبوت المزاحمة فی الثلث فافهم.

پس صورت مسئولہ میں زوجہ کے لئے وصیت باطل ہے اور اجنبی کیلئے ثلث میں نافذ ہے اور ورثاء جائز رکھیں تو زائد میں بھی صحیح ہے بشرطیکہ سب بالغ ہوں اور اگر کوئی نابالغ ہو تو اس کی اجازت معتبر نہیں صرف بالغین کے حصے میں ہی اجازت صحیح ہوگی۔ ہذا واللہ اعلم وعلمہ احکم (امداد الاحکام ج۴ص ۵۸۶)

کوئی وارث نہ ہو تو موصیٰ لہ ترکے کا مستحق ہوگا

سوال...... زید لاولد تھا۔اس نے اپنی املاک اپنے ربیبوں یعنی اپنی عورت کے فرزندوں کے لئے وصیت کردی اور لکھ دیا کہ میرے مرنے کے بعد میری تمام ملک کے مستحق اور وارث یہی مذکورین ہیں اب زید کے انتقال کے بعد حبنہ لڑکی کا بیٹا دعویٰ کرتا ہے کہ اس ترکے میں میرا بھی حصہ ہے شرعاً کیا حکم ہے۔

جواب...... مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد باقی تمام مال کے مستحق مذکورر بیب لوگ ہیں جن کیلئے وصیت کی گئی ہے اسکی متنبہ لڑکی کا بیٹا نہ اس کی کسی قسم کے وارثوں میں داخل ہے اور نہ وصیت شدہ لوگوں میں ہے اس لئے شرعاً اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۲۷)

موصیٰ لہ کا وصیت قبول کرنے سے انکار کرنا

سوال...... زید نے مرض الموت میں ایک وصیت نامہ لکھا کہ میرے ترکے میں ایک ثلث میں وصیت ہے کہ ایک سوروپے میں تکفین وایصال ثواب وغیرہ اور ایک سوروپے میں فلاں عمرو کو اور بقیہ فلاں فلاں پانچ شخصوں کو برابر برابر دیا جائے اس وصیت کو سن کر چار موصی لہم نے کاغذ پر اپنے دستخط کردیئے مگر پانچویں نے انکار کردیا موصی نے کہا کہ تم لے لو پھر میرے ہی اوپر لگا دینا مگر نہ مانا زید موصی نے کہا کہ ان کے کاغذ پر ان سے انکار لکھوالو چنانچہ زید موصی نے خود منکر کے ہاتھ سے اس کے نام کے وصیت نامے پر یہ الفاظ لکھوائے (مجھ کو لینا منظور نہیں فلاں بقلم خود)

اب زید کے انتقال کے بعد وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے زکوٰۃ کا مال سمجھا تھا اس لئے میں نے انکار کیا تھا اب مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ زکوٰۃ کا مال نہیں ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ وصیت کالعدم ہوگئی یا اس کا عذر قبول ہوسکتا ہے؟ اور وصیت کا مال دو سو روپے (تجہیز وغیرہ کے مصارف اور عمرو کے حق میں وصیت) ادا کرنے کے بعد ان پانچوں پر تقسیم ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی شخص دیگر شرکاء کی رضا کے بغیر تقسیم کرکے پانچویں شخص کو دے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں اگر موصی موصی لہ کے رد وانکار کے بعد اس میں کچھ دخل نہ دیتا تو یہ رد جو حیات موصی میں ہوا ہے قابل اعتبار نہ ہوتا بلکہ موت موصی کے بعد جب وہ قبول کر لیتا تو یہ وصیت بحال خود رہتی بشرطیکہ موصی کی موت کے بعد موصی لہ کے انکار کی نوبت نہ آئی ہو لیکن جب موصی لہ کے رد وانکار کے بعد موصی نے کہا کہ ان کے نام پر ان سے انکار لکھوالو تو موصی نے اس رد کو قبول کرلیا جو کہ وصیت سے رجوع کرنے پر دال ہے پس اس رجوع سے موصی لہ کا حق باطل ہوگیا۔

لیکن اس منکر کا حصہ ان چار باقی کو نہ ملے گا بلکہ وہ حق ورثہ کا ہے البتہ اگر موصی اس کے بعد کہہ دیتا کہ یہ مجموعہ ان چار کو ملے تو یہ پانچواں حصہ بھی برابر ان چاروں کو دیا جاتا البتہ اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور اپنی رضا سے اس کو خمس دے دیں یا جو بالغ ہو وہ اپنا حصہ اس خمس میں سے اس کو دے دیں تو اس کا لینا جائز ہے ورنہ دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۳)

موصی لہ کا موصی سے پہلے وفات پا جانے پر وصیت کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! میرے والد صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنے ایک دوست کے لئے ایک قطعہ اراضی کا وصیت نامہ لکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد یہ زمین تمہاری ہے لیکن والد صاحب کا یہ دوست ان کی زندگی میں ہی انتقال کر گیا اب میرے والد صاحب کے انتقال کے بعد ان کے دوست کے بیٹے اس قطعہ اراضی کا مطالبہ کرتے ہیں کیا شرعاً ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب...... وصیت کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ موصی لہ وصیت کرنے والے کی وفات تک زندہ ہو تب وہ وصیت کا اہل ہوگا ورنہ بصورت دیگر اگر موصی لہ وصیت کرنے والے کی زندگی میں ہی فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی اس لئے صورت مسئولہ میں وصیت کا مال وصیت کرنے والے کا حق ہے موصی لہ کی اولاد کا دعویٰ استحقاق درست نہیں۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله: وتبطل بموت الموصى له قبل موت الموصى لان العقدوقع له لالغيره فلايمكن ابقاء على غيره. (بدائع الصنائع ج۷ ص ۳۹۴ كتاب الوصايا فصل تبطل الوصية قال العلامة وهبه الزحيلي: موت الموصى له المعين قبل موت الموصى تبطل به الوصية باتفاق المذاهب الاربعة لان الوصية عطية وقد صادفت المعطى ميتاً فلاتصح كالهبة للميت (الفقه الاسلامي وادلته ج۸ ص۱۱۶ المبحث الرابع مبطلات الوصية ومثله في البحرالرائق ج۸ ص ۴۵۳ كتاب الوصايا (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۵۰۵)

متفرقات

مجنون (پاگل) اور نابالغ کی وصیت کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! اگر کوئی مجنون یا نابالغ کسی کے لئے وصیت کر جائے تو کیا

اس کے مرنے کے بعد موصی لہ اس مال کا مالک متصور ہوگا یا نہیں؟

جواب..... نابالغ اور مجنون چونکہ تصرفات کا حق نہیں رکھتے اس لئے شرعاً ان کی وصیت کا بھی کوئی اعتبار نہیں لہٰذا مجنون کی وصیت سے موصی لہ اس مال کا مالک متصور نہ ہوگا۔

قال العلامة الكاساني رحمه الله: ومنها ان يكون من اهل التبرع في الوصية بالمال ومايتعلق به لان الوصية بذلك تبرع بايجابه بعدموته فلا بد من اهلية التبرع فلاتصح من الصبي والمجنون لانهما ليسامن اهل التبرع لكونه من التصرفات. (البدائع والصنائع جلد۷ ص ۳۳۴ كتاب الوصايا' فصل في الشرائط).

وفي الهندية: ولاتصح الوصية الاممن يصح تبرعه فلاتصح من المجنون والمكاتب والماذون الخ. (الفتاوىٰ الهندية ج۲ ص ۹۲ كتاب الوصايا' الباب الاول) فتاوىٰ حقانيه ج۲ ص۵۰۷.

شرطیہ وصیت کی ایک صورت کا حکم

سوال..... زید نے اپنی بیوی ہندہ کے انتقال کے بعد دوسری عورت طاہرہ سے نکاح کیا چونکہ ہندہ کے نام پر کچھ جائیداد تھی ہندہ نے اپنے انتقال سے پہلے ایک وصیت کی جس میں اپنی املاک کا وارث اپنی اولاد کو بتایا اور وہ وصیت شرطیہ ہے کہ اگر اولاد زندہ نہ ہو تو کل املاک مسجد کو وقف کیا جائے اب زید اور ہندہ کے بطن میں سے ایک لڑکا زندہ ہے تو وہ املاک کس طرح تقسیم ہوگی؟

زید نے ہندہ کے انتقال کے بعد چند دوسری ملک اپنی دوسری بیوی طاہرہ کے نام سے خریدی اب طاہرہ کا ایک لڑکا اور لڑکی اور زید تینوں زندہ ہیں اس ملک میں صرف طاہرہ کے بچوں کا حق ہے یا ہندہ کے لڑکے کا بھی؟

جواب..... اس صورت میں ترکہ مملوکہ ہندہ متوفیہ کا جس میں اس کا مہر بھی ہے شرعاً مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد چار سہام ہو کر ایک حصہ اس کے شوہر زید کو اور تین حصے اس کے لڑکے کو ملیں گے اور اگر فی الواقع زید نے کسی مصلحت کی وجہ سے ہندہ کا نام فرضی درج کرایا تھا تو مالک اس جائیداد کا زید سمجھا جائے گا لیکن زید نے دوسری جائیداد خرید کر دوسری عورت طاہرہ کے نام کی ہے اس لئے زید کا قول بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا اور طاہرہ کے ترکے میں ہندہ کے بچوں کا شرعاً کچھ حق نہیں ہے البتہ چوتھائی ترکے کا مستحق زید ہوگا۔ (امداد المفتیین ص ۱۰۴۰)

باب وصیت میں تعلیق واضافت کا حکم

سوال......ا۔ وصیت میں کسی قسم کی شرط میعاد انتقال ذات شی میں کرے تو وہ وصیت جائز ہے یا نہیں؟ ۲۔ اگر زید ایک ثلث عین کی وصیت بحق اجنبی کرے اور شرط میعاد کی اس طرح کرے کہ میرے بعد پانچ سال تک ورثہ قابض رہیں گے اس کے بعد موصی لہ قابض ہو سکے گا یہ میعاد شرعاً قابل پابندی ہوگی یا نہیں؟ اور وصیت جائز ہوگی یا نہیں؟ ۳۔ اگر زید کل مال کی وصیت کسی اجنبی کے نام کرے اور شرط میعاد تاحیات کرے یعنی موصی لہ کی وفات کے بعد میرے ورثہ پائیں گے اور حالت حیات میں اجنبی قابض رہیگا تو یہ وصیت جائز ہوگی یا نہیں؟ اور موصی کے ورثہ موصی کے مرنے کے بعد اس پر راضی ہو گئے۔

سوال سوم کی نسبت تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ درحقیقت وصیت انتفاع کی ہے نہ عین شے کی اور عین حیات تک انتفاع کی وصیت درست ہے اس لئے یہ جائز ہو جائے۔

جواب......فی ردالمحتار قوله والوصية الخ وفی الخانية لو اوصی بثلثه لام ولده ان لم تتزوج فقبلت ذالک ثم تزوجت بعدانقضاء عدتهابزمان فلهاالثلث بحكم الوصية الى قوله ووجهه انه اذامضت مدة بعد العدة ولم تتزوج فيهاتحقق الشرط۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۵۵)

ظاہر ہے کہ معلق بہ عدم تزوج فی العدت تو ہے نہیں بلکہ عدم تزوج بعد العدت ہے اور اس وقت موصی زندہ نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعلیق وصیت کی ایسی شی کے ساتھ بھی جائز ہے جو مدت موصی کے بعد متحقق ہو اور تائید اس کی اسی کلیہ سے ہوتی ہے الاضافة تصح فيما لايمكن تمليكه للحال: اس کلیئے میں کوئی قید نہیں لگائی پس اس جزیئے اور کلیئے سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی کا یہ کہنا قابل عمل ہوگا کہ میرے بعد پانچ سال تک قابض نہ ہو اور پھر موصی لہ قابض ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۶)

متبنیٰ لڑکی کے لئے وصیت کرنے کا حکم

سوال......ایک شخص نے اپنی وفات سے نو سال پہلے ایک لڑکی کو متبنیٰ بنایا اور وفات سے پیشتر چند معززین کو بلا کر وصیت کی کہ ''میری وفات کے بعد مذکورہ بالا لڑکی میری جائیداد کی جائز وارث ہوگی؟'' ارشاد فرمائیں کہ مذکورہ لڑکی کو شرعاً کیا حصہ پہنچتا ہے؟

جواب......اگر الفاظ یہی تھے جو سوال میں مذکور ہیں تو یہ لغو ہیں وصیت نہیں ہاں اگر یہ کہا ہو کہ سب ترکہ اسکو دے دینا تو وصیت ہوگی اور ثلث میں جاری ہوگی (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۸۶)

پوتی کے لئے وصیت کی ایک صورت کا حکم

سوال......زید مرحوم کے ورثہ میں تین لڑکے ایک لڑکی اور ایک زوجہ ہے اور مرحوم لڑکے کی

لڑکی ہے اب زید نے پوتی کے حق میں وصیت کی ہے کہ ''اس لڑکی کو خلیل (مرحوم لڑکے کا نام) کا حصہ دینا اور اس کو خلیل کی جگہ سمجھنا'' تو بایں الفاظ یہ وصیت صحیح ہے یا نہیں؟

جواب..... یہ وصیت صحیح اور معتبر ہے اور پوتی کو اسکے باپ کے حصے کے برابر ترکے میں سے بحق وصیت دیا جائیگا چونکہ یہ وصیت ثلث ترکے سے یقیناً کم ہے اس لئے پوری مقدار معتبر ہے۔ (کفایت المفتی ج۸ص۳۴۹)

بیٹے کی موجودگی میں بھائی کے لئے وصیت کرنا

سوال..... ایک بھائی غریب اور نادار ہے جبکہ دوسرا بھائی امیر و مالدار ہے دونوں بھائیوں کی اولاد بھی موجود ہے اب اگر مالدار بھائی اپنے غریب بھائی کے لئے اپنے مال میں سے کچھ مخصوص رقم کی وصیت کرے تو کیا اپنی اولاد کی موجودگی میں بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یا نہیں؟

جواب..... بھائی اگرچہ وارث ہے مگر اپنی اولاد یعنی بیٹوں کی موجودگی میں وہ بمنزلہ اجنبی کے ہے جبکہ شریعت مطہرہ میں اجنبی کے لئے ایک تہائی مال تک کی وصیت جائز ہے لہٰذا بیٹوں کی موجودگی میں غریب بھائی کے لئے وصیت کرنا صحیح ہے البتہ اگر مخصوص مال کل مال کے ایک تہائی سے متجاوز ہو تو وہ ورثاء کے اختیار میں ہوگا۔

وفی الھندیة: یعتبر کونه وارثاوغیر وارث وقت الموت لاوقت الوصیة حتی لواوصی لاخیه وھووارث ثم ولدله ابن صحت الوصیة للاخ ولواوصی لاخیه وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیة. (الفتاویٰ الھندیة ج۶ ص ۹۰ کتاب الوصایا. الباب الاول) (فتاویٰ حقانیہ ج۶ص۵۱۰)

بھتیجے کے لئے وصیت کی ایک صورت

سوال..... اسماعیل خان نے مرض الموت میں وصیت کی کہ میرے ترکہ میں سے نصف میرے بیٹے فضل اللہ خاں کو اور نصف میرے بھتیجے یعقوب علی خاں کو دیا جائے اور دختر کو پہلے حصہ دے چکا ہوں اور زوجہ کو بھی حصہ نہیں دیا اور مرنے کے بعد ایک زوجہ انوار فاطمہ ایک دختر عزیز فاطمہ اور بھتیجا یعقوب علی اور ایک لڑکا فضل اللہ خاں وارث چھوڑے ہیں۔ پھر فضل اللہ خاں فوت ہوئے انہوں نے ایک والدہ انوار فاطمہ ایک بہن علاتی عزیز فاطمہ اور ایک برادر چچازاد یعقوب علی وارث چھوڑے تو ترکہ اسماعیل خاں کا کس طرح تقسیم ہوگا اور شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے یہ جواب لکھا تھا کہ ثلث میں سے نصف بھتیجے کو ملے گا۔

جواب..... اس پر دیوبند سے یہ لکھا گیا۔ **وبمثله قال فی الھدایة وقال فی البدائع ص ۳۳۸ ج۷ ولو اوصی بثلث ماله لبعض ورثته ولا جنبی فان اجاز بقیة الورثة جازت الوصیة لھما جمیعاً وکان الثلث بین الاجنبی وبین الوارث نصفین وان ردوا جازت فی حق الاجنبی**

وبطلت فی حصة الوارث وقال بعض الناس یصرف الثلث کله الی الاجنبی. لہٰذا بھتیجے کے لئے بطور وصیت کل مال کے ثلث میں سے نصف ملے گا باقی مال بعد ادائے دین مہر اور دیگر حقوق مقدمہ علی المیراث حسب تفصیل مذکور یعنی منجملہ ۷۲ سہام کے ۲۳ سہام انوار فاطمہ کو اور ۴۲ سہام عزیز فاطمہ کو اور ۷ سہام یعقوب علی خاں کو ملیں گے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (امداد المفتین ج۲ ص ۸۵۹ کتاب الوصایا)

نکاح ثانی کرنے سے وصیت باطل نہ ہوگی

سوال..... علیم الدین نے وصیت کی کہ ایک ثلث بیٹے عبداللہ کو اور ایک ثلث دو پوتوں کو اور ایک ثلث اپنے بڑے بیٹے کی زوجہ راج بی بی کو ملے اور راج بی بی کے نام اس شرط کے ساتھ وصیت کی کہ اگر میرے گھر کو آباد رکھے اور نکاح ثانی نہ کرے تو وصیت جاری رہے ورنہ ساقط ہے اب علیم الدین کا انتقال ہو گیا اور موصی لہم زندہ ہیں تو وصیت کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب..... عبداللہ وارث ہے اس کے لئے وصیت باطل ہے اور عبداللہ کے دونوں بیٹے اور عبدالرحیم کی بیوی کے لئے گو وصیت جائز ہے لیکن ثلث سے زائد باطل ہے بلکہ ایک ہی ثلث میں یہ تینوں اس نسبت سے شریک ہوں گے جو کہ موصی نے تجویز کی ہے پس تقسیم ترکہ اس طرح ہوگی کہ ایک ثلث میں سے آدھا تو عبدالرحیم کی زوجہ کو اور آدھا عبداللہ کے دونوں بیٹوں کو برابر ملے گا اور دو ثلث جو بچا وہ میراث میں عبداللہ کو دیا جائے گا اور یہ جواب اس صورت میں ہے کہ علیم الدین کی وصیت پر سب ورثہ رضامند نہ ہوں اور بجز عبداللہ کے کوئی وارث نہ ہو ورنہ سوال مکرر کیا جائے۔

اور علیم الدین کی یہ شرط لغو ہے کہ راج بی بی نکاح ثانی نہ کرے اس کا وصیت سے جو حق ہے نکاح ثانی پر بھی وہ ساقط نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ ص ۳۳۲)

اجنبی اور وارث کے لئے وصیت کا حکم

سوال..... وصیت کی نسبت فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر دو شخصوں کے لئے وصیت کرے اور ایک کو نہ مل سکے تو اگر اس کو ملنے کا احتمال ہی نہ ہو تو کل مال موصی لہ ثانی کو مل جائے گا اور اگر احتمال ہے تو نصف ملے گا مثلاً زید اور وارث کے لئے وصیت کی اور وارث کو نہ ملا تو جس قدر مال کی وصیت کی ہے اس کا نصف ملے گا اور اگر زید وعمر کے لئے وصیت کی اور زید میت ہے تو کل مال عمر کو مل جائیگا۔

سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے کل مال کی زید اور وارث کے لئے وصیت کی اور بقیہ ورثاء نے اس کو جائز نہ رکھا تو آیا یہ سمجھا جائے گا کہ چونکہ کل کی وصیت نادرست ہے تو گویا ثلث مال کی وصیت کی تھی زید اور وارث کے لئے حتی کہ زید کو ثلث کا نصف یعنی سدس ملے یا یہ نہ سمجھا

جائے گا بلکہ اگر ورثہ راضی نہ ہوئے تو اجنبی کو ثلث مال دلایا جائے گا۔

فقہاء کے قاعدے سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہاں تنصیف کی جاتی ہے وہاں وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہیں بلکہ تنصیف کرنا مقصود ہے اس لئے اگر کسی وجہ سے ایک شخص کو نہ مل سکا تو دوسرے کو اس کا حصہ نہ دیا جائے گا اور صورت مسئولہ میں یہ امر مفقود ہے کیونکہ بہر حال اجنبی کو نصف کل مال بلکہ اس سے بھی کم ملے گا اور اگر ورثہ راضی نہ ہوئے پھر ثلث کے نصف کرنے کی کیا وجہ؟

جواب......ہدایہ میں ہے **ومن اوصي لاجنبي ولوارثه فللاجنبي نصف الوصية وتبطل وصية الوارث لانه اوصي بمايملك الايصاء به وبمالايملك فصح في الاول وبطل في الثاني:** اس روایت سے صورت مسئول عنہا کا جواب ظاہر ہے کہ اس میں زید کو نصف ثلث ملے گا کیونکہ ہدایہ کی تعلیل اس میں جاری ہے **اوصي بما يملك وبمالا يملك:** الخ کیونکہ روایت مذکورہ میں مایملک سے مراد ظاہر ہے کہ وصیت للاجنبی ہے اور مایملک سے مراد وصیت للوارث ہے قطع نظر مقدار موصی بہ سے کہ وہ دوسری دلیل مستقل سے ثابت ہے کہ ثلث سے متجاوز نہ ہوگا اور اگر ثلث سے زائد ہو تو وہ بھی بمنزلہ ثلث کے ہوگا اور سوال میں مذکور وصیت میں ان دونوں میں سے ایک کی تفصیل دوسرے پر مقصود نہیں پس تساوی کا کیا جائے گا اس بناء پر صورت مسئول عنہا بھی روایت مذکورہ کی ایک جزئی ہوگئی پس حکم مذکور بھی اس کیلئے ثابت ہوگا۔

قولکم وہاں وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہیں الی قولکم یہ امر مفقود ہے **قلت** کل سے مراد کل متروکہ ہے یا کل موصی بہ اگر شق اول ہے تو مسلم نہیں کہ یہ وجہ ہے کہ اس کے لئے حاجت نقل ہے اور اگر شق ثانی ہے تو مسلم ہے لیکن یہ کہنا کہ مقصود ہے مسلم نہیں کیونکہ جب دو کے لئے وصیت کی تو زید کو کل موصی بہ دلانا مقصود نہیں بلکہ دونوں کی تساوی مقصود ہے اور کل مال معنی میں ثلث مال کے ہے پس لوازم تساوی سے زید کو نصف ثلث ملتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۲۵)

نافرمان بیٹے کو زندہ ہوتے ہوئے محروم کیا جا سکتا ہے لیکن وصیت سے نہیں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں صورت مسئولہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کے اشارہ پر ماں باپ کا بے فرمان ہو چکا ہے ایک مکان جو کہ اپنے برادران کا حصہ تھا وہ ۲/۱ لے لیا حالانکہ ۴/۱ کا حقدار تھا اور زیور بھی ساڑھے سات تولہ لے لیا جس سے ۴/۱ کا حق ملتا تھا اور والدین سے کہتا ہے کہ میں تمہارا لڑکا نہیں ہوں اپنے سسر کے کہنے سے دس ہزار

کو کلیم نامنظور کرادیا حالانکہ منظور ہو چکا تھا پھر اصل بات یہ ہے کہ کچھ رشوت دے دلوا کر قابض سے قبضہ میں لے لیا نصف سسر نے لیا اور نصف اپنے قبضہ میں رکھا ہے دیوار درمیان میں بڑے نے تیار کی اور چھوٹے نے گرادی تو نافرمان بڑے لڑکے نے چھوٹے کو تھانہ میں بلایا اور ساتھ اپنے بوڑھے باپ کو بھی تھانہ میں بلوایا۔ بہرحال ہر بات والدین کی رد کرتا ہے اور بے زبان کرتا ہے اور بالکل نماز کی طرف دھیان نہیں ہوتا قرآن مجید جب باپ پڑھتا ہے تو کہتا ہے کہ آہستہ آہستہ پڑھو آواز سے مت پڑھو۔ جب میرا سسر گھر سے باہر چلا جائے تب پڑھنا باپ گھر میں قرآن مجید پڑھتا ہے تو ضد کے مارے بیٹے نے ریڈیو خرید لیا ہے بوقت قرات ریڈیو چلایا جاتا ہے اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن سے ماں باپ کے دل پر چوٹیں لگتی ہیں جس سے والدین ناراض ہیں اسے والدین عاق سمجھ کر اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کا حق غصب کر رکھا ہے اس سے اوپر کو ہاتھ مارنا چاہتا ہے اور والدین بھی راضی نہیں ہیں حالانکہ اس کی اپنی آمدنی اڑھائی تین ہزار روپے ماہوار ہے۔ اور ایک اس کا لڑکا نوکر ہے جس کی تنخواہ بھی سوا صد روپیہ ہے والدین کی خدمت بجائے خود بلکہ کچھ اور اپنے بھائیوں کا حق غصب کرنا چاہتا ہے تین بچے والدین کے مطیع وفرمانبردار ہیں دو کی ابھی تک شادی نکاح نہیں ہوا خلاصہ کلام والدین ناخوش نافرمان سمجھ کر اسے عاق تصور کرتے ہوئے اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہتے ہیں کیا محروم کر سکتے ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا بمع حوالہ کتب۔

جواب..... شرعاً کسی شخص کا ایسی وصیت کرنا کہ میرے مرنے کے بعد کل ترکہ سے فلاں وارث کو محروم کیا جائے باطل ہے اور ایسی وصیت نافذ نہیں ہوتی ہے بلکہ تمام وارث حصہ دار ہوتے ہیں البتہ اپنی زندگی میں ایسا شخص فرمانبردار لڑکوں کو کچھ مال وجائیداد تقسیم کر کے قبضہ کرا دے اور نافرمان کو کچھ نہ دے یا تھوڑا دے تو یہ تصرف نافذ ہوگا لیکن اس میں بھی نیت اپنے فرمانبردار لڑکوں کو نفع رسانی کی کرے یا نیت عدل کی ہو کہ نافرمان لڑکے نے بہت سے حصہ جائیداد پر قبضہ کر رکھا ہے تو اتنی مقدار پر لڑکے کو دینا چاہئے یہ نہ کہ میں نافرمان لڑکے سے انتقام سے اسے محروم کر دوں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۷۷)

احکام المیراث

زندگی میں تقسیم اور مورث کے بعض احکام

اگر چچازاد بھائی اور بھانجوں کیلئے وصیت کرے تو جائیداد کیسے تقسیم ہوگی

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی بنام کا کوفوت ہوا سفر میں اس نے بوقت وفات تحریر بطور وصیت لکھ کر ورثاء کو بھیجی اس کے وارث موجود ہیں اور درج ذیل ہیں متوفی کا عم زاد بھائی ایک اور اس کے بھانجے تین عدد اور ایک عدد بھانجی جو اس وقت موجود ہیں وصیت نامہ میں متوفی نے وصیت کی ہے وہ بھانجوں کے متعلق ہے اور عم زاد بھائی بھی وصیت میں درج ہے کیا از روئے شرع جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں برابر کے شریک ہیں یا کوئی فرق ہے جس طرح شرع کا حکم ہو صادر فرمادیں بھانجی کے متعلق وصیت نہیں ہے۔ بینوا توجروا

جواب......عم زاد بھائی کے لئے وصیت درست نہیں کیونکہ عم زاد بھائی مسئولہ صورت میں وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت درست نہیں۔ لا وصیة لوارث (الحدیث) ایضاً

اور تینوں بھانجوں کیلئے وصیت درست ہے ان تینوں کو کل مال کا ایک تہائی بطور وصیت ملے گا جو تینوں میں برابر تقسیم ہوگا اور بقیہ دو تہائی عم زاد بھائی کو ملیں گے یہ تقسیم اس وقت ہوگی کہ اگر بھانجوں کیلئے وصیت نامہ میں حصص متعین نہیں ہے اگر ہر ایک کیلئے علیحدہ حصص کی تعیین کی ہے تو پھر ان حصص متعینہ کے مطابق جائیداد منقولہ وغیر منقولہ تقسیم ہوگی بشرطیکہ وہ جملہ حصص کل مال کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہوں اس لئے کہ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۵۶)

زندگی میں تقسیم ترکہ ایک تدبیر

سوال......دادا صاحب کی میراث حصہ شرعی کے مطابق لڑکے اور لڑکیوں میں تقسیم ہوتی تھی مگر بہنوں کے انتقال کر جانے کے بعد والد صاحب کو انکے بہنوئیوں نے اس قدر پریشان کر رکھا ہے کہ مار پیٹ تک کی نوبت آ گئی ہے اس لئے ابا کہا کرتے ہیں کہ کل جائیداد تم اپنے نام کرالو پھر اپنی بہنوں کو کسی طرح راضی کر لینا ورنہ تم بھی اسی زحمت میں پڑو گے مگر میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ یہ شرعاً ناجائز ہوگا۔

البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر صرف لڑکوں کے نام چڑھانا چاہیں تو لڑکیوں نیز والدہ کے حصوں

کی قیمت بالقسط ادا کرنے کی وصیت کردیں اور اگر لڑکے قیمت ادا نہ کریں تو لڑکیاں اپنا حصہ جائیداد میں سے لے لیں آپ سے دریافت ہے کہ اس صورت میں شرعاً خرابی تو نہیں؟ اور والد صاحب مواخذہ اخروی سے بری ہوں گے یا نہیں؟

جواب...... یہ صورت قواعد شرعیہ پر منطبق نہیں ہوتی۔

تتمة السوال: ایسی صورت تحریر فرمائی جائے جو شرعی قواعد پر منطبق ہو اور جس میں زحمت مذکورہ کا بھی دفعیہ ہو؟

جواب...... اگر مورث اپنے ترکے میں اس طرح وصیت کر جائے کہ فلاں وارث کو فلاں چیز دی جائے اور فلاں کو فلاں بشرطیکہ وہ اندازے سے اس کے حصہ شرعی سے کم نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کم ہو تو ناجائز ہے کہ وصیت وارث کے لئے ہے جو ناجائز ہے اور بطریق مذکور تعیین کر دینا یہ تقسیم ہے اور اس کی ولایت مورث کو دی گئی ہے۔ پس آپ کے والد صاحب ایسا کریں کہ سب ورثہ کے لئے ان کے حقوق شرعیہ کے موافق الگ الگ ایسے قرعے بنا کر لڑکیوں کے ساتھ لڑکوں کی شرکت نہ ہو وصیت لکھ دیں کہ اس کے موافق تقسیم ہو۔ (امدادالفتاویٰ ج ۴ ص ۳۳۶)

والدہ کیلئے کل ترکہ کی وصیت درست نہیں ہے شرعی حصہ ملے گا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مولیٰ بخش ۱۹۷۳ء میں فوت ہو گیا ہے اس کی جملہ جائیداد ۳۱۰ کنال بحق ورثاء بمطابق قانون وراثت تقسیم ہو گئی ہے جس میں سے والدہ متوفی کو اپنا حصہ وراثت ۱/۶ حصہ مل چکا ہے اور اس نے وہ ۱/۶ حصہ اپنی لڑکی مسماۃ اللہ جوائی کو بیع قطعی بھی کر دی ہے اب والدہ متوفی وصیت نامہ کے مطابق جملہ جائیداد کا مطالبہ کرتی ہے۔

جواب...... صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شرعاً اس وصیت کا ہرگز اعتبار نہیں ہے لہٰذا اس وصیت کی بنا پر اس کی والدہ اس کے کل ترکہ کی حقدار نہیں بنے گی بلکہ تمام ورثاء میں حسب قانون شرع تقسیم ہو گی۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۷۵)

زندگی میں اولاد کو جائیداد کا مالک بنا دینا

سوال...... میرے والد صاحب کے پاس ڈیڑھ سو بیگھے سے زیادہ زمین تھی جس میں سے پچاس بیگھہ زمین مجھ کو دیدی تھی اس پر قابض ہوں اور بو رہی ہوں میرے دوسرے تین بھائیوں کے پاس سو بیگھہ سے زائد زمین ہے اب تقسیم کا مقدمہ چل رہا ہے میرے بھائی بہن کا پورا حصہ دینا نہیں چاہتے کچھ کم دینا چاہتے ہیں بہن پورا حصہ لینا چاہتی ہے شرعی مسئلہ کیا ہے؟

جواب...... جب کہ والد صاحب اپنی زندگی میں تم سب بہن بھائی کو تقسیم کر چکے اور قبضہ بھی کرادیا نام بھی کرا چکے جیسا کہ زبانی بیان سے معلوم ہوا تو اب شرعاً بھائیوں کو بہن کی اس جائیداد میں سے کچھ بھی لینے کا حق نہیں اگر کاغذات میں درج بھی نہیں کرایا تھا مگر قبضہ سب کا الگ الگ کرادیا تھا تو شرعاً باپ کی زندگی ہی میں مالک ہو چکے تھے اب والد کے انتقال کے بعد کوئی کسی سے لینے کا حق نہیں رکھتا یہ میراث کا مسئلہ نہیں رہا بھائی صاحبان جو اس میں سے لینے کا مقدمہ چلا رہے ہیں یہ کھلا ناجائز اور ظلم ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

حیات ہی میں تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال...... ہندہ اپنی زندگی ہی میں اپنی کل جائیداد شرعی حصوں کے مطابق تقسیم کرنا چاہتی ہے اس کے پانچ وارث ہیں تین لڑکیاں اور پوتا ایک پوتی تو کس کو کتنا ملے گا؟

جواب...... ہندہ کے موجودہ ورثاء اس حساب سے حق دار ہیں۔ لڑکی ۲ لڑکی ۲ لڑکی ۲ پوتا ۲ پوتی ۱ یعنی نو سہام کر کے دو دو سہام ہر لڑکی کو اور دو سہام پوتے کو اور ایک سہام پوتی کو ملے گا یہ سہام اگرچہ میراث کے ہیں اور میراث کا اعتبار ہندہ کی وفات کے بعد ہوگا کہ کون وارث اس وقت موجود ہے اور کون نہیں؟ تاہم اگر وہ اپنی زندگی میں تقسیم کردے تو اس حساب سے کر سکتی ہے اور اسے یہ بھی حق ہے کہ چاہے تو پانچوں کو برابر تقسیم کردے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۱۱)

اپنی بیٹی کو میراث سے عاق کردینے کا حکم

سوال...... علیم الدین حسین کا ایک لڑکا دو لڑکیاں ہیں اس نے ایک لڑکی کو بوجہ اس کی بے عنوانی و بداخلاقی کے ناخوش ہو کر عاق کردیا ہے جسے عرصہ دراز گزرا اور بارہا وصیت کی کہ اس کا حق نامبردہ نے اس کی لڑکی کو دیا ہے جس کی شادی کی اپنے پاس رکھا اب نامبردہ مرگیا ہے تو ایسی صورت میں عاق شدہ لڑکی مستحق پانے والی شرعی کے برابر ہے یا بموجب وصیت عملدرآمد کے عاق شدہ لڑکی کی حصہ پاوے گی۔

جواب...... صورت مسئولہ میں میراث لڑکی ہی کو ملے گا لڑکی کی لڑکی کو کچھ نہ ملے گا۔ نہ وراثتاً نہ وصیتاً کیونکہ وارث تو وہ ہے ہی نہیں اور وصیت مذکورہ بھی باطل ہے۔

فی العالمگیریہ: فان اوصی له بنصیب ابنه أو ابنته وله ابن او بنت فانه لاتصح الوصیة ولو اوصی بنصیب ابنه او ابنته ولیس له ابن اوبنت فانه تجوز الوصیة ولو اوصی بمثل نصیب ابنه اوابنته وله ابن اوبنت تجوز لان مثل الشی غیره لاعینه الخ (ج/۶، ص/۹۰) والله اعلم (امدادالاحکام ج ۴ ص ۵۸۸)

باپ کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کرنا

سوال...... جو شخص اپنے والد کی جائیداد پر جابرانہ قابض ہو جائے اور باپ کو کچھ نہ دینا چاہے نہ اس کی خدمت کرے بلکہ اس کو دھمکائے اور باپ اس قابل نہ ہو کہ وہ اپنی طاقت سے کما سکے ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں؟ اور قیامت میں اس کا کیا حال ہوگا؟

جواب...... ایسا آدمی غاصب اور بڑا ظالم ہے اور سخت گنہگار ہے اس کی دنیا بھی تباہ ہے اور آخرت بھی برباد ہے اپنے اس ظلم کا وبال اس پر یہاں پڑے گا بغیر اس کے بھگتے موت نہیں آئیگی اس کو لازم ہے کہ والد کی جائیداد واپس دے اور والد کی خدمت کرکے ان کو راحت پہنچائے اور ان سے معافی مانگے ورنہ اللہ پاک اس سے ناراض ہونگے اور وہ شخص مستحق غضب ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۲۷)

باپ کا قرض ادا کرکے میراث سے وصول کرنا

سوال...... ایک شخص کے ذمے قرض تھا وہ قرض اس کے لڑکے نے ادا کیا پھر اس شخص نے انتقال کیا لہٰذا اس شخص نے اپنے مرنے پر وہی مکان جو اس قرض میں مکفول تھا جو اس لڑکے کے قرض ادا کرنے سے بری ہوا تھا ترکے میں چھوڑا اور ایک لڑکا ولڑکی وارث چھوڑے تو کیا تقسیم ترکہ کے وقت لڑکا وہ قرض وصول کرسکتا ہے؟

جواب...... اگر باپ کے کہنے پر بطور قرض ادا کیا ہے یعنی باپ نے کہہ دیا تھا کہ اتنا روپیہ میرے ذمہ فلاں کا ہے جس کے عوض میں یہ مکان رکھا ہوا ہے یہ قرض میری طرف سے ادا کردے اور اتنا روپیہ بجائے اس شخص کے میرے ذمے واجب ہے اور اب میں تیرا مقروض ہوں تب تو وہ روپیہ لڑکا باپ کے ترکے سے وصول کرسکتا ہے روپے کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے لڑکے کو حق ہے کہ پہلے اپنا قرضہ وصول کرلے۔ مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس روپے کے قرض ہونے کا ثبوت شرعی موجود ہو یا ورثا اس سب اس کو تسلیم کریں اگر لڑکے نے بطور قرض وہ روپیہ باپ کی طرف سے ادا نہیں کیا بلکہ محض تبرع اور احسان کیا ہے تو اب اس کو ترکے سے وصول نہیں کرسکتا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۳۹)

مورث کے مواخذے سے بری ہونے کی تدبیر

سوال...... ایک مورث اپنے ورثہ میں سے ایک وارث کے حق میں زیادہ وصیت کرکے مرگیا پس یہ تو معلوم ہے کہ مورث سے اس حق تلفی کا مواخذہ ہوگا لیکن اگر وارث بطور خود جائیداد مذکور کو ہر

وارث کو حق شرعی کے مطابق دے دے تو حشر کے مواخذہ سے مورث کی نجات ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب...... مورث پر دو مواخذے ہیں ایک تو اس فعل سے دوسرا اس فعل کے اثر سے کہ ایک شخص دوسرے کا حق استعمال کر رہا ہے۔

قابض کے ہر حقدار کو اس کا حق پہنچا دینے سے دوسرا مواخذہ مرتفع ہو جائے گا اور پہلا مواخذہ ان کے لئے دعا و استغفار کرنے سے جاتا رہے گا مگر یہ دعا و استغفار اسی وقت نافع ہو گا جب اولاً ان کے فعل کے اثر کو منقطع کر دیا جائے یعنی ہر حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا جائے ورنہ بدون اس کے صرف دعا و استغفار کافی نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۸)

مورث کی مرہونہ جائیداد کو خریدنا

سوال...... زید بوقت انتقال دیوالیہ ہو چکے تھے اور ان کی کل جائیداد قرضہ میں رہن رکھی ہوئی تھی قرض خواہوں نے چاہا کہ ان کی جائیداد فروخت کر دیں تو مرحوم زید کے ایک لڑکے نے کل قرضہ ادا کر کے جائیداد اپنے نام کرالی اب عمر کا انتقال ہو گیا تو زید کے بعض ورثاء نے اس جائیداد پر دعویٰ میراث کا کیا عمر کے ورثاء کہتے ہیں کہ ہمارے دادا دیوالیہ مرے تھے ہمارے والد نے جائیداد قرض خواہوں سے خریدی تھی اب کیا حکم ہے؟

جواب...... اگر میت مدیون مرا ہے تو ادائیگی دین وراثت پر مقدم ہو گی ورثاء کا حق ادائیگی دین کے بعد ہے پس جب عمر نے زید کی جائیداد قرض خواہوں سے خریدی جس کی دلیل بیع نامہ بھی ہے اور کل ترکہ دین ختم ہو گیا تو ورثاء کا جائیداد مذکور میں کچھ حصہ نہ رہا کل جائیداد کا مالک عمر ہے اور عمر کے انتقال کے بعد عمر کے ورثہ مالک ہیں اس میں مناسخہ جاری نہ ہو گا۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

اپنا حصہ میراث کسی دوسرے حصہ دار پر فروخت کرنا

سوال...... جناب مفتی صاحب! ہمارے والد صاحب کا چند ماہ قبل انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کافی جائیداد ترکہ میں چھوڑی ہے میں ایک غریب آدمی ہوں کیا میں اپنا حصہ میراث اپنے بھائیوں میں سے کسی ایک بھائی پر فروخت کر سکتا ہوں یا نہیں؟ جبکہ میرے علاوہ دوسرے ورثاء ابھی جائیداد کو تقسیم نہیں کرنا چاہتے؟

جواب...... آپ چونکہ اپنے والد صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد ان کے ترکہ میں حصہ شرعی کے حقدار ہیں اور وہ حصہ آپ کی ملکیت ہے اس لئے آپ کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے حصہ

کی جائیداد تقسیم سے قبل یا بعد اپنے بھائیوں میں سے کسی ایک پر فروخت کردیں۔

لماقال العلامة المرغینانی رحمه الله: ویجوزبیع احدهما نصیبه من شریکه وجمیع الصور ومن غیرشریکه بغیراذنه. (الهدایة ج۲ ص۵۸۸ کتاب الشرکة) قال العلامة ابن الهمام رحمه الله: ان الشرکة اذاکانت بینهما من الابتداء بان اشتریا حنطة او ورثاهاکانت کل حبة مشترکة بینهما فلیبع کل منها نصیبه شائعاً جائز من الشریک والاجنبی (فتح القدیر ج۶ ص۱۵۴ کتاب الشرکة فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۵۴۵)

مورث کی امانت کی واپسی اور قرض کا حکم

سوال......زید وعمرو دو حقیقی بھائی تھے زید برادر کلاں تجارت وغیرہ کا تمام کرتا تھا چھوٹے بھائی کے کاروبار سے کوئی تعلق نہ تھا مگر جس سرمائے سے کاروبار تھا وہ باپ کا متروکہ تھا اب چند ماہ کا عرصہ ہوا کہ زید مع اپنی زوجہ کے فوت ہوا ورثہ میں بھائی اور ایک لڑکا اور ماں کو چھوڑا سوال یہ ہے کہ زید نے کچھ روپیہ ایک شخص کے پاس امانت رکھا تھا وہ شخص امین زر امانت کس کو دے؟ جبکہ وہ اپنے چچا اور دادی کی پرورش میں ہے اگر زید متوفی کچھ لوگوں کا قرض دار ہو تو کیا شخص امین کے ذمے یہ بھی فرض ہے کہ متوفی کا قرض زر امانت سے ادا کرے؟ جبکہ متوفی نے کچھ وصیت نہ کی ہو؟

جواب......مسئلہ ۶ زید' ام ۱' ابن ۵' اخ محروم

چھ حصوں میں سے ایک حصہ ماں کو دے اور پانچ حصے نابالغ کے ہیں اس شخص کے سپرد کر دے جس کی پرورش میں وہ لڑکا ہے بشرطیکہ وہ شخص متدین ہو ادائے قرض اس کے ذمے نہیں کہ وہ نہ وصی ہے نہ وارث' نہ حاکم۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۳۵۷)

ایک عورت مر گئی اس نے شوہر' ایک لڑکی' والدہ' والد اور ایک ہمشیرہ چھوڑی بعد میں شوہر کا بھی انتقال ہو گیا کا حکم؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ بندی کا انتقال ہو گیا اس نے ایک شوہر اور ایک لڑکی عنایت فاطمہ اور والدہ اور والد اور ایک ہمشیرہ چھوڑی بعد اس کے شوہر کا بھی انتقال ہو گیا اس نے ایک لڑکی عنایت فاطمہ مذکورہ اور ایک بھائی اور ایک چچا چھوڑا اب موافق شرع شریف مسماۃ بندی مرحومہ کی ملک کس طرح منقسم ہونی چاہئے۔ بینوا توجروا

جواب...... بعد تقديم ماحقه ان يقدم على تقسيم التركة كصرف التجهيز والتكفين واداء الدين عن الميت ان كان عليه وانفاذالوصية من الثلث ان كان اوصى بشي.

مساۃ بندی کے تمام ترکہ کو چھ سہام پر منقسم کر کے ۱۵ سہام مساۃ عنایت فاطمہ کو اور چار چار سہام بندی کے باپ' ماں کو تین سہام شوہر مساۃ بندی کے بھائی کو دیے جائیں گے اگر مساۃ بندی نے اپنے شوہر کو مہر معاف نہ کیا ہو یا مرض الموت میں معاف کیا ہو بہر صورت وہ مہر بھی ترکہ میں شمار ہوگا ہاں اگر صحت میں معاف کر دیا ہو تو شمار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

مسئلہ ۱۲ ـ ۱۳ ـ ۲۶ ـــ مساۃ بندی

زوج	بنت	ام	اب	اخت
۳	عنایت فاطمہ	۲/۴	۲/۴	م
	۶/۱۲			

مسئلہ ۳ ـــ زوج مساۃ بندی

بنت عنایت فاطمہ	اخ	عم
۱/۳	۱/۳	م

(امداد الاحکام ج ۴ ص ۵۹۱)

مرض الموت میں غیر شرعی تقسیم معتبر نہیں

سوال...... زید مرحوم کے ورثہ حسب ذیل ہیں مرحومہ زوجہ اول سے ایک فرزند' زوجہ دوم اور اس کے بطن سے دو فرزند اور دو دختر زوجہ سوم لاولد' زید کی ملک کس طرح تقسیم ہو؟

زید نے مرض الموت میں اپنی ساٹھ ہزار کی ملک کی بیش کے ساتھ اپنے وارثوں میں تقسیم کی اور دستاویز لکھ دی کیا یہ رجسٹر شدہ تقسیم صحیح ہے؟

جواب...... مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد باقی کے چونسٹھ حصے کریں اور موجودہ عورتوں سے ہر ایک کو چار چار اور اس کے ہر فرزند کو چودہ چودہ اور ہر دختر کو سات سات حصے دیں۔

زید نے اپنی ملک کو اپنی مرضی سے وارثوں میں تقسیم کر کے دستاویز لکھوا دی ہے خواہ وہ ہبہ ہو یا وصیت اگر یہ مرض الموت میں ہوا ہے تو جائز نہیں پس اسکے ترکے کی تقسیم مندرجہ بالا طریقے پر کر لیں۔

(فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۷۴)

چاندی کا سکہ قرض لیا تو چاندی کا سکہ ہی ادا کرنا ہوگا

سوال...... زید نے انگریزی دور میں بکر کو سکہ چاندی کے دیے یا نوٹ جو چاندی کے روپوں

کا حوالہ قرض دیئے اب ان کی ادائیگی کا وقت آیا تو سکہ چاندی ختم ہو کر گلٹ یا لوہے کا سکہ جاری ہے بکر موجودہ سکے سے قرض دیتا ہے زید کہتا ہے کہ چاندی کا سکہ یا اس کا حوالہ نوٹ دیئے تھے اتنے ہی روپے کی چاندی دو یعنی آٹھ آنہ تولہ تھا' مثلاً چھ سو روپے کی بارہ تولہ چاندی کی قیمت دو عمر کہتا ہے کہ چھ سو روپے کی چھ تولہ چاندی ہونی چاہئے کیونکہ چاندی کا سکہ اور تولہ برابر ہے کیا حکم ہے؟

جواب..... سوال کے دو جز ہیں ایک یہ کہ چاندی کا سکہ قرض دیا دوسرا یہ کہ نوٹ قرض دیا جز اول کا جواب یہ ہے کہ چاندی کے سکہ پر چونکہ چاندی غالب تھی جیسا کہ بندہ کو علم ہے تو بعینہ وہی سکہ ادا کرنا ضروری ہوگا اور اگر وہ نہ ملے تو ادائیگی کے وقت اس کی جو قیمت ہوگی وہ دینا پڑے گی جز دوم کا جواب یہ ہے کہ نوٹ چاہے ثمن حوالہ ہو یا ثمن اصطلاحی ہو بہر صورت کساد کے بعد رائج فلوس اور عدالی کے مانند ہو گیا اور فلوس و عدالی میں کساد واقع ہو جائے کے بعد رواج کے آخری دن کی قیمت واجب ہوتی ہے لہٰذا بند ہونے کے وقت جو قیمت ہوگی وہ دینی پڑے گی۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

نوٹ: کسی چیز کی خرید و فروخت اور اسکے معاملہ کو لوگ ترک کر دیں تو اسکا نام کساد ہے مثلاً کوئی سکہ جسکا رواج عام تھا پھر لوگوں نے یا حکومت نے اسکو بند کر دیا تو اسکا نام کساد ہے۔ **وفی الشامیة والکساد ان تترک المعاملة بها فی جمیع البلاد** (ردالمحتار ج ۴ ص ۲۴)

عدالی وہ دراہم جن میں غش یعنی کھوٹ غالب ہو **وهی کمافی البحر عن البنایة بفتح العین المهملة والدال وکسرالام دراهم فیها غش وفی بعضها تقیید الدراهم بغالبة الغش** (ردالمحتار ج ۴ ص ۲۴) فلوس رائجہ وہ سکے جن کا رواج عام ہو۔

سوتیلے بھائیوں کی جائیداد پر قبضہ رکھنا

سوال..... بڑا بھائی باپ کی جائیداد پر قابض ہے دوسرا بھائی بڑے کے ساتھ کام کرتا ہے بڑے بھائی نے سب کام اپنے نام سے کر رکھا ہے اور وہ اپنی ماں کا اکیلا ہے اور ہم دو چھوٹے دوسری ماں سے ہیں بڑا بھائی چھوٹے بھائیوں کو حصہ نہیں دینا چاہتا۔

جواب..... باپ کی متروکہ جائیداد میں اس کی تمام اولاد ایک بیوی سے ہو یا کئی بیویوں سے حصہ پانے کی مستحق ہیں بڑے لڑکے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ باپ کے ترکے پر تنہا خود قبضہ کر لے اور سوتیلے چھوٹے بھائیوں کو محروم کر دے اگر ایسا کریگا سخت ظالم اور گنہگار ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۲)

نکاح ثانی کرنے سے عورت کا حصہ میراث ختم نہیں ہوتا

سوال..... جناب مفتی صاحب! میرے والد صاحب ۱۹۸۸ء میں فوت ہو گئے ہیں اور

انہوں نے نقد رقم کے علاوہ کچھ جائیداد بھی ترکہ میں چھوڑی ہے والد صاحب کی وفات کے چھ ماہ بعد ہی والدہ نے دوسرا نکاح کر لیا اب وہ والد صاحب کے جملہ ترکہ میں اپنے حصہ کا مطالبہ کر رہی ہیں تو کیا شرعاً والدہ کا اس ترکہ میں حصہ بنتا ہے یا نہیں جبکہ انہوں نے نکاح ثانی بھی کر لیا ہے؟

جواب......میاں بیوی کا رشتہ موجب ارث رشتہ ہے خاوند کی وفات کے بعد وہ ترکہ میں حصہ شرعی کی حقدار ہے عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کرنے سے میراث میں حصہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے آپ کی والدہ کا اپنے مرحوم خاوند کے ترکہ میں حصہ شرعی کا دعویٰ صحیح ہے جو کہ اسکو دینا چاہئے۔

لقوله تعالىٰ: ولهن الربع مماتركتم ان لم يكن كلم ولد' ج' فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعدوصية توصون بهااودين (سورةالنساء آيت ۱۲) قال العلامة السجاوندى رحمه الله: اماللزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدة عندعدم الولد وولدالابن وان سفل والثمن مع الولد وولد الابن وان سفل. (السراجى ص۷'۸ باب معرفة الفروض ومستحقيها) ومثله فى الهندية ج۶ ص۴۵۰ الباب الثانى فى ذوى الفروض. (فتاوىٰ حقانيه ج۶ ص۵۴۸)

قرعے کے ذریعے تقسیم میراث کرنا

سوال......محمد حسین عبدالخالق برادر حقیقی ہیں تقسیم جائیداد میں جھگڑا ہوا اور طرفین نے پنچائیت کو فیصل ٹھہرایا چنانچہ دو بھائی ہیں اور دو جائیداد ایک دکان ایک مکان اور دکان کو دونوں ناپسند کرتے ہیں اس لئے پنچوں نے یہ تجویز کیا کہ چٹھی ڈالی جائے جسکے نام وہ نکلے وہ لے لی جائے دونوں نے منظور کر لیا چنانچہ مکان محمد حسین کے نام نکلا اور دکان عبدالخالق کے نام اس فیصلے سے عبدالخالق نے سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہ جوا ہے میں اسکو ہرگز قبول نہیں کروں گا کیا واقعی یہ جوا ہے؟

۲۔ یہ کہاں کا رواج ہے کہ بڑے بھائی کا حصہ چھوٹے بھائی کے حصے سے کچھ زیادہ لگاتے ہیں؟

جواب...... یہ فیصلہ شریعت کے خلاف نہیں اور نہ جوا ہے بلکہ جائز ہے اور دونوں پر لازم ہے کہ اسے تسلیم کریں۔

۲۔ میراث کے حصے میں بڑے اور چھوٹے بھائی کا حصہ برابر ہوتا ہے کمی بیشی کرنا جائز نہیں۔

(کفایت المفتی ج۸ ص۳۱۶)

حصہ نہ لینا منظور ہو تو ملک ختم کرنے کی صحیح تدبیر

سوال...... ایک ترکے میں میت کی زوجہ، چچازاد بھائی اور علاتی چچا وارث تھے اور چچا نے یہ کہہ دیا کہ میں کچھ لینا نہیں چاہتا اس کا جواب حسب ذیل لکھا گیا۔

جواب...... میں یہ سمجھا ہوں کہ مرحوم کے ایک علاتی چچا بھی ہیں اگر یہی ہے تو ان کے چچا کے ہوتے ہوئے چچازاد بھائی کا کچھ حق نہیں اور ان کے انکار کرنے سے بھی وہ چچازاد بھائی حق دار نہ ہوگا اور انکار کرنے کے بعد بھی وہ مالک ہیں اب ان سے مکرر پوچھنا چاہئے کہ آپ کا حصہ کس کو دیا جائے؟ وہ جس کو بتلائیں دے دیا جائے گا لیکن چونکہ ہر چیز میں ان کا حصہ ہے اس لئے ہر چیز مشترک ہے اور مشترک کا ہبہ جائز نہیں، لہٰذا وہ جس کو دینا چاہیں یوں کریں کہ اپنا حصہ اس شخص کے ہاتھ جس کو دینا چاہتے ہیں زبانی فروخت کر دیں اور وہ زبانی قبول کر لے پھر ثمن زبانی معاف کر دے اور اگر اس میں خلجان معلوم ہو تو دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یہ چچا ترکے میں سے کوئی مختصر سی چیز مثلاً کوئی کپڑا، بجائے اپنے حصہ کے لے لیں اور پھر وہ چیز خود ہی رکھ لیں یا زوجہ کو دیدیں اس طریق سے بھی زوجہ ان کے حصے کی مالک ہوسکتی ہے۔

ایک طریق اور ہے کہ چچا اس کام کے لئے کسی کو زبانی وکیل کر کے دو باتوں کا اختیار دے دے ایک یہ کہ کوئی چیز ترکے میں سے اس قسم کی علیحدہ کر لیں دوسرے یہ کہ وہ چیز پھر زوجہ کو ہبہ کر دے سو وکیل کا ایسا کرنا بجائے ان چچا کے فعل کے ہوگا اور ایک طریقہ اور ہے وہ یہ کہ ترکے کو تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ جدا کر دیں پھر چچا کا جو حصہ علیحدہ کیا ہوا ہو وہ زوجہ کو ہبہ کر دیں اور اس کو بھی خواہ اصالتاً کر لیں یا وکالتاً یہ چار طریقے ہیں ان میں سے جو سہل معلوم ہو اختیار کر لیں۔

(امدادالفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۰)

حصص ورثہ کو سپرد نہ ہوں تو تقسیم معتبر نہیں

سوال...... زید مرحوم نے خالد، ولید، عمر، ساجدہ، عابدہ اور زوجہ وارث چھوڑے ترکے پر صرف خالد قابض رہا تقسیم کیا تو عابدہ کو اس کے حصے کا نصف ادا کیا اور نصف کے دینے کا وعدہ کیا بعدہ عابدہ نے انتقال کیا تو متوفیہ کے ورثہ نے خالد سے باقی نصف جو زرنقد تھا طلب کیا مگر وہ ہفتہ عشرہ میں دینے کا وعدہ کرتا رہا آخر کار کہہ دیا کہ چوری ہوگئی اور عابدہ کا حصہ بھی اسی میں چوری ہو گیا سوال یہ ہے کہ خالد کے ذمے وہ حصہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

جواب...... تقسیم میں جب تک سب کا حصہ علیحدہ نہ ہو جائے وہ تقسیم معتبر نہیں بلکہ مال

مشترک بدستور مشترک رہے گا اسی طرح اگر بعض شرکاء اپنا حصہ علیحدہ کرلیں مگر بعض کو ان کا حصہ تسلیم نہ کیا جائے تب بھی وہ تقسیم نافذ نہیں ہوتی پس صورت مسئولہ میں عابدہ کا حصہ جو مشترک رہا وہ سب کا چوری ہوا اس لئے زید کے تمام ترکے سے اس مقدار کو منہا کر کے جس قدر ترکہ باقی رہا اس کو از سر نو تقسیم کر کے دیکھیں گے کہ اس باقی میں سے عابدہ کا کتنا حق ہے وہ سب ورثہ سے حصہ رسید اس مقدار حق کے تکمیل کرنے کیلئے مطالبہ کرنے کی مستحق ہے چونکہ مسئلہ ہذا میں وہ وفات پا چکی ہے اس لئے وہ ورثا اسکے اسی طرح اس مطالبہ کے مستحق ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۴۰)

مرنے والے کا قرضہ نکل آنے پر تقسیم ترکہ کالعدم ہو جاتی ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بیٹا طاہر جمال تقریباً تیرہ سال ملائشیا میں رہا' جب وہ گاؤں واپس آیا تو یہاں ہم نے قرضہ لے کر اس کی شادی کی' کچھ عرصہ بعد وہ سخت بیمار ہو گیا تو اس کا علاج بھی قرضہ لے کر کرایا اور اسی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا بعد از وفات بینک میں اس کے چودہ لاکھ روپے موجود تھے جو کہ بذریعہ عدالت ورثاء میں تقسیم کئے گئے اس کے بعد اس کے ذمے کافی قرضہ نکل آیا تو کیا اس قرضہ کی ادائیگی کے لئے ورثاء سے رجوع کیا جا سکتا ہے یا نہیں یا اس قرضہ کو ادا کرنے کا میں ہی ذمہ دار ہوں؟

جواب.....کسی کی وفات کے بعد اس کے جملہ مال سے اولاً چار حقوق منہا کئے جائیں گے اور پھر بقیہ مال ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

وفی الهندية: التركة لتعلق بهاحقوق اربعة جهازالميت ودفنه والدين والوصية والميراث فيبداء اولاً بجهازه وكفنه ومايحتاج اليه فى دفنه بالمعروف. (الفتاوىٰ الهندية ج٦ ص٤٤٧ كتاب الفرائض) قال الشيخ السيدشريف الجرجانیؒ: ثم تقضى ديونه من جميع مابقى من ماله اى يبدأ بقضاء دينه من جميع ماله الباقى بعد التجهيز والتكفين وهذا هوالثانى فى الاربعة. (الشريفية ص ٥ كتاب الفرائض).

اور اگر لاعلمی یا دھوکہ دہی کی وجہ سے مرنے والے کا جملہ ترکہ اس کے ورثاء میں تقسیم ہو جائے تو یہ تقسیم صحیح نہیں بلکہ از سر نو قرضہ وغیرہ منہا کر کے بقیہ میراث کو ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا کمافى مجلة الاحكام: اذاظهردين على الميت بعدقسمة التركة تنسخ

القسمة. قال العلامة سليم رستم بازؒ :تحت مادة سواء كان الدين محيطاً بالتركة اولااما الاول فظاهر لانه' يمنع الملك فيمنع التصرف واما الثانى فتعلق حق الغرماء بالتركة شائعاً ولان القسمة مؤخرة عن قضاء الدين لحق الميت. (شرح المجلة ص ٦٢١ الفصل السابع فى فسخ القسمة واقالتها)

لہٰذا بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں بھی مرحوم بیٹے کے ذمہ قرض کی ادائیگی اس کے باپ کے ذمے نہیں بلکہ تقسیم وراثت کالعدم متصور ہوکر جملہ ترکہ سے قرضہ منہا کیا جائے گا اور بقیہ مال ورثاء میں تقسیم ہوگا اس لئے مرحوم کے باپ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ دیگر ورثاء دین (قرض) کی ادائیگی کرے چاہے ورثاء میں اس کی بیوہ ہو یا ماں باپ ہوں۔

ورثاء اور مال مشترک کا نفع

مال مشترک کا نفع شرکاء کے ورثاء میں برابر تقسیم ہوگا

سوال..... زید اور عمرو دونوں بھائیوں کا تجارت میں مال مشترک تھا زید بیوی اور ایک لڑکی چھوڑ کر فوت ہو گیا عمرو نے مرحوم کی بیوی سے نکاح کر لیا پھر وہ انتقال کر گئی اس کے بعد مرحوم بھائی کی ایک لڑکی رہی عمرو اس مال مشترک میں بدستور تجارت کرتا رہا اور مرحوم کی لڑکی اور اپنے گھر کے اخراجات چلاتا رہا اب عمرو بھی دو لڑکیاں اور بیوی اور دو چچیرے بھائی چھوڑ کر انتقال کر گیا زید کے انتقال کے وقت سرمایہ دو لاکھ روپے تھے اور عمرو کے انتقال کے وقت تخمیناً تیس لاکھ روپے ہیں پس سوال یہ ہے کہ ورثاء مذکورہ پر مال کس طرح تقسیم ہوگا؟ حاصل شدہ منافع زید کے مال کا عمرو کی وفات تک زید کی ایک لڑکی اور بھائی پر تقسیم ہوگا؟ یا صرف عمرو کے ترکے میں شمار کیا جائے گا؟

جواب..... عمرو نے مال مشترک میں تجارت وغیرہ کر کے جو نفع حاصل کیا ہے اور مال بڑھایا ہے وہ ورثاء زید پر بھی تقسیم ہوگا صرف عمرو کا ترکہ نہیں سمجھا جائیگا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۷۲)

مشترک ترکے میں تجارت کی تو نفع سب ورثاء کا ہوگا

سوال..... زید مرحوم نے ایک بھائی ایک بیوی' پانچ لڑکے وارث چھوڑے زید نے زوجہ کا مہر ادا نہیں کیا تھا زید کی زندگی میں تجارت تھی' دو تین لڑکے جو ہوشیار تھے تجارت میں مشغول رہے اور نابالغوں کے لکھنے پڑھنے کا انتظام کیا کبھی کبھی وہ نابالغ لکھنے پڑھنے سے فرصت پا کر بھائیوں کا کام

کرتے تھے اب بالغ وہوشیار ہونے پر ترکہ طلب کرتے ہیں تو اب مہر ادا کیا جائے تو اصل ترکہ زید سے ادا ہو یا اب فی الحال جو ترقی شدہ مال موجود ہے اس سے ادا ہو؟ اور اس کے بعد بچا ہوا ورثاء کو دیا جائے؟ نیز زید کا اصل چھوڑا ہوا مال سب کو ملے یا جواب ترقی شدہ ہے اس میں سے ملے گا؟

جواب...... زید کے اقرباء مذکورین میں زید کے وارث صرف زوجہ اور لڑکے ہیں زید کے بھائیوں کا کوئی حق نہیں اور چونکہ لڑکوں نے متروکہ زید میں تقسیم سے پہلے تجارت جاری رکھی تو زید کا ترکہ اسی طرح مشترک رہا اور کام کرنے والے دوسرے ورثہ کے حق میں (چونکہ وہ ماں اور بھائی تھے) متطوع تھے اس لئے اب مال موجودہ میں سے زوجہ کو مہر دینے کے بعد باقی مال موجودہ کو شرعی حصوں پر تقسیم کیا جائے ماں کو آٹھواں حصہ دے کر باقی مال سب لڑکے برابر تقسیم کرلیں۔
(کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۸۸)

اگر کسی شخص نے ورثاء کیلئے وصیت کی ہو بعض اس پر راضی اور بعض ناراض ہوں تو کیا حکم ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی وفات سے دو ماہ پیشتر وصیت کی کہ میری جائیداد کو میری وفات کے بعد مندرجہ ذیل طریق پر ورثاء میں تقسیم کیا جائے اس کی وصیت کے مطابق اس کی ایک بیوی اور اس کی اولاد کو اور اس کی دوسری بیوی اور اس کی اولاد کو شرعی مقرر کردہ حصہ سے زائد ملتا ہے اور جس کو شرعی حصہ سے کم ملتا ہے وہ رضامند نہیں ہے کیا اس صورت میں متوفیہ کی وصیت قابل عمل ہے یا نہیں۔

جواب...... چونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ ''لاوصیة لوارث او کما قال علیه السلام'' (وارث کے حق میں وصیت صحیح نہیں) اس لئے صورت مسئولہ میں متوفی کے ترکہ کو اس کے ورثاء پر تقسیم کرنے میں اس کی وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں بلکہ شریعت کے مقررہ کردہ حصوں سے اس کا ترکہ اس کے ورثاء پر تقسیم ہوگا البتہ اگر غیر ورثاء کے حق میں بھی اس نے ایسی وصیت کی ہو تو ان کے حق میں وصیت کل ترکہ کے تیسرے حصے تک شرعاً صحیح اور قابل عمل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ مفتی محمود ج ۹ ص ۱۸۱)

مشترک جائیداد تقسیم کرنے کی ایک صورت

سوال...... زید اور عمرو دو بھائی ہیں دونوں کو کوئی لڑکا نہیں ہے زید حیات ہے عمر وفوت ہوگیا

ان کا کام اور جائیداد وغیرہ کا کرایہ عمرو کی حیات مشترک رہا زید نے عمرو کی وفات کے بعد دکانداری وغیرہ کا کام تنہا انجام دیا اور عمرو کی بیوی کو تجویز شدہ ماہانہ خرچ دیتا رہا نیز عمرو کی ایک دختر کی شادی بھی کی اب مشترکہ سامان دکانداری وغیرہ کا زید وعمرو کے متعلقین میں تقسیم ہونا قرار پایا ہے عمرو کی بیوی نے اپنا مہر معاف نہیں کیا ہے زید کی دو دختروں کی شادی بھی زید وعمرو کی حیات میں اسی مشترکہ آمدنی سے ہوئی تھی جن کا انتقال ہو چکا ہے۔

زید کی ایک لڑکی‘ جس کی شادی زید وعمرو کی حیات میں مشترک آمدنی سے ہوئی عمرو کی ایک زوجہ اور ایک لڑکی جس کی شادی زید وعمرو کی زندگی میں مشترک آمدنی سے ہوئی اور ایک چھوٹی لڑکی۔

جواب...... سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید اور عمرو دونوں باپ کے ترکے میں شریک رہے اور خود بھی جو کماتے رہے وہ مشترکہ طور پر خرچ کرتے رہے اس لئے زید اور عمرو دونوں تمام مشترکہ جائیداد میں بحصہ مساوی شریک ہیں یعنی دونوں میں تمام جائیداد نصف نصف تقسیم ہو جائے گی۔

عمرو کے نصف میں سے پہلے اس کی زوجہ کا مہر ادا کیا جائے گا شجرے سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو نے اپنی بیوی اور دو لڑکیاں چھوڑیں تھی تو بیوی کو مہر کے بعد آٹھواں حصہ ملے گا اور دو ثلث دونوں لڑکیوں کو اور باقی حصہ زید کو ملے گا اور زید کا نصف زید کو مل جائے گا چونکہ زید کی دو لڑکیوں کی اور بھی شادی مشترکہ جائیداد میں سے ہوئی تھیں اس لئے اگر زید عمرو کی بچی کی شادی کا خرچہ بھی نصف اپنی طرف لگالے تو اس کو ثواب ملے گا اور صلہ رحمی کے اجر کا مستحق ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۷۶)

غیر منقسم ترکہ اور تصرفات

جائیداد کی تقسیم اور عائلی قوانین

سوال...... میرے والد محمد اسماعیل مرحوم مربع نمبر ۲۳ کے نصف حصے کے مالک تھے ان کی اولاد میں ہم دو بہنیں اور تین بھائی تھے ایک بھائی عبدالرحیم ۱۹۴۹ء میں اور دوسرے بھائی عبدالمجید ۱۹۶۶ء میں وفات پا گئے ۱۹۷۲ء میں والد صاحب بھی دار فانی سے کوچ کر گئے اس وقت ہم دو بہنیں ہاجراں بی بی اور زبیدہ بی بی اور ایک بھائی عبدالرحمٰن بقید حیات ہیں مرحوم بھائی عبدالمجید کی پانچ بیٹیاں ہیں جن میں سے چار شادی شدہ ہیں والد کے انتقال کے بعد متعلقہ حکام نے درج بالا جائیداد کو ورثاء میں اس طرح تقسیم کیا کہ عبدالرحمٰن بیٹا ۵/۹ حصہ‘ زبیدہ بی بی‘ ہاجراں بی بی بیٹیاں

۲۷/۱۰ حصہ اور پانچ پوتیاں ۲/۹ اور پھر اس طرح تقسیم کیا گیا کہ عبدالرحمٰن بیٹا ۳/۱ حصہ زبیدہ بی بی ہاجراں بی بی بیٹیاں ۳/۱ حصہ اور پانچ پوتیاں ۳/۱ حصہ چونکہ بھائی عبدالمجید ۱۹۶۶ء میں والد صاحب کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تھے اس لئے ان کے نام کوئی جائیداد منتقل ہی نہیں ہوئی تھی تو کیا دادا کی جائیداد میں سے اسلامی قانون وراثت کی رو سے پوتیاں حصہ دار ہو سکتی ہیں؟ اگر دادا کی جائیداد میں پوتیاں اسلامی قانون وراثت کی رو سے حصہ دار ہو سکتی ہیں تو درست ورنہ بتایا جائے کہ ہماری آج تک شنوائی کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ کیا متعلقہ حکام جو چاہیں وہ کرتے رہیں اور ان سے پوچھنے والا کوئی نہ ہو اس سلسلے میں صدر مملکت کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی گئی مگر میری تمام گزارشات ردی کی ٹوکری کی نذر کر دی گئیں آخر کار صدر محترم کی خدمت میں تار بھیجے گئے مگر انہیں بھی درخور اعتناء نہ سمجھا گیا گورنر پنجاب کی خدمت میں بھی درخواستیں بھیجی گئیں مگر انہوں نے بھی کوئی توجہ نہ دی کمشنر فیصل آباد کی خدمت میں بھی درخواستیں بھیجی گئیں یہ سب کچھ کرنے کے باوجود کوئی بھی کچھ کرنے کے لئے تیار نہیں اتنی فریاد و پکار کے باوجود بھی اگر ارباب اقتدار کے کانوں پر جوں تک نہ رینگے تو میں نہیں سمجھتی کہ اس مملکت خداداد میں کس قسم کا اسلامی قانون رائج ہے اور ایک عام شہری کب تک نوکر شاہی کے ہاتھوں میں پریشان ہوتا رہے گا آخر میں صدر مملکت و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صاحب کی خدمت میں آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے یہ گزارش کروں گی کہ اگر اسلامی قانون وراثت کی رو سے پوتیاں دادا کی جائیداد میں سے حصہ دار ہو سکتی ہیں تو مجھے کم از کم جواب تو دیں اگر نہیں تو پھر درج بالا جائیداد کو قانون اسلام کے مطابق ہم دو بہنوں اور ایک بھائی میں تقسیم کرنے کے احکامات صادر فرمائیں اور متعلقہ حکام کے خلاف بھی سخت قانونی کارروائی کا حکم دیں تاکہ آئندہ کسی کو بھی اسلامی قانون کے ساتھ مذاق اڑانے کی جرأت نہ ہو۔

جواب..... شرعاً آپ کے والد مرحوم کی جائیداد چار حصوں میں تقسیم ہو گی دو حصے لڑکے کے اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کا' پوتیاں اپنے دادا کی شرعاً وارث نہیں۔ پاکستان میں وراثت کا قانون خدائی شریعت کے مطابق نہیں بلکہ ایوب خان کی شریعت کے مطابق ہے آپ کے والد مرحوم کی جائیداد کا انتقال اسی ''ایوبی شریعت'' کے مطابق ہوا ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۷۲)

غیر منقسم ترکے سے خرچ کرنے کا حکم

سوال..... ہندہ کا شوہر انتقال کر گیا اور اولاد نابالغ ہے شوہر کی جائیداد غیر منقولہ غیر منقسم ہے زوجہ اس جائیداد کی آمدنی سے خیرات کر سکتی ہے یا نہیں؟ تا کہ شوہر کو ایصال ثواب کرے۔

۲۔اور زوجہ کس قدر آمدنی اس غیر منقسم مال میں سے خرچ میں لا سکتی ہے؟

جواب..... فرائض کی رو سے اس زوجہ کے اور اس کی اولاد کے حصوں میں جو نسبت ہے اس کو دیکھ کر جس قدر خیرات دے اس کو اپنا حصہ قرار دے کر اسی نسبت سے اور رقم جدا کر کے اسے اولاد کیلئے بطور امانت محفوظ رکھ دے بلوغ کے بعد ان کو دے دے مثلاً متوفی کے صرف زوجہ اور دو بیٹے ہیں تو اگر مشترک آمدنی سے دو آنے خرچ کرے تو چودہ آنے ان دو بیٹوں کیلئے محفوظ رکھ دے۔

۲۔خاص اس عورت کا حصہ اگر اتنا ہو کہ اس کے سب اخراجات کے لئے کافی ہو سکے تو اپنے حصے کی مقدار تک اس کو خرچ کرنے کا اختیار ہے اور اس صورت میں اگر اولاد کا حصہ ان کے ضروری اخراجات کے بعد بچتا ہو تو اس بچے ہوئے کو بطور امانت رکھے اور اگر عورت کا حصہ اس کے ضروری اخراجات کے لئے کافی نہ ہو تو اپنی اولاد کے حصے سے بھی مختصر ضرورت کے بقدر لے کر خرچ کر سکتی ہے۔(امدادالفتاویٰ ج ۴ ص ۳۳۴)

تقسیم ترکہ سے پہلے خرچ کرنا

سوال..... زید مرحوم نے چار لڑکے چار لڑکیاں ایک بیوی چھوڑی بڑا لڑکا الگ ہے زید کی اہلیہ کو بغیر تقسیم میراث اس میں تصرف کرنا کیسا ہے؟ اور تقسیم میں ہر ایک کو کتنا ملے گا؟

جواب..... بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث سب سامان کے چھیانوے حصہ کر کے بارہ سہام بیوی کو چودہ چودہ چار لڑکوں کو اور سات سات چاروں لڑکیوں کو ملیں گے تقسیم میراث سے پہلے اس میں سے خرچ کرنا جائز نہیں صورت درج ذیل ہے۔(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) مسئلہ زید

بیوی	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	لڑکی	لڑکی
۱۲	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷

اپنے بیٹے کیلئے بہن کو نامزد کرنے والے مرحوم کا ورثہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال..... میرا سب سے چھوٹا بھائی عبدالخالق مرحوم پی آئی اے میں انجینئرنگ آفیسر کے

عہدے پر فائز تھا کنوارا تھا اور گزشتہ دو ماہ پہلے کنوارا ہی اللہ کو پیارا ہو گیا مرحوم کے تین بھائی اور چار بہنیں ہیں اور سب حقیقی ہیں مرحوم نے مرنے سے پہلے اپنی بڑی بہن کو اپنے پیسے کے لئے نامزد کر دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ مرحوم اس بہن کی ایک لڑکی کے یہاں رہتا تھا کھانے کے پیسے بھی اپنی اس بہن کو ہر ماہ دیا کرتا تھا بھانجی مرحوم سے کرایہ وغیرہ نہیں لیتی تھی یہ بتایئے کہ شرعی اعتبار سے یہ بہن اس کے ترکہ کی کہاں تک حق دار ہو سکتی ہے؟ جبکہ اس کے حقیقی اور بھی ہیں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اور اگر اس بہن کے علاوہ حق دار بھی ہیں تو اسکے ترکے کی تقسیم کس طرح ہونی چاہئے؟ یہ بھی بتایئے کہ اس بھائی کا حج بدل کیسے ہو سکتا ہے اور کون کر سکتا ہے؟ جبکہ اس نے اسکے بارے میں کوئی وصیت بھی نہیں کی ہے آخر میں یہ اور معلوم کرنا چاہوں گا کہ جو قرضہ اس پر ہے اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

جواب..... مرحوم کے ترکہ سے سب سے پہلے اس کا قرض ادا کرنا فرض ہے قرض ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی ہے اس کے ایک تہائی حصے میں اس کی وصیت پوری کی جائے اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو ورنہ باقی ترکہ کو دس حصوں پر تقسیم کیا جائے۔ دو دو حصے تینوں بھائیوں کے اور ایک ایک حصہ چاروں بہنوں کا' مرحوم کا اپنی بڑی بہن کو ترکہ کیلئے نامزد کر دینا اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں مرحوم کے وارث اگر چاہیں تو اس کی طرف سے حج کرا سکتے ہیں۔ آپ کے مسائل ج ۶ ص ۴۲۲)

اپنی شادی خود کرنے والی بیٹیوں کا باپ کی وراثت میں حصہ

سوال..... میرے ایک رشتہ دار کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں بیٹیوں میں سے ایک بیٹی نے باپ کی زندگی میں اپنی مرضی سے شادی کی اور ایک نے باپ کے انتقال کے بعد شادی اپنی مرضی سے کی کیونکہ اب باپ کا انتقال ہو چکا ہے اور بھائیوں میں سے بڑا بھائی اپنے باپ کی جائیداد کا وارث بن بیٹھا ہے وہ کہتا ہے کہ جن دو بہنوں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے ان کا باپ کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں ہوتا جن دو بیٹیوں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے اور وہ دونوں باپ کی حقیقی بیٹیاں ہیں کیا ان دونوں بیٹیوں کا اپنے باپ کی وراثت میں اسلام کی رو سے حصہ ہوتا ہے؟

جواب..... جن بیٹیوں نے اپنی مرضی کی شادیاں کیں ان کا بھی اپنے باپ کی جائیداد میں دوسری بہنوں کے برابر حصہ ہے بڑے بھائی کا جائیداد پر قابض ہو جانا حرام اور ناجائز ہے اسے چاہئے کہ اپنے باپ کی جائیداد کو دس حصوں پر تقسیم کرے دو دو حصے بھائیوں کو دیئے جائیں اور ایک ایک بہنوں کو۔ واللہ اعلم (آپ کے مسائل اور انکا حل ج ۶ ص ۴۲۹)

شادی کا خرچ میراث سے لینا

سوال..... زید مرحوم نے ایک بیوی ایک حقیقی بہن پانچ لڑکیاں' اور دو لڑکے وارث چھوڑے

کس کو کتنا حصہ ملے گا؟ مرحوم نے اپنی حیات میں ایک لڑکے کے علاوہ سب کی شادی کردی تو وہ بے شادی لڑکا علیحدہ حصے کے علاوہ شادی کا حصہ بھی باپ کی ملک سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب..... زید کے کل ترکے کو بہتر سہام پر تقسیم کیا جائے گا اور ہر وارث اپنے حصے کا بقدر استحقاق مستحق ہوگا؟ اور بے شادی شدہ لڑکے کو حصہ میراث کے علاوہ شادی کا حصہ نہیں ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۲۸)

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت	بنت	حقیقی بہن
۹	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷	۷	محروم

میراث کے مال مشترک سے دعوت وصدقہ وغیرہ کرنا

سوال..... زید فوت ہوا اب زید کی بیوی ہندہ اور ایک لڑکی ہے میراث ابھی تقسیم نہیں ہوئی' زید اپنی حیات میں ہندہ کی والدہ کو نان نفقہ دیتا تھا کیا اب زید کے مرنے کے بعد زید کی بیوی بھی اس مال میں اس طرح کا تصرف کرسکتی ہے؟ اور ہندہ اپنے عزیز واقارب اور طالب علم وغیرہ کی اس غیر تقسیم شدہ مال سے دعوت وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

جواب..... مال مشترک سے جائز نہیں کہ کوئی صدقہ وغیرہ کسی کو دے یا مہمان داری کرے اور ہندہ کی والدہ کو بھی اس مال سے سابقہ طریقہ پر نان نفقہ لینا جائز نہیں البتہ تقسیم کے بعد ہندہ کو حق ہے کہ اپنا مال والدہ کو دے یا مہمانوں کو کھلائے یا صدقہ کرے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۷۵)

ترکہ میں سے شادی کے اخراجات ادا کرنا

سوال..... ہمارے والد کی پہلی بیوی سے دو لڑکیاں' ایک لڑکا ہے پہلی بیوی کی وفات کے بعد دوسری بیوی سے سات لڑکیاں' ایک لڑکا ہے تین لڑکیوں اور ایک لڑکے کی شادی باقی ہے دسمبر ۱۹۹۳ء میں والد صاحب کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ کا کہنا ہے کہ والد نے جو کچھ چھوڑا ہے اس میں سے غیر شادی شدہ اولاد کی شادی ہوگی اس کے بعد وراثت تقسیم ہوگی۔

(۱) وراثت کب تقسیم ہونی چاہئے؟

(۲) کیا وراثت میں سے غیر شادی شدہ اولاد کے اخراجات نکالے جاسکتے ہیں؟

جواب..... تمہارے والد کے انتقال کے ساتھ ہی ہر وارث کے نام اس کا حصہ منتقل ہوگیا تقسیم خواہ جب چاہیں کرلیں۔

(۲) چونکہ والدین نے باقی بہن بھائیوں کی شادیوں پر خرچ کیا ہے اس لئے ہمارے یہاں

یہی رواج ہے کہ غیر شادی شدہ بہن بھائیوں کی شادی کے اخراجات نکال کر باقی تقسیم کرتے ہیں۔

دراصل باقی بہن بھائی' والدہ کی خواہش پوری کرنے پر راضی ہوں تو شادی کے اخراجات نکال کر تقسیم کیا جائے اگر راضی نہ ہوں تو پورا ترکہ تقسیم کیا جائے لیکن شادی کا خرچہ تمام بہن بھائیوں کو اپنے حصوں کے مطابق برداشت کرنا ہوگا۔

ورثاء کی اجازت سے ترکہ کی رقم خرچ کرنا

سوال..... ترکہ میں ورثاء کی اجازت اور مرضی کے بغیر کیا کسی قسم کے کار خیر پر رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟

جواب..... وارثوں کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کر سکتے۔

سوال..... کچھ رقم ورثاء یعنی حقیقی چچا اور حقیقی پھوپھی کی اجازت کے بغیر مسجد میں دی گئی ہے کیا یہ رقم مسجد کے لئے جائز ہے؟

جواب..... اگر وارث اجازت دیں تو صحیح ہے ورنہ واپس کی جائے۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ج ۶ ص ۴۲۹)

وارث کفن دفن کا صرفہ ترکے سے وصول کرسکتا ہے

سوال..... زید کا انتقال ہوا اسکی ایک لڑکی ہے اور ایک بھائی دو بہنیں ہیں ایک سوتیلا بھائی اور بہن ہے زید کے ترکے میں انکا کیا حق ہے؟ تجہیز وتکفین کا خرچ انکے حقیقی بھائی کی طرف سے ہوا ہے؟

جواب..... مذکورین کے سوا مرحوم کا اور کوئی وارث نہ ہو تو اس صورت میں مرحوم کی تجہیز وتکفین کا خرچ جو اس کے بھائی نے ادا کیا ہے اگر اس خرچ کو وہ طلب کرتا ہے تو اس کو مرحوم کے ترکے سے ادا کر دیا جائے اسکے بعد ماقی کے آٹھ حصے کر کے لڑکی کو چار حصے' حقیقی بھائی کو دو حصے' اور ہر ایک حقیقی بہن کو ایک ایک حصہ دیں سوتیلا بھائی بہن محروم ہیں۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۴۷۹)

مال مشترک سے شادی کرنے کا حکم

سوال..... زید کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں زید کے انتقال کے بعد دو لڑکیوں کی شادی ہوئی اور پھر زید کی عورت کا بھی انتقال ہو گیا۔ ایک لڑکے اور دو لڑکے غیر شادی شدہ ہیں اب موجودہ صورت میں زید اور اس کی بیوی کے ترکے میں سے ان تینوں غیر شادی شدہ اولاد کی شادی کا خرچ علیحدہ کر کے ماقی کو تقسیم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب..... زید مرحوم کی پہلی اور دوسری دختر کی شادی کے وقت اگر دونوں عاقل بالغ رہی ہوں اور انکی اجازت سے ان کی شادیوں کا خرچ کیا گیا ہو تو وہ خرچ انکے حصوں سے وضع کیا جائے گا اور اگر

وہ عاقل وبالغ نہ رہی ہوں یا عاقل وبالغ ہوتے ہوئے ان کی اجازت کے بغیر خرچ کیا گیا ہو اور اس خرچ کو دوسرے ورثاء نہ مانتے ہوں تو اس صورت میں خرچ کرنیوالے کو ضامن ہونا پڑے گا نیز جس طرح دولڑکیوں کی شادی مال مشترک سے کی گئی ہے اسی طرح باقی اولاد کی شادی بھی باتفاق ورثاء مال مشترک سے کرکے بقیہ مال کو وارثوں کا آپس میں تقسیم کرلینا بھی منع نہیں ہے۔ ہرحال میں لڑکوں کو دو حصے اور لڑکیوں کو ایک ایک حصے کے حساب سے تقسیم کریں۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص۳۹۲)

بیوی کا مہر میں جائیداد پر قبضہ کرنا

سوال......زید نے ایک لڑکی ایک بہن اور ایک دادی ایک زوجہ ایک علاتی بھائی وارث چھوڑے شرعاً جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ زوجہ کا مہر نو ہزار تھا کل جائیداد کی مالیت سات ہزار کی تھی اب بیوہ نے کل جائیداد پر مہر کے عوض قبضہ کرلیا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ یا متوفی کی آمدنی کو جو آٹھ دس برس کے عرصے میں اس جائیداد سے حاصل ہوئی اور وہ نو ہزار سے زائد ہے مہر کے عوض میں وضع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب......مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد کل ترکے کے چوبیس سہام ہوں گے ان میں سے تین سہام زوجہ کو چار سہام دادی کو بارہ سہام لڑکی کو اور پانچ سہام حقیقی بہن کو ملیں گے علاتی بھائی محروم ہے۔

زوجہ کا دین مہر تقسیم میراث پر مقدم ہے لیکن ظاہر ہے کہ مہر بصورت دین زوج کے ذمہ واجب الادا تھا جائیداد خود عین مہر نہیں ہے اس لئے زوجہ کا اپنے حق مہر میں جائیداد پر قبضہ کرلینا خود بخود موجب ملک نہیں ہے بلکہ یا تو طرفین کی رضا سے یا بحکم قاضی سے جائیداد مہر میں محسوب ہوسکتی ہے۔ پس جائیداد جو زوجہ کے قبضے میں رہی اس کی حیثیت ترکہ مشترکہ ہی کی رہی اور اس کی آمدنی یقیناً زوجہ کے پاس بطور امانت رہی نہ کہ بصورت ملک، پس یا تو زوجہ اس کو اپنے دین مہر میں محسوب کرے یا واپس دے اور جائیداد مہر ادا کرنے کے بعد حصوں کے موافق تقسیم ہوگی۔ (کفایت المفتی ج۸ ص۳۰۲)

مرحوم کے ترکے میں سے کون کون سے اخراجات وصول کئے جاسکتے ہیں؟

سوال......ایک یتیم بے شادی شدہ لڑکی مال دار کا انتقال ہوگیا جس کی پرورش اس کی والدہ نے کی تھی مرحومہ کے مال میں سے والدہ نے حسب ذیل خرچ کردیا ہے شرعاً یہ خرچ جائز ہوا یا نہیں؟ اور کون اس کو برداشت کرے گا جبکہ مرحومہ کا سرمایہ موجود ہے۔

۱۔ مرحومہ کے بچپن کا خرچ پرورش ۲۔ متوفیہ کی بیماری اور تجہیز وتکفین کا خرچ ۳۔ متوفیہ کے قرضے کی ادائیگی ۴۔ مرحومہ کی نمازوں کے بدلے میں دیا گیا گندم ۵۔ بچوں کو ختم قرآن شریف

کے لئے دیا گیا ۶۔سوم چہلم جمعرات وغیرہ کا خرچ ۷۔ مرحومہ کا حج فرض کرایا گیا ۸۔ مرحومہ کی جانب سے تعمیر مسجد میں دیا گیا۔

جواب...... چودہ سالہ نابالغہ لڑکی کے ذمے نہ حج فرض تھا نہ نماز روزہ پس اس کی والدہ نے اس کی پرورش میں جو روپیہ اٹھایا ہے وہ اس کی حیثیت اور عرف کے موافق مرحومہ کی جائیداد میں سے والدہ کو ملے گا اور تجہیز وتکفین اور دوا وعلاج کا خرچ بھی اس کو ملے گا لیکن سب میں عرف اور واقعیت کا لحاظ ہوگا ادائیگی قرضہ میں یہ دیکھا جائے گا کہ قرضہ کیسا اور کیوں اس کے ذمے ہوا تھا اگر کوئی واقعی اور شرعی قرضہ ہوگا تو وہ بھی دیا جائے گا ورنہ نہیں۔خرچ ۴۔۵۔۶۔۷۔۸۔ یہ تمام اخراجات کرنے والے کے ذمے رہیں گے ان کیلئے ایک حبہ نہیں دیا جائے گا۔(کفایت المفتی ج۸ص ۱۷۲)

پورے ترکے پر ایک ہی وارث کے قبضہ کر لینے کا حکم

سوال...... ایک شخص مرا اور چند لڑکے چھوڑے اور ترکے میں مختلف چیزیں چھوڑیں مگر بچوں کی والدہ نے تمام ترکے پر قبضہ کر کے لڑکوں کو حصہ دینے سے انکار کر دیا اور ایک لڑکے نے اپنا حصہ چھین لیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس چھینی ہوئی چیز میں سب حصے دار وارث ہوں گے یا یہ چیز اسی کی ہوگی؟

جواب...... اس طرح چھین لینا جائز ہے بشرطیکہ اپنے حق سے زائد نہ ہو لیکن دوسرے وارثوں کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ اس کی چھینی ہوئی چیز میں سے اپنے حصے کے بقدر اس شخص سے وصول کر لیں جس نے چھینا ہے۔(امداد المفتیین ص ۱۰۴۵)

زوجہ کا خاوند کے ترکے پر قبضہ کرنا

سوال...... زید کا انتقال ہوا ایک زوجہ ایک لڑکا نابالغ وارث چھوڑے مسماۃ کا دین مہر پچیس سو روپے ہے جواب تک ادا نہیں ہوا زوجہ شوہر کی وفات کے بعد دین مہر کے عوض میں جائیداد پر قابض ہوگئی اور ترکہ متوفی دین مہر کے برابر بھی نہیں ہے بلکہ کم ہے لڑکا بالغ ہونے کے بعد جائیداد پدری پر قابض ہونے کا طالب ہے دین مہر ادا کرتا ہے اور زمانہ گذشتہ کا جائیداد کا منافع مانگتا ہے آیا مسماۃ نے جو منافع اب تک وصول کیا ہے اس کے منافع کی مسماۃ مالک ہے یا لڑکے کو واپس دینا چاہئے؟

جواب...... جبکہ زوجہ کا دین مہر ثابت ہو چکا اور زوجہ نے اپنا حق وصول کرنے کے لئے جائیداد پر قبضہ کر لیا تو دین مہر کے بقدر پر زوجہ کا قبضہ شرعاً درست ہو گیا اور اس کی آمدنی اس کی ملک میں داخل ہوگئی اب کسی کو اس کے منافع کے واپس لینے کا حق نہیں۔(امداد المفتیین ص ۱۰۴۷)

بیوی کو دوسروں کے حصے میں دخل دینا

سوال......ایک شخص اپنی پچاس بیگہ زمین اور کچھ نقد روپیہ ترکہ چھوڑ گیا وارثین میں ایک بیوی اور دو لڑکیاں ہیں ہر ایک کا حصہ بیان فرمائیں بیوی بنک کا تمام روپیہ عیدگاہ میں دینا چاہتی ہے۔

جواب......وارثین میں والدین' یا دادا یا ان کی اولاد وغیرہ میں سے کوئی تو ہوگا تحقیق ضروری ہے کوئی عصبہ بالکل نہ ہو ایسا بمشکل ہوتا ہے یہی صورت ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ اور لڑکیوں کو دو ثلث ملے گا یعنی کل املاک کے سولہ حصے کر کے دو بیوی کو اور سات سات دونوں لڑکیوں کو ملیں گے بنک کی رقم میں بھی بیوی آٹھویں کی حقدار ہے باقی لڑکیوں کا ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بذریعہ اعلان عاق نامہ بیٹے کو میراث سے محروم کرنا

سوال......اگر کوئی شخص اپنے بیٹے سے ناراض ہو اور اسی ناراضگی کی وجہ سے اخبار وغیرہ میں بذریعہ اشتہار اپنی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد سے اسے عاق کرنے کا اعلان کر دے تو کیا باپ کی وفات کے بعد عاق شدہ بیٹا میراث کا حقدار بن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب......وراثت ایک اضطراری حق ہے کوئی شخص اپنی طرف سے اس حق کو زائل یا ختم نہیں کر سکتا اس لئے باپ کے مرنے کے بعد عاق شدہ بیٹا بھی میراث کا حقدار ہے تاہم اگر یہ شخص اپنی زندگی ہی میں اپنی جملہ جائیداد اور منقولہ سرمایہ اپنے ورثاء میں تقسیم کر دے اور ان کو باضابطہ مالک بنا دے تو اس صورت میں باپ کے مرنے کے بعد عاق شدہ بیٹا حق ارث کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

قال العلامة محمدعلاؤ الدين آفنديؒ :الارث جبرى لايسقط بالاسقاط.

(تكملة ردالمختار ج ١ ص ٣٥٩ مطلب الفتوىٰ' كتاب الدعوىٰ)

وذكرالامام محمدبن اسماعيل البخاريؒ :عن ابراهيم عن الاسود عن عائشةؓ قالت اشتريت بريرةؓ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اشتريها فان الولاء لمن اعتق. (الجامع الصحيح البخارى ج٢ ص ٩٩٩ كتاب الفرائض باب الولاء لمن اعتق الخ) ومثله فى امدادالفتاوىٰ ج٤ ص ٣٦٤ كتاب الفرائض (فتاوىٰ حقانيه ج٦ ص ٥٣١)

مرحوم بھائی کی جائیداد پر قبضہ کر لینا

سوال......ایک شخص نے بوقت انتقال ایک زوجہ' دو لڑکے' تین لڑکیاں دو بھائی اور ایک بہن

چھوڑی' پھر مرحوم کے ایک بھائی اور ایک بہن کا انتقال ہو گیا ایک بھائی زندہ ہے جو کل زمین کی کھیتی کرتا ہے مگر مرحوم کی اولاد کو اس میں سے کچھ نہیں دیتا اب اس نے زمین کا کچھ حصہ بیچا ہے اس میں سے پانچ ہزار پانچ سو روپے مرحوم کی اولاد کو دیئے ہیں مرحوم کے بڑے لڑکے یہ چاہتے ہیں کہ یہ رقم اپنی والدہ' بھائی اور بہنوں کے درمیان شرع کے موافق تقسیم کر دیں تو شرعاً ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ نیز بھائی کا مرحوم کی اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا کیسا ہے؟

جواب..... صورت مسئولہ میں ادائے حقوق باقی ماندہ ترکہ کے آٹھ سہام کر کے ایک بیوی کو' دو دو ہر دو لڑکوں کو اور ایک ایک ہر تین لڑکیوں کو ملیں گے بھائی بہنوں کو کچھ نہ ملے گا پس بھائی کا مرحوم کی جائیداد پر قبضہ اور تصرف مذکور سب ظلم اور ناجائز ہے صورت مسئلہ یہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بیوی ا' ابن ۲' ابن ۲' بنت ا' بنت ا' بنت ا۔

بدون تقسیم میراث ترکہ کو خرچ کرنا

سوال..... ایک شخص کا انتقال ہوا' اس کے والد نے اس کا گھر فروخت کر کے یہ ارادہ کیا میں ان پیسوں میں مسجد بنواؤں گا اور ایک جگہ تعمیر بھی شروع کر دی اس کے بعد جھگڑا ہو گیا اور یہ مسجد چار پانچ سال سے اب تک بیچ ہی میں ہے اب والدین پیسوں کو جو بچے ہوئے ہیں کسی اور مسجد میں یا حج وغیرہ میں خرچ کر سکتا ہے۔ تقسیم میراث اور رقم مذکور خرچ کرنے کا حکم تحریر فرمادیں۔

جواب..... حال استفتاء سے زبانی معلوم ہوا کہ میت کے وارثین ایک بیوی' ماں اور باپ ہیں اور اولاد اور بھائی بہن کا نہ ہونا بتلایا ہے پس اگر وارث یہی ہیں تو تقسیم ترکہ کی صورت یہ ہوگی کہ تجہیز و تکفین اور قرض مہر وغیرہ بعد ادا کر دینے اور وصیت ہو تو تہائی مال سے پورا کرنے کے بعد چار سہام کر کے ایک بیوی کو' اور ایک ماں کو اور دو والد کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ بیوی ا' ماں ا' والد ۲' بیوی کا مہر باقی ہو تو اسکو ادا کریں پھر ایک اسکا ایک چوتھائی حصہ دیں اور والدہ کا بھی ایک چوتھائی ہے بقیہ جو رہا وہ والد کا ہے وہ اپنے حصہ کو جہاں چاہے خرچ کرے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

قبر کی زمین کی قیمت کس مال سے دی جائے؟

سوال..... میت کے بعض ورثاء عام قبرستان میں دفنانا چاہتے ہیں اور بعض ورثہ قبر کے لئے زمین خرید کر اس میں دفنانا چاہتے ہیں زمین کی قیمت میت کے مال سے دی جائے یا ورثاء ادا کریں؟

ج..... یہ خرچ تجہیز و تکفین میں شامل ہے لہٰذا میت کے مال سے ادا کر سکتے ہیں۔

لیکن اگر میت عورت ہو اور اس کا شوہر بھی ہو تو تجہیز و تکفین کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے لہذا عورت کے ترکے میں سے وہ خرچ نہیں لیا جاسکتا ہے شوہر حسب مرضی تجہیز و تکفین کا کام انجام دے اگر شوہر نہ ہو یا انکار کرے تو عورت کے ترکے میں سے تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جاسکتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۶۰)

مورث کے انتقال کے بعد اگر کوئی وارث مرتد ہو جائے تو اس کو ترکہ مورث سے حصہ ملے گا یا نہیں

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ ایک مسلمان بھائی گزر گیا اور اس مرحوم کے تین لڑکے لڑکیاں نابالغ موجود ہیں اور عورت بھی مسلمان تھی اور زندہ ہے مگر اب وہ عورت برہما مشرک قوم میں چلی گئی ہے اور اب وہ عورت شوہر کے حصہ ترکہ کی خواستگار ہے حصہ ملنا چاہئے یا نہیں عورت مذکورہ کو لوگ آمادہ کرتے ہیں کہ عدالت میں عورت دعویٰ کرے کہ اسے حصہ شوہر ملے تو کیا اسے ترکہ ملے گا اور شرعی حکم اس بارے میں کیا ہے؟

جواب..... قال فی الدر: ویبطل منه اتفاقاً مایعتمدالملة وهی خمس النکاح والذبح والصیدوالشهادة والارث اه قال الشامی: فلایرث احداً ولایرثه احدهما اکتسبه فی ردته بخلاف کسب اسلامه فانه یرثه ورثته (ای لان ارتدادالمسلم کموته فکانه مات المورث المسلم فیرثه وارثه المسلم فی کسب اسلامه) ج/۳، ص/۴۶۶) وفی البدائع: واما المرتدة فلایزول ملکها عن امورلها بلاخلاف فیجوز تصرفاتها فی مالها بالاجماع لانها لاتقتل فلم تکن ردتهاسبالزوال ملکها عن امورلها بلاخلاف اه ج/۷، ص/۱۳۷ اواما حکم المیراث فنقول لاخلاف بین اصحابنا رضی الله عنهم فی المال الذی اکتسبه فی حالة الاسلام یکون میراثالورثته المسلمین اذامات اوقتل اولحق وقضی باللحاق وقال الشافعی وهوفئی الی ان قال وعلی هذا الاختلاف المرتدة اذالحقت بدارالحرب لان المعنی لایوجب الفصل اه (ج/۳، ص/۱۳۹) قلت واماماقاله الفقهاء ان المرتدلایرث احدًا فمعناه اذاکان مرتد اوقت موت مورثه وامااذا کان مسلماً وقت موته فیرثه وان ارتدبعد موته لان المانع لم یوجدوقت الارث۔

صورت مسئولہ میں یہ عورت اپنے شوہر سے میراث کا حق پانے کے مستحق ہے کیونکہ اسکی موت کے وقت یہ مسلمان تھی اور عورت کی ملک ارتداد سے زائل نہیں ہوتی لہٰذا اس کا حق میراث اسکی ملک میں باقی ہے اسی طرح اگر اس نے دین مہر وصول و معاف نہیں کیا تو وہ دین مہر کی بھی مستحق ہے۔

قلت واماعلة اللحاق فلم توجدلانها ماانتقلت من دارالاسلام الى دارالحرب بل هى مسلمة فى دارالحرب فقدارتدت فيها والله اعلم۔

(امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۳۴)

میت پر دین کا دعویٰ کرنے کا حکم

سوال......کوئی شخص ورثاء میں ترکہ تقسیم ہونے کے بعد یا پہلے میت پر دین کا دعویٰ کرتا ہے اور مرحوم نے موت کے وقت اس کا کوئی اظہار نہیں کیا ورثاء بھی دین سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں اور مدعی گواہ وغیرہ کوئی ثبوت نہیں رکھتا اس صورت میں حلف مدعی پر لازم ہے یا ورثاء پر یا اس کا دعویٰ ہی ناقابل سماعت ہے۔

جواب......اگر میت نے ترکے میں مال چھوڑا ہے اور مدعی دعوے پر گواہ نہیں رکھتا اور ورثاء دین کا اقرار نہیں کرتے تو مدعی کو حق ہے کہ ورثہ سے حلف لے اگر حلف لے لیں مدعی کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اگر حلف سے انکار کر لیں تو دعویٰ لازم ہو جائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۸۴)

ادائے دین سے پہلے وارث کی ملکیت کا حکم

سوال......قرض ادا کرنے سے پہلے وارث مال کا مالک ہوگا یا نہیں؟

جواب...... مالک ہو جاتا ہے مگر اس کی یہ ملکیت حق غیر کیساتھ مشغول ہوگی مثل اصل مورث کے کہ وہ بھی اپنے مال کا مالک تھا مگر حق غیر کیساتھ مشغول تھا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۴)

مرض الموت میں بحق وارث قرض کا اقرار کرنا

سوال......زید عرصے سے سرطان کی بیماری میں مبتلا تھا بہت کوشش کی مگر علاج نہ ہوا آخر کار انتقال سے ڈھائی ماہ قبل زید کو لاعلاج قرار دے دیا گیا۔ انتقال سے بیس یوم پہلے سواری میں لیٹ کر ایک دار کو ساتھ لے کر اپنی دکان پر گیا اور چھ سات سو کا کپڑا دیگر دکان داروں کو دے کر چند گھنٹے میں واپس آ گیا کیونکہ مرض دماغی تھا نہ آنکھوں سے نظر آتا تھا نہ دماغ کام دیتا تھا پس صاحب فراش ہو گیا چنانچہ اس صورت میں زید نے اپنے انتقال سے ایک ماہ سولہ دن پہلے اپنے ایک وارث بکر کے قرضے کا اقرار کر کے اپنی جائیداد کو مکفول کر دیا جس سے دیگر ورثاء محروم

الارث تصور کیے جارہے ہیں تو یہ اقرار شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟

جواب......مرض الموت میں اقرار کسی وارث کے حق میں دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف رہتا ہے پس اگر بکر اس مریض کا بوقت موت بھی وارث رہے تو یہ اقرار دیگر ورثاء کی اجازت سے معتبر ہوگا اگر بوقت اقرار تو بکر وارث ہے اور بوقت موت مقر وارث نہ رہے تو یہ اقرار شرعاً معتبر ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۲۸۱)

باپ کی زندگی میں میراث کا دعویٰ کرنا

سوال......ایک شخص اپنی زندگی میں اپنی جملہ جائیداد کو فروخت کرنا چاہتا ہے مگر اس کا ایک بیٹا اسے جائیداد فروخت کرنے سے روک رہا ہے اور اپنے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے تو کیا بیٹا باپ کی زندگی میں اس سے اپنے حصہ میراث کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب......باپ اپنی مملوکہ جائیداد میں خود مختار ہے وہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے کوئی بیٹا اس کو شرعاً منع نہیں کرسکتا اور نہ ہی باپ کی زندگی میں اسکی جائیداد میں اپنے حصہ کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

قال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاری رحمه الله :ولووهب جميع ماله لابنه جازفی القضاء وهوآثم نص عن محمد. (خلاصة الفتاویٰ ج۴ ص ۴۰۰ کتاب الهبة' قبل الفصل الثانی) قال العلامة قاضی خانؒ :رجل وهب فی صحته كل المال للولدجاز فی القضاً ويكون آثمافيما صنع. (فتاویٰ قاضيخان علی هامش الهندية ج۳ ص ۲۷۹ فصل فی الهبة الولد لولده) ومثله فی الهندية ج۵ ص ۳۹۱ الباب السادس فی الهبة الصغير. (فتاویٰ حقانيه ج۶ ص ۵۵۰)

وراثت اور اس کے حقدار

مطلقہ مرض الموت کے لئے ترکے کا حکم

سوال......ایک شخص بہت بیمار تھا' انتقال سے دس پندرہ روز پہلے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں تو مطلقہ کو ترکے سے میراث ملے گی یا نہیں؟

جواب......شوہر نے مرض الموت میں عورت کو بغیر اس کے مطالبے کے تین طلاقیں دے دیں اور عدت میں شوہر کا انتقال ہو گیا تو عورت میراث سے محروم نہ ہوگی اور اگر عورت کے مطالبے پر طلاق دی ہے تو وہ وارث نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۷۹)

عورت کے انتقال کے بعد مہر کا وارث کون ہوگا؟

سوال...... عورت کے انتقال کے بعد مہر کی رقم (جائیداد' زیور یا نقدی کی صورت میں ہو) کا وارث کون ہوتا ہے؟

جواب...... عورت کے مرنے کے بعد اس کا مہر بھی اس کے ترکہ میں شامل ہو جاتا ہے جو اس کے وارثوں میں حصہ رسدی تقسیم ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۸۸)

چچا' بہن اور مرتدہ کے وارث ہونے کی ایک صورت

سوال...... زید کو کوئی اولاد نہیں ہے صرف زید کا چچا اور بہن اور بیوی ہے' بیوی نے زید کے بعد دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہے تو یہ بیوی اپنے مہر اور جائیداد کی مستحق ہے یا نہیں؟

جواب...... زید کے انتقال کے وقت اس کے وارث چچا' بہن' بیوی تھے ان وارثوں کو اس طرح ملے گا کہ نصف ترکہ بہن کو چوتھائی بیوی کو اور چوتھائی چچا کو ملے گا بیوی نے اگر دین بدل لیا تو اس کا حصہ اس کے قبضہ میں نہ دیا جائے گا پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کا حصہ اسے دے دیا جائے مہر بھی اس کو ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۳۱)

زمین کا خانہ ملک میں اندراج ثبوت ملک کے لئے کافی ہے

سوال...... زید کے نام ایک زمین ہے خالد اور عمر اس پر قابض ہیں خالد کی وفات کے بعد خالد کا ربیب زمین پر قابض ہوا اب زمین کے بارے میں زید عمر اور خالد کا ربیب تینوں دعوے دار ہیں زید کہتا ہے کہ باپ دادا کے وقت سے ہم لوگ سرکاری کاغذات پر مندرج ہیں اس لئے زمین میری ہے زید' عمر اور ربیب نے رشوت دے کر زمین اپنے نام کرالی ہے عمر کو جب یہ معلوم ہوا تو زید سے مل کر زید کے حق میں بیان دے دیا ہے' جس سے زید کے حق میں فیصلہ ہوا زید شرعاً زمین کا مالک ہے یا نہیں؟

جواب...... جبکہ وہ زمین سرکاری کاغذات میں زید کے نام ہے تو اس کیلئے مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں خالد اور عمر کا قبضہ اس پر بے محل ہے خالد کے انتقال کے بعد اسکے ربیب کی ملک اس پر ثابت نہیں ہوتی رشوت دے کر نام کرالینا بھی غلط ہوا زید کے نام پہلے ہی سے تھا اور اب عمر نے بھی اس کے حق میں بیان دیدیا تو گویا اپنی ملک کا دعویٰ واپس لے لیا اور یہ بھی اقرار کر لیا کہ عمر کا پہلا قبضہ زمین پر صحیح نہیں تھا پس زید کے حق میں فیصلہ درست ہو گیا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۴۷۹)

کسٹوڈین کی واپس کردہ جائیداد میں میراث کا حکم

سوال......عبداللہ نے ایک جائیداد وقف علی الاولاد کی اس میں بیٹوں اور بیٹیوں کے حصے مقرر کیے 1947ء میں عبداللہ کی تمام اولاد سوائے ایک لڑکی کے پاکستان چلی گئی اور وقف جائیداد پر کسٹوڈین نے قبضہ کرلیا پاکستان جانے والوں نے اس وقف جائیداد کے عوض حکومت پاکستان سے جائیداد حاصل کی کئی سال بعد کسٹوڈین نے اس لڑکی کو وہ وقف جائیداد سپرد کردی اور یہ تحریر دی کہ یہ جائیداد اب تمہارے تصرف میں رہے گی اور کوئی اس میں حق نہیں رکھتا اب پاکستان سے عبداللہ کے پوتے کی لڑکی ہندوستان کی شہری بن گئی ہے اور اس جائیداد کا مطالبہ کررہی ہے جو کسٹوڈین نے دی ہے اس مطالبے کا کیا حکم ہے؟

جواب......پاکستان پہنچ کر جن لوگوں نے یہاں کی وقف جائیداد کا معاوضہ لے لیا اور اسکا حصہ یہاں کی جائیداد سے ختم ہوگیا ہے اس بناء پر انکو اب یہاں مطالبے کا حق نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۲۷۲)

نافرمان بیٹے کا باپ کی میراث میں استحقاق

سوال......ایک شخص اپنے باپ کا نافرمان ہونے کے ساتھ اسے گالی گلوچ بھی دیتا ہے تو کیا یہ شخص باپ کے مرنے کے بعد میراث کا حقدار بن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب......والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے لیکن یہ میراث سے محرومی کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ ارث اضطراراً ورثاء کی طرف منتقل ہوتی ہے اس لئے نافرمان بیٹا فرمانبردار بیٹے کی طرح میراث لے سکتا ہے۔

قال العلامة محمدعلاؤ الدین افندیؒ :الارث جبری لایسقط بالاسقاط.
تکملة ردالمختار ج ا ص ۳۵۹ مطلب واقعة الفتویٰ کتاب الدعویٰ)

(فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۵۲۶)

وارث کا حق ہے خواہ خدمت کرے یا نہ کرے؟

سوال......زید کے یہاں دولڑکیاں پیدا ہوئیں زید نے ان کی پرورش نہیں کی بڑی لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے مرحومہ نے جائیداد زیور اور جہیز چھوڑا تین بچے نابالغ' دولڑکے ایک لڑکی ایک خاوند یہ مرحومہ کی جائیداد کے مالک ہیں مگر یہ باپ اپنی بیٹی کے زیور جائیداد میں سے چھٹا حصہ طلب کرتا ہے ایسے باپ کو شرع سے کچھ ملتا ہے یا نہیں؟

جواب...... ماں باپ کا بیٹی کے ترکے میں چھٹا حصہ ہے اور وہ اسکو ملے گا خواہ اس نے بیٹی کیساتھ کچھ کیا ہو یا نہ کیا ہو میراث کا حق کسی معاوضے کیساتھ مقید نہیں ہوا کرتا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۷۵)

عطیہ شاہی میں میراث

سوال...... بادشاہ نے عمرو کو دو بیگہ زمین عطا کی تھی عمرو دو لڑکے کے زید و خالد چھوڑ کر فوت ہو گیا زید چاہتا ہے کہ تمام زمین اپنے قبضہ و تصرف میں رکھے اور خالد کو بے دخل کر دے تو کیا زید کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟ یا زمین مذکورہ دونوں کی ہو گی؟

جواب...... زمین مذکورہ دونوں کی ہے۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۳۹۳)

جاگیر میں وراثت جاری ہو گی یا نہیں؟

سوال...... زید ہندو جاگیردار فوت ہو گیا اور دو لڑکے بکر و خالد اور دو پوتے ولید و قاسم جنکا باپ صالح زید کے سامنے ہی فوت ہو گیا تھا اور ایک بھتیجی جسکی ماں اور نانا دونوں زید کے سامنے فوت ہو گئے تھے چھوڑے اب تقسیم عصبہ باعتبار مناسخۂ شرعیہ متروکہ ذاتی کے مطابق ورثاء پر ہو گی یا صرف زندوں پر ہو گی؟

جواب...... شاہی عطیہ جو معطی کی ملک ہو جاتا ہے اس کی دیگر املاک کے مانند ہے لہٰذا موت زید کے بعد وہ جاگیر بھی دیگر املاک کی طرح تقسیم ہو گی اور دونوں لڑکوں کو ملے گی بقیہ ورثاء محروم رہیں گے۔ (فتاویٰ عبدالحی ص ۳۹۴)

پاگل کی بیوی کے لئے میراث کا حکم

سوال...... مجنوں اور پاگل شخص کو اس کے والد مرحوم کی جائیداد میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ اس پاگل شخص کا انتقال باپ کے بعد مگر ماں کی موجودگی میں ہوا تھا۔

جواب...... جنون موانع ارث میں سے نہیں ہے حسب قانون شرع مجنون بھی اپنے والد مرحوم کے ترکے سے حصۂ میراث پائے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۴۹۵)

وارث اپنا حق لے سکتے ہیں

سوال...... نعمت اللہ حج کے لئے گئے اور اپنا کارندہ اپنے بھائی مرزا بیگ کو مقرر کر گئے بقضائے الٰہی مرزا نعمت اللہ مکہ معظمہ میں فوت ہو گئے اور ان کی زوجہ مدینہ منورہ میں فوت ہو گئیں۔ مرزا بیگ اپنے بھائی کے فوت ہونیکے بعد جائیداد کے اوپر قابض رہے اور اولاد حسب ذیل چھوڑی ۔کچھ عرصے کے بعد مرزا کریم بیگ کا بھی انتقال ہو گیا جنہوں نے شجرۂ ہذا کے مطابق اولاد چھوڑی۔

اس اثنا میں مرزا بیگ ہی جائیداد پر متصرف رہے اور کچھ عرصے بعد حج کے لئے چلے گئے اور قضائے الٰہی سے وہ بھی فوت ہو گئے اور اپنا کارندہ ابراہیم کو بنا گئے اب ابراہیم ایوب اور داؤد نے آپس میں جائیداد تقسیم کر لی اور اسماعیل مفقود الخبر ہے ابراہیم فوت ہو گئے اب ان کی اولاد اور چچازاد بھائی ایوب' داؤد جائیداد پر قابض ہیں۔

جواب..... چونکہ نعمت اللہ اور امیر اور کریم تینوں بھائی تھے اور بحصہ مساوی جائیداد مشترکہ کے مالک تھے اس لئے تمام جائیداد کی ایک تہائی نعمت اللہ کی اولاد و اولاد الاولاد کے حصے میں آئے گی نیز امیر جو لاولد فوت ہوئے ہیں ان کی ایک تہائی میں سے ۳/۵ حاجی بیگ و نواب اور قدرت اللہ کو پہنچے گا اس لئے ابراہیم و ایوب و داؤد کا ساری جائیداد کو باہم تقسیم کر لینا صحیح نہیں ہے نعمت اللہ کے وارث اپنا حق اس میں سے لے سکتے ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۷۷)

حق مہر زندگی میں ادا نہ کیا ہو تو وراثت میں تقسیم ہو گا

سوال.....ایک عورت وفات پا گئی اس کا مہر شوہر نے ادا نہیں کیا براہ کرم اس کا حل فرمائیں اور ہماری مشکلات کو آسان فرمائیں۔

۱۔.....مہر ایک ہزار ایک روپے کا ہے۔ ۲۔.....مرحومہ کے والدین حیات ہیں۔

۳۔.....مرحومہ کا شوہر زندہ ہے۔ ۴۔.....مرحومہ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں یعنی چھ بچے ہیں۔

جواب.....مرحومہ کی دوسری چیزوں کے ساتھ اس کا مہر بھی ترکہ میں تقسیم ہو گا مرحومہ کے ترکہ کے ۲۱۶ حصے ہوں گے ان میں سے ۵۴ شوہر کے ۳۶ والد کے ۳۶ والدہ کے بیس بیس لڑکوں کے اور دس دس لڑکیوں کے۔

مرحومہ کا زیور بھتیجے کو ملے گا

سوال.....میرے دادا کی بہن ہمارے پاس رہتی تھی اب ان کا انتقال ہو چکا ہے اور وہ بیوہ تھیں ان کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی ان کا کچھ زیور جو کہ چاندی کا ہے ہمارے پاس ہے تو آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ اس کا کیا کیا جائے؟ کیونکہ مرحومہ نے اپنی زندگی میں اسے مسجد میں دینے سے بھی انکار کیا تھا اور کسی دوسرے کو بھی اس کا وارث قرار نہیں دیا تھا حالانکہ ان کی جو زمین تھی وہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بھتیجے کے نام کر دی تھی اب مسئلہ زیور کا ہے جو انہوں نے کسی کو نہیں دیا اور زندگی میں جب بھی ان سے کسی مسجد وغیرہ میں دینے کا کہا تو اس کے لئے بھی انکار کیا اب وہ

زیوران کے مرنے کے بعد ہمارے پاس ہے اب آپ بتائیں اسکا ہم کیا کریں؟

جواب......اس زیور کا وارث مرحومہ کا بھتیجا ہے اس کو دے دیا جائے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ج ۶ ص ۳۹۱)

سامان جہیز اور مہر کے وارث کون کون ہیں؟

سوال......جہیز میں لڑکی کے مرنے کے بعد نانی کا بھی حق ہے یا نہیں؟ اور مہر کے حقدار کون کون ہیں؟

جواب......جہیز کا سامان اور دین مہر اور جملہ وہ سامان جو لڑکی کی ملک ہے اسکے سب ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا نانی بھی اسکی وارث اور حق دار ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۰۴۸)

وظیفے میں میراث جاری ہونے کی صورت

سوال......زید، بکر، عمر، خالد، ہندہ زینب بھائی بہن ہیں، عمر و خالد کا انتقال ہوا ان کی اولاد زندہ رہی اس کے بعد بکر بھی زوجہ چھوڑ کر مر گیا اس کے نام جو وظیفہ سرکاری مقرر ہے اس کی تقسیم میں جھگڑا ہے زید کا دعویٰ ہے کہ چونکہ میں حقیقی بھائی ہوں اس لئے زوجہ کے حق کے علاوہ کل میرے نام مقرر فرمایا جائے زوجہ کا دعویٰ ہے کہ شوہر کا کل ترکہ میرے نام ہو اولاد عمر و خالد کا دعویٰ اپنے لئے ہے پس آپ فرمایئے کہ اس وظیفے کا کیا حکم ہے؟

جواب...... چونکہ میراث مملوکہ اموال میں جاری ہوتی ہے اور یہ وظیفہ محض سرکاری تبرع ہے بدوں قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا لہٰذا آئندہ جو وظیفہ ملے گا اس میں میراث جاری نہ ہوگی سرکار کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے تقسیم کرے البتہ یہ وظیفہ کسی جائیداد مملوکہ کا نفع جائز ہے تو اس میں میراث جاری ہوگی اور اس صورت میں بکر کے ترکے میں اس کی زوجہ کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے ربع ملے گا باقی زید اور اس کی بہنوں کا حق ہے، مطابق للذکر مثل حظ الانثیین : اور بھائی بہنوں کے ہوتے ہوئے عمر اور خالد کی اولاد کا کچھ حق نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۴۱)

مرحوم مدرس کی بقایا تنخواہ میں وراثت کا حکم

سوال......حافظ رحمت اللہ صاحب مدرس کا انتقال ہو گیا ان کی تنخواہ باقی تھی ان کی جگہ ان کا لڑکا مدرس ہو گیا یہ لڑکا ان کی حیات میں بھی والد صاحب کی جگہ کام کرتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس بقایا تنخواہ کا وارث یہ بڑا لڑکا ہے یا سب وارث؟

جواب...... یہ بقایا تنخواہ حافظ صاحب مرحوم کا ترکہ ہے شرعی حصوں کے مطابق تمام ورثاء

اس کے مستحق ہیں تنہا بڑا لڑکا پوری تنخواہ کا حق دار نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۷۴)

لاعلمی میں لڑکی سے نکاح کرلیا تو اولا د وارث ہوگی یا نہیں؟

سوال......ایک شخص نے شرعی طریقے پر نکاح کیا اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی' وہ بچی شیر خوار ہی تھی کہ ماں کو الزام قتل میں کالے پانی کی سزا ہوگئی سزا کا عرصہ گزرنے کے بعد ماں نے کسی دور شہر میں سکونت اختیار کرلی ایک عرصہ کے بعد اتفاقاً وہ شیر خوار بچی اپنے آبائی شہر میں پہنچی اور انجام یہ ہوا کہ لاعلمی میں باپ سے نکاح ہوگیا جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک عرصہ کے بعد عقدہ کھلا تو باپ نے غیرت سے خودکشی کرلی اب اس کا مال متروکہ اس کی زوجہ (یعنی دختر) اور اس کے دو لڑکوں میں کیسے تقسیم ہو؟ عورت کہتی ہے کہ میرا باپ ہے لڑکے کہتے ہیں کہ ہمارا باپ ہے؟

جواب...... جواب لکھ دیا ہے لیکن اور علماء کو بھی دکھلا لیا جائے تاکہ پورا اطمینان ہو جائے جب وطی بالشبہ سے بھی انفراداً نسبت ثابت ہو جاتا ہے اور الشئی اذاثبت ثبت بلوازمہ: ثبوت نسبت کے بعد یہ لڑکا باپ کا وارث بھی ہوگا البتہ اس منکوحہ کو زوجیت کی میراث نہ ملے گی کیونکہ واقع میں یہ نکاح فاسد ہے اور نکاح فاسد میں میراث نہیں ملتی البتہ یہ لڑکے اس عورت سے میراث بیٹے کی پائیں گے۔(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۹)

ماں شریک بھائی وارث ہوگا یا نہیں؟

سوال......زید نے انتقال کے بعد صرف اپنا ماں شریک بھائی اور اس کی اولاد چھوڑی تو ماں شریک بھائی وارث ہے یا نہیں؟

جواب...... ماں شریک بھائی اکیلا ہے تو کل مال میں سے حقوق متقدمہ علی الارث یعنی تجہیز وتکفین واداء قرض' وصیت ہو تو تہائی مال تک اس کو پورا کرنے کے بعد چھٹا حصہ اس کو دیا جائے گا۔
(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

دو رشتہ والے کی میراث کا حکم

سوال......ایک آدمی فوت ہو گیا ہے اور اس کے ورثاء میں ایک بیوہ مسماۃ گل مینہ' دوسرا وارث جمعہ گل جو کہ باپ کے رشتے سے چچازاد بھائی اور ماں کے رشتہ سے سوتیلا بھائی ہے دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ مسمی جمعہ گل کو مرحوم کی میراث میں کتنا حصہ ملے گا؟

جواب......مرحوم کے ترکہ میں مسمی جمعہ گل کو دو حصے ملیں گے ایک اخیافی بھائی ہونے کے

ناطے سے اور دوسرا عصوبت کی وجہ سے' اس لئے تقسیم میراث میں مرحوم کی بیوہ کو ۱/۴ حصہ ملے گا اور باقی مال جمعہ گل کا ہوگا بشرطیکہ کوئی اور وارث نہ ہو۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۵۴۱)

۴

جمعہ گل	بیوہ
۳/۴	۱/۴

دین مہر بھی مال میراث میں داخل ہے

سوال...... ہندہ کا انتقال ہوا اس کا دین مہر دو سو پچاس روپے ہے بیوی کے والدین زندہ ہیں مرحومہ کے دو لڑکے اور دو لڑکی ہیں سوال یہ ہے کہ مہر کے روپے کیسے دیئے جائیں؟

جواب...... دین مہر بھی مال میراث میں داخل ہے لہٰذا متوفیہ کے کل املاک کے (بعد اداء حقوق) بہتر سہام کر کے اٹھارہ شوہر کو بارہ بارہ والد کو' دس دس دونوں لڑکوں اور پانچ پانچ دونوں لڑکیوں کو ملیں گے' صورت مسئلہ یہ ہے شوہر ۳' ۱۸' والد ۲' ۱۲' والدہ ۱۲' لڑکا ۱۰' لڑکا' ۱۰' لڑکی ۵' لڑکی ۵۔

ترکہ میں بے شادی شدہ بھی شریک ہوگا

سوال...... ہم چار بھائی ہیں ہمارے ابا کا انتقال ہوگیا ہم میں ایک کنوارا ہے اس کا رشتہ ہم ہی کریں گے ایک بہن تھی اس کی شادی کا خرچہ بھی ہم ہی نے اٹھایا والدہ بھی زندہ ہیں اب ہم چار حصے کرتے ہیں تو والدہ کہتی ہے پانچواں حصہ بھی نکالو اس کو اپنا حصہ وراثت مانگنا صحیح ہے یا غلط؟

جواب...... حال استفتا کی زبانی معلوم ہوا کہ باپ کے انتقال کے وقت اس کی بیوی' پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں تین بہنیں بھی مرنے والے کی تھیں' پس تقسیم میراث حقوق مقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ کل ترکہ ایک سو چار سہام کر کے تیرہ حصے بیوی کو' چودہ چودہ پانچ بیٹوں کو اور سات سات تینوں بیٹیوں کو ملیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) بیوی ۱۳' بیٹا ۱۴' بیٹا ۱۴' بیٹا ۱۴' بیٹا ۱۴' بیٹا ۱۴' بیٹی ۷' بیٹی ۷' بیٹی ۷' بہن' بہن' بہن' مرحوم۔

ایک عورت نے مہر معاف کیا جبکہ گواہ موجود نہیں تو عورت کے انتقال کے بعد بحق وراثت عورت کے ورثاء مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال...... مندرجہ مسائل میں حکم شرع شریف علماء دین و مفتیان عظام کیا فرماتے ہیں؟

۱۔ایک عورت کا مہر بوقت نکاح پانچ ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت مقرر ہوا تھا جس میں سے اس نے اپنی خوشی اور رغبت سے بغیر کسی دباؤ کے بحالت صحت وثبات عقل خود زبانی اپنے خاوند کو دو ہزار روپے معاف کر دیئے جس پر کوئی گواہ شاہد نہیں کیونکہ سوائے خاوند اور بیوی کے کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا کیا یہ معافی از روئے شرع برقرار رہے گی یا کالعدم ہو جائے گی۔

۲۔اس عورت کے خاوند سے مقررہ مہر میں سے دو ہزار کی معافی تصور کر کے بقیہ تین ہزار کی رقم اپنی بیوی کو اس طور پر پوری کر دی کہ علاوہ ان زیورات کے کہ بوقت نکاح بطور ہدیہ دیئے جاتے ہیں زائد ایک ہزار روپیہ کے زیورات ایک ایک دو دو کر کے بنوا دیئے۔

اور دو ہزار روپیہ نقد بہ ایماء اپنی بیوی کے اس عورت کے بھائی کو بغرض خریداری مکان اس عورت کے لئے دے دیئے بعد میں کیا عورت دعویٰ مہر کر سکتی ہے یا مہر یا اس کی کچھ جزو کی نسبت وصیت کر سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔وہ عورت اپنی نازک حالت میں قریب چھ گھنٹے قبل اپنی موت کے اپنے بھائیوں کے دباؤ سے بغیر اطلاع دیئے خاوند اور خسر کے حالانکہ وہ اس وقت موجود تھے مگر اس وقت مکان سے باہر تھے یہ وصیت کرتی ہے کہ اسکے مہر کا ایک ثلث بمد خیرات بعد اسکی وفات کے دلایا جاوے۔

کیا اس کی یہ وصیت جبکہ اس کا مہر پورا ہو چکا جائز ہو سکتی ہے اور کیا ایسی حالت کی وصیت جبکہ ہوش وحواس مختل ہو چکے ہیں جائز ہے اور نیز کسی دباؤ سے وصیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب-۱...... یہ معافی عورت پر تو حجت ہے کہ اس کو ان دو ہزار کا پھر لینا جائز نہیں لیکن جب کوئی گواہ نہیں تو دوسرے ورثاء کے سامنے محض شوہر کا دعویٰ ہے جس کو وہ یہ کہہ کر رد کر سکتے ہیں کہ اس دعویٰ پر شاہد پیش کرو۔

۲۔ہاں اس صورت میں اگر شوہر نے تصریح کر دی تھی کہ یہ سب زیورات اور نقد روپیہ تیرے مہر میں دیا جاتا ہے تو شوہر مہر سے بری الذمہ ہو جائے گا (بشرطیکہ زیورات میں سے کچھ زیور سونے کا بھی ہو ورنہ سوال دوبارہ کیا جائے) یعنی عنداللہ باقی عورت کے ورثاء یہاں بھی اس سے شہادت کا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ شوہر نے یہ زیور جو بعد میں بنانا بیان کیا ہے یہ وہی نہیں جو جہیز میں آیا تھا اور اس نے عورت کے بھائی کو دو ہزار روپیہ مکان بنانے کے لئے دیئے یا نہیں اگر وہ شہادت سے ان امور کو ثابت نہ کر سکے تو ورثاء کو مہر لینے کا حق باقی ہے۔

۳۔جب شوہر عنداللہ مہر ادا کر چکا ہے تو اس کے ذمہ اس وصیت کا ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

واللہ اعلم۔(امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۱۸)

صرف اکیلا بھائی وارث ہو تو وہ کل مال لے گا

سوال......ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے پاس بتیس ہزار روپے امانت رکھے اس آدمی نے وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ روپیہ مسجد میں دے دیں اور مرنے والے کا صرف ایک حقیقی بھائی ہے تو کیا ان پیسوں کو مسجد میں دے دیا جائے یا اس کے حقیقی بھائی کو دیا جائے؟

جواب......صورت مسئلہ میں تہائی مال سے وصیت پوری کی جائے یعنی دس ہزار مسجد میں لگائیں اور بیس ہزار بھائی کا حق ہے۔(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ہندو قانون کے مطابق لڑکی کو حق نہ دینا

سوال......فدوی کی قوم میں ہندو لا رائج ہے اور وارث کے معاملے میں ہندو لا سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ایک شخص فوت ہوا اس نے ایک بیوی ایک لڑکی دو چچازاد بھائی وارث چھوڑے تو شرعی قانون کے مطابق دو آنا بیوی کو اور آٹھ آنا لڑکی کو اور چھ آنا چچازاد بھائیوں کو تقسیم کیا گیا اب لڑکی فوت ہوئی اس کی والدہ چاہتی ہے کہ ہندو لا پر عمل کر کے حصہ اور ترکہ لڑکی کا حاصل کر کے اس کی طرف سے وقف کر دے اغلب یہ ہے کہ اس کے دوسرے وارث بھی منظور کر لیں ایسی حالت میں ہندو لا پر عمل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

جواب......لڑکی کے انتقال کرتے ہی اس کا کل ترکہ اس کے شرعی وارثوں کی ملک ہو چکا اب اس کو کسی قانونی حیلے سے اپنے قبضے میں لانا اور پھر وقف کرنا ہرگز جائز نہیں اور اگر ایسا کر دیا گیا تو شرعاً وہ وقف قابل اعتبار نہ ہوگا بالخصوص ہندو لا پر اپنے اختیار سے عمل کرنا یا کرانا دوسرا مستقل کبیرہ گناہ ہے بلکہ اندیشہ کفر ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بماانزل اللہ فاولیک ھم الفسقون'** وفی ایۃ اخری الکافرون: اور ظاہر ہے کہ حکم کرنا اور کرانا ایک ہی حکم رکھتا ہے لہٰذا وارثوں کا شرعی حصہ ان کے وارثوں ہی کو دیا جائے اس میں مرحوم کے لئے ثواب زیادہ ہے اس کے خلاف کرنے پر آپ لوگوں کو مفت میں گناہ عظیم ہوگا اور مرحوم کو اس ناجائز طریق سے کچھ فائدہ نہ پہنچے گا البتہ اگر سب وارث راضی ہو کر مجموعے کا یا ان میں سے بعض فقط اپنے حصے کا وقف کسی کار خیر پر بغرض ایصال ثواب مرحوم کر دیں تو بلاشبہ جائز اور وارث و مورث دونوں کے لئے باعث ثواب عظیم ہے اور جبکہ بقول سائل وارث راضی ہو سکتے ہیں تو پھر ہندو لا پر عمل کرنا سراسر غلطی ہے۔(امداد المفتیین ص ۱۰۵۱)

لڑکیوں کے ہوتے ہوئے میراث نواسے کو دینا

سوال......ایک شخص بالکل ضعیف ہو چکا ہے اس کے پانچ لڑکیاں ہیں جو شادی ہو جانے کی

وجہ سے اپنے اپنے گھر میں اس شخص کی خدمت نواسا کرتا ہے تو ایسی صورت میں اپنے نواسے کے نام جائیداد لکھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب..... اگر لڑکیوں کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں بلکہ واقعتاً نواسے کو حق الخدمت کے طور پر معاوضے کی حیثیت سے دینا چاہتا ہے تو خدمت کے موافق دینا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۳۶)

وراثت میں لڑکیوں کا حصہ کیوں نہیں دیا جاتا؟

سوال..... آپ کے صفحے میں وراثت سے متعلق ایک سوال پڑھا تھا آپ سے پوچھنا یہ ہے جس طرح لڑکوں کو ورثہ دیا جارہا ہے اس طرح لڑکی کا حصہ کیوں نہیں دیا جاتا؟ عموماً عورتیں بھائیوں سے شرما حضوری میں براہ راست حصہ نہیں مانگتیں جبکہ وہ حقیقتاً ضرورت مند ہیں۔

جواب..... شریعت نے بہن کا حصہ بھائی سے آدھا اور بیٹی کا حصہ بیٹے سے آدھا رکھا ہے اور جو چیز شریعت نے مقرر کی ہے اس میں شرما شرمی کی کوئی بات نہیں بہنوں اور بیٹیوں کا شرعی حصہ ان کو ضرور ملنا چاہئے جو لوگ اس حکم خداوندی کے خلاف کریں گے وہ سزائے آخرت کے مستحق ہوں گے اور ان کو اس کا معاوضہ قیامت کے دن ادا کرنا پڑے گا۔

وراثت میں لڑکیوں کو محروم کرنا بدترین گناہ کبیرہ ہے

سوال..... تقسیم سے پہلے ہمارے نانا کپڑے کا کاروبار کرتے تھے جہاں درمیان میں کچھ بھی کیا ہو لیکن مرنے سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے برنس روڈ میں ایک چائے خانہ کھولا ہوا تھا جس کو بعد میں مٹھائی کی دکان میں تبدیل کر لیا دکان پگڑی پر تھی اور بڑے بیٹے کے نام تھی بعد میں دکان چل پڑی اور بہت مشہور ہوگئی بڑے بیٹے نے اپنے بھائیوں میں وہ دکانیں بانٹ لیں اس طرح نانا کے مرنے پر بچوں نے صرف بھائیوں مین جائیداد تقسیم کر دی لڑکیوں کو کچھ نہیں دیا کچھ عرصے بعد نانی کا انتقال ہوا انہوں نے جو رقم چھوڑی تھی لڑکوں میں تقسیم ہوگئی لڑکیوں کو کچھ نہیں ملا اب مولانا صاحب! آپ سے عرض ہے کہ آپ صحیح صورت حال کا اندازہ لگا کر جواب دیجئے کہ کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل ٹھیک ہے؟ کیا اس سے مرنے والوں کی روحیں بے چین نہ ہوں گی؟ ویسے بھی ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حق داروں کا حق کھانے والا کبھی پھلتا پھولتا نہیں۔

جواب..... بیٹیوں اور بہنوں کو وراثت سے محروم کرنا بدترین گناہ کبیرہ ہے آپکے نانا نانی تو اس کی سزا بھگت ہی رہے ہونگے جو لوگ اس جائیداد پر اب ناجائز طور پر قابض ہیں وہ بھی اس سزا سے بچ نہیں سکیں گے لڑکوں کو چاہئے کہ بہنوں کا حصہ نکال کر کو دیدیں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ج ۶ ص ۳۴۳)

زمینوں میں لڑکیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟

سوال..... زرعی زمین میں لڑکی بھی مستحق میراث ہوگی یا نہیں؟ سوال اس لئے پیدا ہوا کہ زرعی زمینوں کی مالک غالباً حکومت ہوگئی ہے یہ زمین اب افراد کی ملک نہیں ہیں تو اگر لڑکا ساری زرعی زمین خود لے لے اور بہن کو کچھ نہ دے تو گناہگار ہوگا یا نہیں؟ باغ' باغ کی زمین' مکان اور مکان کی زمین کا کیا حکم ہوگا؟

جواب..... جو زمین ملک سرکاری ہے اور اس نے برائے کاشت کرائے پر کسی کو دی ہے تو وہ اس کی ملک نہیں ہوگئی۔ اس کے انتقال پر اس زمین میں وراثت جاری نہیں ہوگی بلکہ جس کو سرکار دے گی اس کو اس میں حق کاشت حاصل ہوگا۔ یہی حال باغ اور گھر کی زمین کا ہے جو زمین کسی کی مملوکہ ہے اس میں وراثت جاری ہوگی اور لڑکی کو حصہ نہ دینا ظلم اور غصب ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۳۳۶)

خاتمہ زمیں دارے کے بعد بھی میراث میں لڑکیوں کا حق ہے

سوال..... قاضی..... کا انتقال ہوا اور اپنی اہلیہ سات بیٹے اور پانچ بیٹیاں چھوڑیں ان کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ مرحوم نے اپنی زمین کے کچھ حصے اپنے بیٹوں کے نام رجسٹری کرا دیئے تھے مقصد شلنگ قانون سے بچنا تھا آیا وہ حصے انہیں لڑکوں کی ملک ہیں یا ترکہ میں داخل ہیں؟ نیز خاتمہ زمین دارے کے بعد صحرائی جائیداد میں لڑکیوں کا حصہ ہے یا نہیں؟ جبکہ قانوناً ان کا حصہ نہیں رکھا گیا۔

جواب..... لڑکیوں کا حق میراث نص قطعی سے ثابت اور قانون الٰہی ہے۔ جو دنیا کے تمام قوانین پر حاکم اور غالب ہے اس لئے لڑکیوں کا حق کل میراث میں ثابت اور قائم ہے لڑکوں کے نام کاغذی کارروائی دیا تھا مالک مورث کی نیت پر ہے اس لئے وہ نامزد حصص بھی میراث میں داخل ہیں بس کل میراث ایک سو باون سہام کر کے بیوی کے انیس اور ہر لڑکے کے چودہ اور ہر لڑکی کے سات سات سہام ہوں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) بیوی ۱۹' ابن ۱۴' ابن ۱۴' ابن ۱۴' ابن ۱۴' ابن ۱۴' ابن ۱۴' ابن ۱۴' بنت ۷' بنت ۷' بنت ۷' بنت ۷' بنت ۷۔

بھات وغیرہ کو میراث کا عوض قرار دینا

سوال..... ہمارے یہاں کا جاہلانہ دستور ہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے بلکہ دستور یہ ہے کہ لڑکی جب باپ کے گھر آتی ہے تو اس کو کھانا کپڑا وغیرہ دے کر رخصت کیا جاتا ہے اور اس کا حق حصہ سمجھا جاتا ہے شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟ یہاں اس طرح دینے کو بھات کہتے ہیں۔

جواب...... یہ رواج اصل میں ہندوانہ رواج ہے خاص اوقات میں جولڑکیوں کو دیا جاتا ہے اس کو میراث کا بدل قرار دینا جائز نہیں میراث انتقال مورث کے بعد ملتی ہے اور یہ معاملہ بسا اوقات زندگی میں بھی شروع ہو جاتا ہے پھر جتنا حصہ میراث ہوتا ہے اس کی قیمت کا بھی کوئی تخمینہ نہیں ہوتا نہ باقاعدہ لڑکیوں کا حصۂ میراث خریدا جاتا ہے نہ ان کی رضا طلب کی جاتی ہے بہرحال اس رواج کو ختم کرنا ضروری ہے لڑکیوں کو ان کا حصہ میراث دیا جائے اپنی بہن کے ساتھ جو صلۂ رحمی کرے یہ عین سعادت ہے لیکن اس میں پابندی رواج یا معاوضہ میراث کو دخل نہیں ہونا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۵۰۶)

بیٹے‘ بیٹی میں میراث کی تقسیم اور نواسی کا اس سے محروم ہونا

سوال...... ایک عورت نے مرنے کے بعد ایک بیٹا ایک بیٹی اور ایک نواسی وارث چھوڑے ہیں شریعت مطہرہ کی روشنی میں ان ورثاء میں مرحومہ کی میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب...... حسب بیان سائل صورت مسئولہ میں مرحومہ کا ترکہ بعد از روئے حقوق مقدمہ علی الارث تین حصے کر کے ایک حصہ بیٹی کو اور دو حصے بیٹے کو ملیں گے اور نواسی چونکہ ذوی الارحام میں سے ہے لہٰذا عصبات کی موجودگی میں یہ میراث سے محروم رہے گی۔ نقشہ ملاحظہ ہو مسئلہ: بیٹا ۲‘ بیٹی ۱‘ نواسی مرحومہ محروم۔ (فتاویٰ حقانیہ ج ۶ص ۵۲۴)

ماں کی ملک میں لڑکی کا حق ہے یا نہیں؟

سوال...... مرحوم زید نے اپنی زندگی میں اپنی لڑکی زبیدہ کو اپنی جائیداد بخش دی ہے زبیدہ کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے خاوند کا انتقال ہو گیا ہے زبیدہ کو اس کے خاوند کی بہن نے طمع دلائی ہے کہ تیری شادی کرادیں گے اگر تو اپنی جائیداد جو والد کی طرف سے ملی ہے اس لڑکے کو لکھ دے زبیدہ ایسا کرنے کو تیار ہے اور لڑکی کو میراث سے محروم کرنا چاہتی ہے تو اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے یا نہیں؟ کیا والدہ کی جائیداد میں لڑکی کا حق نہیں؟

جواب...... بے شک لڑکی بھی والدہ کی وارث ہے ماں لڑکی کو محروم کرنا چاہئے اور وصیت کرے کی میری موت کے بعد میری سب جائیداد میرے لڑکے کو دی جائے لڑکی کو کچھ نہ دیا جائے یا اس کے حق سے کم کرنے کی تحریر کردے پھر بھی لڑکی محروم نہ ہوگی اور اپنا پورا حق لینے کی حق دار رہیگی۔

مگر یہ حکم وفات پانے کے بعد تقسیم ترکے سے متعلق ہے باقی زندگی اور تندرستی کی حالت میں ماں پوری جائیداد لڑکے کو دے سکتی ہے اگرچہ بلا وجہ شرعی لڑکی کو محروم کرنا بے انصافی اور مروت

اور نیز ماں کی ممتا کے خلاف ہے لہٰذا موجب گناہ ہے لہٰذا زندگی میں دینا ہو تو دونوں کو مساوی دے لڑکے کو دوگناہ اور لڑکی کو ایک حصہ دینے کا حکم بھی ترکے سے متعلق ہے زندگی میں جو اولاد کو دیا جاتا ہے وہ عطیہ ہے اور عطیہ میں سب اولاد ذکور واناث برابر کے حق دار ہیں۔ البتہ لڑکے کو تعلیم وغیرہ شرعی مصلحت کے پیش نظر زیادہ دے اور لڑکی کو کم دینے میں نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو تو جائز ہے۔ **انما الاعمال بالنیات**: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ ص۲۵۳)

کیا ترکے میں کوئی چیز ایسی بھی ہے جس سے بیٹی محروم ہے

سوال..... محمد اسحاق کا انتقال ہوا' وارث ایک بیوہ اور دولڑکے اور ایک لڑکی ہے' لڑکے اپنی بہن کو کل جائیداد سے محروم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکانات اور باغات میں تو حصہ ہے لیکن کھیتوں میں کوئی حصہ نہیں تو مذکورہ ورثاء میں تقسیم کس طرح ہوگی؟ اور کیا ترکے میں کوئی چیز ایسی بھی ہوتی ہے جس میں لڑکی حصے دار نہ ہو؟ یہ بھی فرمایئے کہ بہن کی اس حق تلفی کی شرعاً کیا سزا ہے؟

جواب..... حقوق متقدمہ ادا کرنے کے بعد کل ترکہ چالیس سہام بنا کر اس طرح تقسیم ہوگا کہ پانچ سہام بیوہ کو' چودہ چودہ ہر لڑکے کو' اور سات سہام لڑکی کو ملیں گے روپیہ' زیور کپڑا' برتن' گھر کا سامان' مکان' باغ' کھیت غرض جو چیز بھی محمد اسحاق کی ملک تھی سب کی تقسیم اس طرح ہوگی بہن کی حق تلفی کرنا ظلم ہے بہن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت کی جائیگی اگر وہ بڑی ہے تو اس کا حق والدہ کے قریب ہے اگر چھوٹی ہے تو اس کا حق بیٹی کے قریب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۱ ص۴۴۰)

کسی وارث کو وراثت سے محروم کرنا

سوال..... کیا کسی وارث کو حق وراثت سے محروم کرنا جائز ہے اگر نہیں تو محروم کرنے والے کا فیصلہ نافذ ہوگا یا نہیں؟

جواب..... کسی وارث کو حق وراثت سے محروم کرنا جائز نہیں ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا تاہم جو فیصلہ وہ کر چکا ہے (یعنی اپنی زندگی میں اپنے جملہ اموال منقولہ وغیر منقولہ کو دیگر ورثاء میں تقسیم کر دے) نافذ ہوگا اور اس کی موت کے بعد محروم ہونے والا وارث حق میراث کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

قال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاری: ولووهب جميع ماله لابنه جاز فی القضاء وهوآثم نص عن محمد هكذافی العيون (خلاصة الفتاوی ج۴ ص۴۰۰ كتاب الهبة قبل الفصل الثانی)

قال العلامة قاضی خان رحمه الله: رجل وهب فی صحته کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون آثمافیما صنع. (فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندية ج۳ ص ۲۷۹ فصل فی الهبة الولدلولده) ومثله فی الهندية ج۵ ص ۳۹۱ الباب السادس فی الهبة للصغير. (فتاویٰ حقانيه ج۶ ص ۵۳۹)

اولاد کو عاق کرنا محض بے اصل ہے

سوال: ایک شخص نے اپنے لڑکے کو عاق کر دیا ہے اب اس سے رجوع کرنا چاہتا ہے پس وہ کیا کرے؟

جواب...... عاق کے دو معنی ہیں ایک معنی شرعی' دوسرے عرفی' شرعی معنی تو یہ ہیں کہ اولاد والدین کی نافرمانی کرے سواس معنی کی تحقیق میں تو کسی کے نہ کرنے کو دخل نہیں جو والدین کی بے حکمی کرے وہ عنداللہ عاق ہوگا اور اس کا اثر فقط یہ ہے کہ خدا کے نزدیک عاصی اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے باقی میراث سے محروم ہونا اس پر مرتب نہیں ہوتا۔ دوسرے معنی عرفی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو بوجہ ناراضی بے حق و محروم الارث کر دے سو یہ امر شرعاً بے اصل ہے اس سے اس کا حق ارث باطل نہیں ہوتا کیونکہ وراثت ملک اضطراری اور حق شرعی ہے مورث اور وارث کے ارادہ کئے بغیر اس کا ثبوت ہوتا ہے **قال الله تعالیٰ یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الایة:** اور لام استحقاق کے لئے ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے حق وراثت مقرر فرما دیا اس کو کون باطل کر سکتا ہے۔

اور حضرت بریرہؓ کا قصہ اس کا شاہد ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا اس کے موالی نے شرط کی کہ ولاء ہماری رہے گی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی شرط باطل ہے اور ولاء معتق کی ہے۔ جبکہ ولاء حق ضعیف ہے چنانچہ حسب فرمودۂ پاک **الولاء لحمة کلحمة النسب الحدیث** ضعف اس کا کاف تشبیہ سے ظاہر ہے وہ نفی کرنے سے نفی ہوتا پس نسب جو کہ اقویٰ ہے کیونکہ نفی کو قبول کر سکتا ہے؟

پھر جب واضح ہوا کہ اس معنی کا شرعاً کچھ ثبوت نہیں تو اس سے رجوع کی کچھ حاجت نہیں پس باپ کے مرنے کے بعد وارث ہوگا البتہ محروم الارث کرنے کا طریق یہ ممکن ہے کہ اپنی حالت حیات وصحت میں اپنا کل اثاثہ کسی کو ہبہ یا مصارف خیر میں وقف کر کے اپنی ملک سے خارج کر دے اس وقت اس کا بیٹا کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ ص ۳۶۴)

نافرمان بیٹا باپ کے مرنے کے بعد پورے حصے کا مالک ہوگا

سوال...... میرے دو بیٹے ہیں بڑا بہت نافرمان ہے چھوٹا فرمانبردار ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ میں آپ کی خدمت اور فرمانبرداری جس قدر ہو سکے گی کروں گا اب سوال یہ ہے کہ مال اور قرض اور زمین سے تقسیم کر کے کس قدر خود رکھوں اور نافرمان کو کس قدر اور فرمانبردار کو کس قدر؟ از روئے شرع حق پہنچتا ہے؟ اور مجھ کو تقسیم کر کے جو زمین پہنچے اس میں سے میری وفات کے بعد نافرمان کو کچھ پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب...... نافرمان فرزند جو زبانی اور مالی ناحق تکلیف اپنے باپ کو دیتا ہے فاسق ہے اور سخت گنہگار ہے مگر شرعاً باپ کی وفات کے بعد پورے حصے کا مالک و وارث ہے اس میں کمی نہیں آئے گی ہاں باپ کو اپنی زندگی میں اختیار ہے کہ اپنا مال اپنی زندگی میں کسی کو دے دے لیکن اولاد میں بہ نسبت ایک کے دوسرے کو زیادہ دینا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ مظاہر علوم ج ۱ ص ۲۲۳)

گناہ کی وجہ سے میراث ختم نہیں ہوتی

سوال...... زید کا انتقال ہوا' خالد' زاہد دو لڑکے اور ایک لڑکی شہناز وارث چھوڑے ابھی ترکے کی تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ بہن نے ایک شخص سے منہ کالا کر لیا اور دونوں بھاگ بھی گئے مال کی تقسیم ہوئی تو دونوں بھائیوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور بہن کا حصہ نہیں رکھا کسی نے کہا کہ تمہاری بہن کا بھی حصہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی جانتے ہیں لیکن ایسے نالائقوں کا حق نہیں ملنا چاہئے گویا زنا ان کے نزدیک مانع ارث ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب...... زنا گناہ کبیرہ ہے لیکن لڑکی اسکی وجہ سے اپنے والد کے ترکے سے محروم نہیں کی جائیگی جو لوگ اسکا حق نہیں دیتے وہ غاصب وظالم ہیں اکا وبال دنیا وآخرت دونوں جگہ ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۵۲۵)

مدت تک مفقود الخبر رہنے والے لڑکے کا باپ کی وراثت میں حصہ

سوال...... زید نے رانی سے شادی کی پھر دوران حمل زید اور رانی میں طلاق ہوگئی رانی نے طلاق نامہ میں لکھوایا کہ موجود حمل سے لڑکا یا لڑکی تولد ہو تو اس کے نان ونفقہ یا پرورش کا ذمہ دار زید نہ ہوگا نہ ہی زید اس اولاد کا مالک ہوگا چنانچہ زید مرتے دم تک اس اولاد (لڑکے) سے لاتعلق رہا اب یہ لڑکا زید کے ورثے میں شرعاً حق دار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس قدر؟

جواب...... یہ لڑکا زید کا شرعاً وارث ہے اور زید کے دوسرے لڑکوں کے برابر کا حقدار ہے طلاق نامے میں یہ لکھ دینا کہ "اس حمل سے پیدا ہونے والے بچے کا زید سے کوئی تعلق نہ ہوگا"

شرعاً غلط اور باطل ہے باپ بیٹے کے نسبی تعلق کی نفی کا نہ باپ کو حق ہے نہ ماں کو

سوال......سوال نمبرا سے پیوستہ ہے زید کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے لڑکی زید کی زندگی میں ہی فوت ہوگئی اور اپنے پیچھے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا زید کی دوسری بیوی سے ایک لڑکا ہوا جبکہ زید اور اس کی بیوی رانی میں دوران حمل طلاق ہو چکی تھی جیسا کہ سوال نمبرا مندرجہ بالا میں ذکر ہو چکا ہے اب وہ لڑکا تقریباً ۴۹ سال تک مفقود الخبر رہنے کے بعد زید کے ترکہ میں سے حصہ مانگتا ہے اگر شرعاً وہ حقدار ہے تو کس قدر؟ فرض کریں کہ زید کی املاک کی مالیت دس لاکھ روپے ہو تو اس کی تقسیم کا شرع محمدی میں کیا کلیہ و قاعدہ ہے؟

الف......اگر زید کی دوسری بیوی سے لڑکا شامل ہو۔

ب......اگر زید کی مرحومہ بیٹی کی اولاد (۲ لڑکیاں اور ایک لڑکا) بھی شامل ہوں۔

جواب......زید کی پہلی بیوی کا لڑکا وارث ہے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا اور عرصہ دراز تک مفقود الخبر رہنے سے اس کا حق وراثت باطل نہیں ہوا۔

زید کی لڑکی چونکہ اپنے والد کی زندگی میں فوت ہوگئی اس لئے لڑکی کی اولاد زید کی وارث نہیں ہوگی صورت مسئولہ میں زید کے صرف دو وارث ہیں پہلی بیوی رانی کا لڑکا جو عرصہ تک مفقود الخبر رہا اور دوسری بیوی کا لڑکا' یہ دونوں برابر کے وارث ہیں اس لئے زید کا ترکہ اگر دس لاکھ ہے تو دونوں کو پانچ پانچ لاکھ دیا جائے گا۔

نوٹ: اگر زید کی وفات کے وقت اس کی دوسری بیوی زندہ تھی تو دس لاکھ میں سے ایک لاکھ پچیس ہزار اس کا حصہ ہے باقی ماندہ آٹھ لاکھ پچھتر ہزار دونوں بھائیوں پر برابر تقسیم ہوگا اور بیوہ کے انتقال کے بعد بیوہ کا حصہ صرف اسکے لڑکے کو ملے گا۔ (آپکے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۳۱)

جہیز دینے سے حق وراثت باطل نہیں ہوتا

سوال......زید نے اپنی بیٹی فاطمہ کو صحت و تندرستی میں کچھ ملک بطور جہیز دے دی اور باضابطہ تمسک لکھوا کر رجسٹرڈ کرادی زید کے اور بھی بیٹے بیٹیاں ہیں زید کے انتقال کے بعد کیا فاطمہ کو بھی وراثت میں حصہ ملے گا؟

جواب......زید کا اپنی بیٹی کو کچھ ملک بطور جہیز دے دینے سے زید کے ترکے میں سے فاطمہ کا حق ساقط نہیں ہوتا بلکہ اگر فاطمہ نے صاف کہہ دیا یا لکھ دیا کہ میں نے اپنا حق وراثت چھوڑ دیا تو بھی اس کا حق نہیں جائے گا۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۸۸)

ناراض بیوی کو میراث کا حصہ

سوال...... ہندہ کا عقد باپ نے زید سے کرایا ہندہ اپنے خاوند کے پاس کچھ دن ٹھہری اور پھر ہندہ کا باپ کسی ناراضگی کی وجہ سے ہندہ کو اپنے گھر لے گیا زید بیمار ہوا اور ہندہ کے پاس بلانے کے پیغام بھیجے مگر ہندہ نہ آئی اور زید فوت ہو گیا اس صورت میں ہندہ کو زید کے ترکے سے شرعاً کچھ حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب...... زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی لہٰذا شرعی طریقے پر وہ میراث کی مستحق ہے اس ناراضگی کی وجہ سے وہ میراث سے محروم نہیں ہوئی اگر زید کے گھر بالکل نہ گئی ہوتی تب بھی وارث ہوتی۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۴۲)

لفظ ''چلی جا'' کہنے سے طلاق و میراث کا حکم

سوال...... ایک شخص نے اپنی عورت کو گھر سے نکالا اور کہہ دیا ''چلی جا'' اور اس بات کو دس سال کا عرصہ گزر گیا کہ وہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے نکلی ہوئی ہے شوہر کے فوت ہونے کے بعد وہ عورت خاوند کا ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ کہنا کہ ''چلی جا'' ان کنایات سے ہے جن میں ہر حال میں طلاق کی نیت شرط ہے اور نیت کا علم اب ہو نہیں سکتا لہٰذا طلاق واقع نہ ہو گی اور وہ عورت میراث پانے کی مستحق ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۴)

پنشن کی رقم میں میراث کا حکم

سوال...... جناب مفتی صاحب! یہاں ایک آدمی کا انتقال ہو گیا ہے جو کہ فوج میں ملازم تھا اس نے اپنی پنشن بیوی کے نام پر اس عنوان سے کی تھی کہ میری وفات کے بعد میری پنشن میری بیوہ کو دی جائے اب اس کی وفات کے بعد اس کے دوسرے ورثاء پنشن میں وراثت کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا مرحوم کی بیوہ کے علاوہ دیگر ورثاء کا بھی پنشن میں حصہ بنتا ہے یا نہیں؟

جواب...... پنشن کا وظیفہ مال مملوکہ نہیں بلکہ سرکار کی طرف سے ایک عطیہ ہوتا ہے بناء بریں وجہ یہ وظیفہ تقسیم میراث سے مستثنیٰ ہوگا سرکار جس کو چاہے اور جتنا چاہے دے سکتی ہے صورت مسئولہ میں چونکہ مرحوم کے کاغذات اس کی بیوہ کے نام ہیں اور سرکار بھی اس پر راضی ہے اس لئے یہ پنشن صرف بیوہ کا حق ہے۔

لما قال الشیخ اشرف علی التھانویؒ : چونکہ میراث مملوکہ اموال میں جاری ہوتی ہے اور ☆ یہ وظیفہ محض تبرع و احسان سرکار کا ہے بدون قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا لہٰذا آئندہ جو وظیفہ

ملے گا اس میں میراث جاری نہیں ہوگی سرکار کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے تقسیم کردے۔ الخ
(امداد الفتاویٰ جلد ۴ ص ۳۴۲ کتاب الفرائض فتاویٰ حقانیہ ج ۶ ص ۵۴۱)

غائب غیر مفقود کا حصہ وراثت

سوال..... شجاعت کے تین لڑکے، حلیم، سلیم، نعیم ہیں حلیم 1943ء میں تلاش معاش کے لئے گھر سے چلے گئے 1952ء میں معلوم ہوا کہ حلیم مونگیر جیل میں ہے لیکن کوشش کے باوجود حلیم سے ملاقات نہ ہوسکی اس درمیان شجاعت نے اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر جائیداد بڑھائی اور کل جائیداد مرحوم نے اپنے نام رکھی پھر شجاعت کا انتقال ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ مرحوم کی جائیداد میں حلیم کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ حلیم کی بیوی اور اس کا لڑکا اپنے باپ کا حصہ طلب کرتے ہیں کیا حکم ہے؟

جواب..... جبکہ حلیم کا مونگیر جیل میں ہونا معلوم ہے تو اس کو مفقود الخبر قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ سلیم اور نعیم کی طرح وہ بھی ترکے کا برابر مستحق ہوگا اگر شجاعت کے والدین اور بیوی کا انتقال پہلے ہوچکا ہے اور اس کے ورثہ صرف تین لڑکے ہیں تو ان تینوں میں ترکہ برابر تقسیم ہوگا پھر حلیم خاں کے حصے میں جو کچھ آئے اس کو محفوظ رکھا جائے اور خود اس سے دریافت کرکے اگر وہ کہے تو اس کی بیوی اور لڑکے کو دے دیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۴ ص ۴۴۳)

نہ لینے سے حق میراث باطل نہیں ہوتا

سوال..... خواجہ کی تین لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا خواجہ فوت ہوا سارا ترکہ لڑکے باب اللہ کے نام ہوگیا بہنوں نے اپنا حق نہیں لیا حتیٰ کہ انتقال کرگئیں بعدہ باب اللہ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑ کر فوت ہوا باب اللہ کا سب ترکہ ان کے لڑکے کے نام ہوا اس کے بعد باب اللہ کا لڑکا سرور بھی دو بہنیں اور ایک بیوی چھوڑ کر فوت ہوا اب سرور کے ترکے میں اس کی پھوپھیوں کے لڑکے حق کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ باب اللہ کی زندگی میں اپنا حق نہیں لیا تو پھوپھیوں کے مرنے کے بعد ان کے لڑکے کو دعوے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب..... محض نہ لینے سے وارث کی ملک مورث کے مال سے زائل نہیں ہوتی لہٰذا اگر ہندہ وغیرہ پھوپھیوں نے باب اللہ کو اپنا حصہ باقاعدہ ہبہ کرکے قبضہ کرادیا تھا تب تو پھوپھیوں کے ورثاء کو باب اللہ کے ورثاء سے اس کے لینے کا حق حاصل نہیں اور اگر باقاعدہ ہبہ نہیں کیا تو پھر حق حاصل ہے جس کی مقدار خواجہ کے انتقال سے اس وقت تک نام بنام مرحومین اور ورثاء کی تفصیل معلوم ہونے پر تحریر کی جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۵۹)

حق وراثت جبراً وصول کرنا

سوال...... پنجاب کا دستور ہے کہ عورت کو وراثت شرعی سے محروم کر دیا جاتا ہے لیکن کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ خاوند کی کل جائیداد پر قابض ہو جاتی ہے اس کو فروخت کا حق نہیں تازندگی اس کا قبضہ رہتا ہے۔

اس صورت میں باقی ورثاء کو کہا جائے کہ عورت بے اولاد کو چوتھا حصہ سرکاری طور پر اس کے نام کرادو اور باقی حصہ اپنا لے لو اگر ورثاء اس فیصلے پر راضی نہ ہوں تو کیا وہ عورت کل جائیداد پر قابض رہ کر جائیداد کی آمدنی سے اپنے شرعی حصے کی مالیت وصول کرنے کی حق دار ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر ورثاء خاوند عورت کا شرعی حصہ نہ دیں تو عورت کو حق ہے کہ جس طرح قدرت ہو اپنا شرعی حصہ وصول کر لے زائد لینے کا حق نہیں زائد کو دیگر ورثاء کے حوالے کر دے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۶۴)

والدہ مرحومہ کی جائیداد میں سوتیلے بہن بھائیوں کا حصہ نہیں

سوال...... ہماری والدہ صاحبہ فوت ہو چکی ہیں اور ہم دو بھائی ہیں اور تین بھائی سوتیلے ہیں آپ بتائیے کہ جائیداد کا وارث کون ہوگا؟

جواب...... جو چیزیں آپ کی والدہ کی ملکیت تھیں ان کی وراثت تو صرف ان کی اولاد ہی کو پہنچے گی سوتیلے بھائی بہنوں کو نہیں البتہ آپ کے والد کی جائیداد میں سوتیلے بھائیوں کا بھی برابر کا حصہ ہے۔ واللہ اعلم۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۵۰)

والد کو حصہ دینے سے انکار کرنا

سوال...... ا مثل کا انتقال ہوا ورثاء میں تین لڑکے دو لڑکیاں اور ایک شوہر ہے لڑکے اپنے والد صاحب کو حصہ دینے سے انکار کر رہے ہیں آپ از روئے شرع حصص مقرر فرمائیں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث پورے کرنے کے بعد باقی ماندہ تمام اموال متروکہ کے بتیس سہام کر کے آٹھ شوہر کو اور چھ چھ بیٹوں کو اور تین تین دونوں بیٹیوں کو ملیں گے۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

صورت مسئلہ یہ ہے شوہر ۸/۱ بیٹا ۶ بیٹا ۶ بیٹا ۶/۳ بیٹی ۳ بیٹی ۳۔

میراث تمام املاک میں جاری ہوتی ہے

سوال...... زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا مہر ابھی تک ادا نہیں کیا تھا آیا مہر وارثوں کو دینا ہوگا؟ ایک لڑکا اور والدین بھی موجود ہیں۔

جواب...... صرف مہر ہی کیا' عورت کی تمام چیزیں جن کی وہ مالک تھی میراث ہے جو حقوق متقدمہ علی الارث پورے کرنے کے بعد بارہ سہام کر کے تین شوہر کو دو دو متوفیہ کے والدین کو اور پانچ اسکے لڑکے کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ) شوہر۳' باپ۲' ماں۲' بیٹا۵۔

خدمت کرنے یا نہ کرنے کو میراث میں کوئی دخل نہیں

سوال...... زید کے پاس اٹھاسی بیگہ زمین تھی اور چھ تولہ سونا اور تین تولہ چاندی' ودیگر سامان تھا اور زید کو سات لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا اہلیہ بھی حیات تھی زید نے ساٹھ بیگہ زمین لڑکے کے نام کر دی جو اس نے فروخت کر دی نیز مذکورہ سونا چاندی بھی لڑکے ہی کو دیدی لڑکیوں کو کچھ نہ ملا اور لڑکے کو مکان کا کچھ حصہ بھی زید نے دیا زید کے پاس اٹھائیس بیگہ زمین باقی تھی اہلیہ کے انتقال پر زید نے دوسری شادی کر لی جس سے ایک لڑکا محمود پیدا ہوا بقیہ زمین میں سے بھی چوبیس بیگہ زمین زید نے فروخت کر دی صرف پونے چار بیگہ زمین باقی رہی زید کا انتقال ہوا ان کی اہلیہ بھی حیات ہے اور ساتوں لڑکیاں اور دونوں لڑکے بھی اب پہلا لڑکا یہ چاہتا ہے کہ پونے چار بیگہ زمین میں سے بھی وہ حصہ لیں جبکہ اس نے والدہ کی بھی کوئی خدمت نہیں کی اب اس کے بارے میں فیصلہ فرمائیں؟

جواب...... میراث جو حکم شریعت ہے وہ مذکورہ سوال چیزوں سے خلل پذیر نہیں ہوتا میراث تو مرنے کے وقت کی اشیاء مملوکہ میں جاری ہوتی ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں بعد اداء حقوق کل مال کے اٹھاسی حصہ کر کے گیارہ سہام بیوی کو چودہ چودہ دونوں لڑکوں کو' اور سات سات ساتوں لڑکیوں کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے بیوی ۱۱' لڑکا۱۴' لڑکا۱۴' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷۔ فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ۔

تباین دارین وراثت میں مانع نہیں

سوال...... زید نے اپنی اولاد میں چار لڑکیاں اور تین لڑکے چھوڑے ایک لڑکی ان میں سے پاکستان جا کر فوت ہو گئی البتہ اس کی اولاد موجود ہے جبکہ خاتمہ زمین دارے کا حکومت نے فیصلہ کر دیا اور یہ زمین کاشت تینوں لڑکوں کے نام آ گئی اور اس کا دس گنا مرحوم ہی ادا کر چکے تھے تو اس

صحرائی جائیداد میں لڑکیوں کا حصہ نکلے گا یا نہیں؟ اور اگر نکلے گا تو پاکستان جا کر فوت ہو جانے والی کا حصہ لگایا جائے گا یا نہیں؟ اور اس میراث کی تقسیم کس طور پر ہوگی؟

جواب..... باتفاق ائمہ اربعہ باوجود تباین دارین باہم متوارث ہوتے ہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی وفات کے وقت اگر پاکستان میں لڑکی زندہ تھی تو وہ بھی وارث ہوگی پس تین لڑکوں اور چار لڑکیوں میں تقسیم میراث بعد اداء حقوق حسب ذیل ہوگی بشرطیکہ متوفی کے والدین یا ان میں سے کوئی زندہ نہ ہو کل املاک کے دس سہام کر کے دو دو ہر تین لڑکوں کو اور ایک ایک چاروں لڑکیوں کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ ابن ۲ ابن ۲ ابن ۲ بنت ا بنت ا بنت ا بنت ا۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

وراثت کے لئے محض رشتہ دار ہونا کافی نہیں

سوال..... ہمارے علاقے میں ایک عورت فوت ہوگئی ہے جس کے ورثاء میں کوئی بھی عصبہ ذوی الفروض یا ذوی الارحام موجود نہیں صرف خاوند کے بھتیجے ہیں تو کیا مرحومہ کی میراث میں سے اس کے خاوند کے بھتیجوں کو حصہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب..... کسی بھی عورت کے خاوند کے بھتیجے خاوند کے تو عصبہ ہیں لیکن اس کی بیوی سے اس کا کوئی خاص رشتہ نہیں جو سبب ارث بن جائے صرف خاوند کی قرابت کی وجہ سے بیوی کی میراث میں ان کو حق نہیں دیا جا سکتا اور نہ یہ کسی حق کا مطالبہ کر سکتے ہیں بلکہ ایسی حالت میں تو ان کے درمیان اجنبیت پائی جاتی ہے جسکی وجہ سے ان کا آپس میں نکاح بھی جائز ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اس عورت کے شرعی ورثاء نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترکہ بیت المال میں جائے گا۔

قال العلامة السيدشريف الجرجانيؒ :ثم بيت المال اى اذالم يوجد احد من المذكورين توضع التركة فى بيت المال(الشريفية ص ۱۱)

لمافي الهندية: فيبدأ الفروض النسبية بقدرحقوقهم ثم ذوى الارحام ثم مولى الموالاة..... ثم الموصى له بجميع المال ثم بيت المال(الفتاوىٰ الهندية ج ٦ ص ٤٤٧ كتاب الفرائض' الباب الاول) فتاوىٰ حقانيه ج ٦ ص ٥٢٦)

کیا اختلاف دارین مانع ارث ہے؟ وارث ہونے کا دعویٰ کیسے ثابت ہوگا؟

سوال..... ہندہ نے حالت صحت میں اپنی جائیداد ایک مدرسے اور مسجد کے لئے وصیت کی اس کو کوئی اولاد نہ تھی خود ہندہ نے بھی کبھی اقرار نہیں کیا اور نہ محلے والوں کو علم ہے لہٰذا رحلت کے بعد جب پنچائیت نے اس وصیت کو جاری کرنا چاہا تو ایک شخص نے ایک خط نکالا جس میں یہ تحریر ہے

''پاکستان میں ہندہ کا ایک بھائی ہے جو وراثت کا دعویٰ کر رہا ہے'' سوال یہ ہے کہ خط کے ذریعے ثبوت کافی ہے یا شہادت پیش کرنی پڑے گی۔ دوسری صورت میں وہاں سے باقاعدہ شہادت لے کر خط کے ذریعے بھیج دینا کافی ہے؟ یا یہاں آ کر شہادت دینا ضروری ہے؟ حالانکہ پاکستان سے ہندوستان آنا منع ہے؟ نیز یہ اختلاف دارین مانع ارث ہے یا نہیں؟

جواب...... اگر ہندہ نے کبھی اپنے وارث کا اقرار نہیں کیا اور اہل خاندان اہل محلّہ کو بھی کسی وارث کا علم نہیں تو ہندہ کے انتقال کے بعد محض خط کی بنا پر خط لکھنے والے کو ہندہ کا بھائی اور وارث شرعی قرار نہیں دیا جائے گا جب تک وہ شہادت سے ثابت نہ کر دے شہادت کیلئے حاضر ہونا شرط ہے غائب کی شہادت کافی نہیں اگر پنچائیت کو اس خط کا شبہ پیدا ہو گیا تو فی الحال وصیت ایک ثلث میں جاری کر دی جائے اور دو ثلث کو محفوظ رکھا جائے تا آنکہ پنچائیت کو اطمینان ہو جائے جتنے وقت میں بھی اطمینان ہو امام صاحب کا یہی قول ہے صاحبین رحمہما اللہ کا قول امام طحاوی نے ایک ساتھ نقل کیا ہے۔ اختلاف دارین کے ذیل میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس قول کو دفع کیا ہے جس نے اہل اسلام کے حق میں اختلاف دار کو مانع دار قرار دیا ہے (یعنی مسلمانوں کے حق میں اختلاف دار سے وراثت کا حکم ختم نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے) البتہ وارث ہونیکا ثبوت شہادت کا محتاج ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۰)

وارث کے متعلق وصیت اور اس سے متعلق امانت کا ایک ضمنی سوال

سوال...... مجھ مسماۃ اللہ دی کے خاوند کی حقیقی پھوپھی مسماۃ عصمت نے بندی کو اپنی حیات میں وصیت کی کہ میرا زیور برتن اور کپڑے جب میرا لڑکا امیر محمد بالغ ہو جاوے گا کو دے دینا اور میری لڑکی مسماۃ سیدی کو نتھ' بلاق' بالے وغیرہ کو فلاں فلاں چیزیں دے دینا مگر بحکم خدائے بزرگ کے بندی بیوہ ہو گئی بندی نے عصمت کی لڑکی سے کہا کہ فلاں فلاں چیزیں تیری والدہ نے بندی کے سپرد کی تھیں کہ میرے لڑکے امیر محمد کو بوقت بلوغ دے دینا اور اب تیری والدہ بھی مسماۃ عصمت انتقال کر گئی ہے اور بندی بیوہ ہو گئی جس کی وجہ سے اب میرا ارادہ یہاں قیام کا نہیں اور نہ کوئی سامان لے جا سکتی ہوں جو جو تیری والدہ نے تیرے دینے کو کہا تھا وہ تو اپنے کام میں لا اور باقی اپنے بھائی کو سن تمیز کے وقت دے دینا مگر امیر محمد کے حصہ کی اشیاء بہن نے قبول نہ کیں اور کہا کہ تو ہی دے دینا بعدہ مسماۃ عصمت کے انتقال کے دس سال بعد بندی بحالت بیوگی اپنے میکہ چلی آئی اس وقت اس لڑکے کی عمر یعنی امیر محمد کی تقریباً ۱۸ سال کی تھی بندی کو اس کے بلوغ کا علم اس وقت نہ تھا اور وصیت بھی یہی تھی کہ جب میرے لڑکے کا بیاہ ہو جائے اور زوجہ گھر پر رہنے لگے تو اس وقت دے

دینا میرے میکہ آنے کے دو سال بعد میری نند مسماۃ عصمت کی حقیقی بھتیجی میرے میکہ میں میرے ملنے کو خود آئی تو بندی نے کنجی اس کو دے کر وہ تمام چیزیں بتلا کر کہہ دیا کہ امیر محمد کو دے دینا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے کپڑے برتن خود رکھ کر اور لڑکے امیر محمد کو نا معلوم کس قدر اشیاء ملیں تمام ملیں یا کم' دریافت کرنے سے تو میری نند یہ کہتی ہے کہ میں نے کچھ نہیں لیا تو ایسی حالت میں بندی گنہگار ہے یا ماں وصیت کے بوجھ اور امانت کے ذمہ سے بری ہوگئی بندی کو بہت فکر ہے۔

۲۔عورتوں کو اوپر سے یا نیچے کی جانب سے سر گوندوانا جائز ہے یا نہیں بعض کہتی ہیں صرف چوٹی بنوالے ویسے ہی کھلے بالوں کی مینڈھیاں بنوا کر سر نہ گندھوائے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب......اول تو یہ وصیت باطل ہے جو کچھ مرحومہ نے کہا اس پر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ سب مال کل ورثاء میں مشترک رہے گا وہ آپس میں باقاعدہ خود تقسیم کرنے کے مختار ہیں اس لئے دونوں بہن بھائی کو مسئلہ کی اطلاع کر دو دوسرے جس طریقہ سے تم نے امانت پہنچائی ہے اس طریقہ سے تم بری نہیں ہوئیں بلکہ لازم ہے کہ اپنی نند اور عصمت کے لڑکے سے خوب تحقیق کرو اگر پہنچانا ثابت ہو جائے تو خیر ورنہ اپنی نند سے وصول کر کے دلوانا تمہارے ذمہ ہے اگر وہ نہ دے تو تمہارے ذمہ تاوان ادا کرنا لازم ہے یا عصمت کے کل ورثاء سے معاف کروالو۔

فی العالمگیریہ: ولوقال رددتها بید اجنبی وصل الیک وانکرذلک صاحب المال فهوضامن الاان یقربه رب الودیعة اویقسم المودع بینة علی ذلک. کذافی المحیط. واللہ اعلم. ج۵. ص ۲۱۶.

۲۔خواہ صرف چوٹی بناویں یا مینڈھیاں ہی دونوں جائز ہیں البتہ کفار اور فساق کی مشابہت نہ ہو۔(امداد الاحکام ج۴ص ۵۸۵)

محروم الارث

عورت کو خسر کے ترکے میں سے کیا ملے گا؟

سوال......زید کا انتقال ہوا وارثوں میں ایک بیوی' چار فرزند' چار دختر ہیں بعد ازاں ایک فرزند نے رحلت کی اور ایک بیوی اور ایک لڑکی چھوڑی اس کی اپنی خاص ملک کچھ نہیں ہے عورت کا مہر چھ سو پچاس روپے ہے وہ عورت اپنا مہر طلب کرتی ہے کیا حکم ہے؟

جواب......زید کا ترکہ چھیانوے حصوں میں منقسم کر کے عورت کو بارہ حصے ہر فرزند کو چودہ

چودہ حصے اور ہر دختر کو سات سات حصے دیں پھر فرزند مرحوم کے ذمے چونکہ اس کی بیوی کا مہر ہے اور اس کا حصہ اس کی عورت کے مہر کے لئے بھی کافی نہیں اس لئے جتنا فرزند کے حصے میں باپ کا ترکہ آئے گا اتنی ہی مقدار کی عورت مستحق ہوگی۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۷۶)

بچیوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے

سوال...... ہم پانچ بہن بھائی ہیں دو بھائی اور تین بہنیں سب شادی شدہ ہیں ماں باپ حیات ہیں، ہم بھائی جس مکان میں رہ رہے ہیں وہ ہماری اپنی ملکیت ہے چونکہ ہم بھائیوں کی بیویاں ایک جگہ رہنا پسند نہیں کرتیں اس لئے ہم نے یہ مکان فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے مکان کا سودا بھی ہو گیا ہے اب صورت حال یہ ہے کہ جب بہنوں کو یہ معلوم ہوا کہ ہم مکان فروخت کر رہے ہیں انہوں نے بھی مکان میں اپنے حصے کا مطالبہ کر دیا ہے میں نے ان سے کہا کہ باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کا حصہ نہیں ہوتا جبکہ بہنیں اپنا حصہ لینے پر اصرار کر رہی ہیں مولانا صاحب! آپ ہی ہماری بہنوں کو سمجھائیں کہ باپ کی جائیداد میں لڑکیوں کا حق نہیں ہوتا اور مولانا صاحب! اگر میں ہی غلطی پر ہوں تو براہ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا ہماری بہنیں بھی اس جائیداد میں سے حصے کی حق دار ہیں؟ اور اگر ہیں تو بہنوں کے حصے میں کتنی رقم آئے گی؟ آپ کا احسان مند رہوں گا۔

جواب...... یہ تو آپ نے غلط لکھا ہے کہ ”باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کا حصہ نہیں ہوتا“ قرآن کریم نے بیٹی کا حصہ بیٹے سے آدھا بتایا ہے اس لئے یہ کہنا تو جہالت کی بات ہے کہ ”باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کا حصہ نہیں ہوتا“ البتہ جائیداد کے حصے والد کی وفات کے بعد لگا کرتے ہیں اس کی زندگی میں نہیں اپنی زندگی میں اگر والد دینا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ سب کو برابر دے لیکن اگر کسی کی ضرورت واحتیاج کی بنا پر زیادہ دے دے تو گنجائش ہے بہرحال آپ کو چاہئے کہ اپنی بہنوں کو بھی دیں بھائیوں کا دگنا حصہ اور بہنوں کا اکہرا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۳۴)

داشتہ عورت کا وراثت میں کوئی حق نہیں

سوال...... محمد ابراہیم مندرجہ ذیل ورثہ چھوڑ کر فوت ہوا ایک بھائی اسماعیل، عائشہ بیگم متوفی کی لڑکی آمنہ بیگم کا لڑکا فضل احمد موجود ہے آمنہ بیگم متوفی کی زندگی میں مر چکی تھی متوفی نے اپنے نواسے کے لئے ایک تہائی کی وصیت کی ہے متوفی کی ایک غیر منکوحہ داشتہ عورت اور ایک اس کی لڑکی ہے جو دونوں متوفی کی زندگی ہی میں فرار ہوگئی تھی متوفی کا ترکہ کس کو کتنا ملے گا؟

جواب...... متوفی کے ترکے میں سے ایک ثلث ان کے نواسے کو اور باقی کا 1/4 چوتھائی

عائشہ بیگم کو اور باقی کا (تین چوتھائی) اسماعیل خاں کو ملے گا داشتہ عورت اور اس کی لڑکی وارث نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ص ۳۳۹)

بہن اور چچا میں ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال...... زید مرحوم کے وارث اس کی بہن اور بیوی کا چچا ہے ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

جواب...... اس کا کل ترکہ اس کی بہن کو ملے گا بیوی کے چچا کو کچھ نہیں ملے گا اگر اس کے ذمے کوئی قرض بھی ہو تو اس کا ادا کرنا پہلے ضروری ہے اگر کوئی وصیت بھی کی ہے تو ایک تہائی ترکے سے وصیت پوری کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۴۴۲)

وارثوں میں دو عورتیں ایک لڑکا' دو لڑکیاں اور ایک بہن ہے

سوال...... زید مرحوم کی دو عورتیں ایک لڑکا' دو لڑکیاں اور ایک بہن ہے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... ضروری حقوق ادا کرنیکے بعد مرحوم کے ترکے کے کل بتیس حصے ہونگے دو دو حصے دونوں عورتوں کو اور چودہ حصے لڑکے کو اور سات سات حصے دونوں لڑکیوں کو ملیں گے بہن محروم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ص ۱۹۶)

خاوند کب محروم ہوتا ہے؟

سوال...... خاوند کب محروم ہوتا ہے؟

جواب...... بدوں خاص وجہ کے شوہر محروم نہیں ہوتا اگر عورت کے اولاد ہو تو چوتھا حصہ ملے گا ورنہ نصف ملے گا **قولہ تعالیٰ ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولدفان کان لھن ولدفلکم الربع (القرآن)**۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۲۶۵)

بیوی کب محروم ہوتی ہے؟

سوال...... بیوی کب محروم ہوتی ہے؟

جواب...... بغیر خاص وجہ کے بیوی محروم نہیں ہوتی خاوند کو اولاد ہو تو آٹھواں حصہ لے گا ورنہ چوتھا حصہ لے گی **قولہ تعالیٰ ولھن الربع مماترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولدفلھن الثمن (القرآن)**۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۲۶۵)

باپ کب محروم ہوتا ہے؟

سوال...... باپ کب محروم رہتا ہے؟

جواب...... باپ محروم نہیں ہوتا لڑکے، لڑکی کے حصے میں سے کم از کم سدس (چھٹا حصہ) تو باپ کو ملتا ہی ہے قوله تعالیٰ ولابويه لكل واحدمنهما السدس (القرآن)۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۶۶)

دادا کب محروم رہتا ہے؟

سوال...... دادا کب محروم ہوتا ہے؟

جواب...... باپ زندہ ہو تو دادا محروم ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۶۶)

والدین کی موجودگی میں بھائی بہنوں کو کچھ نہ ملے گا

سوال...... زید کے تین فرزند اور دو دختر' زید نے اپنی زندگی میں ایک جائیداد تینوں فرزندوں میں تقسیم کر دی ان میں سب سے چھوٹا فرزند رحلت کر گیا اس مرحوم لڑکے کی ملکیت میں والدین کا کتنا حصہ ہے؟

جواب...... مرحوم لڑکے کی ملکیت صرف باپ اور ماں کو ملے گی یعنی ۱/۶ اماں کو اور ۵/۶ باپ کو' بھائیوں اور بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۱۳)

داماد وارث نہیں

سوال...... اگر کوئی شخص لاولد مر جائے اور اس کو بھائی چچا وغیرہ نہ ہو' صرف دختر ہو تو دختر کو اس کا ترکہ شرعاً ملے گا یا نہیں؟

جواب...... داماد کو داماد ہونے کی وجہ سے کوئی ترکہ نہیں پہنچتا بلکہ صرف دختر کو پہنچتا ہے اگر داماد سے کوئی دوسرا رشتہ بھی ہے تو اس کے ظاہر ہونے پر حکم معلوم ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۴۵)

بیوہ' بھتیجا اور پوتے پوتیوں میں تقسیم ترکہ

سوال...... ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوہ' ایک بھتیجا' جو سوتیلے بھائی سے پیدا ہوا ہے اور دو پوتے اور تین پوتیاں چھوڑیں اس کے ترکے کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب...... ترکہ کے آٹھ سہام ہوں گے ان میں سے ایک سہام بیوہ کو' اور دو دو سہام پوتوں کو اور ایک ایک سہام تینوں پوتیوں کو ملے گا بھتیجا محروم ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۴)

بہن کو نہ دیا تو لڑکا ترکے کا شرعاً مالک نہ ہوگا

سوال...... والد صاحب نے انتقال کیا تیرہ سو روپے قرض ہے اور ترکے میں کپڑا' برتن'

چار پائی وغیرہ اسباب خانگی اور کچھ زمین ہے یہاں لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا بندہ دینا چاہتا ہے۔

اگر حکام مانع نہ ہوئے تو آسان صورت یہ ہے کہ اراضی فروخت کر کے قرض ادا کریں گے اور اگر بجائے لڑکیوں کے بھتیجوں کا نام لکھا گیا تو دقت ہوگی کیونکہ ان سے امید نہیں کہ وہ جائیداد فروخت کر کے قرض ادا کریں میرے لئے ہر دو صورت میں نصف حصہ ہی ہے کیونکہ شرعاً دو بہن اور ایک بندہ وارث ہیں اور کوشش یہی ہے کہ بجائے بھتیجوں کے دونوں بہنوں کو حصہ ملے۔

اگر خدانخواستہ یہاں کے قانون کے موافق ترکہ تقسیم ہوا تو میرے لئے وہ نصف حصہ لینے میں کوئی گناہ تو نہیں۔

جواب..... چونکہ جائیداد کا ہر ہر جز آپ میں اور بہنوں میں شرعاً مشترک ہے اور تقسیم غیر مالک کی معتبر نہیں ہے لہٰذا بھتیجوں کے نام جتنا جائے گا اس میں آدھا آپ کا ہوگا اور آدھا بہنوں کا اور جتنا آپکے نام آئیگا اس میں بھی آدھا آپ کا اور آدھا بہنوں کا ہوگا اسی طرح تمام اشیائے منقولہ میں اور محاصل ومنافع جائیداد میں آدھا آدھا ہوگا اور جتنا بھتیجوں کے نام جائیگا اس میں وہ غاصب ہوں گے اور آپ اور بہنیں اس کو واپس لینے کا حق رکھتی ہیں مگر قرضہ چونکہ کل جائیداد سے متعلق ہے اس لئے جس قدر جائیداد آپکے قبضے سے نکل جائیگی مثلاً نصف اتنا ہی قرضہ آپ سے متعلق نہ رہے گا اور نصف قرضہ آپکی مقبوضہ جائیداد سے ادا کیا جائیگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۶)

نانی کا بھتیجا وارث ہوگا یا نہیں؟

سوال..... نانی کا برادرزادہ محروم ہے یا نہیں؟

جواب..... نانی کا برادرزادہ ماں کے ماموں کی اولاد ہے پس جو اس پر مقدم ہیں انکے نہ ہونیکی صورت میں اسکو میراث ملیگی اور ان کے ہوتے ہوئے یہ محروم رہیگا۔ (امداد المفتیین ج ۲ ص ۳۵۴)

دادا کی موجودگی میں چچا کی میراث سے محرومی کا حکم

سوال..... ایک شخص کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء میں دادا اور چچا کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو مرنے والے کی میراث شرعاً کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب..... بشرط صدق وثبوت اگر ورثاء کی تعداد درست ہو تو بعد از ادائے حقوق متقدمہ علی الارث تمام جائیداد دادا کو بطور عصبہ بت دی جائے گی اور چچا چونکہ عصبہ بعید ہے اس لئے وہ دادا کی موجودگی میں میراث سے محروم رہے گا۔ نقشہ ملاحظہ ہو۔ ۱/۱ (دادا کا کل ترکہ کا حقدار) چچا محجوب

قال العلامة السجاوندیؒ: اماالاب فله احوال ثلث والتعصیب المحض وذلک عندعدم الولدوولدالابن وان سفل...... والجدالصحیح کالاب عند عدم الاب. (السراجی ص۷ باب معرفة الفروض) وفی الهندیة: فالاقرب العصبات...... ثم الاب ثم الجداب الاب وهم ای العصبة کل من لیس له سهم مقدر...... واذا انفردأ خذ جمیع المال. (الفتاویٰ الهندیة ج۶ ص ۴۵۱ الباب الثالث فی العصبات)(فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۵۲۱)

ماموں کی موجودگی میں خالہ زاد بھائی محروم ہوگا

سوال......میاں شیخ محمد کو جو ورثہ ملا وہ اس کی نانی کے گھر کا تھا میاں شیخ محمد نے وفات پائی وارث جدی یا پسری نہیں چھوڑا ایک خالہ زاد بھائی ہے اور ایک ماموں یعنی ماں کا علاتی بھائی ہے لہٰذا اس کا حق کس کو پہنچتا ہے؟

جواب......صرف ماموں وارث ہے اور خالہ زاد بھائی محروم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ ص ۳۵۵)

علاتی بھائی کی موجودگی میں بھتیجیاں محروم

سوال......ہندہ نے اپنا ایک علاتی بھائی اور دو بھتیجیاں حقیقی چھوڑیں اسکا ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا؟

جواب......صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کا سوائے ان لوگوں کے جن کا سوال میں ذکر ہے اور کوئی وارث نہیں تو ہندہ کا تمام ترکہ اس کے علاتی بھائی کو ملے گا اور اس کی بھتیجیاں اگرچہ وہ حقیقی بھائی کی لڑکیاں ہوں محروم رہیں گی۔ (کفایت المفتی ج۸ ص ۳۵۳)

شوہر نے بیوی کو جو مال سپرد کیا وہ امانت ہے اس میں میراث کا حکم

سوال......بشارت نے زوجہ اولیٰ کے سامنے نوکری سے روپیہ پیدا کر کے ایک حویلی تیار کرائی اور ایک نشست گاہ اور بہل خانہ خرید کیا اور زوجۂ اولیٰ سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور زندہ ہیں زوجۂ مذکورہ نے انتقال کیا۔

۲۔ بشارت نے نکاح ثانی کیا اور اس سے دو لڑکے اور دو لڑکی پیدا ہوئی اور مقام سندھ سے روپیہ حاصل کیا جو زوجۂ ثانیہ کے پاس رہا جس سے زوجۂ نے جائیداد خریدی۔

۳۔ دونوں بیویوں کا مہر پانچ پانچ ہزار روپے مقرر ہوا۔

۴۔ کچھ جائیداد بشارت نے جدی چھوڑی اب اس صورت میں زوجۂ اولی کے ورثاء کو کتنا حق پہنچتا ہے؟ اور زوجۂ ثانیہ کے ورثاء کو کس قدر؟ اور جو جائیداد پہلی بیوی کے سامنے مندرجہ سوال نمبر ا پیدا کی اس میں دونوں بیویوں کے ورثاء کو کتنا کتنا حق پہنچتا ہے؟ اور جو جائیداد زوجۂ ثانیہ نے خریدی ہے اس میں ورثاء کو کتنا حق ہے؟ اور اگر زوجہ ہبہ کا دعویٰ کرے تو اس کے ذمے گواہ لازم ہیں یا نہیں؟

جواب...... جو روپیہ بشارت نے زوجۂ ثانی کے حوالے کیا ہے بحکم عرف وہ امانت ہے صرف حوالے کرنے سے وہ ملک نہیں ہو جاتا اور اگر وہ ہبہ وغیرہ کا دعویٰ کرے تو گویا ملکیت شوہر کا اقرار کر کے انتقال ملک کی مدعی ہے پس گواہ لانے اس پر لازم ہیں۔

پس کسی دانا شخص کو حکم مقرر کر کے اس کے روبرو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرے اگر وہ بینہ نہ لا سکے تو جو ورثاء اس سے نزاع اور روپے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس حکم کے سامنے یہ قسم کھائیں کہ خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ شوہر نے اس کو یہ روپیہ ہبہ کیا ہے اگر انہوں نے قسم کھالی تو زوجۂ ثانیہ کا دعویٰ خارج ہوگا اور وہ امانت ہی قرار دی جائے گی اور اس میں میراث جاری ہوگی البتہ اگر وہ اپنے مہر میں رکھنا چاہے بشرطیکہ بشارت نے مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ اس نے معاف کیا تو پانچ ہزار کی مقدار رکھ سکتی ہے اس میں کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا اور اسی طرح پہلی بیوی کا مہر بھی ترکے میں سے ادا کیا جائے گا مگر چونکہ وہ شوہر کے سامنے مرگئی ہے اس لئے چوتھائی یعنی ایک ہزار دو سو پچاس روپے شوہر کو میراث میں آ کر معاف ہو گیا باقی ترکے میں سے نکال کر اس کے وارثوں کو تقسیم کیا جائے گا۔

پس اب دیکھنا چاہئے کہ ترکے میں دونوں مہر نکال کر اگر حساب برابر ہو جاتا ہے یا کمی رہتی ہے تو اور ورثاء بالکل محروم ہیں اور اگر کچھ باقی رہتا ہے تو اس باقی میں اور ورثاء کے حصص اس طرح ہوں گے کہ کل ترکہ چھیانوے حصص میں تقسیم ہو کر زوجہ ثانیہ کو چودہ پہلی بیوی کی دونوں لڑکیوں کو بارہ بارہ اور دوسری بیوی کے ایک لڑکے کو انتیس انتیس ملیں گے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۱)

نافرمان اولاد کو جائیداد سے محروم کرنا یا کم حصہ دینا

سوال...... ایک ماں باپ کے تین لڑکے ہیں تینوں میں سے ایک لڑکے نے اپنی زندگی میں ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ماں باپ اس سے خوش ہیں اور باقی دونوں میں سے ایک تعلیم حاصل کر رہا ہے اور جو بڑا ہے اس نے آج تک بھی ماں کو ماں اور باپ کو باپ نہیں سمجھا رہتے وہ سب ایک ہی گھر میں ہیں اب باپ جائیداد کو تقسیم کرنا چاہتا ہے مولانا صاحب! آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ کیا باپ اس لڑکے کو جائیداد کا زیادہ حصہ دے سکتا ہے

جس نے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا؟ کیا وہ ایسا کرسکتا ہے یا وہ تینوں میں برابر تقسیم کردے؟ آپ اس سلسلے میں فیصلہ فرمادیں تاکہ میں کوئی فیصلہ کرسکوں۔

جواب..... جن لڑکوں نے ماں باپ کو ماں باپ نہیں سمجھا انہوں نے اپنی عاقبت خراب کی اوراس کی سزا دنیا میں بھی ان کو ملے گی مگر ماں باپ کو یہ اجازت نہیں کہ اپنی اولاد میں سے کسی کو جائیداد سے محروم کرجائیں سب کو برابر رکھنا چاہئے ورنہ ماں باپ بھی اپنی عاقبت خراب کریں گے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل ج ٦ ص ۳۱۴)

چچازاد بھائی کے لڑکے اور بھتیجی کی اولاد میں ترکے کا حقدار کون؟

سوال..... ایک آدمی مرگیا اس کی بیوی اوراولاد نہیں بھتیجا بھتیجی بھی نہیں' بھتیجی کی اولاد میں دولڑکے اور ایک لڑکی ہے چچازاد بھائی بھی نہیں' چچازاد بھائی کے سات لڑکے ہیں تو شرعاً مرحوم کے وارث کون ہیں؟

جواب..... صورت مسئولہ میں چچازاد بھائی کے لڑکے وارث ہیں بھتیجی کی اولاد وارث نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۹۲)

لڑکی' تین بھائی' ایک بہن دو پوتے اور چار پوتیاں

سوال..... عورت مرگئی ورثاء میں لڑکی' تین بھائی ایک بہن اور مرحومہ کے دو پوتے اور چار پوتیاں حیات ہیں مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب..... ترکے کے کل سولہ حصے ہوں گے جن میں سے لڑکی کو آٹھ حصے اور دونوں پوتوں کو دو دو حصے اور چاروں پوتیوں کو ایک ایک حصے ملے گا مرحومہ کا لڑکا نہیں جس کی بنا پر اس کی اولاد وارث ہوئی اگر لڑکا ہوتا تو پوتا پوتیاں محروم ہوتیں بھائی بہن محروم ہیں صورت مسئلہ اس طرح ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۹۷) بنت ۸' پوتا ۲' پوتا ۲' پوتی ۱' پوتی ۱' پوتی ۱' پوتی ۱' بھائی' بہن محروم۔

خالہ اور بھتیجی وارث ہوں تو ترکہ بھتیجی کو ملے گا:

سوال..... زینب مرحومہ لاولد ہے شوہر' سگی خالہ' سوتیلی بھاوج اور بھتیجی موجود ہیں شوہر کے دیئے ہوئے مال سے کپڑے زیورات' تانبے پیتل کے برتن موجود ہیں عورت نے مہر بخش دیا ہے تجہیز وتکفین خالہ نے کی ہے مرحومہ پر تھوڑا سا قرض بھی ہے ترکہ کس طرح تقسیم ہو؟

جواب..... زینب کے کل ترکے سے پہلے قرض ادا کریں اس کی تجہیز وتکفین کا خرچ اسی کے مال سے کیا گیا ہے تو وہ خرچ خاوند سے وصول کرکے اس کے ترکے میں ملالیا جائے بعدازاں باقی کے دو حصے کرکے خاوند کو ایک حصہ اور بھتیجی کو ایک حصہ دیں' خالہ' بھاوج سب محروم ہیں۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۸۰)

والد کے چچا کے لڑکوں کے مستحق میراث ہونے کی ایک صورت

سوال...... عائشہ بائی نے انتقال کیا اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑے ایک نواسی ایک بھانجی دو پھوپھی زاد بھائی ایک پھوپھی زاد بہن والد کے چچا کے دولڑ کے مرحومہ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... اس صورت میں مرحومہ کے ترکے کے مستحق صرف والد کے چچا کے لڑکے ہیں اور باقی نواسی بھانجی وغیرہ سب محروم ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۲)

بیوہ' والدہ' چار بہنوں اور تین بھائیوں کے درمیان مرحوم کا ورثہ کیسے تقسیم ہوگا؟

سوال...... زید کا انتقال ہوگیا ہے ورثاء میں ایک بیوہ ایک والدہ چار بہنیں' تین بھائی ہیں ان میں ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... تجہیز و تکفین کے مصارف ادائے قرضہ جات اور نفاذ وصیت کے بعد مرحوم کا مکمل ترکہ دوسو چالیس حصوں میں تقسیم ہوگا ان میں چالیس والدہ کے تمیں بیوہ کے' چونتیس' چونتیس بھائیوں کے اور سترہ' سترہ بہنوں کے۔

مرحوم کی جائیداد بیوہ' ماں' ایک ہمشیرہ اور ایک چچا کے درمیان کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال...... گلشن ولد خیر محمد کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل لواحقین ہیں اور وہ زرعی زمین چھوڑ کر مرا ہے ایک بیوہ' ایک ماں' ایک ہمشیرہ اور ایک چچا۔ لہٰذا التماس ہے کہ کس کس کو زمین کا کتنا حصہ ملے گا اور کس کو نہیں ملے گا؟

جواب...... گلشن مرحوم کا ترکہ (ادائے قرضہ جات اور اگر کوئی وصیت کی ہو تو تہائی مال میں وصیت نافذ کرنے کے بعد) بارہ حصوں پر تقسیم ہوگا ان میں تین بیوہ کے' دو والدہ کے' چھ ہمشیرہ کے اور ایک چچا کا۔ نقشہ حسب ذیل ہے۔ بیوہ ۳' والدہ ۲' ہمشیرہ ۶' چچا ۱ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۶۱)

بہنوں' بھتیجوں اور چچا زاد اولاد میں تقسیم ترکہ

سوال...... ایک شخص مرحوم کے قریبی رشتے داروں میں تین بہنیں' اور دو مرحوم بہنوں کی اولاد تین بھتیجے ایک بھتیجی بھائی بہنیں اور چچا زاد بھائی بہن ہیں اب ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے۔

جواب...... مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد کل جائیداد کے نو حصے ہوں گے دو دو حصے تین بہنوں کو اور ایک ایک حصہ تینوں بھتیجوں کو ملے گا اس کے علاوہ سب محروم ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ ص۲۵۴)

حادثے میں ایک ساتھ مرنے والے باہم وارث ہیں یا نہیں؟

سوال...... ماں، بیٹی ہوائی جہاز میں تھیں وہ جہاز ٹوٹ پڑا، دونوں ہلاک ہوگئیں دونوں مال دار ہیں تو ترکے کی تقسیم کے وقت دونوں ایک دوسرے کی وارث ہیں یا نہیں؟

جواب...... ماں بیٹی اس طرح مر گئیں کہ ان کی موت کا علم نہ ہو کہ پہلے کون مرا تو دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے ان کو خارج کر کے مال تقسیم کیا جائے مثال کے طور پر لڑکی کے ورثاء میں زوج، باپ، بیٹا ہو تو مال کے بارہ حصے ہوں گے شوہر کو تین حصے اور باپ کو دو حصے اور بیٹے کو بقیہ سات حصے ملیں گے ماں وارث نہیں اسی طرح ماں کے ورثاء میں زوج لڑکا ہو تو ترکے کے چار حصے کر کے زوج کو ایک حصہ اور لڑکے کو تین حصے ملیں گے لڑکی وارث نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ ص۲۷۰)

قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا

سوال...... ایک شخص نے اپنے بھائی کو کسی غلط فہمی کی وجہ سے قتل کر دیا اور مرحوم کے عصبہ میں سے اس قاتل بھائی کے علاوہ اور کوئی وارث نہیں تو کیا قاتل کو مقتول بھائی کی میراث میں حصہ دیا جائیگا یا نہیں؟

جواب...... قصداً عمداً یا خطاً ہر حالت میں قتل سبب حرمان ارث ہے اس لئے صورت مذکورہ میں مقتول کی جائیداد اسکے دوسرے ورثاء کو دی جائیگی قاتل بھائی کے وجود کا اعتبار نہیں بلکہ بوجہ مانع یہ کالعدم رہیگا۔

قال العلامة السجاوندیؒ :المانع من الارث اربعة...... والقتل الذی یتعلق به وجوب القصاص اوالکفارة.(السراجی ص۵ فصل فی الموانع)

وفی الهندية: القاتل بغیرحق لایرث من المقتول شیئاً عندناسواء قتله عمداً اوخطاً وکذلک کل قاتل هوفی معنی الخاطیٔ...... وقتل الصبی والمجنون والمعتوة والمبرسم والموسوس یوجب حرمان المیراث لان الحرمان یتثبت جزاء قتل فحظور الخ (الفتاوىٰ الهندية ج۶ ص۴۵۴ الباب الخامس فی الموانع) (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۵۲۱)

ارادۂ قتل سے وارث محروم نہ ہوگا

سوال...... زید کے دولڑکے عمرو بکر ہیں زید کی زندگی میں عمرو پر یہ الزام • کہ زید کی موجودگی میں عمرو نے ایک آدمی کو قتل کیا اور اپنے باپ پر بھی بندوق کا فائر کیا مگر اتفاق سے زید بچ گیا زید

نے اور بھی باپ کی نافرمانیاں کیں اب زید نے بوقت وفات لکھ دیا ہے کہ عمرو کو عاق کر چکا ہوں میری جائیداد میں اس کا کوئی حصہ نہیں اب سوال یہ ہے کہ

ا۔ کیا اس ارادۂ قتل سے عمرو وراثت سے محروم رہے گا؟

۲۔ کیا اس عاق کرنے کا شرعاً اثر مرتب ہوگا؟

۳۔ دونوں بھائیوں نے یہ اقرار کرلیا تھا کہ باپ نے اگر ہم میں سے کسی کو کم وبیش جائیداد دی تو ہم برابر باہم تقسیم کرلیں گے اب بکر پر اس اقرار نامے کی تعمیل ہے یا نہیں؟

جواب: ارادۂ قتل میراث میں بحکم قتل نہیں لہٰذا اس کی وجہ سے عمرو اپنے باپ کی میراث سے محروم نہیں ہوا۔

۲۔ عاق کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مورث اپنے مال کو اپنی ملک میں رکھتے ہوئے کسی وارث کے حق میں عاق نامہ لکھ دے کہ میرے بعد میری وارث سے اس کو حصہ نہ دیا جائے اس کا شرعاً کچھ اعتبار نہیں بعد الموت یہ وارث اپنا پورا حصہ پانے کا مستحق رہتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی حیات وتندرستی کے زمانے میں اپنے مال کو اپنی ملک سے نکال دے تاکہ اس وارث کو میراث میں کچھ نہ ملے خواہ اس طرح کہ بقیہ ورثاء میں تقسیم کر کے ان کا قبضہ کرادے یا اس طرح کہ وقف وغیرہ کر کے اپنی ملک سے خارج کردے اس صورت میں جس وارث کو محروم کیا ہے وہ شرعاً میراث سے محروم ہوجائے گا اور بعد وفات اس کو مطالبے کا حق نہ رہے گا باقی رہا یہ کہ ایسا کرنا مورث کے لئے جائز بھی ہے یا نہیں؟

اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وارث نافرمان اور فاسق ہو تو ایسا کرنا جائز ہے ورنہ نہیں سوال میں چونکہ عمرو کا فاسق ہونا ثابت ہوچکا ہے اس لئے اگر حین حیات میں تقسیم ترکہ کر کے اس کو محروم کردیا جاتا تو جائز تھا لیکن سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ صرف عاق نامہ لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے اس لئے اب عمر اپنا پورا حصہ پانے کا مستحق ہے

۳۔ عمر شرعاً اپنا پورا حصہ پانے کا خود ہی مستحق ہے خواہ باہمی اقرار نامہ ہو یا نہ ہو اور جب کہ حلفاً اقرار بھی ہے تو بدرجہ اولیٰ اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۰۴۶)

دادا کے ترکے سے پوتے کی محرومی اور قانون شریعت میں ترمیم کا مسئلہ

سوال..... قرآن حکیم میں اگر فرمایا گیا ہے ابآئکم وابنآئکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعاً: بایں ہمہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دادا کے ترکے سے یتیم پوتوں کا محروم رہنا بہت ہی عجب سی بات ہے رحمت ورافت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یتیم کو ضرور دیا جائے قرآن حکیم نے اگر چہ

صراحتاً نفی نہیں کی مگر جو اصول مقرر فرمائے ہیں ان کی بنا پر یتیم پوتے لامحالہ محروم ہو جاتے ہیں۔

سنا ہے مصر میں یہ قانون بنا ہے کہ دادا پر لازم ہے کہ وہ یتیم پوتوں کے لئے وصیت کر دے اگر وہ وصیت کئے بغیر وفات پا جاتا ہے تو قاضی اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ یتیم بچے محروم نہ رہیں بلکہ اپنے باپ کا حصہ حاصل کریں مصر کی مثال میں یہاں بھی کچھ ممبران پارلیمنٹ کا اصرار ہے کہ پرسنل لا میں ترمیم کی جائے اور اس طرح کا قانون بنایا جائے اب سوال یہ ہے کہ

۱۔ کیا یتیم بچوں کے متعلق یہ احساس لوگوں کا صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو کیوں؟

۲۔ کیا مناسب ہے کہ مصر کی طرح یہاں بھی قانون میں ترمیم کرالی جائے؟

جواب...... یہ احساس صحیح نہیں اور نہ صرف یہ کہ تعلیم اسلام سے ناواقفیت ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل نفاذ قانون کے اثرات اور قدرتی تقاضوں سے بھی ناواقف ہے یا پرسنل لا میں ترمیم کے شوق نے اس کو ناواقف بنا دیا ہے۔

نفاذ قانون بلکہ عدل وانصاف اور حق وصداقت پر عمل کرنے میں بھی بسا اوقات ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ وہ نہایت تلخ اور ناگوار ہوتی ہیں اس قاتل سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جس نے کسی بے قصور انسان اور صالح نوجوان کو کسی تعصب کی بنا پر قتل کر دیا ہو لیکن جب اس قاتل کو پھانسی پر چڑھایا جاتا ہے تو خود اس کی حالت کس قدر رقت انگیز ہوگی پھر اس قاتل نے قصور کیا تھا اس کی بیوی بچوں اور ماں باپ نے کیا قصور کیا تھا کہ ان کو تڑپایا جا رہا ہے اور اگر بدقسمتی سے یہ قاتل فیصلے لکھنے والے جج کا حقیقی بھائی یا بیٹا ہو تو غور فرمایئے کہ احساس کس درجہ قلق انگیز ہوگا اسی قسم کی نفسیات کا لحاظ کرتے ہوئے کلام اللہ میں جہاں عدل وانصاف قائم و برقرار رکھنے کا حکم ہوا ہے وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی ہے ان یکن غنیاً اوفقیراً فالله اولیٰ بهما: یہ آیت قرآنی شہادت کے بارے میں ہے قانون کے نفاذ کی یہی شان ہوتی ہے مشہور مقولہ ہے "قانون اندھا بہرا ہوتا ہے"۔

فرائض کے سلسلے میں بھی ایسی صورتیں پیش آتی ہیں جو نفسیات کے خلاف ہوتی ہیں جیسا کہ معاملہ مسئولہ میں ہے قرآن حکیم نے ایسی صورتوں کی پیش بندی کے لئے جیسے یہ حکم فرمایا للذ کر مثل حظ الانثیین الی قوله یوصیٰ بهااودین: تو اثنائے کلام میں (کہ ابھی جملہ فرائض کا بیان نہیں ہوا تھا) ارشاد ہو گیا اٰبآئکم و ابنآئکم لاتدرون ایهم اقرب لکم نفعاً فریضة من الله ان الله کان علیماً حکیماً: تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ نفع رسانی کے لحاظ سے کون سا رشتہ تم سے زیادہ قریب ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہی اس کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

بہر حال اس طرح کا احساس صحیح نہیں دیکھنا یہ چاہئے کہ قانون جس کے نفاذ کے وقت اس طرح کے رقت انگیز جذبات بیدار ہوں اس کی بنا عدل وانصاف پر ہے یا نہیں؟ اس عام عقیدہ کے علاوہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم مبنی بر عدل وانصاف ہے یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ قریب کا تعلق بعید کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے شاخ کا حق پہلے ہے شاخ درشاخ کا بعد میں' کیا یہ اصول عدل کے خلاف ہے یا عین عدل ہے؟ اگر یہ اصول نہ مانا جائے تو پھر دادا کے ترکے میں تمام ہی پوتوں کا حصہ ہونا چاہئے اور اگر یہ اصول صحیح ہے تو اس اصول پر عمل کرتے ہوئے اگر کوئی صورت انسانی نفسیات کے خلاف ہو تو ان نفسیات کو نظر انداز نہ کیا جائے گا اصول کو ترک نہ کیا جائے گا۔

پھر یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری نظر صرف ظاہر پر جاتی ہے مگر خداداناو خبیر جو قانون اسلام کا مقنن ہے ظاہر کے ساتھ باطن بھی اس کے سامنے ہے یتیمی بے شک ایک مصیبت ہے لیکن یہ مصیبت عنداللہ ایک فضیلت ہے قانون الٰہی کی تدوین کے وقت وہ فضیلت بھی پیش نظر ہو گی ایک طرف ترکہ ہے دوسری طرف یہ فضیلت دونوں جمع نہیں ہوتے بیٹوں کو مال ملتا ہے وہ اس فضیلت سے محروم ہیں پوتوں کو یہ فضیلت دے دی گئی ان کو مال نہیں ملا۔

مصر میں اگر یہ قانون بنایا گیا ہے تو یہ قانون عدل نہیں بلکہ قانون ظلم ہے اس طرح کا قانون اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب جج قاضی کو تقسیم کرنے کا حق ہو اور جہاں یہ حق نہ ہو وہاں اس طرح کا قانون سراسر تقلب اور شخصی ملکیت پر دست اندازی ہے۔

۲۔ قطعاً مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ نصوص قرآنی اور احکام خداوندی میں ترمیم ہو گی جس کو مسلمان برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ان کیلئے جائز ہے کہ وہ برداشت کریں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۲۷۰)

قاتل کے محروم الارث ہونے کی تفصیل

سوال...... عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ میں اکثر جھگڑا رہتا تھا ناگہاں عبداللہ سخت بیمار ہوا کوئی علاج بھی مفید نہ ہوا عبداللہ کے بھائیوں کو شک ہوا کہ اس کی زوجہ نے کوئی زہریلی چیز کھلا دی ہے دھمکانے پر زبیدہ نے اقرار کیا کہ ایک جڑی اپنے شوہر کو کھلائی ہے آخر عبداللہ فوت ہو گیا اور یہ وارث چھوڑے دو بھائی' ایک ماں' ایک لڑکا' ایک لڑکی' بیوی' کیا زبیدہ میراث پانے کی حق دار ہے؟

جواب...... زہر اگر اتنی مقدار میں زبردستی پلایا جائے کہ وہ مقدار غالب حالات میں قاتل ہوتی ہے تو یہ قتل عمد ہو گا اور اگر اتنی مقدار نہ ہو مگر ہلاکت تک پہنچا دے تو یہ شبہ عمد ہے اور ان دونوں صورتوں میں پلانے والا محروم عن المیراث ہو گا لیکن زبردستی نہ پلایا گیا ہو بلکہ کھانے میں ملا دیا گیا

ہو اور کسی نے اس کو کھالیا ہو تو یہ قتل میراث سے محروم ہونے کا سبب نہیں بن سکتا۔ اس تفصیل کے موافق صورت مسئولہ میں عورت کے محروم یا وارث ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا اور اس فیصلے کے بعد اس کی جائیداد کی صحیح تقسیم ہو سکے گی سوال میں کوئی تصریح نہیں کہ وہ جڑی زہر تھی یا نہیں؟ اور کتنی مقدار کھلائی تھی؟ اور کھلانے کی کیفیت کیا تھی؟۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۹)

دادا کی وصیت کے باوجود پوتے کو وراثت سے محروم کرنا

سوال...... میرے والد صاحب پہلے فوت ہوئے ہیں اور دادا صاحب بعد میں فوت ہوئے تھے جو زمین میرے دادا صاحب نے اپنے مرنے سے پہلے میرے والد صاحب کو دی تھی وہ اس جگہ اور مکان میں فوت ہوئے تھے جب میرے والد صاحب فوت ہوئے تو چند سال کے بعد دادا صاحب فوت ہو گئے لیکن دادا صاحب نے فوت ہونے سے پہلے اپنے سب بیٹوں کو کہا تھا کہ میرے پوتے کا آپ سب نے انتقال کرانا اور اس کو اسی زمین میں رہنے دینا اور اس کے ساتھ اچھے رہنا یہ سب زبانی باتیں میرے دادا صاحب نے اپنے بیٹوں کو کہی تھی آخر وہ بھی فوت ہو گئے یعنی دادا صاحب ان کے مرنے کے بعد میرے چاچا اور تایا وغیرہ نے انتقال اپنے ساتھ کرایا تھا اب میرے چچازاد بھائی نے میرے خلاف کیس عدالت میں کیا ہوا ہے کہ آپ کا انتقال نہیں ہے اور آپ اس زمین کے وارث نہیں ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کا والد پہلے فوت ہوا ہے اور دادا بعد میں اب میرے چچازاد بھائی یہ بولتے ہیں اس لئے جناب سے عرض ہے کہ کیا میں اس رقبے کا وارث ہو سکتا ہوں یا کہ نہیں؟ میرے نام انتقال کو ۲۴ یا ۲۵ سال گزر گئے ہیں اب میں اس جگہ پر رہتا ہوں جو میرے دادا اور والد کا مکان ہے۔

جواب...... جو واقعات آپ نے بیان کئے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو آپ اپنے والد کی جائیداد کے مستحق ہیں کیونکہ آپ کے دادا نے آپ کے حق میں وصیت کر دی تھی چونکہ آپ کا کیس عدالت میں ہے اس لئے عدالت ہی واقعات کی چھان پھٹک کر کے صحیح فیصلہ کر سکتی ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۷۰)

بھتیجے کو برابر کا حصہ دار بنانا

سوال...... اگر کوئی چچا قانون شریعت کے خلاف اپنے بھتیجے کو برابر حصہ وراثت دیوے اور عدالت میں یہ کہے کہ میں شریعت کو نہیں مانتا بلکہ رواج عام کا پابند ہوں تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

جواب...... اگر چچا بھتیجے کو برابر کا حصہ دار بنا لے یعنی اپنے حصے میں شریک کر لے تو اگرچہ بھتیجا

براہ راست میراث پانے کا حق دار نہ تھا لیکن شریعت چچا کو اس سے منع نہیں کرتی کہ وہ اپنا حصہ کلا یا جزاً اپنے (محجوب الارث) بھتیجے کو دیدے لہٰذا یہ کہنا چاہئے کہ میں اپنا حصہ بھتیجے کو دینے میں یا شریک بنا لینے میں شرعی طور پر مختار ہوں تو اس پر کوئی الزام نہیں لیکن یہ کہنا کہ میں اس بارے میں شریعت کو نہیں مانتا سخت گناہ کی بات ہے جس سے ایمان کے زوال کا قوی خطرہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۷)

پوتا محروم ہوگا

سوال..... زید کے دولڑکے تھے عمرو بکر' عمرو زید کی زندگی میں فوت ہوگیا اور ایک بچہ عبداللہ نامی چھوڑا پھر زید خود فوت ہوگیا تو زید دادا کی جائیداد میں عبداللہ کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہو اور اس کا چچا بھتیجے عبداللہ کو جائیداد میں سے کوئی حصہ نہ دے اور نہ تعلیم وتربیت کا معقول انتظام کرے تو اس کا فعل جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... وراثت میں قرابت قریبہ' قرابت بعیدہ کو محروم کردیتی ہے۔ یہی اصول اس صورت میں بھی جاری ہے کہ بیٹوں کے سامنے پوتے محروم ہوں گے خواہ ان پوتوں کے باپ زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں چچا پر لازم نہیں کہ وہ پوتے کو میراث میں حصہ دار بنائے ہاں چونکہ وہ اس کا بھتیجا اور خاندان کا ایک فرد ہے اس لئے اس کی اعانت اور تعلیم وتربیت کا اہتمام کرنا اس کے لئے موجب اجر وثواب ہے اور سلوک قرابت اور صلہ رحمی ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۷)

بیٹا غائب' پوتا موجود ہو تو ترکہ کس کو ملے گا؟

سوال..... زید کی دو بیوی تھیں پہلی بیوی سے ایک فرزند اور بیوی انتقال کر گئی فرزند کا ایک لڑکا اور بیوی انتقال کر گئی فرزند غائب ہے اب زید رحلت کر گیا اس کے پوتے کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب..... جبکہ اس کے پوتے کا باپ یعنی متوفی کا بیٹا زندہ ہے تو بیٹا حق دار ہے پوتا حقدار نہیں بیٹا اگر غائب ہے تو اس کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۶)

والدین کی موجودگی میں بھائی محروم رہیں گے

سوال..... زید کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں زید نے اپنی زندگی میں ایک املاک خرید کر تینوں فرزندوں میں تقسیم کیا سب سے چھوٹا فرزند رحلت کر گیا ہے اب سوال یہ ہے کہ اس کے ورثہ میں سے بہن بھائیوں کو کتنا ملے گا؟ اور ماں باپ کو کتنا؟

جواب......اس مرحوم لڑکے کی ملکیت صرف باپ اور ماں کو ملے گی یعنی چھٹا حصہ ماں کو اور چھٹا حصہ باپ کو ملے گا بھائیوں اور بہنوں کو کچھ نہ ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۶)

مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور اس کے متعلق مزید دو سوالات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمکم اللہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک ہندو مشرک باپ کا بیٹا مسلمان ہوا ہے اس کا باپ ہندو ایک کثیر جائیداد کا مالک ہے کیا زید اپنے باپ کے بعد اس کی جائیداد کا وارث شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں بحالیکہ زید از روئے قانون گورنمنٹ بناء پر جائیداد جدی ہونے کے (یعنی زید کے دادا ہندو کی جائیداد ہونے کے باعث) وارث ہو سکتا ہے اور اگر زید از روئے راجح مذہب شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جس کی بناء اس امر پر ہے کہ اختلافات دینین موانع ارث ہے وارث نہ ہو سکے تو بنابر مرجوح مذہب جو کہ حدیث الاسلام یعلی ولا یعلی سے بعض صحابہ مثل حضرت معاذ بن جبلؓ ومعاویہؓ بن ابی سفیانؓ محمد بن الحنفیہ، محمد بن علی بن الحسین ومسروق رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ مسلم اپنے باپ کافر کا وارث ہو سکتا ہے کافر اپنے باپ مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا اگر اپنا ورثہ لے تو کیا اس کا یہ ورثہ لینا جائز ہے یا نہ اور اس کا یہ حاصل کردہ مال حلال ہوگا یا حرام یا مشتبہ۔

۲۔ چونکہ ضلع ہذا میں بعض نو مسلموں نے اپنے ہندو باپ کی جائیداد سے از روئے قانون سرکاری ورثہ حاصل کر لیا لہٰذا زید مذکور اپنے باپ ہندو (جو کہ اس وقت زندہ ہے اور اپنے ہندو بیٹے کو اپنی جائیداد تملیک کرنا چاہتا ہے) پھر یہ دباؤ ڈال کر کہ میں آپ کی وفات کے بعد از روئے قانون سرکاری ضرور ہی وارث ہو جاؤں گا تو آپ مجھے پورا حصہ نہ دیں ادھورا حصہ دیں مثلاً بجائے نصف حصہ کے ثلث دیں تو کیا یہ مصالحت جائز ہے اس لئے کہ اس میں ایک گونہ دباؤ ہے اور کیا ایسا دباؤ جائز ہے چونکہ کافر کسی مسلم کو کچھ مال تملیک کر دے تو شرعاً مسلم کو اس مال کا حاصل کرنا جائز ہے۔

لہٰذا صورت مذکورہ بالا میں جو کہ ایک گونہ دباؤ کی صورت ہے بطور مصالحت مال حاصل کرنا جائز ہے یا نہ یہ دوسری صورت یعنی بطور مصالحت کے زید مال حاصل کرے اس لئے اختیار کرتا ہے کہ اگر بنابر مذہب راجح بطور ورثہ مال حاصل کرتے ہیں حلت مال میں کچھ شبہ ہو تو بطور مصالحت مذکورہ مال حاصل کرے۔

۳۔ عمرو ایک نو مسلم شخص از ہندو مذہب ہے اس نے ایک کثیر جائیداد جدی بموجب قانون گورنمنٹ اپنے ہندو باپ کے ورثہ سے حاصل کی ہے اب اس کی اولاد جو قبل از اسلام تھی یعنی ہندو اولاد

بھی از روئے قانون سرکاری عمر کے مرنے کے بعد ضروری ہے وارث ہوگی چونکہ عمر کی ہندو اولاد آریہ ہے جو کہ سخت ترین دشمنان اسلام سے ہے لہٰذا کیا عمرو کو اس امر کی کوشش کرنا کہ کسی طرح اس کی ہندو اولاد اس کے مرنے کے بعد وارث نہ ہو واجب نہیں ہے جبکہ شرعاً کافر مسلم کا کسی صورت میں وارث نہیں ہوسکتا اور اس عدم کوشش سے کیا عمرو گنہگار نہیں ہے واضح رہے کہ عمرو کی اس وقت دو مسلمان بیویاں، دو مسلم بیٹے اور دو مسلم لڑکیاں صاحب اولاد ہیں عمرو کی ہندو اولاد نے عمرو کے ساتھ مقدمہ کیا حتیٰ کہ نوبت چیف کورٹ تک پہنچی قانون سرکاری یہ ہے کہ مورث کی جدی جائیداد یعنی وارث کے دادا کی جائیداد سے مسلم کافر کا اور کافر مسلم کا وارث ہوسکتا ہے اگرچہ مورث اپنے حین حیات میں اسے محروم کرنے کی وصیت بھی کر جائے یعنی اختلاف دینین موانع ارث نہیں۔ بینوا تو جروا۔

جواب..... (۱) مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوسکتا کما ہو مصرح فی کتب الفقہ والفرائض اور جب بدون استحقاق کافر کے ورثہ لیا تو حلال کیسے ہوگا۔

(۲) کافر اگر اپنی خوشی سے کسی کو دے دے تو حلال ہو جاتا ہے لیکن جب اس پر دباؤ ڈالا تو رضا مندی کہاں رہی پس یہ مصالحت معتبر نہیں ہے پس صورت جواز یہ ہے کہ ہندو باپ سے صاف صاف کہہ دے کہ گو قانوناً میں آپ کا وارث ہوسکتا ہوں مگر میرا مذہب اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں آپ کا وارث بنوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ خوشی سے جو کچھ دینا چاہیں اپنی زندگی میں دیدیں اور مجھے وارث نہ بنائیں بلکہ یہ کہہ دو کہ میں نے اپنے نومسلم بیٹے کو اپنی زندگی میں حصہ دے دیا ہے لہٰذا میرے بعد وارث نہ ہوگا اور ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ یہ دینا اپنی خوشی پر ہے اگر آپ نہ دیں تو نہ میں قانونی چارہ جوئی کروں گا اور نہ ناخوش ہوں گا۔

۳۔ نمبر ا سے معلوم ہوا کہ خود عمرو ہی کو اس جائیداد میں سے میراث نہیں ملتی تو اس میں وہ تصرف کیسے کرے گا۔ واللہ اعلم۔ (امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۱۳)

ولد زنا کا میراث میں کوئی حق نہیں

سوال.....ایک معزز مسلمان شخص کا ایک ہندو عورت سے ناجائز تعلق ہوگیا اور اسی کے نطفے سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا اس مسلمان کی جائیداد میں سے حصہ پائے گا یا نہیں؟

جواب.....اگرچہ یہ ثابت بھی ہو جائے کہ یہ بچہ مسلمان کے نطفے سے پیدا ہوا ہے لیکن شریعت کے احکام میں اس بچہ کا نسبت اس شخص سے ثابت نہ ہوگا کیونکہ اس مسلمان شخص کی وطی جو ہندو عورت کے ساتھ واقع ہوئی ہے زنا قرار پائے گا اور زنا میں نسب ثابت نہیں ہوتا بلکہ زنا کی سزا جاری ہوتی ہے

پس بچے کو اس شخص کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۴)

قریب کے ہوتے ہوئے بعید وارث نہ ہوگا

سوال...... زید لاولد اور ضعیف العمر ہے بظاہر اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں اس کے اقرباء میں ایک بیوی، تین بہنیں ایک مرحوم بھائی کی اولاد میں دو لڑکیاں، ایک لڑکا ایک مرحوم بہن کی اولاد میں ایک لڑکی اور تین مرحوم چچاؤں کی مختلف اولادیں ہیں بعد انتقال زید کا وارث کون ہوگا؟

جواب...... اگر زید کے وارث اس کے انتقال کے وقت یہ لوگ ہوں تو اس کی بیوی اور بہنیں اور بھتیجا وارث ہوں گے ان وارثوں کے سامنے بھتیجی، چچا اور بہن کی اولاد وارث نہ ہوگی۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۲)

بیوی، بھائی، بہن اور نواسوں میں تقسیم ترکہ

سوال...... ایک شخص مر گیا اس کے بعد عورت مرگئی ایک بھائی اور بہن حیات ہیں اور ایک مرحومہ بہن کی اولاد ہیں تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... شرعی حقوق کی ادائیگی کے بعد مرحوم کے مال کے چار حصے ہونگے عورت کو ایک حصے ملے گا عورت مرگئی ہے تو اس کے ورثاء حق دار ہیں بقیہ تین حصوں میں سے بھائی کو دو حصے اور ایک حصہ بہن کو ملے گا مرحومہ بہن کی اولاد محروم رہے گی۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۹۹)

چچا کی میراث میں بھتیجوں کا حق

سوال...... عمرو بکر دو بھائی ہیں عمرو کے یہاں پانچ بچے ہیں اور بکر کے ایک بچہ تھا کہ اس کا انتقال ہوگیا تو بکر نے ایک لڑکا، بیوی والدین اور بھائی عمرو کو چھوڑا اب بکر کی بیوی کا نکاح ثانی عمرو سے ہوا اور اب اس سے پانچ بچے ہیں تو اب پانچ بچوں کو بکر کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب...... بعد اداء حقوق باقی ماندہ ترکہ چوبیس سہام کر کے تین بیوہ کو چار چار والد اور والدہ کو اور تیرہ بیٹے کو ملیں گے مرنے والے کے بھائی وغیرہ کو کچھ نہ ملے گا صورت مسئلہ یہ ہے۔

بیوی ۳، بیٹا ۱۳، والد ۴، والدہ ۴، بھائی محروم، بہن محروم، بھائی کی اولاد محروم۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

وارث صرف ایک چچا ہے

سوال...... زید کا انتقال ہوا اس نے اپنا حقیقی چچا عمر اور دوسرا حقیقی چچازاد بھائی بکر چھوڑا ترکہ زید کی تقسیم کس طرح ہے؟

جواب.....زید مذکور کی بیوی اولاد وغیرہ کوئی اور وارث بالکل نہ ہو تو کل ترکہ حقیقی چچا عمر کو ملے گا صورت مسئلہ یہ ہے حقیقی چچا عمر' حقیقی چچازاد بھائی بکر محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

نرینہ اولاد کے سبب بھائی محروم رہے گا

سوال.....زید نے بعد وفات بیوی دولڑکے دولڑکی اور ایک بھائی وارث چھوڑے زید نے جو ترکہ اپنا زر خرید چھوڑا کیا اس میں اولاد کے علاوہ بھائی کا بھی کوئی حق شرعی ہے؟

جواب.....کل ترکہ بعد اداء حقوق کے اڑتالیس سہام کر کے چھ بیوی' چودہ چودہ دونوں لڑکوں کو' اور سات سات ہر دو لڑکیوں کو ملیں گے اور مرحوم کی نرینہ اولاد کے سبب مرحوم کا بھائی میراث کے کسی حصے کا مستحق نہ ہوگا زر خرید اور غیر زر خرید کا کوئی فرق نہیں صورت مسئلہ یہ ہے۔
بیوی ۶' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکی ۷' لڑکی ۷' بھائی محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

اولاد کی موجودگی میں بھائی بہن محروم ہوں گے

سوال.....زید کا انتقال ہوا ورثاء میں ایک بیوی چار لڑکے دولڑکیاں' ایک بھائی اور دو بہنیں چھوڑیں متوفی کے ترکے سے مندرجہ بالا ورثاء کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

جواب.....صورت مسئولہ میں اخراجات ماتقدم علی الارث ادا کرنیکے بعد باقی ماندہ ترکہ اسی سہام کر کے دس بیوی کو' چودہ چودہ چار لڑکوں اور سات سات لڑکیوں کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔
بیوی ۱۰' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکی ۷' لڑکی ۷۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنا گناہ ہے

سوال.....بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ باپ کے ترکہ میں بیٹیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب.....باپ کے مرنے کے بعد جس طرح بیٹے اس کی میراث میں ارث کے حقدار ہیں اسی طرح بیٹیاں بھی ترکہ میں شرعاً حقدار ہیں اور یہ حق ان کو اسلام نے دیا ہے اس لئے انہیں اس شرعی حق سے محروم کرنا ناجائز وحرام ہے۔

قال العلامة طاهربن عبدالرشيد البخاريؒ :ولو وهب جميع ماله لابنه جاز في القضاء وهوآثم نص عن محمد هكذافي العيون (خلاصة الفتاوىٰ ج۴ ص ۴۰۰ كتاب الهبة قبل الفصل الاول) قال العلامة

قاضی خان رحمه الله: رجل وهب فی صحته کل المال للولد جازفی القضاء ویکون آثمافیما صنع. (فتاویٰ قاضیخان علی هامش الهندیة ج۳ ص ۲۷۹ فصل فی هبة الوالد لولده) ومثله فی الهندیة ج۵ ص ۳۹۱ الباب السادس فی الهبة الصغیر (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص ۵۴۰)

بھتیجا کی میراث میں چچا محروم رہے گا

سوال......ایک شخص نے اپنے بھتیجے کو اسکا حق نہ ہوتے ہوئے کچھ جائیداد دی مگر بھتیجے کا انتقال ہو گیا اسکی بیوہ ماں بیوی اور بہن حیات ہیں اس ملکیت میں چچا ماں' بہن اور بیوی کے حقوق کتنے کتنے ہیں؟

جواب......ظاہر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ چچا نے اپنے بھتیجے کو کچھ مال و متاع دے کر اس پر قبضہ کرادیا تھا وہ مال بھتیجے کے تصرف میں تھا اب چچا زندہ ہے بھتیجے کا انتقال ہو گیا یہی صورت ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ تجہیز و تکفین' قرض و وصیت ادا کرنے کے بعد کل ترکہ کے تیرہ حصہ کئے جائیں گے ان میں سے چھ حصے بہن کو چار حصے ماں کو اور تین حصے بیوی کو دیئے جائیں گے چچا محروم رہے گا۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ ماں ۴' بیوی ۳' بہن ۶' چچا محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

اخیافی بھائیوں کے محروم ہونے کی ایک صورت

سوال......امام الدین نے ایک زوجہ' دو بیٹی' پانچ اخیافی بھائی اور پانچ چچا کے لڑکوں کے لڑکے چھوڑے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اکثر علماء بیٹی کی موجودگی میں اخیافی بھائیوں کو محروم کر کے ایسے عصبہ کو جو میت کے اصول و فروع میں سے نہیں' ہیں دلاتے ہیں آیا یہ حق ہے یا نہیں؟

جواب......صورت مسئولہ میں اخیافی بھائی قطعاً محروم ہیں اور اصحاب فروض سے بچے ہوئے ترکے کے مستحق چچا کے لڑکے کے لڑکے ہیں اولاد ام کا میت سے ساقط ہو جانا حنفیہ کے یہاں متفق علیہ ہے اور بصورت سقوط وہ اس صورت واقعہ میں صاحب فرض نہیں ہیں۔ (کفایت المفتی ج۸ ص ۳۰۴)

پوتوں کے ہوتے ہوئے بھتیجے حق دار نہیں

سوال......عبدالکریم و حاجی احمد یہ دونوں بھائی ہیں اور ہر ایک کے ایک ایک لڑکا ہے عبدالکریم کا محمد علی' اور حاجی احمد کا صالح احمد' عبدالکریم کا انتقال ہو گیا اس کے لڑکے علی محمد کی پرورش چچا حاجی احمد کے پاس ہوئی اور صالح احمد غنی تھا اس نے اپنی جائیداد اپنی اولاد اور باپ حاجی احمد کے درمیان تقسیم کر دی تھی اب سوال یہ ہے کہ حاجی احمد کے پوتا پوتی و بھتیجا موجود ہیں اب وہ حصہ

جولڑکے کی طرف سے پہنچا ہے اس میں سے ازروئے شریعت اس کے بھتیجے کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب..... پوتوں کے موجود ہونے کی صورت میں بھتیجے حق دار نہیں ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ص ۲۸۹)

لڑکے ہوتے ہوئے پوتا حقدار نہیں

سوال..... زید کی دو بیویاں تھیں پہلی بیوی اور اس کا ایک فرزند رحلت کر گئیں فرزند کا ایک لڑکا اور بیوی انتقال کر گئی فرزند غائب' لڑکا اپنے نانا کے یہاں پرورش پایا زید کا حصہ اس کے فرزند کو مل سکتا ہے یا نہیں؟ دادا رحلت کر چکا ہے اس کی ملکیت میں پوتے کا حصہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب..... جبکہ اس پوتے کا باپ یعنی متوفی کا بیٹا زندہ ہے تو لڑکا حق دار ہے پوتا حق دار نہیں لڑکا غائب ہے تو اس کا حصہ محفوظ رکھا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۸ص ۲۸۳)

مدت گزر جانے پر بھی ترکہ باطل نہیں ہوتا

سوال..... ایک شخص کے انتقال کو پچاس سال گزر گئے اس کی جائیداد ورثاء کے پاس ہے وارثوں میں ایک لڑکا بیرون ملک ہے اب وہ اپنا حصہ طلب کرتا ہے تو آیا وہ حق دار ہے یا نہیں؟ پچاس سال کے بعد اسکا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

جواب..... جب یہ لڑکا اپنے باپ کا بیٹا ہے تو یہ اس کا وارث ہے اپنا حق وصول کر سکتا ہے مدت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اس کا حق باطل نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ص ۲۵۸)

ولی عہد کو میراث ملے گی یا نہیں

سوال..... اسلام کے قانون کے مطابق ولی عہد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اسکو میراث ملیگی یا نہیں؟

جواب..... ولی عہد کا بنانے کا تو حق ہے مگر اسے حق وراثت نہیں ملے گا حق وراثت صرف اس کو ملے گا جس کو شریعت نے وارث بنایا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ص ۴۹۹)

عاریتاً میراث دینے کی ایک صورت کا حکم

سوال..... زید نے اپنی حیات میں عاریتاً اپنے چار بیٹے اور ایک نواسی اور ایک نواسے کو تقسیم ترکہ نامزد کر دیا اب زید کی موجودگی میں لڑکی کا انتقال ہو گیا لڑکی کا خاوند اس میں سے کتنے کا مستحق ہے؟

جواب..... عاریتاً تقسیم ترکہ نامزد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر اس سے مراد وصیت ہے یعنی زید نے وصیت کی ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ اس طرح تقسیم کرنا تب تو یہ وصیت

ہی ناجائز ہے کیونکہ اس میں ورثہ کے لئے وصیت ہے البتہ نواسا چونکہ اس صورت میں وارث نہیں اس کے لئے وصیت درست ہے مگر اس کا نفاذ زید کے مرنے پر ہوگا۔

جس لڑکی کا انتقال ہوگیا ہے اس کے حق میں جس قدر وصیت کی ہے وہ زید ہی کی ملک ہے لڑکی کی ملک نہیں لہٰذا لڑکی کے شوہر کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا ہاں جو کچھ ترکہ مملوکہ لڑکی نے چھوڑا ہے اس میں اس کے شوہر کا بھی حصہ ہے۔

اگر تقسیم ترکہ نامزد کرنے سے مراد یہ ہے کہ با قاعدہ تقسیم کرکے ہر ایک کے حصے پر اسکا قبضہ کرادیا ہے تو لڑکی کے ترکۂ مملوکہ کے ساتھ اس میں بھی میراث جاری ہوگی اور شوہر کو بھی حصہ ملے گا اگر تقسیم کرکے قبضہ نہیں کرایا تو یہ ہبہ تام نہیں ہوا اور لڑکی کی ملک اس پر ثابت نہیں ہوئی پس شوہر کو اس میں حصہ نہیں ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۴۴)

میراث کا ایک مسئلہ

سوال...... زید کا انتقال ہوگیا اور ایک برادرزادہ ایک نواسا' ایک نواسی' ایک پوتا' دو پوتی چھوڑیں اور زید کے بھائی اور نواسا' نواسی کی ماں یعنی زید کی لڑکی اور پوتا پوتی کے باپ یعنی زید کے لڑکے کا انتقال زید کے سامنے ہی ہوگیا تھا تو اب ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد کل ترکہ چار سہام پر منقسم ہوگا دو سہام پوتے کو اور ایک ایک ہر پوتی کو مل جائے گا اور باقی محروم رہیں گے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۴۰۰)

میراث کا ایک مسئلہ

سوال...... زید کا انتقال ہوگیا ورثاء یہ ہیں بہن حقیقی رابعہ' تین بھتیجیاں زینب' فاطمہ' کلثوم جن کا باپ اور کلثوم زید کے سامنے ہی فوت ہوگئے تھے صرف کلثوم کی ایک لڑکی موجود ہے اور زید کا ایک برادرزادہ بکر ہے اس کے باپ کا بھی زید کے سامنے انتقال ہوگیا تھا اور زید کی ایک زوجہ خدیجہ ہے جس کو ترکے کا آٹھواں حصہ مل گیا اب بقیہ ترکہ ان تمام ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... وراثت میں مقدم حقوق ادا کرنے اور رفع موانع کے بعد زید کے ترکے کے دو حصے کرکے ایک حصہ بہن کو اور ایک حصہ برادرزادے کو دیا جائے اور بقیہ ورثاء محروم ہوگئے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۹۱)

میراث کا ایک مسئلہ

سوال...... زید نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے اب ترکہ کتنے سہام پر تقسیم ہوگا؟ ایک زوجہ'

دولڑکیاں ایک اخیافی بھائی ایک ماں۔

جواب.....ادائے حقوق مقدمہ کے بعد کل ترکہ ستائیس سہام پر تقسیم ہوگا؟ تین سہام زوجہ کو اور آٹھ آٹھ ہر ایک لڑکی کو چار ماں کو اور چار اخیافی بھائی کو ملیں گے۔

نوٹ: جواب میں کچھ تسامح ہے کیونکہ دختر کی موجودگی میں اخیافی بھائی محروم ہوتا ہے لہٰذا کل ترکہ چالیس سہام پر تقسیم ہوگا پانچ زوجہ کو اور چودہ چودہ ہر ایک لڑکی کو اور سات ماں کو ملیں گے اور اخیافی بھائی محروم رہے گا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ۳۹۳)

مسئلہ تقسیم وراثت

سوال.....زید مرحوم نے مندرجہ ذیل ورثاء چھوڑے۔ بیوی دختران ۳ پسر بیوہ پسر دوم دختران محروم بیوہ پسر خورد نے اپنے حصے کی رقم میرے پاس امانت رکھی اور چھ ماہ بعد فوت ہوگئی اب سوال یہ ہے کہ اگر بیوہ شروع تقسیم میں محروم الارث تھی تو اب اس رقم کی تقسیم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہئے۔

جواب..... بیوی ۱/۵، دختر ۷، دختر ۷، دختر ۷، پسر کلاں ۱۴، زوجہ پسر خورد فوت شدہ محروم۔ صورت مسئلہ میں مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد زید کا ترکہ چالیس سہام پر منقسم ہو کر حسب تفصیل ہر وارث کو پہنچتا ہے اور چھوٹے لڑکے کی بیوی اس کے ترکے سے شرعاً محروم ہے پس چونکہ چھوٹے لڑکے کی بیوی نے مال مذکور بغیر حق شرعی کے پایا ہے اس لئے مستحقین پر اس کا رد کرنا جب کہ وہ معلوم بھی ہیں ضروری ہے اور اس کے اولیاء و وارثین پر ضروری ہوگا کہ اس کو مستحقین پر رد کر دیں۔

صورت مذکورہ میں جو ایک ثلث جناب کے پاس امانت ہے وہ لڑکیوں کو دے دیں کیونکہ متوفی کی بیوہ کے پاس اس کے حصے سے بہت زائد پہنچ چکا ہے اور اس کے لڑکے کو بھی ایک ثلث قریب اس کے حصے کے مل گیا ہے اور تینوں لڑکیوں کا حصہ اس کے ترکے میں نصف سے زائد ہے تو ثلث ان کے حصے سے بہت کم ہے لہٰذا یہ ثلث ان لڑکیوں کو دیدیا جائے۔ (فتاویٰ مظاہر علوم ج ۱ ص ۲۲۲)

بیوہ بھائی، تین بہنوں کے درمیان جائیداد کیسے تقسیم ہوگی؟

سوال.....میرا دوست تھا اس کا انتقال ہوگیا اس کی کوئی اولاد نہیں ہے آپ سے یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ اسلام کے مطابق اس کی جائیداد و مال کی کس طرح تقسیم ہوگی؟ اس کی ایک بیوی ہے ایک سگا بھائی تین سگی بہنیں اور ایک سگا چچا بھی ہے اس میں کس کس کا کتنا حق ہے؟

اور کس کا بالکل حق نہیں ہے؟ جو اس نے زیور سونا چھوڑا ہے اس پر صرف بیوی کا حق ہے یا اس کو بھی جائیداد و مال میں شامل کر کے تقسیم کیا جائے؟

جواب...... ادائے قرض ونفاذ وصیت کے بعد مرحوم کی جائیداد بیس حصوں میں تقسیم ہوگی ان میں پانچ حصے بیوہ کے ہیں چھ بھائی کے اور تین، تین بہنوں کے، چچا کو کچھ نہیں ملے گا زیور اگر بیوی کے مہر میں دے دیا تھا تو اس کا ہے ورنہ ترکہ میں شامل ہوگا۔

بیوہ، والدہ اور بہن بھائیوں کے درمیان وراثت کی تقسیم

سوال...... ہمارے بڑے بھائی کا انتقال ہوگیا ہے مرحوم نے لواحقین میں والدہ ۴ بھائی ۴ بہنیں شادی شدہ، بیوہ اور ایک سوتیلی بیٹی شادی شدہ خوش حال چھوڑی ہے جناب سے عرض ہے کہ مرحوم کا ترکہ وارثین میں شریعت اور قانون کے مطابق کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ تحریر فرما دیں جبکہ مرحوم پر قرضہ بھی ہے اور جائیداد کا کچھ حصہ شراکت میں شامل ہے۔

جواب...... سب سے پہلے مرحوم کا قرضہ ادا کیا جائے (اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو تو وہ بھی قرضے میں شامل ہے اور وراثت کی تقسیم سے پہلے اس کا ادا کرنا لازم ہے) اس کے بعد مرحوم نے کوئی وصیت کی ہو تو تہائی مال میں اس کو پورا کیا جائے ادائے قرض ونفاذ وصیت کے بعد مرحوم کا ترکہ ۱۴۴ حصوں پر تقسیم ہوگا ان میں ۳۶ بیوہ کے ۲۴ والدہ کے ۱۴، ۱۴ چاروں بھائیوں کے اور ۷، ۷ چاروں بہنوں کے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۶۰)

خنثیٰ مشکل ترکے کی تقسیم

سوال...... ایک خنثیٰ ہے یعنی اس میں عورت و مرد دونوں کی علامتیں ہیں اس نے مرد ہونے کی حیثیت سے شادی کی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا اور اسی خنثیٰ کے ساتھ ایک مرد نے شادی کی اور خنثیٰ کے بطن سے بھی لڑکا پیدا ہوا پھر خنثیٰ کا انتقال ہوا اب دونوں لڑکے دعویٰ کرتے ہیں ایک کہتا ہے کہ میت میرا باپ تھا لہٰذا اس کا ترکہ مجھ کو ملنا چاہئے ایسی صورت میں خنثیٰ کا ترکہ کس کو ملے گا؟ اور ایسا واقعہ ممکن ہے یا نہیں؟

جواب...... ایسا واقعہ ممکن ہے عبدالنبی احمد نگری حواشی فرائض شریفیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے باوثوق ذریعے سے سنا ہے کہ نصیر طوسی کو مرد و عورت دونوں کی شرمگاہیں تھیں اور وہ دونوں سے لطف اٹھاتا تھا اور اس کو ایک طویل القامت اور فربہ بدن والے شخص سے عشق تھا جو اس کے

ساتھ شب وروز مشغول رہتا تھا اور خود اس کی بھی بیوی تھی جس سے وہ ہم صحبت ہوتا تھا۔

نیز الاشباہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک واقعہ پیش ہوا کہ علمائے وقت اس کے حل کرنے سے عاجز آ گئے وہ یہ کہ ایک شخص خنثیٰ ہے اس کو عورتوں کی شرمگاہ بھی ہے اور مردوں کی سی بھی، خنثیٰ کے ساتھ دخول کیا گیا تو اس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اس خنثیٰ نے بھی ایک باندی سے وطی کی تو اس سے بھی بچہ پیدا ہوا اس کی شہرت ہوگئی تو یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے لے جایا گیا خنثیٰ سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کو حیض بھی آتا ہے اور وہ وطی بھی کرتا ہے اور اس سے وطی بھی کی جاتی ہے اور اس کے دونوں راستوں سے خواہش بھی ہوتی ہے اس کو خود بھی حمل ہوتا ہے اور اس کے ذریعے سے بھی حمل کا استقرار ہوتا ہے۔

لوگ اس کے جواب میں حیران ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام برقاء اور قنبر کو حکم دیا کہ اس خنثیٰ کو لے جاؤ اور اس کی پسلیاں شمار کرو اگر پسلیاں دونوں جانب برابر ہوں تو یہ عورت ہے اور اگر بائیں جانب کم ہوں تو یہ مرد ہے شمار کیا گیا تو بائیں جانب کم پسلیاں نکلیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے مرد ہونے کا فتویٰ دیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا تو مرد کی بائیں جانب کی ایک پسلی کم ہوگئی اور عورت میں پوری چوبیس پسلیاں باقی رہیں اور مرد میں ایک کم ہو کر بائیں جانب گیارہ اور دائیں جانب بارہ رہ گئیں کل پسلیاں چوبیس ہیں۔

صورت مسئولہ میں اگرچہ کسی طریقے پر بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ خنثیٰ عورت ہے یا مرد پھر بھی اس کا ترکہ دونوں لڑکوں کو برابر دیا جائے گا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۴۰۰)

سوتیلے بیٹے کی میراث کا حکم

سوال...... ایک شخص نے کسی بیوہ عورت سے شادی کی جبکہ بوقت نکاح اس عورت کا مرحوم شوہر سے ایک بیٹا بھی تھا جس نے اس آدمی کے گھر میں پرورش پائی اور وہ بھی اس کو اپنا بیٹا سمجھتا رہا اب یہ آدمی فوت ہوگیا ہے تو کیا یہ لڑکا اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ میراث میں شریک ہوگا یا نہیں یاد رہے کہ اس لڑکے کے یہ بھائی اس کی ماں (یعنی اس عورت کے دوسرے شوہر) سے ہیں؟

جواب...... چونکہ مرحوم اور اس کے سوتیلے بیٹے کے درمیان کوئی موجب میراث رشتہ نہیں اس لئے مرحوم کا ترکہ اس کے حقیقی بیٹوں کا ہے اور یہ لڑکا میراث سے محروم رہے گا۔

قال العلامة الموصلیؒ :ویستحق الارث برحم ونکاح وولاء (الاختیار لعلیل المختارج ۵ ص ۸۶۰ کتاب الفرائض) وفی الھندیۃ: ویستحق الارث باحدی خصال ثلاث بالنسب وھوالقرابۃ والسبب وھوالزوجیۃ والولاء. (الفتاویٰ الھندیہ ج۶ ص۴۴۷ کتاب الفرائض'الباب الاول) فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۵۳۷.

ذوی الفروض

ذوی الفروض کی تعریف

سوال.....ذوی الفروض کا کیا مطلب ہے؟

جواب.....ذوی الفروض وہ ہوتے ہیں جن کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر ہو یا حدیث رسول میں'یا اجماع امت سے ثابت ہو'عالمگیری میں ہے ھم کل من کان لہ سھم مقدر فی کتاب اللہ تعالیٰ اوفی سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم اوبالاجماع کذافی الاختیار (ج ۶ ص۴۴۷)(منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

باپ کسی بھی صورت میں محروم نہیں ہوتا

سوال.....اگر کسی صورت میں باپ عصبہ ہو اور اصحاب فرائض کو حصہ دینے کے بعد کچھ نہ بچتا ہو اور عول کی گنجائش ہے تو کیا مسئلے کو عول کر کے باپ کو حصہ دیں گے یا محروم ہو جائے گا؟ یا یہ صورت ہے کہ باپ فرض کا بھی مستحق ہے اور تعصیب کا بھی؟ مسئلے میں اصحاب فرائض کو حصہ مل گیا باپ نے بھی اپنا حصہ پالیا اور مسئلے میں عول کی گنجائش ہے؟ تو کیا عول کر کے باپ کو تعصیب بھی دیا جائے گا؟ یا فرض پر اکتفا کر کے تعصیب سے معدوم کر دیا جائے گا؟

جواب.....باپ اگر کسی صورت میں عصبہ نہ ہو تو وہ ذوی الفرض میں ضرور ہوگا یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ عصبہ ہو نہ ذی فرض ہو اس کا ذی فرض ہونا تو منصوص ہے پھر کبھی اس کے ساتھ وہ عصبہ بھی ہو جاتا ہے کبھی عصبہ محض رہتا ہے لیکن معدوم نہیں ہوتا پس یہ سوال بے محل ہے کہ اصحاب فروض کو دینے کے بعد باپ کے لئے کچھ نہ بچے کیونکہ وہ خود بھی اصحاب فرض میں سے ہے اسکا فرض دینے کے لئے ضرورت پیش آنے پر عول بھی کیا جائے گا۔ مثلاً مسئلہ ۱۲: ۱۵

زوج ۳' بنت ۴' بنت ۴' ام ۲' اب ۲۔

یہاں اصل مسئلہ بارہ سے عول کر کے عول پندرہ سے کیا گیا ہے باپ کو معدوم نہیں کیا گیا باپ کو جس صورت میں عصبہ محض قرار دیا گیا وہ ایسی صورت میں ہے کہ اصحاب فرائض سب لے لیں اور باپ کے لئے کچھ نہ بچے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۵۲۴)

زوج اور زوجہ کی میراث کتنی ہے؟

سوال..... شوہر کے مال میں سے بیوی کو اور بیوی کے مال میں سے شوہر کو کتنا ملتا ہے؟

جواب..... شوہر کی کوئی اولاد یعنی بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی' پڑپوتا وغیرہ میں کوئی موجود ہو (اولاد اس بیوی سے ہو خواہ دوسری بیوی سے) تو مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کا ثمن (آٹھواں حصہ) بیوی کو ملے گا ایک سے زائد عورتیں ہوں تب بھی ثمن ملے گا باہم برابر تقسیم کریں مثالیں

۱۔ مسئلہ ۸ زید۔ زوجہ ۱' ابن ۷۔ ۲۔ مسئلہ ۱۶' زوجہ ا زوجہ ۱" بنت ۸' اخ ۶..... ۳۔ مسئلہ ۲۴ زید۔ زوجہ ۱' زوجہ ۱' زوجہ ۱' پوتا ۲۱۔ ۴..... مسئلہ ۳۲ زید' زوجہ ۱' زوجہ ۱' زوجہ ۱' زوجہ ۱' پوتی ۱۶' بھائی ۱۲۔

اگر اولاد میں کوئی نہ ہو تو بیوی کو چوتھا حصہ ملے گا ایک سے زائد عورتیں ہوں تب بھی چوتھائی ملے گا باہم مساوی تقسیم کر لیں۔

مثالیں ۱۔ مسئلہ ۴' زید زوجہ ۱' اخ ۳' ۲۔ ۸ مسئلہ زوجہ ۱' زوجہ ۱' بھائی ۶..... ۳۔ مسئلہ ۱۲' زید' زوجہ ۱' زوجہ ۱' زوجہ ۱' اخ ۹' ۴۔ مسئلہ ۸' زوجہ ۱' زوجہ ۱' بھائی ۶' ۴۔ مسئلہ ۱۶ ا زوجہ ۱' زوجہ ۱' زوجہ ۱' زوجہ ۱' بھائی ۱۲'

اسی طرح زوجہ کی اولاد میں بیٹا' بیٹی وغیرہ ہوں (اس شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے) تو حقوق مقدمہ کے بعد جو مال بچے اس کا چوتھا حصہ خاوند کو ملے گا مثال۔ مسئلہ ۴' مرحومہ' زوج ۱' ابن ۲' بنت ۱' اگر اولاد میں کوئی نہ ہو تو خاوند کو نصف ملے گا مثال مسئلہ ۲' زوج ۱' اخ ۱'۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۲۵۷)

سوتیلی ماں کے ترکہ میں کتنا حق ہے؟

سوال..... زید کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور زید کے والد نے دوسری شادی کر لی لڑکے کی والدہ جو میکہ سے سامان لائی تھی زیور سامان وغیرہ اس میں لڑکے کا کتنا حق ہے؟ اور لڑکے کے والد صاحب کا کتنا حق ہے؟

۲۔ زید کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور پہلی بیوی سے ایک ہی لڑکا ہے والد صاحب نے دوسری شادی کر لی بیوی کے کوئی اولاد ہے تو زید کی جوجدی زمین ہے اور سامان وغیرہ میں زید کا کتنا حصہ ہے جو کہ پہلی بیوی سے نہیں ان کا اور جو دوسری بیوی سے ہے ان کا کتنا حصہ ہے؟

جواب...... سامان جہیز کی مالک عورت ہی ہوتی ہے اس کے انتقال پر اس کا ورثاء میں باصول شرع تقسیم کرنا ہوگا صورت مسئولہ میں صرف ایک شوہر اور ایک لڑکا وارث ہیں چوتھائی اس کے شوہر کو اور باقی سب لڑکے کو ملے گا اور کسی کی زندگی میں اولاد کا حصہ میراث نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ایک زوجہ اور ایک دختر میں تقسیم ترکہ

سوال...... زید نے ایک بیوی اور ایک دختر یک سالہ چھوڑی' تقسیم ترکہ کیسے ہو؟

جواب...... زوجۂ زید کو اس کا پورا مہر ملے گا اور پھر اسی ترکے میں سے بحق میراث آٹھواں حصہ ملے گا اور باقی اس کی لڑکی کا حق ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۰۲)

وارث صرف دو لڑکیاں ہیں

سوال...... زینب کا انتقال ہوا اور دو لڑکیاں دو بھانجے اور تین دیور چھوڑے' کس کو کتنا ملے گا؟

جواب...... مسماۃ کے باپ دادا وغیرہ کی اولاد میں سے کوئی بھی عصبہ موجود نہ ہو تو تقسیم ترکہ کی یہ صورت ہوگی کہ بعد ادا ءحقوق باقی مال دونوں لڑکیوں میں برابر تقسیم ہوگا' بھانجوں وغیرہ کو کچھ نہ ملے گا۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

شوہر' دو لڑکی اور والدین

سوال...... ایک عورت نے انتقال پر شوہر دو بچیاں اور والدین چھوڑے' شوہر اس کا مہر ادا کرنا چاہتا ہے کیا صورت ہوگی؟

جواب...... مہر ہی نہیں بلکہ متوفیہ کی کل املاک شرعاً تقسیم ہونا ضروری ہیں پس کل املاک بعد اداء حقوق پندرہ سہام کر کے تین سہام شوہر کو اور چار چار ہر ایک لڑکی اور دو دو والدین کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مسئلہ ۱۲ نمبر ۱۵' زوج ۳' لڑکی ۴' لڑکی ۴' باپ ۲' ماں ۲۔

لڑکا اور لڑکی وارث ہوں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال...... حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ کے انتقال پر ان کے پسماندگان میں صرف ان کی ایک لڑکی جنت النساء ہی ہے بیوی والدین' تایا' چچا اور ان کی اولاد میں سے بھی کوئی نہیں' پھر اس لڑکی نے اپنے انتقال پر ایک لڑکا محمد ادریس' اور ایک لڑکی صغریٰ چھوڑی' باقی ایک لڑکی امت النساء اور ایک لڑکے محمد یوسف کی اولاد یعنی پوتے نواسے چھوڑے تقسیم شرعی سے مطلع فرمائیں؟

جواب...... صورت مسئولہ میں (وہ حقوق جو وراثت پر مقدم ہیں یعنی تجہیز و تکفین' ادائے

قرض وصیت تہائی مال میں سے پوری کرنے کے بعد) کل ترکہ تین حصہ کرکے دو حصے لڑکے محمد ادریس کو اور ایک حصہ لڑکی صغریٰ کو دیا جائے گا صورت مسئلہ یہ ہے حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ

مسئلہ۳' جنت النساء' بنت جنت النساء' محمد ادریس ۲' صغریٰ ۱' پوتے محروم' نواسے محروم۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

چار لڑکے' دو لڑکیاں اور شوہر میں تقسیم میراث

سوال..... زید کی بیوی کا انتقال ہوا مرحومہ کی کچھ جائیداد ہے اور مرحومہ کے چار لڑکے' دو لڑکیاں اور ایک شوہر ہے تقسیم میراث کیسے ہوگی؟

جواب..... صورت مسئولہ میں کل اخراجات کے بعد کل ترکہ زیور' برتن کپڑے اور دیگر سامان اور مہر باقی ہو تو وہ بھی' غرض متوفیہ کی کل' املاک چالیس سہام کرکے دس سہام شوہر کو اور چھ چھ سہام ہر ایک لڑکے اور تین تین ہر دو لڑکیوں کو ملیں گے بشرطیکہ والدین وغیرہ کوئی اور وارث موجود نہ ہو۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مسئلہ۴۰' زوج ۱۰' لڑکا ۶' لڑکا ۶' لڑکا ۶' لڑکا ۶' لڑکی ۳' لڑکی ۳۔

شوہر اور باپ دو لڑکی میں تقسیم ترکہ

سوال..... صورت مسئلہ یہ ہے شوہر' باپ دو لڑکی رقم چار سو ہے ہر ایک کا حصہ کتنا ہے؟

جواب..... میراث صرف نقدی ہی میں منحصر نہیں بلکہ میت کی جملہ املاک میں حکم میراث جاری ہوتا ہے صورت مسئولہ میں بعد اداء حقوق باقی ماندہ ترکہ تیرہ سہام کرکے تین شوہر کو آٹھ لڑکیوں کو اور دو متوفیوں کے والد کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے شوہر ۳' بنت ۴' بنت ۴' والد ۲۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بیوہ' چار لڑکوں اور چار لڑکیوں کے درمیان جائیداد کی تقسیم

سوال..... میرے بہنوئی کا دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ' دو شادی شدہ لڑکیاں دو غیر شادی شدہ لڑکیاں اور چار لڑکے چھوڑے ہیں ان میں مبلغ دو لاکھ روپیہ نقد کس طرح سے تقسیم کیا جائے گا؟

جواب..... مرحوم کا ترکہ ادائے قرض اور نفاذ وصیت از تہائی مال کے بعد ۲۸۸ حصوں پر تقسیم ہوگا۔ ۳۶ بیوہ کے ۴۲' ۴۲ چاروں لڑکوں کے ۲۱' ۲۱ چاروں لڑکیوں کے' نقشہ حسب ذیل ہے۔

بیوہ ۳۶' لڑکا ۴۲' لڑکا ۴۲' لڑکا ۴۲' لڑکا ۴۲' لڑکی ۲۱' لڑکی ۲۱' لڑکی ۲۱' لڑکی ۲۱۔

بیوہ' بیٹا اور تین بیٹیوں کا مرحوم کی وراثت میں حصہ

سوال...... میرے رشتے کے ایک ماموں ہیں انکے والد چند ماہ قبل انتقال کر گئے اور ترکہ میں کچھ نقدی چھوڑی میرے ماموں اکیلے بھائی ہیں اور انکی تین بہنیں اور والدہ ہے ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب...... اس ترکہ کے چالیس حصے ہوں گے پانچ حصے آپ کے ماموں کی والدہ کے' چودہ حصے خود انکے' اور سات سات حصے تینوں بہنوں کے۔ (آپکے مسائل اور ان کا حل ج ۶ ص ۳۲۶)

اخت کے ذوی الفروض ہونے کی ایک صورت کا حکم

سوال...... ایک مسئلے میں یہ وارث ہیں' زوج' ام' اخت لاب وام' اخ لاب' ان میں زوج اور ام کا حصہ نصف اور سدس ظاہر ہے لیکن پھوپھی اور خالہ میں تردد ہے کہ یہ چچا کے ساتھ عصبہ ہیں' یا ذی فرض ہو کر نصف کی مستحق ہیں؟ اور دوسری صورت میں کیا چچا ساقط ہے؟ سراجی میں میں ذات قرابتین سے ذات قرابت واحدہ کو ساقط کیا ہے مگر مثال میں یہ شرط لگائی ہے کہ بہن عصبہ ہو اور یہاں عصبہ ہونا ثابت نہیں سو اس تردد کا کیا حل ہے؟

جواب...... یہاں اخت ذی فرض ہے اور اخ عصبہ ہے اور اس سے ساقط نہیں مگر مسئلہ عائلہ ہے اہل فرض سے کچھ بچا نہیں اس لئے اخ محروم ہو گیا سراجی کے کلیات سے یہ حکم ظاہر ہے مگر شریفیہ میں اس کا جزئیہ بھی مذکور ہے۔ **و اذالم تصر (الاخت لاب وام) عصبة بل کانت ذات فرض فلها فرضها و الباقی للاخ لاب الخ** (ص ۳۹) امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۷)

اخیافی بہن اور بھائی میں تقسیم ترکہ

سوال...... ایک شخص مرحوم کے وارثوں میں صرف ایک اخیافی بھائی اور ایک اخیافی بہن ہے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... ان کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو نہ باپ' دادا' پردادا' نہ لڑکا' لڑکی' نہ پوتا پوتی اور نہ عصبات وذوی الفروض میں سے کوئی ہو تو ان کی کل مال ہو ملکیت کے دو حصے ہوں گے ایک حصہ اخیافی بھائی کو اور ایک حصہ اخیافی بہن کو ملے گا قاعدے کے اعتبار سے ان دونوں کو مرحوم کے کل ترکے کا ثلث (تہائی حصہ) ملتا ہے مگر چونکہ کوئی دوسرا وارث موجود نہیں ہے اس لئے بقیہ دو حصے بھی ان دونوں پر رد ہوں گے نیز یہ بھی خیال رہے کہ اخیافی بھائی بہنوں میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کا قاعدہ نہیں ہے' اخیافی بھائی بہنوں کو برابر ملتا ہے۔

نوٹ: اخیافی بھائی بہن ذوی الفروض میں داخل ہیں عصبات میں ان کا شمار نہیں انکی تین حالتیں ہیں۔
ا۔ جب یہ ایک ہو اور میت کا باپ دادا' لڑکا' لڑکی' پوتا پوتی موجود نہ ہو تو اسکو ترکے کا چھٹا حصہ ملیگا۔
۲۔ جب یہ دو یا دو سے زائد ہوں تو ان کو کل مال کا ثلث ملے گا۔
۳۔ جب میت کا باپ دادا' لڑکا' لڑکی' پوتا' پوتی میں سے کوئی بھی موجود ہو تو اخیافی بھائی بہن محروم ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۲۷۹)

شوہر والد چھ لڑکے لڑکیوں میں تقسیم ترکہ

سوال..... ایک عورت کا انتقال ہوا' اس نے شوہر والد' تین لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں تقسیم میراث کس طرح ہوگی؟

جواب..... بعد ادائے حقوق ایک سو آٹھ سہام کر کے ستائیس شوہر کو اٹھارہ والد کو چودہ چودہ لڑکوں کو' اور سات سات لڑکیوں کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

شوہر ۲۷' والد ۱۸' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷۔

تین بھائی اور ایک بہن میں تقسیم ترکہ کی صورت

سوال..... زید' بکر' عمر تین بھائی ہیں اور ایک بہن ہے ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں اب شرعی اعتبار سے کس کی کتنی زمین ہے؟

جواب..... صورت مسئولہ میں اگر وارثین یہ ہی ہیں تو حقوق متقدمہ علی الارث پورے کرنے کے بعد باقی ماندہ کل ترکہ نقد' غیر نقد' زیورات' سامان' صحرائی وسکنائی تمام جائیداد سبھی چیزوں کو سات حصہ کر کے دو دو تینوں بھائیوں کو' اور ایک حصہ بہن کو ملے گا۔

صورت مسئلہ یہ ہے بیٹا ۲' بیٹا ۲' بیٹا ۲' بیٹی ۱۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

چھیانوے سہام پر تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال..... زید کا انتقال ہوا' ایک بیوی' چار لڑکے' چار لڑکی چھوڑی' تو جو رقم زید نے چھوڑی اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟

جواب..... اس صورت میں اخراجات ادا کرنے کے بعد چھیانوے سہام کر کے بارہ سہام بیوی کو اور چودہ چودہ لڑکوں اور سات سات چاروں لڑکیوں کو ملیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ بیوی ۱۲' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکا ۱۴' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷' لڑکی ۷۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

دوسوسولہ سہام پر تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... سعید کا انتقال ہوا' جس کے والد' والدہ بیوی چار لڑکے اور ایک لڑکی' موجود ہیں مرنے والے کے ترکہ میں سے کس کا کتنا حق ہوتا ہے؟

جواب...... بعد ادائے حقوق متقدمہ کل مال کے دوسوسولہ سہام کر کے بیوی کو ستائیس چار بیٹوں کو چھبیس چھبیس اور بیٹی کو تیرہ ملیں گے اور چھتیس چھتیس والدین کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ بیوی ۲۷' بیٹا ۲۶' بیٹا ۲۶' بیٹا ۲۶' بیٹا ۲۶' بیٹی ۱۳' والد ۳۶' والدہ ۳۶'۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

صرف لڑکیاں ہی ہوں تو وہی میراث کی مستحق ہیں

سوال...... زید کی دو عورتیں تھیں پہلی عورت سے ایک لڑکی' دوسری عورت سے دو لڑکیاں اب تینوں لڑکیاں عاقل و بالغ ہیں ماں باپ فوت ہو چکے ہیں اب زید کی ملکیت ان لڑکیوں میں کس طرح تقسیم کی جائے' مثلاً زید کی ملکیت تین ہزار روپے تھے' تو ہر لڑکی کو کتنی رقم ملے گی؟

جواب...... زید کی تینوں لڑکیاں حق میراث میں برابر ہیں اگر بیویوں کے مہر ادا یا معاف ہو چکے ہیں تو ہر لڑکی کو ایک ایک ہزار روپیہ دیا جائے جبکہ کوئی اور وارث نہ ہو۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۱۴)

لڑکا نہ ہو تو ترکہ پوتوں کو ملے گا

سوال...... ایک بیوہ نے عقد ثانی کیا سابق شوہر سے ایک لڑکا بھی اس کے ساتھ نئے شوہر کے یہاں آیا نئے شوہر کے سابقہ زوجہ سے دو لڑکے ہیں اول شوہر کا انتقال ہوا پھر گیلڑ کا پھر مسماۃ فوت ہوئی شوہر کے مال پر اس کے دونوں لڑکے جو پہلی زوجہ سے ہیں قابض ہیں تو کیا گیلڑ لڑکے سے جو مسماۃ کے دو پوتے ہیں وہ دادی کے اس حصے میں سے جو دوسرے شوہر کے مال میں سے اسے مل سکتا ہے کچھ طلب کرنے کے حقدار نہیں؟ مسماۃ کا مہر بھی شوہر کے ذمے ہے؟

جواب...... دوسرے شوہر کے مال میں سے مسماۃ کو جو حصہ ملا ہے وہ اس کے دونوں پوتوں کو ملے گا مسماۃ کے مہر کے بھی وہی دونوں پوتے حق دار ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۵)

چار بیویوں کا خاوند کے ترکہ میں حصہ شرعی

سوال...... ایک شخص کی چار بیویاں ہیں اور اس کی وفات کے بعد چاروں زندہ ہیں تو کیا ہر ایک کو خاوند کے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا یا سب کا حصہ شرعی آٹھواں ہے جو ان میں برابر تقسیم کیا جائیگا؟

جواب...... اسلام نے اولاد کی موجودگی میں بیوی کے لئے آٹھواں حصہ مقرر کیا ہے چاہے

کسی کی ایک بیوی ہو یا زیادہ اور اگر اولاد نہ ہو تو ۴/۱ حصہ اس کے لئے مقرر ہے۔ اس لئے صورت مسئولہ میں مرحوم کی کل جائیداد کا ۸/۱ حصہ اس کی چاروں بیواؤں میں برابر تقسیم کیا جائے گا اور باقی ترکہ مرحوم کی اولاد اور دوسرے ورثاء کو دیا جائے گا۔

قال العلامة السجاوندیؒ :اماللزوجات فحالتان الربع للواحدة فصاعدةً عندعدم الولدوولدالابن وان سفل والثمن مع الولد وولدالابن وان سفل (السراجی ص۷/۸ باب معرفة الفروض)

وفی الهندية: وللزوجة الربع عندعدمهما والثمن مع احدهما والزوجات والواحدة يشتركن فی الربع والثمن وعليه الاجماع. (الفتاوی الهندية ج۶ ص ۴۵۰ الباب الثانی فی ذوی الفروض) ومثله فی الاختيار لتعليل المختار ج۵ ص ۸۶۰ كتاب الفرائض. (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص۵۳۶)

تقسیمات و تصحیحات

زندگی میں تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال..... زید فوت ہو جائے اور حسب ذیل افراد چھوڑے تو تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہوگی؟ زوجہ ابن الابن ابن الابن پوتی بنت اخت بھتیجا۔

جواب..... مسئلہ ۴۰/۵/۴ زوجہ ۵/۱ بنت ۵/۴ پوتا ۶ پوتا ۶ پوتی ۳ بہن محروم بھتیجا محروم۔ چالیس سہام ہوں گے پانچ سہام زوجہ کو (اور مہر پہلے دیا جائے گا) اور بیس سہام لڑکی کو اور چھ چھ سہام پوتوں کو اور تین سہام پوتی کو ملیں گے زندگی میں بہن اور بھتیجے کو دینا چاہے تو ایک ثلث کے اندر اندر دے سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج۸ ص۳۴۲)

بٹائی کے غلہ میں تقسیم ترکہ

سوال..... زید سے عمر نے سات بیگہ زمین ایک سال کے لئے بارہ من اناج کے بدلے لی عمر کا انتقال ہو گیا عمر کی بیوی پر ایک بچی ہے عمر کا بڑا بھائی جس کا نام بکر ہے ان دونوں بھائیوں نے زمین تقسیم کر رکھی ہے اب زید وہ اناج عمر کی بیوہ کو دے یا بچی کو؟ یا عمر کے بڑے بھائی بکر کو؟ یا دونوں کو کس شکل سے تقسیم کرے؟ اس مرنے والے کو ایک بیوی ایک بچی ایک بھائی اور چار شادی شدہ بہنیں ہیں۔

جواب...... بعد ادائے حقوق باقی ماندہ ترکہ کل کا کل غلہ زمین نقد اسباب وغیرہ اڑتالیس سہام کرکے چھ بیوی کو چوبیس لڑکی کو چھ بھائی کو اور تین تین ہر بہن کو دیئے جائیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ بیوی ۱/۶ لڑکی ۱۴/۱۴ بھائی ۶، بہن ۳، بہن ۳، بہن ۳، بہن ۳۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... میرے دادا کے انتقال کے وقت دو لڑکے اور دو لڑکیاں اور ان کی بیوی موجود تھی ترکہ دونوں لڑکوں نے آدھا آدھا تقسیم کرلیا لڑکیوں کو حصہ نہیں ملا دونوں لڑکوں میں سے ایک نے اپنے انتقال کے وقت پانچ لڑکے ایک لڑکی اور بیوی چھوڑی اب جائیداد کی تقسیم کس طرح کی جائے؟

جواب...... اگر دادا کی وفات پر انکے والدین میں سے کوئی نہ تھا تو ان کا حصہ میراث بھی ان کی اولاد کو پہنچ گیا اور دونوں پھوپھیوں کا حصہ میراث جو کہ ثلث تھا آپکے والد اور چچا کی طرف رہ گیا جسکا نصف یعنی کل کا 1/6 آپ کے والد کے حصہ میں شامل اس کو پھوپھیوں کو دینے کے بعد باقی ماندہ یعنی آپکے والد کا حصہ میراث حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنیکے بعد جو بچے اس کو اٹھاسی حصہ کرکے گیارہ آپ کی والدہ کو چودہ چودہ ہر پانچ بھائیوں کو اور سات بہن کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ مسئلہ ۸ نمبر ۸۸ بیوی ۱۱، ابن ۱۴، ابن ۱۴، ابن ۱۴، ابن ۱۴، ابن ۱۴، بنت ۷۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بھائی کا ترکہ تقسیم کرنے کی ایک صورت

سوال...... میرے بھائی کا انتقال ہوگیا ان کا کچھ ترکہ ہے اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟ ان کے ایک تو بھائی ہے تین بہن، تین لڑکیاں ایک بیوی اور لڑکا کوئی نہیں ہے؟

جواب...... بصورت مسئولہ میں غسل وکفن ودفن اداء قرض، مہر اور وصیت ہو تو تہائی مال تک پورا کرنے کے بعد باقی ماندہ ترکہ نقد، زیور، برتن ودیگر سامان اور گھر دکان، صحرائی جائیداد وغیرہ کو بہتر سہام کرکے بیوی کو نو اور تینوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو سولہ سولہ اور بھائی کو چھ اور تینوں بہنوں میں سے ہر ایک کو تین تین سہام ملیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۲۴ نمبر ۷۲، بیوی ۳/۹، لڑکی ۱۶، لڑکی ۱۶/۱۶، لڑکی ۱۶، بھائی ۲/۶، بہن ۱/۳، بہن ۱/۳، بہن ۱/۳۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

والد صاحب کی جائیداد پر ایک بیٹے کا قابض ہوجانا

سوال...... زید بڑا بھائی ہے نوکری کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے خالد کے انتقال کے

بعد دوسرے بھائی نے دکان کھولی زید اس کو کہتا ہے کہ اس میں میرا حق ہے مگر دوسرا بھائی کہتا ہے کہ یہ میری ذاتی ہے ایسے ہی والد صاحب کی ملکیت سے جو غلہ نکلتا ہے اس میں بھی زید کو حصہ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں سب کو خرچہ دیتا ہوں واضح ہو کہ زید کے دو بھائی شادی شدہ ہیں تیسرا بھائی بھی اس کے ساتھ رہتا ہے سب ایک گھر میں رہتے ہیں حکم شرعی صادر فرمادیں۔

جواب..... والد کا ترکہ تو تمام شرعی وارثوں میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہونا چاہئے اس پر کسی ایک بھائی کا قابض ہو جانا غصب اور ظلم ہے باقی جتنے بھائی کمانے والے ہیں ان کے ذمہ والدہ اور چھوٹے بھائیوں کا خرچہ بقدر حصہ ہے دکان میں اگر بھائی نے اپنا سرمایہ ڈالا ہے تو دکان اس کی ہے اور اگر والد کی جائیداد ہے تو وہ بھی تقسیم ہوگی۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۳۰۵)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال..... ہندہ مری اس نے ایک ماموں کے چار لڑکے اور ایک دوسرے ماموں کی ایک لڑکی ایک خالہ کا لڑکا اور لڑکی وارث چھوڑے تو ان کو ہندہ کے ترکے میں سے کیا ملے گا؟

جواب..... ۱۸ مسئلہ ۶/۱۸ خال ' خال ' خالہ ' ابن ۳ ' ابن ۳ ' ابن ۳ ' ابن ۳ بنت ۳ ' ابن ۲ ' بنت ۱۔

مقدم حقوق سے فراغت کے بعد حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول مفتیٰ بہ کے مطابق ہندہ کا ترکہ اٹھارہ سہام پر منقسم ہو کر ان میں سے تین تین سہام ماموں کے لڑکوں اور ماموں کی لڑکی کو اور دو سہام خالہ کے لڑکے کو اور ایک سہام خالہ کی لڑکی کو ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۳)

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال..... ایک مسماۃ مرحومہ کے مندرجہ ذیل ورثہ ہیں ہر ایک کا حصہ شرعی کس قدر ہے؟ تمام مال مرحومہ کے پاس والدین اور خاوند کا دیا ہوا تھا باپ ' ماں خاوند ' ایک لڑکا چار لڑکیاں

جواب..... متوفیہ کا ترکہ بعد ادائے حقوق اس طرح تقسیم ہوگا

مسئلہ ۱۲/ ۳/ ۷ زوج ۱۸/ ۳ ' اب ۱۲/ ۲ ' ام ۱۲/ ۲ ' ابن ۱۰ ' بنت ۵ ' بنت ۵ ' بنت ۵ ' بنت ۵۔

(کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۳)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال..... عبدالحفیظ لاولد فوت ہو گئے وارثان حسب ذیل چھوڑے۔ ایک حقیقی ہمشیرہ ایک بیوہ ' عبدالحلیم خان ' عبدالمجید خان ' عبدالرحیم حقیقی تایازاد بھائی ' عبدالمجید تایازاد بھائی ' عبدالحفیظ سے دو ماہ پیشتر فوت ہو گیا اور حسب ذیل وارثان چھوڑے۔

عبدالحمید خان ' عبدالرشید خان ' منظور فاطمہ ' سراج فاطمہ دختران ' رفیق فاطمہ بیوہ ' جملہ ورثاء کو

عبدالحفیظ کے ترکے سے کس طرح حصص پہنچیں گے؟

جواب...... مسئلہ ۱۲/۴' زوجہ ۱/۳' اخت حقیقی ۲/۶' ابن العم عبدالحلیم ۱' ابن العم عبدالرحیم ۱' ابن العم عبدالحکیم۔

مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد عبدالحفیظ کا ترکہ بارہ سہام پر تقسیم کیا جائے گا۔ تین سہام بیوہ کو چھ حقیقی ہمشیرہ کو ملیں گے' اور ایک ایک حصہ ہر ایک تایازاد بھائی کو ملے گا اور عبدالمجید خاں کی بیوہ اور مذکر و مؤنث اولاد عبدالحفیظ کے ترکے سے محروم رہیں گے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۳۸)

تقسیم ترکہ کا ایک مسئلہ

سوال...... مرحومہ کا انتقال ہو گیا حسب ذیل ورثاء موجود ہیں ایک زوجہ' ایک بھائی کی لڑکی' ایک بہن کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں' دوسری بہن کے دو لڑکے' تیسری بہن کی صرف ایک لڑکی' شرعاً تقسیم ترکہ کس طرح ہوگی؟

جواب...... مسئلہ ۶۱۶/۴۴/۴' زوجہ ۱۵۴' اخ ۱' بنت ۸۴' اخت ابن ۵۴' ابن ۵۴' ابن ۵۴' بنت ۲۷' بنت ۲۷' بنت ۲۷' اخت ۵۴' ۵۴ ابن ابن' اخت ۱' بنت ۲۷۔

مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد مرحوم کا ترکہ چھ سو سولہ سہام پر منقسم ہو کر ایک سو چون سہام زوجہ کو' چوراسی سہام بھتیجی کو اور چون چون سہام ہر بھانجے کو اور ستائیس ستائیس سہام ہر بھانجی کو دیئے جائیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۴۷)

میراث میں مطلقہ کے حصے کا حکم

سوال...... ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی عدت گزر جانے کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا اب اس کی مطلقہ بیوی حق میراث کا دعویٰ کرتی ہے تو کیا اس کو سابقہ خاوند کے ترکہ سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب...... مطلقہ عورت عدت گزر جانے کے بعد خاوند کے لئے اجنبی بن جاتی ہے اس لئے مطلقہ کو عدت گزر جانے کے بعد میراث میں حصہ نہیں ملے گا کیونکہ میت کے ورثاء کا حق ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں مطلقہ کا دعویٰ ارث صحیح نہیں ہے۔

وفی الهندیة: ولو طلقها طلاقا بائناً او ثلاثا ثم مات وهی فی العدة فكذلک، عندنا ترث ولو انقضت عدتها ثم مات لم ترث الخ (الفتاویٰ الهندیة ج ۱ ص ۴۶۲ الباب الخامس فی طلاق المریض قال العلامة قاضی خان رحمه

الله: وان ابانهابغير سوالها ثم مات وهي في العدة ورثته عندنا وان مات بعدانقضاء العدة لم ترث الخ. (فتاوىٰ قاضيخان ج۲ ص۲۷۲ كتاب الطلاق. فصل في المعتدة التي ترث) ومثله في شرح الوقاية ج۲ ص۱۰۹ كتاب الطلاق باب طلاق المريض. (فتاویٰ حقانیہ ج۲ ص۵۴۴)

تقسیم میراث کا مسئلہ

سوال...... ہندہ فوت ہوئی اور یہ ورثاء چھوڑے شوہر ماں حقیقی بہن چچا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... مسئلہ ۶ نمبر ۸ زوج ۳ ام ۲ حقیقی بہن ۳ چچا محروم۔

میت کا کل ترکہ مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد آٹھ سہام پر تقسیم ہوگا' تین سہام زوج کو' دو ام کو' تین اخت عینیہ کو ملیں گے اور چچا محروم رہے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ ص۷۷)

دو بیویوں اور سوکن کی لڑکی میں تقسیم ترکہ

سوال...... زید کے ورثہ میں دو بیویاں اور ایک لڑکی (جو ان دونوں بیویوں کی سوکن کی لڑکی ہے) اور ان دونوں کی کوئی اولاد نہیں ہے تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... ضروری حقوق ادا کرنے کے بعد مال کے سولہ حصے ہوں گے دونوں بیویوں کو ایک ایک حصہ اور بقیہ چودہ حصے لڑکی کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہوگی۔ مسئلہ ۸ نمبر ۱۶' زوجہ ۱' زوجہ ۱' لڑکی ۱۴۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۳ ص۱۹۹)

والدہ بھائی اور بہنوں میں تقسیم میراث

سوال...... ایک گیارہ سالہ نابالغ نے انتقال کیا اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑے۔ والدہ' ایک نابالغ بھائی' چار بہنیں' ایک نانا' ان کو کیا کیا حصہ ملے گا؟

جواب...... مسئلہ ۶' نمبر ۳۶' والدہ ۱/۶' بھائی ۱۰' بہنیں ۲۰۔

مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد ترکے میں چھتیس سہام کئے جائیں ان میں سے چھ سہام والدہ کو اور دس سہام بھائی کو اور پانچ پانچ سہام چاروں بہنوں کو دیئے جائیں' نانا کا کوئی حق نہیں۔

(کفایت المفتی ج۸ ص۳۵۲)

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... قادر بخش فوت ہوئے اور یہ وارث چھوڑے' مسمات لاڈو زوجہ حقیقی ہمشیرہ چار بھتیجے تین بھتیجیاں۔

جواب..... مسئلہ ۴' نمبر ۱۶' زوجہ ۱'۴' ہمشیرہ ۲'۸' بھتیجے ۴۔

ترکے کے سولہ سہام کر کے چار سہام زوجہ کو' اور آٹھ سہام ہمشیرہ کو اور ایک ایک سہام چاروں بھتیجوں کو دیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۵)

تقسیم میراث کا مسئلہ

سوال..... زید نے دو نابالغ لڑکے' دو نابالغ لڑکی والدہ' پھوپھی حقیقی ماموں حقیقی وارث چھوڑے' مرحوم کا ترکہ کس کو کتنا ملے گا؟

جواب..... مسئلہ ۶' نمبر ۳۶' والدہ ۱'۶' ابن ۱۰' ابن ۱۰' بنت ۵' بنت ۵۔ مرحوم کا ترکہ کل چھتیس سہام پر تقسیم ہوگا اس میں سے چھ سہام والدہ کو اور دس دس سہام دونوں لڑکوں کو' اور پانچ پانچ سہام دونوں لڑکیوں کو ملیں گے۔ (کفایت المفتی ص ۳۰۹)

دوسو سولہ سہام سے تقسیم ترکہ کی صورت

سوال..... ایک متوفیہ نے شوہر ایک بیٹی' ماں' چار بھائی' ایک بہن چھوڑے' تقسیم ترکہ کی صورت تحریر فرمائیں۔

جواب..... بعد ادائے حقوق ماتقدم علی الارث باقی ماندہ ترکہ دوسو سولہ سہام کر کے چون شوہر کو ایک سو آٹھ بیٹی کو' چھتیس والدہ کو' چار چار ہر بھائی کو اور دو بہن کو ملیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ مسئلہ ۲۴' نمبر ۲۱۶' زوج ۶/۵۴' بنت ۱۲/۱۰۸' والدہ ۳۶/۶' ۴' بھائی ۴' بھائی ۴' بھائی ۴' بھائی ۴' بہن ۲۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مشترک میراث تقسیم کرنے کا طریقہ

سوال..... ایک موروثی جائیداد کی آمدنی پچاس روپے ماہانہ ہے اور وارث ایک بیوی چار لڑکے دو لڑکیاں ہیں تو یہ مشترک آمدنی کس طرح تقسیم کی جائے؟ ہر ایک کے حصہ میں کتنا کتنا روپیہ آئیگا؟

جواب..... صورت مسئولہ میں (بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث) تمام ترکہ مذکورہ ورثہ میں (جب کہ والدین یا ان میں سے ایک زندہ نہ ہو) اسی سہام ہو کر دس بیوی کو' چودہ چودہ ہر چار لڑکوں کو' اور سات سات ہر دو لڑکیوں کو ملیں گے آمدنی مشترک بھی اسی طور سے تقسیم کی جائے گی لہٰذا پچاس میں سے والدہ کو چھ روپے چار آنے' اور آٹھ آٹھ روپے بارہ بارہ آنے ہر چہار لڑکوں اور چھ چھ روپے چار آنے ہر دو لڑکیوں کے حصہ میں آئیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۸، نمبر ۸۰، بیوی ۱/۱۰، ۶/۴، ۱/۱۰۔ بیٹا ۱۴، ۸، ۱۲۔ بیٹا ۱۴، ۸، ۱۲۔ بیٹا ۱۴، ۸، ۱۲۔ بیٹا ۱۴، ۸، ۱۲۔ بیٹی ۷، ۶/۴، بیٹی ۷، ۶/۴۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

والدہ' زوجہ' لڑکے دو' لڑکیاں دو' بہن وارث ہیں

سوال..... مسمی محمد جعفر خاں فوت ہوئے اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا' والدہ' زوجہ دولڑکے' دولڑکیاں' ایک بہن۔

جواب..... مسئلہ ۲۴، نمبر ۱۴۴، زوجہ ۱۸/۳، ام ۲۴/۴، ابن ۳۴، ابن ۳۴، بنت ۱۷، بنت ۱۷، بہن محروم۔

کل ترکہ ایک سو چوالیس سہام قرار دیکر حسب نقشہ بالا ورثہ پر منقسم ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۶۲)

دولڑکیاں' تین بھتیجے اور ایک زوجہ وارث ہے

سوال..... حاجی صاحب کا انتقال ہوا وارثان میں دولڑکیاں تین برادرزادے اور ایک بیوہ چھوڑی ہے کس کو کتنا حصہ ملے گا؟

جواب..... مسئلہ ۲۴، نمبر ۲۷، زوجہ ۹/۳، دختر ۸/۲۴، دختر ۸/۲۴، بھتیجا ۵، بھتیجا ۵، بھتیجا ۵

کل ترکہ بہتر سہام بنا کر نو سہام بیوہ کو چوبیس چوبیس دختروں کو پانچ پانچ ہر بھتیجے کو ملیں گے۔

(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۳۶)

پہلے شوہر کا میراث میں حصہ نہیں ہے

سوال..... کسی مطلقہ عورت نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور چند سال اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے بعد فوت ہوگئی اب اس کے ترکہ میں دونوں خاوندوں کا مال ہے پہلا شوہر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے والے مہر میں مجھے ۱/۴ حصہ مال ملنا چاہئے جبکہ اس عورت کے شوہر ثانی سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں بھی ہیں کیا شرعاً پہلے خاوند کو عورت کے ترکہ میں حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب..... طلاق دے کر عدت گزر جانے کے بعد میاں بیوی کے درمیان کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا اور دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہو جاتے ہیں جبکہ میراث کے لئے رشتہ ارث ضروری ہے صورت مسئولہ میں جہاں تک عورت کے پہلے شوہر کے حق مہر کا تعلق ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہے اس میں سابقہ شوہر کا کوئی تعلق نہیں اس لئے عورت کا جملہ ترکہ اس کے شوہر ثانی' تین بیٹوں اور دو بیٹیوں میں تقسیم ہوگا۔

مرحومہ ۴x۸=۳۲ شوہر اول محروم' شوہر ثانی ۸/۳۲، بیٹا ۶/۳۲، بیٹا ۶/۳۲، بیٹا ۶/۳۲، بیٹی ۳/۳۲، بیٹی ۳/۳۲

وفی الهندیة: ولو طلقها طلاقا بائناً اوثلاثا ثم مات وهی فی العدة فکذلک عندنا ترث ولوانقضت عدتها ثم مات لم ترث وهذا اذاطلقها من غیر سؤالها فامااذا طلقها بسؤالها فلامیراث لها. (الفتاویٰ الهندیة ج ا ص ۴۶۲ الباب الخامس فی طلاق المریض) (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص ۵۴۷)

شوہر' بھائی' بہن اور نانی میں تقسیم ترکہ

سوال...... ہندہ کا انتقال ہوگیا کوئی اولاد ان کو نہیں' وارثوں میں شوہر' ایک سگا بھائی' ایک اس کی بہن' ایک نانی چھوڑی' جائیداد میں صرف کھیت ہے اس میں ترکہ کس قدر تقسیم ہوگا؟

جواب...... مسئلہ ۶' ۱۸' زوج ۳/۹' نانی ۱/۳' بھائی ۴' بہن ۲۔ حقوق واجبہ ادا کرنے کے بعد متوفیہ کا ترکہ اٹھارہ حصوں پر منقسم ہو کر نو شوہر کو' تین نانی کو چار بھائی کو اور دو بہن کو دیئے جائیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۴۴۳)

باب العصبات

عصبہ کی تعریف اور قسمیں

سوال...... عصبہ کون لوگ ہوتے ہیں اور عصبہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب...... عصبہ ہر وہ شخص ہے جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور ذوی الفروض کے حصوں سے باقی کو لے لے اور تنہا ہونے کی صورت میں سب مال لے لے اور عصبہ کی دو قسم ہیں (۱) عصبہ نسبیہ (۲) عصبہ سببیہ پھر نسبیہ کی تین قسم ہیں (۱) عصبہ بنفسہ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ۔ ہندیہ میں ہے۔هم کل من لیس له سهم مقدرویاخذ مابقی من سهام ذوی الفروض واذا انفرداخذ جمیع المال کذافی الاختیار شرح المختار فالعصبة نوعان نسبیة وسببیة فانسبیة ثلاثة انواع عصبة بنفسه وعصبة بغیره وعصبة مع غیره (ج۶ ص ۴۵۱) (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

عصبات کی انتہا کہاں تک ہے؟

سوال...... وراثت میں عصبہ کہاں تک ہیں؟ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ تو دادا کے چچا تک ختم کرتے ہیں اس کے بعد وراثت ذوی الارحام کی طرف منتقل ہوجائے گی اور مولانا اصغر

صاحبؒ الی آخرہ عصبہ کو لکھتے ہیں حضرت تھانویؒ کی رائے ظاہراً درست معلوم ہوتی ہے کہ اگر الی آخرا عصبہ کو مانا جائے تو ذوی الارحام کا نمبر ہی نہیں آ سکتا دونوں روایتوں میں فتویٰ کس پر ہے؟

جواب...... حضرت تھانوی نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا تھا صحیح وہی ہے جس کو حضرت مولانا اصغر حسین صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے الجامع الوجیز میں اس کی تصریح ہے جس وقت کسی عصبہ کی تحقیق نہ ہو تو ذوی الارحام کو ترکہ ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۳۸۹)

باب عصبات میں وان علا کا مطلب

سوال...... کتب فرائض میں عصبات کے تحت میں لفظ وان علا وان سفل لکھ کر عصبات کے درجات کو غیر محدود کر دیا ہے اس صورت میں ذوی الارحام کا وارث بننا ناممکن بن جاتا ہے مثلاً قوم خوجہ ایک شخص سے چلی اب یہ قوم دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکی ہے اب میت کے ورثاء میں تو جز الجد موجود نہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی یقین ہے کہ ان کا جزءالجد ضرور کسی نہ کسی جگہ موجود ہوگا اور شجرۂ نسب ہر قوم کا ملنا مشکل ہے اس صورت میں اگر ذوی الارحام کو کچھ دیا گیا تو عصبات موجودہ غیر معلوم محروم رہ جائیں گی اب ذوی الارحام کا وارث بننا بغیر حد بندی نہیں ہو سکتا اگر عصبات کی حد بندی کی کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں۔

جواب...... آپ کا اشکال صحیح ہے فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ذوی الارحام کے وارث بننے کی یہ صورت ہے کہ عصبات کی عصبیت کا ثبوت نہ ہو ورنہ حقیقتاً عصبات کا عدم دشوار ہے حد بندی کی ضرورت نہیں ثبوت شرعی پر تحقیق کافی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۴۱۲)

عصبہ میں تقسیم ترکہ

سوال...... رحمتی کا انتقال ہوا اس کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی دونوں زندگی ہی میں مر چکے اب تین پوتیاں اور دو نواسی اور ایک لڑکے کی بیوی بیوہ ہے اور رحمتی کے حقیقی چچا کی اولاد میں تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے اور دو لڑکیاں رحمتی کی حیات میں انتقال کر چکی تھی ان کی اولاد کی حیات میں تقسیم شرعی کی کیا صورت ہے؟

جواب...... بعد ادائے حقوق کل ترکہ تریسٹھ سہام کر کے چودہ چودہ سہام تینوں پوتیوں کو اور چھ چھ تینوں چچیرے بھائیوں کو اور تین چچیری بہن کو ملیں گے مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۳، نمبر ۶۳، پوتی ۱۴، پوتی ۱۴، پوتی ۱۴، چچیرا بھائی ۶، چچیرا بھائی ۶، چچیرا بھائی ۶، چچیری بہن ۳، باقی سب محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

عصبہ بنفسہ اور عصبہ بالغیر میں کون مقدم ہے؟

سوال...... عصبہ بنفسہ اور عصبہ بالغیر میں کس کو ترجیح ہے؟

جواب...... ان صورتوں میں عصبہ بالغیر قرب کی وجہ سے مقدم ہے اور عصبہ بنفسہ محجوب ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۴۰۰)

بھتیجا' بھتیجی اور اخیافی بہنوں کی اولاد میں تقسیم ترکہ

سوال...... مرحوم کے ایک بھتیجا ایک بھتیجی اور دو اخیافی (ماں شریک) بہنوں کی اولاد ہیں ایک بہن کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں اور ایک بہن کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے اخیافی بہنوں کا انتقال مرحوم کی زندگی میں ہو چکا ہے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... صورت مسئولہ میں مرحوم کا بھتیجا عصبہ ہے بھتیجی اور اخیافی بہنوں کی اولاد ذوی الارحام میں سے ہیں اس لئے پورا ترکہ بھتیجے کو ملے گا بھتیجی اور اخیافی بہنوں کی اولاد محروم ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۴۷۰)

پانچ لڑکے اور تین لڑکیوں میں تقسیم وراثت

سوال...... میرے والدین کا انتقال ہو گیا ہے ان کے پانچ لڑکے تین لڑکیاں ہیں تین لڑکیاں اور ایک لڑکا شادی شدہ ہے تین لڑکے نابالغ ہیں والد صاحب کے پانچ ہزار روپے فنڈ میں جمع ہیں ان میں شادی شدہ اور بالغ حقدار ہیں یا نہیں؟ اور نابالغوں کا کیا حکم ہے؟ جبکہ ان کی پرورش کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے والدین کے ذمہ سات سو روپے قرض بھی ہے جو کہ فنڈ حاصل کرنے میں صرف ہوئے اور دیگر قرض تین سو اڑتیس روپے ہے جو والدہ کے معالجہ میں صرف ہوئے ہیں وہ بھی وفات پا چکی ہیں۔

جواب...... سب سے اول کفن دفن کا خرچہ' پھر قرض کی ادائیگی اس کے بعد کوئی وصیت ہو تو تہائی مال سے پوری کی جائے پھر کل جائیداد کے تیرہ حصہ کریں اور دو دو حصے ہر بھائی اور ایک ایک حصہ ہر بہن کو دیں۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم ج ۴ ص ۳۶۳)

حقیقی بہن کی اولاد مقدم ہونے کی ایک صورت

سوال...... زید زندہ ہے اس کا کوئی وارث ذوی الفروض میں سے نہیں ہاں اس کی حقیقی بہن کی اولاد اور حقیقی چچیری بہن کی اولاد ذکور و اناث موجود ہیں اگر زید ان کو چھوڑ کر مر گیا تو حقیقی بہن کی اولاد وارث ہوگی یا چچیری بہن کی اولاد' یعنی ذوی الارحام جو عصبہ یعنی چچا کے ذریعے سے ہے

یا ذوی الارحام جو کہ حقیقی بہن کے ذریعے سے ہے؟

جواب...... یہ بھی تو عصبہ یعنی باپ کے ذریعے سے ہے پھر ان دونوں عصبوں میں باپ کو ترجیح پس اس سوال کی تقریر میں مغالطہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان دونوں قسموں میں عصبہ کی اولاد ایک بھی نہیں دونوں اولاد بہن کی ہیں ایک حقیقی بہن کی اور ایک چچیری بہن کی پس اول کہ جزء اصل قریب ہے وہ مقدم ہوگی دوسری پر کہ جز اصل بعید ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۳)

بھتیجا اور بھتیجی ہونے کی صورت میں ترکہ فقط بھتیجے کو ملے گا

سوال...... زید مرحوم کا وارث ایک بھتیجا دو بھتیجیاں ہیں اور ایک بھائی کی نواسی ہے پھر بھتیجے کا انتقال ہوا اس وارثوں میں اس کی ایک چچیری بہن ہے ایک حقیقی بھانجی ایک فرزند اور زوجہ ہے ان وارثوں میں زید اور خالد کا ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے؟

جواب...... زید مرحوم کے وارثوں میں حقیقی بھتیجا خالد عصبہ بنفسہ ہے اور حقیقی بھتیجیاں اور بھائی کی نواسی ذوی الارحام ہیں خالد کے مذکورہ وارثوں میں اس کی زوجہ ذوی الفروض ہے اور اس کا فرزند عصبہ ہے چچیری بہن اور بھانجی ذوی الارحام ہیں۔ پس مشروع حقوق کی ادائیگی کے بعد مابقیہ خالد کو دیں اس کی دونوں بھتیجیاں اور بھائی کی نواسی محروم ہیں اس کے بعد خالد کا ترکہ (جس میں اس کا اپنا کمایا ہوا اور چچا کی میراث سے پایا ہوشامل ہے) حقوق کی ادائیگی کے بعد مابقی کے آٹھ حصے کر کے اس کی زوجہ کو آٹھواں حصہ دے کر باقی سات حصے فرزند کو دے دیں اس کی چچیری بہن اور حقیقی بھانجے سب محروم ہیں۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۶۸)

سوکن کی اولاد اجنبی ہے اور وارث نہیں

سوال...... خدیجہ لاولد انتقال کر گئی ایک حقیقی اور ایک علاتی بھائی اور حقیقی بھائی کی اولاد نواسے نواسیاں اور پوتا یعنی سوکن کے بیٹے کا بیٹا چھوڑا اس کے ترکے کے مستحق کون ہیں؟

جواب...... مرحومہ کے مذکورہ قرابت داروں میں صرف اس کا حقیقی بھائی اس کا عصبہ قریب ہونے کی وجہ سے وارث ہے بھائی کی اولاد اور علاتی بھائی عصبۂ بعید ہونے کی وجہ سے یہاں محجوب ہیں اور نواسے نواسیاں ذوی الارحام ہیں عصبہ کی موجودگی میں وہ بھی محروم ہیں اس کی سوکن کا پوتا تو بالکل اجنبی ہے اس کی مرحومہ کی وراثت میں کچھ دخل نہیں پس مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد بقیہ بھائی کو دے دیں۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۶۹)

بہن کے وارث ہونے میں ابن عباسؓ کا مذہب

سوال..... زید نے وفات پائی ایک زوجہ، دو بیٹیاں اور ایک حقیقی بہن وارث چھوڑے اور ایک علاتی بھائی بھی ہے صورت مسئلہ یہ ہے۔ زوجہ ا' بنتان ۲' اخت لاب وام ۳' اخ لاب ۴۔ اب ہم کو جمہور کا مذہب تو معلوم ہے مگر ابن عباس کا مذہب معلوم کرنا ہے امید ہے کہ آپ فیصلہ ابن عباس کے مذہب کے مطابق تحریر فرمائیں گے۔

جواب..... صورت مسئولہ میں ابن عباس کا مذہب ایک تو بنتان میں جمہور سے مختلف ہے جمہور کے نزدیک بنتان ثلثان کے مستحق ہیں اور ابن عباسؓ کے نزدیک نصف کی:

اور دوسرے اخت میں اختلاف ہے جمہور کے نزدیک بنت کے ساتھ اخت عصبہ بن جاتی ہے اور ابن عباسؓ کے نزدیک عصبہ نہیں بنتی لیکن دونوں مسئلوں میں جمہور کا مسلک راجح ہے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مفتی مقلد اور مستفتی مقلد کو ابن عباسؓ کے مذہب پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

.....سعید احمد غفرلہ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۷۹)

توریث حمل

مطلقہ حاملہ کا بچہ باپ کا وارث ہوگا

سوال..... زید نے حاملہ منکوحہ کو تین طلاق دے دی ہے تو یہ طلاق حمل ہونے کی صورت میں ہوئی یا نہیں؟ اور یہ ہونے والا بچہ وارث ہوگا یا نہیں؟

جواب..... حالت حمل میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے جو بچہ پیدا ہوگا وہ زید کا ہوگا اور زید کے مال میں سے حصۂ میراث پائے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۶)

زوجہ والدہ اور حمل میں تقسیم میراث

سوال..... میں نے اپنے مرحوم شوہر کی تجہیز و تکفین قرض لے کر کی میرے شوہر کی والدہ اور بھائی جب آئے تو میرا جہیز کا سامان اور جو سامان شوہر کا موجود تھا وہ سب لے کر چلے گئے مجھ کو میرے والدین کے پاس چھوڑ کر چلے گئے اب میرے شوہر کا پیسہ ملنے والا ہے اس میں مندرجہ ذیل اشخاص کے کیا کیا حقوق ہیں؟

ا۔ بیوہ اور جو بچہ کہ عنقریب ہونے والا ہے ۔۲۔ شوہر کی والدہ' شوہر کا ایک بھائی ایک بہن۔
جو روپیہ قرض کر کے تجہیز وتکفین کی اس کو کس طرح ادا کروں؟

جواب...... ملنے والے روپے میں زوجہ کا مہر' تجہیز وتکفین کے مصارف عورت کے سامان جہیز کی قیمت جو مرحوم شوہر کے بھائی وغیرہ لے گئے ہیں سب زوجہ کو ملے گی اس کے بعد جو رقم بچے اس میں حسب ذیل طریقے پر حصے ہوں گے۔

مسئلہ ۲۴' زوجہ ۳' والدہ ۴' بھائی محروم' بہن محروم' حمل ۱۷ یعنی

یعنی چوبیس سہام میں سے تین سہام زوجہ کو ملیں گے چار سہام والدہ کو اور سترہ سہام حمل کے لئے محفوظ رہیں گے اگر لڑکا ہوا تو پورے سترہ سہام اس کو ملیں گے اگر لڑکی ہوئی تو بارہ سہام لڑکی کو اور پانچ سہام بھائی بہن کو ملیں گے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۲۱)

ماں' دو بہنوں اور حمل میں تقسیم ترکہ

سوال...... ایک آدمی مر گیا وارثوں میں عورت' ماں اور دو بہنیں ہیں اور عورت حاملہ ہے تو مال کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... بیوی حاملہ ہے وضع حمل تک انتظار کیا جائے تو بہتر ہے اگر ورثاء اس بات کو قبول نہ کریں تو حمل کو لڑکا مان کر ترکہ تقسیم کیا جائے اور مال کے چوبیس حصے کئے جائیں عورت کو تین حصے ماں کو چار حصے اور بقیہ سترہ حصے امانت رکھے جائیں بہنوں کو کچھ نہ دیا جائے اگر لڑکا پیدا ہوا تو امانت کا وہ حقدار ہے بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو امانت میں سے بارہ حصے لڑکی کو ملیں گے اور بقیہ پانچ حصوں کی دو بہنیں حقدار ہوں گی اگر خدانخواستہ بچہ مردہ ہوا تو مال کے تیرا حصے ہوں گے دو حصے ماں کو' تین حصے بیوی کو اور چار چار حصے دونوں بہنوں کو ملیں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۹۸)

توریث حمل کی متعدد صورتیں اور ان پر اشکالات

سوال...... حمل غیر مورث کا ہو تو اس حمل کے وارث ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ چھ ماہ سے کم پیدا ہوا ہو یا پورے چھ مہینے میں' شامی نے ستة اشهر او اقل بحر نے صرف لاقل من ستة اشهر لکھا ہے۔

جواب...... شامی (ج ۲ ص ۷۰۲) نے سراجی (ص ۴۹) کی موافقت کی ہے اور بحر میں مبسوط کی موافقت ہے لیکن مبسوط ہی میں اور بعض مسائل میں ستة اشهر کو اقل کے ساتھ لاحق کیا ہے اکثر کے ساتھ لاحق نہیں کیا اور طحطاوی میں صاف ہے کہ اس مسئلے میں ستة اشهر اکثر کے ساتھ لاحق ہے بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے وان جاء ت به لستة اشهر او اكثر فانه لا يرث اه

تتمۃ السوال: اکثر کتب متداولہ میں یہی لکھا ہے کہ اگر حمل مورث کا ہو اور عورت نے عدت پوری ہونے کا اقرار کرلیا ہو تو حمل وارث نہ ہوگا تو اگر اقرار سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہو جائے تب بھی وارث نہ ہوگا؟

جواب.....اقرار پر عدت ختم ہوجاتی ہے لیکن اقرار کے بعد چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوجانا اس کی تکذیب کرتا ہے لہٰذا بچہ ثابت النسب اور وارث ہوگا بشرطیکہ اکثر مدت حمل (دو سال) کے اندر پیدا ہوا ہو اگر موت مورث سے دو سال بعد پیدا ہوگا تو ثابت النسب اور وارث نہیں ہوگا: قال الاتقانی هذالذی ذکره القدوری یتناول کل معتدة سوأ کانت معتدة عن وفات اوعن طلاق بائن اورجعی لانه اطلق المعتدة ولم یقیدها اه (شلبی ہامش الزیلعی ج ۳ ص ۴۲) لیکن علامہ زیلعی نے ایک اشکال کیا ہے جس کو صاحب بحر اور شامی نے برقرار رکھا ہے فلیتامل فیه' ولومات عنها قبل الدخول او بعده ثم جاء ت بولد من وقت الوفات الی سنتین یثبت النسب منه وان جاء ت به لاکثرمن سنتین من وقت الوفات لایثبت النسب هذا کله اذا لم یقربانقضاء العدة وان اقرت وذالک فی مدة تنقضی فی مثلها عدة الطلاق والوفاةسوأ ثم جاء ت بولدلاقل من ستة اشهرمن وقت الاقراریثبت النسب والافلا (فتاویٰ هندیه ج ۱ ص ۵۳۷) جب ثبوت نسب ہوگا تو استحقاق وراثت بھی ہوگا۔

تتمة السوال: شامی بحث الحمل میں ہے وان کان من غیره فانمابرث لوولدلستة اشهراواقل الااذاکانت معتدة ولم تقربانقضائها اواقرالورثة بوجوده اه

اس میں کل ورثاء کا اقرار ضروری ہے یا اکثر کا' یا بعض کا اقرار بھی کافی ہے اگر کل کا اقرار ضروری ہے تو کل ورثاء کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہوگا نیز بعض کا اقرار بعض کا سکوت کل کے اقرار کے حکم میں ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر معتدہ رجعیہ ہو تو ظاہر ہے کہ روز طلاق سے دو سال بعد بھی اگر ولادت ہو تو حمل وارث ہوگا اور اگر معتدہ بائنہ ہو یا ورثاء نے حمل کے وجود کا اقرار کیا ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس حمل کا روز طلاق یا موت سے دو سال کے اندر اندر پیدا ہونا ضروری ہے مگر کتاب میں یہ شرط نہیں لگائی جو تحقیق ہو مطلع فرمائیں۔

جواب.....اس مسئلے میں صراحتاً کوئی جزئیہ نہیں ملا حمل مورث کے متعلق فصل ثبوت النسب میں یہ عبارت ہے' ویثبت نسب ولدالمعتدة بموت اوطلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة اوحبل ظاهر اواقرار الزوج به اوتصدیق بعض الورثة فیثبت فی حق المقرین وانمایثبت النسب فی حق غیرهم

حتی الناس کافة ان تم نصاب الشهادة بهم بان شهدمع المقررجل آخروكذالوصدقه عليه الورثة وهم من اهل التفريق فيثبت النسب والایتم نصابهالایشارک المكذبين (درمختارمختصراً) قوله اوتصديق بعض الورثة المراد بالبعض من لايتم به نصاب الشهادة وهوالواحد العدل اواكثرمع عدم العدالة كمايظهرمقابلة ح وصورة المسئلة لوادعت معتدة الوفات الولادة فصدقهاالورثة ولم يشهد بها احد فهوابن الميت في قولهم جميعاً لان الارث خالص حقهم فيقبل تصديقهم فيه فتح' قوله فيثبت في حق المقرين الاوىٰ فی حق من افريشمل الواحدولانهم لوكانواجماعة ثبت فی حق غيرهم ايضاً الاان يحمل علی ماذا كانواجماعة ثبت فی حق غيرهم ايضاً الاان يحمل علیٰ ماذاكانواغيرعدول افاده ط' قوله فی حق غير هم ای في حق من لم يصدق اه (شامی ج ۲ ص ۸۶۳)

لیکن یہ نفس ولادت کے متعلق کلام ہے معتدہ بائنہ رجعیہ کا جزئیہ اس سے پہلے جواب میں شلبی ہامش الزیلعی سے منقول ہو چکا ہے اور یہ بحر شامی وغیرہ میں بھی ہے۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۴۶)

وراثت اور ذوی الارحام

ذوی الارحام کا مطلب

سوال......ذوی الارحام کون ہوتے ہیں؟

جواب......ذوی الارحام ہر وہ قریبی آدمی اور رشتہ دار ہوتا ہے جس کا نہ کوئی حصہ ہو اور نہ وہ عصبہ ہو اور نہ کسی حصہ والے کے ساتھ وارث ہو تو اکیلا ایسے وقت میں قرابت کی وجہ سے سب مال لے لے گا تنویر اور اس کی شرح درمختار میں شامی کے حاشیہ پر ہے۔(هو كل قريب ليس بذی سهم ولاعصبة ولايرث مع ذی سهم فياخذالمنفرد وجميع المال) بالقرابة (ج ۶ ص ۵۰۴)۔(منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

ذوی الارحام کے ہوتے ہوئے ترکہ اجنبیوں کو نہیں ملے گا

سوال......ایک عورت کی کچھ تجارت تھی اس کا انتقال ہو گیا ایک صاحب کے پاس اس کی

کچھ امانت ہے اور مرحومہ کے ورثاء ہیں (۱) مرحومہ کی ایک سوتیلی نواسی اور ایک نواسا جو مرحومہ کے شوہر کی پہلی اہلیہ کی دختر کا لڑکا (۲) مرحومہ کے شوہر کے ایک حقیقی برادر مرحومہ کے تین فرزند اور دو دختر ہیں (۳) مرحومہ کے شوہر کے ایک حقیقی بھائی ہیں (۴) ایک مرحومہ کے حقیقی ماموں ہیں (۵) اور مرحومہ کے چار حقیقی بھانجے ہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب...... مذکورین کے سوا مرحومہ کے کوئی اور قرابت دار نہ ہوں تو سوال میں مرقوم پہلے، دوسرے، تیسرے نمبر کے لوگ مرحومہ کے وارث نہیں ہیں بلکہ اجنبی ہیں ان کو اس کے ترکے میں شرعاً کچھ حصہ نہیں ہے چوتھے پانچویں نمبر کے لوگ اگر ذوی الاحارم میں سے ہیں اور وارث ہو سکتے ہیں لیکن پانچویں نمبر کے لوگوں کا مرتبہ قرابت میں مقدم ہونے کی بنا پر ان کی موجودگی میں چوتھے نمبر والوں کو جن کا مرتبہ ان سے مؤخر ہے کچھ نہ ملے گا پس مرحومہ کا جو مال بچا ہوا ہے ان سب مالوں کے مستحق صرف اس کے چاروں حقیقی بھانجے ہیں اور مال ان پر برابر تقسیم ہوگا مال کے چار حصے کر کے ہر بھانجے کو ایک ایک حصہ دے دیں۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۶۵)

صنف ثالث اور ذوی الارحام مختلف الاصول میں تقسیم

سوال......رمضانی بیگم فوت ہوئی اور ایک بھتیجی اور ایک بھانجا اور ایک بھانجی وارث چھوڑے اس صورت میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب......مسئلہ نمبر۴، بنت اخ ۲، ابن اخت ا، بنت اخت ا۔

دوسرا جواب، مسئلہ نمبر۴، ابن اخت ۲، بنت اخت ا، بنت اخ ا۔

تیسرا جواب مسئلہ نمبر۴، بنت اخ ۲، ۶، ابن اخت ۴، بنت اخت ۲۔

اقول: یہ ورثاء ذوی الارحام صنف ثالث سے ہیں اور قرب الی المیت اور ولدیت عصبہ وقوت قرابت میں برابر لیکن مختلف الاصول ہیں اس صورت میں امام ابو یوسفؒ ابدان فروع کا لحاظ کر کے للذکر مثل حفظ الانثیین تقسیم فرماتے ہیں اور امام محمد اصول پر تقسیم کر کے مذکور کو ایک طائفہ اناث کو ایک طائفہ فرض کر کے ہر ایک کے فروع کو للذکر مثل حظ الانثیین دیتے ہیں۔ پس جواب ثانی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر صحیح ہے اور جواب ثالث امام محمد علیہ الرحمۃ کے مسلک کے مطابق ہے اور جواب اول دونوں کے خلاف ہے اور دونوں مذہبوں کی تصحیح وترجیح میں اختلاف ہے لیکن صاحب سراجی نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۰)

نوٹ: یہ تینوں جواب مختلف مجیبوں کے لکھے ہوئے ہیں اور حضرت کا جواب اقول سے

شروع ہوا ہے بیوی کو دیا ہوا روپیہ امانت ہے۔

ذوی الارحام کی صنف رابع میں تقسیم میراث

سوال..... زید مرحوم نے حقیقی ماموں کے دولڑکے عمر بکراور حقیقی پھوپھی کے دولڑکے خالد واقد اورایک لڑکی زبیدہ وارث چھوڑے ان میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

واضح ہو کہ دونوں ماموں زاد بھائی ایک ایک ماموں کے لڑکے ہیں اور خالد واقد ایک پھوپھی کے لڑکے ہیں اورزبیدہ دوسری پھوپھی کی لڑکی ہے لیکن سب حقیقی پھوپھی کی اولاد ہیں۔

جواب..... یہ جملہ ورثاء ذوی الارحام کی صنف رابع کی اولاد ہیں اور قرب میں مساوی ہیں مگر جز قرابت مختلف ہیں اور کوئی ولد عصبہ نہیں خالداور واقد کی قرابت والد کی جانب سے ہے لہٰذا اصل مسئلہ تین سے قرار دے کر دوثلث تو والد کے قرابت والوں یعنی پھوپھی زاد بہن بھائی کو ملے گا اور ایک ثلث والدہ کے قرابت والوں کو ملے گا اس کے بعد پھوپھی کی اولاد کو جو کچھ ملا تھا وہ ان کے درمیان للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوجائے گا اور تیس سے تصحیح ہوجائے گی۔

مسئلہ۳ نمبر۳۰ ماموں کا لڑکا عمر۵ ماموں کا لڑکا بکر۵ پھوپھی کا لڑکا ۸ پھوپھی کا لڑکا ۸ پھوپھی کی لڑکی ۴۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۵ص۳۰)

فرائض ذوی الارحام کی ایک صورت

سوال..... زید مرحوم کے یہ وارث ہیں بیوی حقیقی ممانی دو ماموں زاد بھائی اور دو بہنیں زید کے والد کے چار حقیقی ماموں زاد بھائی اور تین حقیقی چچازاد بہنیں کون وارث کتنا حقدار ہے؟

جواب..... مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد ایک چوتھائی ترکہ زید کی بیوی کو دیا جائے بقیہ زید کے والد کے پانچ حقیقی چچازاد بھائیوں میں برابر تقسیم کردیا جائے ان کے علاوہ کسی کو کچھ حصہ نہیں ملے گا چاہے وہ زید کی والدہ کے عزیز ہوں یا والد کے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۱۱ص۴۳۸)

ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو؟

سوال..... ہندہ نے انتقال کے وقت ایک تایازاد بہن ایک نواسی اور ایک بڑا نواسا ایک دیور اور تین دیورانی کی اولاد چھوڑی ترکہ میں کون کون حصہ دار ہوں گے؟

جواب..... صورت مسئولہ میں ذوی الفروض اور عصبات میں سے کوئی نہیں اور ذوی الارحام میں سے صنف اول نواسی موجود ہے جو ترکہ کی وارث و مالک ہے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ردعلی الزوجین کا حکم

سوال...... زید ایک بیوی اور ایک بھانجا چھوڑ کر مرا زوجہ کو ربع دینے کے بعد تین ربع کو کیا کیا جائے آیا زوجہ پر رد کیا جائے کیونکہ ذوی الارحام کا مرتبہ ترتیب ورثہ میں بعد رد ہے اور مفتی بہ اب یہ ہے کہ ردعلی الزوجین جائز ہے یا ذوی الارحام کو قرض ادا کرنے کے بعد دیا جائے؟ اب تامل یہ ہے کہ جب ردعلی الزوجین مفتی بہ ہے اور مرتبہ ذوی الارحام پر مقدم ہے تو زوجہ پر رد کر کے ذوی الارحام کو کیوں نہ محروم کر دیا جائے؟

جواب...... **ویفتی بالردعلی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال وفیه قال المحقق احمد بن یحییٰ بن سعد التفتازانی افتی کثیرمن المشائخ بالرد علیهما اذالم یکن من الاقارب سوا هما الخ وفیه عن المستصفی والفتوی الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال ردالمختار (ج ۵ ص ۷۷۱)**

یہ روایت نص ہیں اس میں کہ یہ ردعلی الزوجین ذوی الارحام پر مقدم نہیں ہے بلکہ بیت المال کے درجے میں ہے جو سب مستحقین میں مؤخر ہے اور ذوی الارحام کے ہوتے ہوئے زوجین پر رد نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۵)

لاولد مرحومہ کی میراث کی تقسیم کی ایک صورت

سوال...... مسماۃ زینب لاولد فوت ہوگئی اس کے یہ وارث موجود ہیں' عمرو خاوند' خالد ماموں' سعید پھوپھی زاد بھائی' سعیدہ پھوپھی زاد بہن ترکہ جو زینب چھوڑ گئی ہے دراصل زینب کی پھوپھی ہندہ کا ہے چونکہ ہندہ کو فوت ہوئے عرصہ ہوگیا ہے اس لئے قانون انگریزی کے مطابق زینب مرحومہ قابض مخالف کی حیثیت سے مالک تصور کی جائے گی۔

جواب...... اگر یہ ترکہ زینب کی جائز ملکیت نہیں ہے بلکہ صرف قبضۂ مخالفانہ کی حیثیت سے وہ مالک سمجھی جاتی ہے اور دراصل جائیداد اس کی پھوپھی کی تھی اور پھوپھی کے ورثاء میں زینب بھتیجی' اور سعید و سعیدہ بھانجا و بھانجی تھے تو اس جائیداد میں زینب کا حصہ ۲/۳ اور سعید و سعیدہ کا ۱/۳ تھا اب زینب کے انتقال کے بعد اس کا ۲/۳ حصہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ اس میں سے نصف اس کے خاوند کو ملے گا اور نصف اس کے ماموں کو۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۳)

صرف بھتیجے اور بھانجیوں میں تقسیم میراث

سوال...... زینب نے انتقال کیا ایک بھتیجی اور ایک بہن کی تین بیٹیاں اور دوسری بہن کی دو

بیٹیاں چھوڑیں تو مرحومہ کا مال متروقہ کس طرح تقسیم ہونا چاہئے؟

جواب...... صورت مسئولہ میں اگر مرحومہ کے دادا پر دادا کی اولاد میں سے کوئی مرد نہ ہو تو مرحومہ کے مال میں سے امور متقدمہ بر میراث ادا کرنے کے بعد بقول امام محمد جو کہ مفتی بہ ہے باقی کے سات حصے کر کے بھتیجی کو دو حصے اور پہلی بہن کی تینوں بیٹیوں کو ایک ایک حصہ اور دوسری بہن کی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک حصہ دیں۔ (فتاویٰ باقیات صالحات ص ۳۷۵)

ایک نواسے اور چار نواسیوں میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال...... ہندہ نے ایک نواسا اور چار نواسیاں چھوڑیں ان وارثوں میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد ترکے میں چھ حصے ہوں گے دو حصے نواسے کو اور ایک ایک حصہ ہر نواسی کو ملے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۴۶۹)

علاتی بھتیجیوں اور بھانجوں کی نوعیت توریث

سوال...... زید کا انتقال ہوا زوجہ علاتی بھتیجی' پانچ حقیقی بھانجے وارث چھوڑے زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... علاتی بھتیجی اور حقیقی بھانجے ذوی الارحام کی صنف ثالث میں داخل ہیں جن کے وارث بننے کی نوعیت میں صاحبین کا اختلاف ہے اور فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے ان کا قول یہ ہے کہ اولاً ان کے اصول پر تقسیم کی جائے پھر ان اصول کا حصہ ان کے فروع کو دیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ چوتھائی زوجہ کا آدھا حقیقی بہن کا' باقی علاتی بھائی کا۔

مسئلہ نمبر ۴' زوجہ ا' بہن ۲' علاتی بھائی ا' مسئلہ نمبر ۲۰' زوجہ ۵/ا' حقیقی بھانجے ۲/۲۲۲۲' ۲' علاتی بھتیجی ۶/۵۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ ص ۳۹۸)

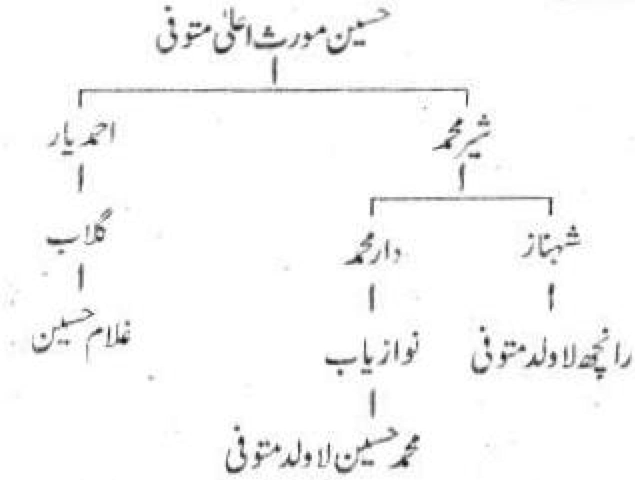
ورثاء میں بیوی اور دادی کا بھتیجا ہے

سوال...... ورثاء میں بیوی اور دادی کا بھتیجا ہے دوسرا کوئی وارث نہیں تو ترکہ کسطرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... صورت مسئولہ میں ترکے کے چار حصے ہوں گے بیوی کو ایک حصہ اور بقیہ تین حصے مذکور بھتیجے کو ملیں گے یہ لڑکا ذوی الارحام میں شامل ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۹۷)

پردادا کے بھائی کا پوتا وارث ہے

سوال...... اس صورت میں غلام حسن کی موجودگی میں پھوپھیوں کو کچھ ملے گا یا نہیں؟

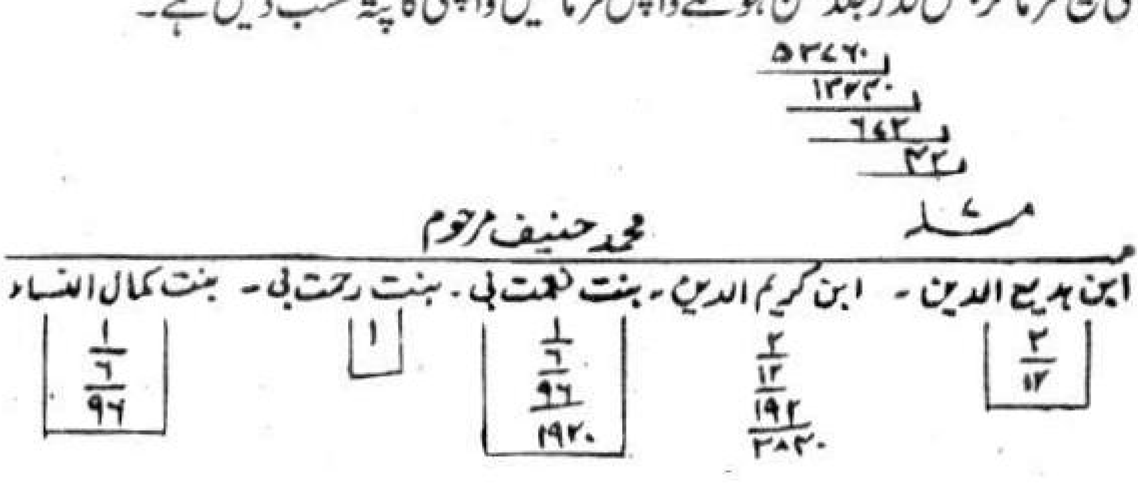


جواب......صورت مسئولہ میں پھوپھیوں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ عصبہ محمد حسین متوفی کا یعنی پردادا شیر محمد کے بھائی احمد یار کا پوتا غلام حسن موجود ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم رہتے ہیں لہٰذا اگر محمود حسین کا کوئی اور شرعی وارث موجود نہیں صرف پھوپھیاں اور پرداد کے بھائی کا پوتا موجود ہے تو کل ترکہ مقدم حقوق کے بعد پردادا کے بھائی کے پوتے کو کل مل جائے گا اور پھوپھیاں محروم رہیں گی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۴۱۲)

باب المناسخہ

مناسخہ کی ایک صورت اور زوجہ اگر مرض وفات میں مہر معاف کرے تو اسکا حکم

سوال......یہاں بابت ایک متروکہ کے نزاع ہے اس کا مناسخہ کرنا ہے جس کی صورت ذیل میں درج ہے گو مناسخہ کیا گیا ہے مگر ممکن ہے کہ اس کی تصحیح وغیرہ میں غلطی ہو آپ اس کو ملاحظہ فرما کر اور اس کی صحت فرما کر حضرت مولانا مولوی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب قبلہ دام فیوضہم سے بھی تصحیح فرما کر جس قدر جلد ممکن ہو سکے واپس فرمائیں واپسی کا پتہ حسب ذیل ہے۔



مسئلہ ۶ — رحمت بی مرحومہ — مصـ ۱

اخ بدیع الدین	اخ کریم الدین	اخت نعمت بی	اخت کمال النساء بیگم
۲	۲ ۳۶ ۹۲۰ ۲۵۶۰	۱ ۱۶ ۳۲۰	۱ ۱۶

مسئلہ ۸ (۳۲) — بدیع الدین مرحوم — مصـ ۱۳

زوجہ حمیدالنساء بیگم	بنت از بطن بشارت بیگم	اخ کریم الدین	اخت نعمت بی	اخت کمال النساء بیگم
۱ ۴ ۲۸ ۵۶۰ ۳۲۴۰	۴ ۱۶ ۱۱۲ ۲۲۴۰	۶ ۴۲ ۸۴۰ ۳۳۶۰	۳ ۲۱ ۴۲۰	۳ ۲۱

مسئلہ ۳ (۲۰) — کمال النساء بیگم مرحومہ — ۱۳۳

زوج فصیح الدین	ابن اکرام الدین	بنت زاهده بیگم	بنت فریده بیگم	بنت لسم اللہ بیگم
۱ ۵ ۶۶۵ ۲۶۶۰	۶ ۷۹۸ ۳۱۹۲	۳ ۳ ۳۹۹	۳ ۳۹۹ ۱۵۹۶	۳ ۳۹۹ ۱۵۹۶

مسئلہ ۴ — امیر النساء بیگم مرحومہ — مصـ ۲۲۴۰

زوج رحیم الدین	ابن جمال الدین
۱ ۵۶۰ ۲۲۴۰	۳ ۱۶۸۰ ۶۷۲۰

مسئلہ ۲ — نعمت بی مرحومہ — مصـ ۳۶۶۰

ابن رحیم الدین	ابن شرف الدین
۱ ۱۳۳۰ ۵۳۲۰	۱ ۱۳۳۰ ۵۳۲۰

مسئلہ — زاهده بیگم — مصـ ۳۹۹

زوج شریف الدین	ابن محمد ندیم اللہ
۱ ۳۹۹	۳ ۱۱۹۷

۵۴۷۶۰
الاحد الیسسلغ نیاز

کریم الدین ـــ ۲۱۲۸۰	فریدہ بیگم ـــ ۱۵۹۶
فصیح الدین ـــ ۲۶۶۰	بسم اللہ بیگم ـــ ۱۵۹۶
رحیم الدین ـــ ۷۵۶۰	حمیدالنساء بیگم ـــ ۲۲۴۰
جمال الدین ـــ ۶۷۱۰	محمد ندیم اللہ ـــ ۱۱۹۷
شرف الدین ـــ ۵۷۱۹	اکرام الدین ـــ ۲۱۹۲

اس کے بعد اس قدر اور عرض کر دینے کی ضرورت ہے کہ اصل نزاع حمید النساء بیگم زوجہ بدیع الدین مرحوم اور دیگر ورثاء میں ہے اور بمقابلہ دیگر ورثاء حمید النساء بیگم کا حصہ معلوم کرنا ہے جو اس صورت مسئلہ میں ان کو مل سکتا ہے۔

دوسرے یہ امر کہ یہاں ریاست حیدر آباد میں بعض الناس کو منصب ملتا ہے جو عطیہ شاہی کہلاتا ہے اور اس میں یہاں کے قانون کے لحاظ سے توریث نافذ نہیں ہوتی بدیع الدین مرحوم بھی صاحب منصب تھے تو آیا شرعاً ان کے حصے منصب میں توریث ہوگی یا نہیں اور زوجہ بھی مستحق ہے یا نہ؟

تیسرے مہر کے متعلق یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ اگر زوجہ اپنی مرض الموت میں جبکہ وہ شدید بیمار ہو ایسی حالت میں اگر مہر معاف کرے تو وہ معاف ہو جاتا ہے یا نہیں اور اگر اس طرح زوجہ مہر معاف کر دے تو پھر اسکے ورثاء میں اس مہر کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر زوجہ کی زندگی میں زوج مر جائے اور زوجہ یہاں کے رواج کے مطابق جبکہ زوج کا جنازہ تیار ہو جائے تو مہر معاف ہو جائیگا یا نہیں۔

چوتھے: اس صورت مسئولہ میں مسماۃ حمید النساء بیگم اپنے شوہر بدیع الدین مرحوم کے ورثاء سے مہر کی اس طریق پر طالب ہے کہ کل متروکہ محمد حنیف مرحوم سے اولاً مہر ادا کر دیا جائے اس کے بعد تعین سہام یا تقسیم متروکہ ہو کیا یہ مطالبہ شرعاً صحیح ہے یا بعد تعین سہام وہ صرف اپنے شوہر کے سہام اور متروکہ سے مہر کی طالب ہو سکتی ہے۔

پانچویں: میت ثالث (بدیع الدین مرحوم) یہ مسئلہ دریافت طلب ہے کہ مرحوم بدیع الدین کی دو زوجہ ہیں ایک بشارت بیگم اور دوسری حمید النساء بیگم بشارت بیگم بحیات زوج ہی فوت ہو گئیں اور حمید النساء بقید حیات اب تک زندہ ہیں بشارت بیگم زوجہ اولیٰ تھیں ان کے ورثاء میں دو بھائی ایک بہن ایک بیٹی اور باپ ہے بشارت بیگم کے انتقال کے بعد ان کی بیٹی و والد کا بھی انتقال ہو گیا اب دونوں بھائی اور بیٹی کا نواسہ طالب ہیں کہ بشارت بیگم کا مہر جو بذمہ بدیع الدین مرحوم واجب

الاداء ہے وہ دلایا جائے تو اب سوال یہ ہے کہ کیا دونوں بیویوں کے مہر میں تقدم وتاخر کا لحاظ ہوگا یا دونوں دین مہر یکساں واجب الادا ہوں گے۔

یہ امر بھی تصفیہ طلب ہے کہ پہلی بی بی بشارت بیگم کا مہر زیادہ ہے اور بعد کی دوسری بیوی حمیدالنساء بیگم کا مہر کم ہے ایسی حالت میں متروکہ بدیع الدین سے بلحاظ مناسبت تعداد مہر ادا ہوگی یا مساوی۔

جواب......ا۔ اگر بدیع الدین مرحوم کا ترکہ وہی ہے جو ان کو محمد حنیف مرحوم کے ترکہ میں پہنچا تو حمیدالنساء کو بحیثیت میراث کے ۲۲۴۰ سہام منجملہ ۵۳۷۶۰ سہام کے ملیں گے اور اگر بدیع الدین مرحوم کا ترکہ پدری ترکہ کے علاوہ اور بھی ہے تو اس کا بھی آٹھواں حصہ مسماۃ موصوفہ کو میراث میں ملے گا اور دین مہر کا حکم آگے آوے گا۔

۲۔ اگر منصب صاحب منصب کی ملک کر دیا جاتا ہے دراں حالیکہ وہ ملکیت کے قابل بھی ہے مثلاً منصب میں بطور جاگیر کے زمین ملے تو اس میں توریث کا نفاذ ہوگا اور اگر وہ صاحب منصب کی ملک نہیں کیا جاتا یا وہ ملکیت کے قابل ہی نہیں مثلاً ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا گیا ان دونوں صورتوں میں بعد موت کے منصب میں توریث کا نفاذ نہ ہوگا ریاست کو حق ہے کہ اسکے ورثاء جسکو چاہے عطا کر دے۔

۳۔ اگر زوجہ مرض الموت میں جس میں زندگی سے مایوس ہو جائے مہر معاف کر دے تو مہر بالکل معاف نہ ہوگا اس میں زوجہ کے تمام وارثوں کو سہام میراث کے موافق حصہ ملے گا جن میں شوہر بھی ایک وارث ہے اور اگر زوج پہلے مرجائے اور زوجہ جنازہ تیار ہونے کے وقت مہر معاف کر دے تو مہر معاف ہو گیا اب اس کو شرعاً مہر لینے کا حق نہیں۔

۴۔ حمیدالنساء کا محمد حنیف کے ترکہ میں یہ مطالبہ کرنا درست نہیں اولاً محمد حنیف کے تمام ورثاء کا حصہ نکال کر جس قدر بدیع الدین مرحوم کا حصہ اس میں ہے اس میں دین مہر حمیدالنساء بیگم اور بشارت بیگم کو مقدم کیا جائے گا اسی طرح اگر اور کسی کا قرض ہو اس کو بھی تقسیم ترکہ سے مقدم کیا جائے گا علی ہذا تجہیز وتکفین بھی تقسیم ترکہ سے مقدم ہوگی اس کے بعد جو بچے اس میں توریث نافذ ہوگی البتہ اگر بدیع الدین مرحوم کے ترکہ میں محمد حنیف کے ترکہ سے علاوہ بھی کچھ سامان وغیرہ ہو تو اس میں حمیدالنساء کا یہ مطالبہ درست ہے۔

۵۔ دونوں بیویوں کے مہر لزوم میں مساوی ہیں کسی کو مقدم ومؤخر نہ کیا جاوے گا اگر دونوں کے مہر کم وبیش ہیں تو باہم ان کی نسبت معلوم کر کے ترکہ کو اس نسبت پر تقسیم کیا جاوے گا جبکہ مجموعہ ترکہ ہر دو مہر سے زیادہ نہ ہو اور اگر زیادہ ہو تو دونوں مہر دینے کے بعد جو بچے گا وہ ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (امداد الاحکام ج ۴ ص ۵۹۲)

مناسخہ کی تعریف

سوال..... مناسخہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب..... تقسیم ترکہ سے پہلے بعض وارثین کا مرجانا مناسخہ کہلاتا ہے وفی هندية هي (اى المناسخة) ان يموت بعض الورثة قبل قسمة التركة كذافي محيط السرخسي (ج٦ص٤٧٠)۔ (منہاج الفتاویٰ غیر مطبوعہ)

مناسخے کی ایک صورت

سوال..... زید نے انتقال کیا دولڑکے احمد اور عمر ایک لڑکی زبیدہ اور ایک بیوی ہندہ وارث چھوڑے۔
پھر زبیدہ کا انتقال ہوا ایک شوہر ایک بھائی ایک لڑکا اور ایک والدہ وارث چھوڑے۔
پھر زبیدہ کی والدہ ہندہ نے انتقال کیا ایک نواسا ایک داماد اور دولڑکے وارث چھوڑے۔

جواب..... (۱) مسئلہ ۸ نمبر ۴۰، ۴۸۰، زید مورث اعلیٰ، زوجہ ۱/۵/۶۰، ابن ۱۴/۱۶۸، ابن ۱۴/۱۶۸، بنت ۷، (۲) مسئلہ ۱۲، تباین، زبیدہ مافی الید ۷، زوج ۳/۲۱، ابن ۳/۳۹، ۷، ام ۲/۱۴، اخ محروم، اخ محروم (۳) مسئلہ ۲، بالنصف، ہندہ ۷۴، ابن ۱/۳۷، ابن ۱/۳۷، نواسا محروم، داماد محروم، المبدغ ۴۸۰، الاحیاء لڑکا ۲۰۵، لڑکا ۲۰۵، داماد ۲۱، نواسا ۴۹۔

ادائیگی حقوق کے بعد زید مورث اعلیٰ کا کل ترکہ چار سو اسی سہام قرار دے کر نقشہ بالا کے مطابق تقسیم ہوگا یعنی زید کے دولڑکوں میں سے ہر ایک کو دوسو پانچ سہام اور داماد کو اکیس سہام اور زبیدہ کے لڑکے کو انچاس سہام ملیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ ص ۳۴۹)

بطریق مناسخہ تقسیم ترکہ کی صورت

سوال..... یوسف کا انتقال ہوا اس نے دولڑکے نجابت اور ایوب، دولڑکی الٰہی بیگم اور حجاب بیگم وارث چھوڑے پھر نجابت کا انتقال ہوا اس نے ایک بھائی ایوب اور دو بہنیں الٰہی بیگم حجاب بیگم چھوڑیں پھر ایوب کا انتقال ہوا اس نے دولڑکے امید، اور شوکت اور دو بہنیں الٰہی بیگم اور حجاب بیگم چھوڑیں پھر الٰہی بیگم کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکی عائشہ بیگم اور ایک پوتا مشتاق اور ایک بہن حجات چھوڑی، پھر حجات کا انتقال ہوا اس نے شوہر احمد اور لڑکی ممتاز، اور بھتیجے اسعد علی وشوکت چھوڑے، پھر احمد کا انتقال ہوا اس نے لڑکی ممتاز اور تین بھتیجے ذوالفقار، ہاشم، سعادت اور دو بھتیجیاں احسان الٰہی بیگم، شاہ جہان بیگم چھوڑیں اس صورت میں مورث اعلیٰ کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب..... صورت مسئولہ میں بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث مورث اعلیٰ کا کل ترکہ سات سو اڑسٹھ سہام کر کے دو سو سولہ اسعد علی کو اور اتنے ہی شوکت کو اور چھیانوے عائشہ کو اور اتنے ہی مشتاق کو اور ایک سو بیس ممتاز کو' اور چھ ذوالفقار کو' چھ ہاشم کو' چھ سعادت کو' تین شاہ جہاں اور احسان الٰہی کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔

۷۶۸
۹۶
۲۴
۱۲

مسئلہ ۶ — مورث اعلیٰ یوسف

ابن نجابت	ابن ایوب	بنت الٰہی بیگم	بنت حجاب
۲/۴	۲/۴	۱/۲	۱/۲

۲
مسئلہ ۴ — تداخل — مورث دوم نجابت

بھائی ایوب	بہن الٰہی بیگم	بہن حجاب بیگم
۲	۱	۱

مسئلہ ۲ — تداخل — مورث سوم ایوب ۲/۶

ابن اسعد	ابن شوکت	بہن الٰہی بیگم	بہن حجاب بیگم
۱ / ۲ / ۶ / ۲۴ / ۱۹۲	۱ / ۲ / ۶ / ۲۴ / ۱۹۲	محروم	محروم

مسئلہ ۲ — تباین — چہارم الٰہی بیگم ۱/۲

بنت عائشہ بیگم	پوتا مشتاق	بہن حجاب
۱ / ۲ / ۱۲ / ۹۶	۱ / ۲ / ۱۲ / ۹۶	محروم

۳
۸
مسئلہ — توافق بالنصف — پنجم حجاب بیگم ۲/۶

شوہر احمد	بنت ممتاز	بھتیجا اسعد علی	وشوکت
۱ / ۲ / ۶	۲ / ۳ / ۱۲ / ۹۶	۱ / ۳ / ۲۴	۱ / ۳ / ۲۴

۸/۱۶ مسئلہ ۲		توافق بالنصف			ششم احمد ۳/۶
بنت ممتاز	بھتیجا ذوالفقار	ہاشم	وسعادت	بھتیجی احسان الٰہی بیگم	وشاہ جہاں بیگم
۱/۸	۲	۲	۲	۱	۱
۲۴	۶	۶	۶	۳	۳

الاحیاء

امید	شوکت	عائشہ	مشتاق	ممتاز	ذوالفقار	ہاشم	سعادت	احسان الٰہی	شاہ جہاں
۲۱۶	۲۱۶	۹۶	۹۶	۱۲۰	۶	۶	۶	۳	۳

مسئلہ فرائض

سوال......ایک شخص کی پہلی شادی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر اس کی بیوی فوت ہوگئی بعد میں دوسری شادی کی اس سے بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور پھر وہ شخص مر گیا اس کے بعد وہ دوسری بیوی بھی فوت ہوگئی اور اس شخص کی چاروں اولاد علیحدہ علیحدہ ہیں اور شادی شدہ ہیں اب تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ پہلی بیوی سے جو لڑکا تھا اس کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اور پھر ایک ہفتہ کے بعد اسکا بھی پھر پہلی بیوی کے لڑکے اور اس کی کوئی اولاد نہیں لہٰذا امید ہے بملاحظہ عریضہ ہذا تحریر فرمائیے گا کہ اس آدمی کی چیزوں میں مال وغیرہ کا کون حقدار ہے آیا اس کی حقیقی بہن ہے یا سوتیلے بھائی' بہن ہیں اور اگر بہن ہے تو حصہ کس کس کا ہوتا ہے۔فقط والسلام

جواب......۶ مسئلہ ۲' زید جو شخص مذکور کی پہلی بیوی کا لڑکا ہے۔

اخت لاب وام ۳/۱' اخ لاب ۲/۱' خت لاب ۱/۱

صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی پہلی بیوی کے لڑکے کا ترکہ چھ سہام پر تقسیم ہو کر اس کی حقیقی بہن کو نصف پھر تین سہام دیئے جائیں اور نصف باقی کو علاوہ بھائی بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کیا جاوے کہ علاتی بھائی کو دو سہام دیئے جائیں اور علاتی بہن کو ایک سہام اور یہ تقسیم بعد اداء حقوق متقدمہ علی المیراث کے ہوگی پھر تجہیز و تکفین واداء دیون (جس میں مہر بھی داخل ہے) اگر اداء یا ابراء نہ ہوا ہو نفاذ وصیت من الثلث کے بعد اگر وصیت کی گئی ہو۔واللہ اعلم

مسئلہ فرائض:

سوال......۱۔کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حاجی نور محمد نے انتقال کیا اس نے

اپنے ورثاء میں ایک زوجہ ایک لڑکی ایک علاتی بھائی (مگر علاتی بھائی کو حاجی نور محمد نے اپنی زندگی میں دومکان دے دیئے تھے اور یہ اقرار نامہ لکھوالیا تھا کہ شریعت کے مطابق میں نے تیرا حصہ تجھ کو دے دیا ہے اور اگر تو اب دوبارہ حصہ طلب کرے تو از روئے قانون باطل ہوگا) دو نواسے بنام احمد رضا و محمد (یہ دونوں لڑکے حاجی نور محمد کی اس لڑکی سے ہیں جو ان کی حیات میں ہی انتقال کر گئی تھی) پانچ نواسے اور چار نواسیاں (یہ نواسے اور نواسیاں حاجی نور محمد صاحب کی اس بیٹی سے ہیں جو فی الحال زندہ ہے) شرعاً ان لوگوں کا کیا حصہ بنتا ہے۔

۲۔ اور حاجی نور محمد کی طرف آٹھ سو روپیہ قرض بھی ہے کیا قرض ادا کرنے کے بعد حصہ تقسیم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب..... قال فی الشرح السیر الکبیر ان المریض متی اعطی عینا لبعض ورثته لیکون وذلک حصته من المیراث او اوصی بان یدفع ذلک الیه بحصته من المیراث ان ذلک باطل لایجوز البتہ اه ج۴ ص ۴۲۰.

مسئلہ ۸ مرحوم نور محمد زوجہ ۱ بنت ۴ اخ علاتی ۳

صورت مسئولہ میں حاجی نور محمد کے ترکہ میں سے اول تجہیز و تکفین کا خرچ نکالا جاوے اس کے بعد دین کو ادا کیا جائے اگر اس کے ذمہ ہو جس میں زوجہ کا دین مہر بھی داخل ہے اگر اس نے وصول یا معاف نہ کیا ہو اس کے ثلثین سے وصیت کو نافذ کیا جاوے۔ اگر اس نے اللہ واسطے کچھ وصیت کی ہو اس کے بعد کل ترکہ کے آٹھ ۸ حصے کر کے بیوی کو ایک حصہ بیٹی کو چار حصے اور علاتی بھائی کو تین حصے دیئے جائیں اور حاجی نور محمد نے جو اپنے علاتی بھائی کو اپنی زندگی میں دومکان دیئے ہیں اور یہ اقرار نامہ لکھوایا تھا کہ شریعت کے مطابق میں نے تیرا حصہ تجھ کو دے دیا۔ اس اقرار نامے کے لکھنے سے علاتی بھائی کا حق میراث باطل نہیں ہوا اس کا ایسا لکھوانا لغو ہے بلکہ وہ بدستور وارث شرعی ہے اور وہ مکان جو نور محمد کی حیات میں اس کو مل چکے ہیں وہ بھی ترکہ میں شمار ہوں گے وہ خالص علاتی بھائی کا حق نہیں بلکہ سب ورثہ کا حق ہے جو موافق سہام مذکورہ کے تقسیم کیا جائے۔ واللہ اعلم

اور نواسے اور نواسی سب محروم ہیں کیونکہ ذوالفروض وعصبات کے سامنے ذوالارحام کو میراث نہیں مل سکتی۔ (امدادالاحکام ج ۴ ص ۶۲۲)

مناسخہ کی ایک صورت

سوال..... احمد حسین کا انتقال ہو گیا ایک بیوی تین لڑکے غوث شاہ احمد جان صاحب جان

اور ایک لڑکی وارث ہے اس کے بعد غوث شاہ کا انتقال ہو گیا اس نے ایک لڑکا ایک لڑکی اور والدہ اور دو بھائی احمد جان صاحب جان اور ایک بہن چھوڑی اس کے بعد احمد حسین بیوی آمنہ بی بی جو کہ غوث شاہ وغیرہ کی والدہ ہوتی ہیں ان کا انتقال ہوا اس نے دو لڑکے احمد جان صاحب جان اور ایک لڑکی ایک پوتا ایک پوتی چھوڑے یتیم بچے بچی جو غوث شاہ کے ہیں ان کو دادی کے مال میں سے ترکہ ملے گا یا نہیں؟ تمام ملک اوپر سے اس دادی ہی کے قبضہ میں تھی۔

جواب..... صورت مسئولہ میں بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث مورث اعلیٰ احمد حسین کی میراث وارثین مذکورین کے درمیان (بشرطیکہ کوئی اور وارث مثلاً غوث شاہ کی بیوی وغیرہ نہ ہو) حسب ذیل تقسیم ہوگا۔ احمد حسین کا کل ترکہ اسی سہام کرنیکے بعد چھبیس چھبیس سہام احمد جان اور صاحب جان کو اور تیرہ سہام احمد حسین کی بیٹی کو اور دس سہام غوث شاہ کے لڑکے کو اور پانچ سہام غوث شاہ کی لڑکی کو ملیں گے۔

واضح رہے کہ غوث شاہ کی اولاد کو غوث شاہ کی میراث میں سے یہ حق پہنچتا ہے چونکہ احمد حسین کی وفات پر اس کا ترکہ اس کی بیوی اور اولاد سب کا مشترک ملک ہو گیا تھا اور تقسیم کرنے پر بھی سب ہی کی ملک رہا۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔

۸۰
۱۶

مسئلہ ۸ — مورث اعلیٰ احمد حسین

زوجہ آمنہ بی بی	بیٹا غوث شاہ	بیٹا احمد جان	بیٹا صاحب جان	بیٹی
۱	۲	۲	۲	۱

۶

مسئلہ ۶ — تداخل — مورث دوم غوث شاہ

والدہ آمنہ بی بی	بیٹا	بیٹی	بھائی	بہن
۱	۲	۱	سب محروم	

مسئلہ ۵ — تباین — مورث سوم آمنہ بی بی

بیٹا احمد جان	صاحب جان	بیٹی	پوتا پوتی
۲/۱	۲/۱	۱/۴	محروم

المبلغ

الاحیاء ۸۰

احمد جان	صاحب جان	بنت احمد حسین	ابن غوث	بنت غوث
۲۶	۲۶	۱۳	۱۰	۵

مناسخہ کی ایک اور صورت

سوال..... ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی' ایک بھائی' ایک بہن اور دوسری بہن کی اولاد وارث چھوڑے' اس کے بعد بھائی کا بھی انتقال ہو گیا جس نے ایک بیوی' چار لڑکے' ایک لڑکی' ایک بہن اور دوسری بہن کی اولاد وارث چھوڑے ترکہ کی شرعی تقسیم تحریر فرمائیں

جواب..... اخراجات پورے کرنے کے بعد کل ترکہ ایک سو چوالیس سہام کر کے چھتیس سہام مورث اعلیٰ کی بیوی کو اور چھتیس سہام اس کی بہن کو اور نو سہام مورث دوم کی بیوی کو اور چودہ چودہ مورث دوم کے ہر لڑکے کو' اور سات مورث دوم کی لڑکی کو دیئے جائیں گے اور بہن کی اولاد کو کچھ نہ دیا جائے گا صورت مسئلہ یہ ہے۔

مسئلہ ۱۴۴ — مورث اعلیٰ

بیوی ، بھائی ، بہن ، بہن کی اولاد

مسئلہ ۳۶ — تداخل — مورث دوم

بیوی	ابن	ابن	ابن	ابن	بنت	بہن	اولاد بہن
۹	۱۴	۱۴	۱۴	۱۴	۷	محروم	محروم

المبلغ

الاحیاء

۳۶ ، ۳۶ ، ۹ ، ۱۴ ، ۱۴ ، ۱۴ ، ۱۴ ، ۷ ۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم)

مناسخہ کی ایک طویل تقسیم

سوال..... مورث اعلیٰ محبوب کا انتقال ہوا جس نے ایک بیوی قطب النساء دو لڑکے ظہور الحسن' مرتضیٰ حسن اور چار لڑکیاں جمیلہ' خشنودہ' بتول' نعیمہ چھوڑیں پھر لڑکی جمیلہ کا انتقال ہوا جس نے شوہر محمد حنیف والدہ قطب النساء اور تین لڑکے دو لڑکیاں چھوڑیں پھر خشنودہ کا انتقال ہوا جس نے زوج فضل الرحمٰن' والدہ قطب النساء اور دو لڑکی شمس النساء اور قمر النساء چھوڑیں اس کے بعد مرتضیٰ حسن کا انتقال

ہوا۔ ایک بیوی خدیجہ والدہ قطب النساء ایک لڑکا مظفر الحسن دولڑکیاں وکیلہ، شکیلہ چھوڑیں، پھر مرتضیٰ حسن کی بیوی خدیجہ کا انتقال ہوا جس نے ایک لڑکا مظفر الحسن اور وکیلہ شکیلہ لڑکیاں چھوڑیں اس کے بعد قطب النساء کا انتقال ہوا جس نے ایک لڑکا ظہور الحسن اور دولڑکیاں بتول اور نعیمہ چھوڑیں پھر بتول کا انتقال ہوا جس نے صرف ایک لڑکا ظہور الحسن چھوڑا ترکہ کی شرعی تقسیم تحریر فرمائیں۔

جواب...... بعد ادائے حقوق مورث اول کا ترکہ دس ہزار سات سو چونسٹھ سہام کر کے تین ہزار تین سو بیاسی ظہور الحسن کو سولہ سو اکیانوے نعیمہ کو دو سو چھتر محمد حنیف کو ایک سو چراسی جمیلہ کے تینوں لڑکوں میں سے ہر ایک کو اور بانوے جمیلہ کی ہر دولڑکیوں کو اور دو سو چھہتر فضل الرحمٰن کو اور تین سو اڑسٹھ شمس النساء کو اور اتنے ہی قمر النساء کو اور نو سو اٹھاسی مظفر الحسن کو اور چار سو چرانوے وکیلہ کو اور اتنے ہی شکیلہ کو اور سولہ سو اکیانوے شمس الحسن کو ملیں گے۔

صورت مسئلہ یہ ہے۔

۱۰۷۶۴

۵۲۸۲

۲۶۹۱

۱۱۷

مسئلہ ۲۶ / ۱ — مورث اعلیٰ محجوب

زوجہ قطب النساء ثمن	ابن ظہور الحسن	ابن مرتضیٰ حسن	بنت جمیلہ	بنت خورشیدہ	بنت بتول	بنت نعیمہ
۱	۲	۲	۱	۱	۱	۱
۱۳	۲۶	۲۶	۳	۳	۱۳	۱۳
۲۹۹	۵۹۸				۲۹۹	۲۹۹
۵۹۸	۱۱۹۶				۵۹۸	۵۹۸
	۲۳۹۲				۱۱۹۶	۱۱۹۶

۱۱۹۶

۵۹۸

۲۹۹

۱۳۸

مسئلہ ۱۳ — مورث دوم جمیلہ

زوجہ محمد حنیف	والدہ قطب النسار	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
ربع	سدس					
۳	۲	۲	۲	۲	۱	۱
۶۹	۴۶	۴۶	۴۶	۴۶	۲۳	۲۳
۱۳۸	۹۲	۹۲	۹۲	۹۲	۴۶	۴۶
۲۷۶		۱۸۴	۱۸۴	۱۸۴	۹۲	۹۲

۱۱۹۶

۵۹۸

۲۹۹

۱۳۸

مسئلہ ۱۲ — تماثل — مورث سوم خشنودہ ۱۲

زوجہ فضل الرحمٰن	والدہ قطب النسا	بنت شمس النسا	بنت قمر النسا
ربع	سدس		
۳	۳	۴	۴
۶۹	۴۶	۹۲	۹۲
۱۳۸	۹۲	۱۸۴	۱۸۴
۲۷۶		۳۶۸	۳۶۸

۹۲

۴۶

۲۳۰

مسئلہ ۲۴ — تباین — مورث چہارم مرتضیٰ حسن ۴۶

زوجہ خدیجہ	والدہ قطب النسا	ابن مظفر الحسن	بنت وکیلہ ۱۷	بنت شکیلہ
ثمن	سدس			
۳	۴	۸	۴	۴
۷۸	۴۶	۲۰۸	۱۰۴	۱۰۴
	۹۲	۴۱۶	۲۰۸	۲۰۸
		۸۳۲	۴۱۶	۴۱۶

۴۰

۲

مسئلہ ۲ — توافق بالنصف — مورث پنجم خدیجہ ۷۸ ۳۹

ابن مظفر الحسن	بنت وکیلہ	بنت شکیلہ
۲	۱	۱
۷۸	۳۹	۳۹
۱۵۶	۷۸	۷۸

۲ / ۴۹۵ مسئلہ ۴ ۔ توافق بالنصف ۔ مورث ششم قطب النساء ۹۹

ابن ظہور الحسن	بنت بتول	بنت نعیم
۲	۱	۱
۹۹۰	۴۹۵	۴۹۵

مسئلہ ۱ ۔ مورث ہفتم بتول ۱۶۹۱

ابن شمس الحسن
۱
۱۶۹۱

الاحیاء ۱۰۷۶۴

ظہور الحسن	نعیم	محمد حنیف	ابن جمیلہ	ابن جمیلہ	ابن جمیلہ	بنت جمیلہ	بنت جمیلہ
۳۳۸۲	۱۶۹۱	۲۷۶	۱۸۴	۱۸۴	۱۸۴	۹۲	۹۲

فضل الرحمٰن	شمس النساء	قمر النساء	منظور الحسن	وکیلہ	شکیلہ	شمس الحسن
۲۷۶	۳۶۸	۲۶۰	۹۸۸	۴۹۴	۴۹۴	۱۶۹۱

(فتاویٰ مفتاح العلوم۔غیر مطبوعہ)

میراث کی تقسیم کا ایک مسئلہ

سوال...... امام بخش کے تین لڑکیاں تھیں ان میں سے ایک لڑکی نصیرن والد کے انتقال کے بعد اور والدہ کے انتقال سے پہلے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑ کر مر گئی موجودہ صورت میں امام بخش کی جائیداد میں نصیرن کے بچوں اور بہنوں کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

جواب...... مقدم حقوق ادا کرنیکے بعد آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی تینوں لڑکیوں کو برابر پہنچ کر نصیرن کے حصے میں سے چھٹا حصہ ماں کو اور باقی مال کے دو حصے ثابت حسین کو اور ایک حصہ قطبن کو اور نصیرن کی ماں کے حصے میں آنیوالا مال نصیرن کی دونوں بہنوں کو برابر ملے گا۔ (فتاویٰ عبدالحیٰ ص ۳۹۴)

زنا سے پیدا شدہ بچی بھائی کی وارث ہوگی

سوال...... زید فوت ہوا ایک منکوحہ بی بی الف دو بیٹیاں ب' ج' ایک منکوحہ کنیزک' د اور کنیزک سے ایک بیٹی' ہ' جس کی پیدائش قبل از نکاح ہے اور اس کنیزک سے ایک بیٹا ز' اور ایک چھوٹا بھائی ط وارث چھوڑے' پھر بیٹا باپ کے بعد فوت ہوا اس صورت میں زید کا ترکہ پسماندگان میں کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب مسئلہ ۴۲ ر ۹۶ ۔

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت مولود قبل نکاح	ابن	اخ
الف	د	ب	ج	ه	ز	ط
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{7}{21}$	$\frac{7}{21}$	م	۱۴	محروم

مسئلہ

ام	اخت لام	اخت لاب	اخت لاب	عم
د	ه	ب	ج	ط
$\frac{1}{6}$	$\frac{1}{6}$	$\frac{6}{12}$	$\frac{6}{12}$	محروم

المبلغ

الاحیــــــــــــــاء

الف	د	ب	ج	ه
۶	۱۲	۳۵	۳۵	۷

مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد زید کا ترکہ چھیانوے سہام ہو کر الف یعنی زوجۂ زید کو چھ سہام اور د یعنی زوجۂ ثانیہ کنیزک کو تیرا سہام اور ب و ج یعنی زید کی دونوں لڑکیوں کو پینتیس پینتیس سہام دلائے جائیں اور مولود قبل نکاح کا نسب زید سے ثابت نہ ہوگا اور وارث بھی نہ ہوگی لیکن ز یعنی زید کے پسر کی چونکہ اخیافی بہن ہے اس لئے اس سے وارث ہوگی اور اس کے ترکہ سے سات سہام ملیں گے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۴۱)

تقسیم میراث کا مسئلہ

سوال...... نصیر ریلوے ملازم کا انتقال ہو گیا مرحوم نے ایک بیوہ لڑکا اور والدہ ورثاء چھوڑے دو ماہ بعد لڑکے کا بھی انتقال ہو گیا اور مسماۃ نے دوسرا نکاح کر لیا کمپنی ریلوے نے چھ سو روپے وارثان کی پرورش کے واسطے دیئے ہیں اس روپے میں کون کون حق دار ہیں؟

جواب مسئلہ ۲۴ ۲۷

نصیر

زوجہ	والدہ	ابن
$\frac{3}{9}$	$\frac{4}{12}$	۱۷

مسئلہ ۳ ابن ۱۷

ام	جد
$\frac{1}{17}$	$\frac{2}{34}$

سرکار نے جو روپیہ دیا ہے اس میں مرحوم کے سب وارث حسب حصہ شریک ہیں اگر لڑکے کے انتقال سے پہلے روپیہ مل گیا ہو تو اس کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اس کے چھتیس حصے کر کے تیرہ حصے مرحوم کی زوجہ کو تیئس حصے اس کے باپ کو دیئے جائیں گے اور اگر لڑکے کے انتقال کے بعد روپیہ ملا ہے تو اس میں عدالت کو اختیار ہے جتنا چاہے عورت کو دے اور جتنا چاہے باپ کو دے۔ دوسرا نکاح کر لینے سے اس کا حق ساقط نہیں ہوا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۰)

بطریق تخارج تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... زید کی بیوی کا انتقال ہو گیا جس سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں اس کے بعد زید نے نکاح ثانی کیا اس بیوی سے بھی ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوئیں اس کے بعد زید کا انتقال ہوا اور ایک بیوی دو لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں اس کے بعد دوسری بیوی کی ایک لڑکی اور پھر وہ دوسری بیوی بھی انتقال کر گئی اب دوسری بیوی کی اولاد سے صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی باقی ہے شرعاً دوسری بی بی کی گذری ہوئی لڑکی اور موجودہ دونوں بقیہ اولاد کو ماں اور باپ کی متروکہ ملک سے کتنا کتنا حصہ پہنچتا ہے؟

جواب

مسئلہ ۸ ـ ۱۱۵۲ [۶۴] زید

زوجہ	ابن	ابن	بنت	بنت	بنت	بنت
۱/۸	۱۴	۱۴	۷	۷	۷	۷
۱۴۴	۲۵۲	۲۵۲	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶	

مسئلہ ۶ [۱۸] بنت ۷

والدہ	حقیقی بھائی	حقیقی بہن	سوتیلے بھائی بہن
۱/۳	۱۰	۵	محروم
۲۱	۷۰	۳۵	

مسئلہ ۳ زوجہ ثانیہ ۱۶۵

ابن	بنت
۲	۱
۱۱۰	۵۵

المبلغ ۱۱۵۲ [۶۴]

الاحیاء

پسر زوجہ اولیٰ	دختر زوجہ اولیٰ	دختر زوجہ اولیٰ	پسر زوجہ ثانیہ	دختر زوجہ ثانیہ
۱۴	۷	۷	۲۴	۱۲

مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد زید متوفی کا ترکہ چونسٹھ سہام پر تقسیم کر کے اس میں سے چودہ سہام پہلی بیوی کے لڑکے کو اور سات سات سہام لڑکیوں کو اور چوبیس سہام دوسری بیوی کے لڑکے کو اور بارہ سہام اس کی لڑکی کو ملیں گے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۶۰)

ایک زوجہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی میں تقسیم ترکہ

سوال......زید کا انتقال ہوا مرحوم نے ایک زوجہ ایک پسر اور ایک لڑکی وارث چھوڑے پھر زوجہ کا بھی انتقال ہو گیا اب صرف لڑکا اور لڑکی زندہ ہے ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب: مسئلہ ۳

زوجہ	ابن	بنت
کان لم تکن	۲	۱

کل ترکہ تین سہام پر تقسیم ہو کر ایک حصہ لڑکی کو اور دو حصے لڑکے کو دیے جائیں گے۔
(کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۶۲)

وراثت در مال حرام مع اختلاف مذہب

مرتد کسی مسلمان کی میراث کا حقدار نہیں

سوال......میرا بھائی امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے گیا وہاں وہ عیسائی بن گیا تو کیا والد صاحب کی وفات کے بعد اسکو میراث میں حصہ دیا جائیگا یا نہیں؟ جبکہ وہ اپنے حصہ میراث کا مطالبہ کرتا ہے۔

جواب......ارتداد مانع ارث ہے اسی بناء پر مرتد ہونے کی وجہ سے آپ کا بھائی بھی باپ کے مال وراثت کا حقدار نہیں رہا۔

قال العلامة سيدشريف جرجانيؒ : واما المرتدفلايرث من احدلامن مسلم ولامن مرتد مثله لانه خان بارتداده فلايستحق الصلة الشرعية التي هي الارث بل يحرم عقوبة مالقاتل بغير حق .(اشريفية ص ۱۴۱ فصل في المرتد)

وفي الهندية: المرتد لايرث من مسلم ولا من مرتدمثله

(الفتاوىٰ الهندية ج۶ ص ۴۵۵ الباب السادس في ميراث اهل الكفر)

ومثله في السراجي ص ۴۷ فصل في المرتد (فتاویٰ حقانیہ ج۶ ص ۵۳۳)

مال حرام کا وارث بننا

سوال..... میرے والد صاحب شراب اور دیگر منشیات کے تاجر کا حساب کرنیوالے ملازم تھے اسی ملازمت سے والد صاحب نے ایک مکان خرید اتھا اب اس حصہ سے مجھے نفع حاصل کرنا کیسا ہے؟

جواب..... منشیات میں بعض تو ایسی ہیں کہ ان کی بیع وشرا حرام ہے اور بعض کی حلال ہے والد صاحب نے اس طرح کی کمائی سے جو مکان خریدا تھا وہ اگر حرام و غیر حرام میں مشترک تھی تو آپ کے لئے بحیثیت وارث اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۲ص ۳۳۵)

مورث کا مال حرام وارث کے لئے

سوال..... حرام کاروبار کے مالک کے مرجانے کے بعد وہ حرام مال ورثہ کیلئے حلال ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرام مال مورث کا ورثہ کیلئے حلال ہے کیونکہ تبدیل ملک سے تبدیل حکم لازم آتا ہے کیا یہ درست ہے؟

جواب..... اگر ورثاء کو معلوم ہو کہ مورث کا مال حرام ہے تو وہ مال ورثاء کے لئے حلال نہ ہوگا یہاں تبدیل ملک کی بحث بے محل ہے اس لئے اگر مورث کی ملک ثابت ہوتی اور وہ مستحق ہوتا مگر وارث اس کا اصالۃً مستحق نہ ہوتا تو مورث کا نائب ہو کر مستحق ہوسکتا تھا اور صورت مسئولہ میں تو مورث کی ثابت نہیں پھر نائب کی ملک کیسے ثابت ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ص ۳۶۳)

ورثاء کے لئے مال حرام کا حکم

سوال..... باپ نے بذریعہ حلال یا حرام کچھ مال حاصل کیا تھا بیٹوں کو تحقیقی طور پر معلوم ہوا کہ ذریعہ حرام سے مال حاصل کیا ہے اس صورت میں بیٹوں کو وہ مال لینا حلال ہے یا حرام؟

جواب..... ہر چند کہ بعض فقہا نے مطلقاً مال حرام کو وارث کے لئے حلال کہا ہے لیکن یہ روایت صحیح نہیں مفتی بہ اور معتمد یہ ہے کہ ان کے لئے بھی حرام ہے پس اگر ارباب حقوق ورثاء کو معلوم ہوں تو اگر بعینہ ان کی چیز محفوظ ہو تو اس کو ورنہ اس کی قیمت واپس کردیں اور اگر معلوم نہیں تو اگر مال حرام معین اور متمیز ہے تو اس کو مالک کی نیت سے صدقہ کردیں اور اگر ملا ہوا ہے جدا نہیں ہوسکتا تو اگر اس کی مقدار قیمت معلوم ہو اس کو صدقہ کردیں ورنہ تخمینہ کر کے تصدیق کردے انشاء اللہ آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ص ۳۵۰)

مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے یا نہیں

سوال..... زید ایک ہندو خاندان سے مسلمان ہوا ہے چونکہ زید اپنے ہندو باپ کی میراث

سے شرعاً وارث نہیں ہوسکتا لیکن قانوناً بناء بر جائیداد جدی ہونے کے وارث ہوسکتا ہے تو وہ اپنے باپ کی جائیداد سے قانوناً اپنا حصہ لیکر کسی مدرسہ اسلامی یا کسی اور اسلامی کام میں تصدق کردے یا رفاہ عام کے کاموں مثلاً ضرورت کے مقاموں پر کنواں نکلوادے تو کیا وہ مثاب ہوگا جبکہ اس کے باقی شرکاء یعنی جائیداد سے حصہ لینے والے آریہ جو کہ سخت ترین اعداء دین ہیں۔

جواب...... زید کو اپنے باپ کی جائیداد سے حصہ میراث لینا جائز نہیں بلکہ اس جائیداد کو مورث کے کافر ورثہ پر رد کرنا لازم ہے اور بدون اس کے زید بھی اس میں تصرف کرنے سے گنہگار ہے اور جو مدرسہ و مسجد والے اس واقعہ کو جانتے ہوئے اس جائیداد کی رقم لیں وہ بھی گنہگار ہیں۔

سوال......۲۔ عمرو اپنے ہندو باپ کے حین حیات میں مسلمان ہوا اس کے ہندو باپ نے اس اپنے بیٹے عمرو کی شادی مسلمانوں میں اپنے خرچ سے کرائی عمرو حج کو تیار ہوا تو اس کو زاد راہ دیا علاقہ کے ایک مسلمان رئیس کے کہنے پر اپنی جائیداد کا چوتھا حصہ (کیونکہ اس ہندو باپ کے چار بیٹے تھے) اپنے بیٹے عمرو کو ایک دستاویز لکھ کر دیا کہ میرے بعد ۴/۱ حصہ کا یہ وارث ہوگا کچھ عرصہ بعد عمرو کا دوسرا بھائی بکر بھی بمعہ ایک بیوی و بال بچوں سمیت مسلمان ہوگیا اسے بھی نان نفقہ اس کا اور اس کے اہل وعیال کا خرچ دیتا رہا بلکہ سواری کے لئے گھوڑے اور دودھ کے لئے گائے بکری بمع گھاس چارہ کے دیتا رہا لیکن اپنے پاس بیٹے بکر کو جائیداد وغیرہ سے ۴/۱ حصہ نہ لکھ کر دیا کیونکہ کسی مسلمان رئیس نے اس کے لئے اسے نہ کہا ہندو باپ کے مرنے کے بعد عمرو و بکر کے دو ہندو بھائیوں نے اور بکر کے دو ہندو بیٹوں نے (کیونکہ بکر کی دو ہندو بیویاں تھیں اور دونوں صاحب اولاد تھیں) جن میں سے ایک تو بمعہ بال بچوں کے بکر کے ساتھ مسلمان ہوگئی اور دوسری بال بچوں سمیت بدستور ہندو ہے) مقدمہ دائر کیا کہ عمرو و بکر کو جائیداد نہ ملنی چاہئے کیونکہ انہوں نے مذہب تبدیل کیا ہے لیکن ہندوؤں کا دعویٰ خارج ہوا اور جائیداد نومسلموں کو مل گئی ہندو بھائیوں نے اور بیٹوں نے چیف کورٹ میں اپیل دائر کی تو پھر بھی خارج ہوئے اب وہ دونوں نومسلم عمرو و بکر اپنی جائیداد پر قابض ہیں لہٰذا اب سوال یہ ہے کہ

۱۔ ان دونوں نومسلموں کا اس طرح سے حاصل کردہ مال مشتبہ تو نہیں ہے؟ جبکہ وہ شرعاً اپنے ہندو باپ کی وفات کے بعد وارث نہیں ہوسکتے تھے اس بناء پر کہ اختلاف دین مانع ارث ہے

۲۔ بکر کی اس وقت میں تین بیویاں ہیں دو مسلمان بیویاں اور ایک ہندو بیوی تینوں صاحب اولاد ہیں چونکہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا لہٰذا کیا بکر پر یہ امر واجب نہیں کہ وہ اپنے

ہندو ورثاء آریہ کو جو کہ قانوناً وارث ہو سکتے ہیں بناء بر جائیداد جدی کے کس طرح محروم کرے۔

جواب......ا۔ مشتبہ کا معنی یہ مال حرام ہے لکونہ مغصوباً

۲۔ جب یہ جائیداد وہی ہے جو بکر نے اپنے ہندو باپ کے ترکہ سے حاصل کی ہے تو اس کا ہندو ورثاء پر واپس کرنا بکر کے ذمہ لازم ہے اور اس جائیداد سے وہ ہندو ورثاء کو محروم نہیں کر سکتا ہاں جو جائیداد بکر کی خود حاصل کردہ ہے اس سے ہندو ورثہ کا حق قانونی منقطع کر دینا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ (امداد الاحکام ج۴ ص ۶۲۶)

لاوارث شیعہ عورت کا مال کیا کیا جائے

سوال......ایک شیعہ عورت کا ایک شخص نے کچھ زیور چوری کیا وہ عورت فوت ہوگئی یہ زیور اس خیال سے رکھا تھا کہ اس سے امام باڑا بنوائے یا کسی مذہبی کام میں صرف کرے؟ مرحومہ نے کوئی وارث بھی نہیں چھوڑا اس کے مرنے کے بعد وہ چور اس مال سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے کیا حکم ہے؟

جواب......اگر عورت کا کوئی دور نزدیک کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ روپیہ غربا پر صدقہ کر دیا جائے نادار طلبہ بھی مستحق ہیں بیواؤں یتیموں اپاہجوں کو بھی دیا جا سکتا ہے مسجد مدرسہ اور راستے وغیرہ کی تعمیر میں یا کسی کی تنخواہ میں صرف نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۸ ص ۵۲۱)

سنی اور شیعہ میں توارث کا حکم

سوال......زید کا انتقال ہوا جو سنی المذہب تھا اس کے صرف دو بیٹے ہیں ایک سنی دوسرا شیعہ آیا دونوں وارث ہوں گے یا سنی؟

جواب...... جو اختلاف دین مانع توارث ہے وہ اختلاف کفراً وسلاماً ہے نہ کہ بدعتاً وسنتاً پس جو شیعہ کھلم کھلا کفریہ عقائد کا قائل نہ ہو وہ سنی کا وارث ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۵)

شیعہ سنی کے مابین میراث کا حکم

سوال......کیا کوئی شیعہ کسی سنی کے مال میں شرعاً میراث کا حقدار بن سکتا ہے یا نہیں؟

جواب......شیعہ (روافض) کے مختلف گروہ ہیں جو شیعہ کفریہ عقائد مثلاً الوہیت حضرت علیؓ اور قذف سیدہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کے قائل ہوں تو اختلاف دین کی وجہ سے شیعہ سنی کا وارث نہیں ہو سکتا البتہ جو شیعہ غالی نہ ہوں تو صرف بدعت مانع ارث نہیں۔

قال العلامة السجاوندی رحمه الله: والمانع من الارث الاربعة......

والقتل الذی یتعلق بہ وجوب القصاص اوالکفارۃ...... واختلاف الدینین ای اسلاماً و کفراً (السراجی ص ۵ فصل فی الموانع)

قال العلامۃ الحصکفیؒ: اختلاف الملتین اسلاماً وکفراً. قال اسید احمد الطحطاوی ای من جھۃ الاسلام والکفر اما اختلافھجا من جھۃ ایھودیۃ والنصرانیۃ فلایکون مانعا وھذا النقییر لابدمنہ' واما عدم توریت الکافرمن المسلم نبالاجماع. (طحطاوی حاشیہ الدرالمختار ج ۴ ص ۳۷۸' کتاب الفرائض ومثلہ فی امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۵ کتاب الفرائض. (فتاویٰ حقانیہ ج۶ص ۵۳۲)

شیعہ سنی توارث میں جواب کا طریقہ

سوال...... اگر کوئی حنفی سنی' مفتی شیعوں کے مسائل میراث سے واقف ہوتو وہ استفتا جس میں مورث اعلیٰ شیعہ ہواور باقی مورث اوروارث سنی ہوں یا مورث اعلیٰ سنی ہواور بقیہ وارث اور مورث خواہ کل شیعہ ہوں یا بعض شیعہ اور بعض سنی۔

پس ایسی صورت میں سنی مفتی ایسے استفتا کا جواب کس طرح لکھے؟ آیا ہرظن میں اپنے اصول کے مطابق لکھے یا شیعہ کے ترکہ کواصول تشیع کے موافق اورسنی کے ترکے کواصول حنیف کے مطابق؟ یا کیا صورت ہوگی؟

جواب...... جوفرقہ شیعہ کا کافر ہے اسکی رعایت کرتے ہوئے جواب دینا شرعاً درست نہیں بلکہ جواسباب میراث اہل اسلام کے نزدیک معتبر ہیں انہیں اسباب کے تحت انکوبھی جواب دیا جائے۔

اور جوفرقہ کافر نہیں بلکہ مسلم ہے اس کوبھی حنفی اپنے اصول کے مطابق جواب دے گا جیسا کہ اگرکوئی شافعی کسی مفتی حنفی سے امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق کوئی مسئلہ دریافت کرے تو حنفی مفتی اس وقت امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق جواب نہیں دے گا امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے موافق جواب دے گا پس مذہب شیعہ کے مطابق سوال کرنے سے مفتی سنی کوبطریق اولیٰ مذہب اہل سنت کے مطابق جواب دینا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ص ۳۶۶)

ترکہ مشترکہ میں تصرف' بیع واجارہ کا حکم

سوال...... رواج ہے کہ میت کا ترکہ تقسیم نہیں کرتے بلکہ تمام ورثاء اکل وشرب میں شریک رہ کرہر شخص اپنے طور سے اس میں تصرف کرتا ہے اب اگرکوئی وارث بعض ترکہ کواجارے پر یا ہبہ یا بیع کردے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... بیع مشاع یعنی شئی مشترک کی بیع جائز ہے اور صرف بائع کے حصے میں بیع نافذ ہو جائے گی اور قابل تقسیم مشترک شئی کا ہبہ کرنا تقسیم سے پہلے نافذ نہ ہوگا اور اسی طرح اجارہ مشاع بھی فاسد ہے۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۸۷)

متعہ کی صورت میں میراث کا حکم

سوال..... نکاح متعہ کی صورت میں زوج وزوجہ ایک دوسرے کے وارث بنیں گے یا نہیں؟ یا اس نکاح سے ہونے والی اولاد اپنے باپ کی وارث ہوگی یا نہیں؟

جواب..... کوئی بھی دوسرے کا وارث نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عبدالحئی ص ۳۸۸)

مختلف مسائل تخریج

بہن کا اپنے بھائی کے ترکہ میں میراث کا حکم

سوال..... کیا بہن اپنے بھائی کے ترکہ میں سے میراث کی حقدار ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کن حالات میں؟ اور کیا اپنے باپ کے ترکہ میں میراث کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟

جواب..... عورت اپنے باپ کے ترکہ میں میراث کی حقدار ہوتی ہے مگر اپنے بھائی کے ذاتی مال وجائیداد میں حقدار نہیں ہوتی خصوصاً جب بھائی زندہ ہو اور وفات کی صورت میں شرعی ضابطہ کے مطابق کبھی حقدار ہوگی اور کبھی نہیں۔

وفي الهندية: الخامسة الاخوات لاب وأم للواحدة النصف وللثنتين فصا عداً الثلثان ومع الاخ لاب وأم للذكر مثل حظ الانثيين ولهن الباقي مع البنات اوبنات الابن. السادسة الاخوات لاب وهن كالاخوات لابوين عندعدمهن ...... ولهن السدس مع الاخت لاب أم تكملة الثلثين ولايرثن مع الاختين لاب وأم الاان يكون معهن اخ فيعصبهن. السابعة للاخوات لام للواحدة السدس والثنتين فصاعداً الثلث. ويسقط الاخوة والاخوات بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق وبالجد عندابى حنفية رحمه الله. (الفتاوىٰ الهندية ج۶ ص ۴۵۰ كتاب الفرائض' الباب الثانى فى ذوى الفروض) قال العلامة علاؤ الدين الحصكفى رحمه الله: فيبدأ بذوى الفروض وهم اثناعشرمن النسب ثلاثةمن الرجال (هم الاب والجدوالاخ

لام) وسبعة من النساء رهن البنت وبنت الابن والاخت الشقيقة والاخت لاب والاخت لام والجدة واثنان من النسب وهماالزوجان الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ج ۵ ص ۵۳۸ کتاب الفرائض) ومثله فی البزازیة علی هامش الهندیة ج۶ ص۴۵۳ کتاب الفرائض' الفصل الاول فی اصحاب الفرائض (فتاویٰ حقانیه ج۶ ص۵۵۶)

ایک بھائی اور دو بہنوں میں تقسیم میراث

سوال.....ایک مکان کے حصے میں دو ہمشیرہ اور ایک بھائی ہے حصہ شرعی کیا ہے؟

جواب.....اگر کسی مکان میں دو بہنیں اور ایک بھائی وارث ہونے کی جہت سے حقدار ہیں تو نصف مکان بھائی کا اور نصف میں دونوں بہنیں حقدار ہوں گی۔ (کفایت المفتی ج۸ص۳۱۲)

چچا کی میراث میں بھتیجے کا حق

سوال.....میرے حقیقی چچا کا انتقال ہوا انہوں نے ایک بیوی اور ایک لڑکی چھوڑی اور میں ان کا بھتیجا ہوں میرے دو بھائی اور دو بہنیں اور ہیں چچا نے ایک مکان چھوڑا کیا میرا بھی اس میں حصہ نکلتا ہے؟

جواب.....اخراجات کے بعد کل ترکہ چونسٹھ سہام کر کے آٹھ سہام بیوی کو اور چونتیس سہام لڑکی کو اور چھ چھ تینوں بھتیجوں کو اور تین تین دونوں بھتیجیوں کو ملیں گے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

اگر بیوی اور باپ شریک بھائی وارث ہو تو؟

سوال.....ایک شخص کا انتقال ہو گیا اور اس نے ایک بیوی اور ایک باپ شریک بھائی وارث چھوڑے تو ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

جواب.....صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ ادا کرنے کے بعد کل ترکہ چار سہام کر کے ایک بیوی کو اور بقیہ تین متوفی کے باپ شریک بھائی کو ملیں گے۔صورت مسئلہ یہ ہے مسئلہ۴' بیوی ۱' بھائی ۳۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بیوی' دو بیٹی ایک بھتیجا وارث ہوں تو تقسیم کی صورت

سوال.....زید مرحوم کا ایک طویل وعریض مکان ہے اسکے وارث ایک بیوی' دو بیٹیاں دونوں سے تین نواسے' اور مرحوم کا ایک بھتیجا ہے اور زید مرحوم کی مرحومہ بہن کا ایک پوتا ہے وارثین تقسیم شرعی چاہتے ہیں۔

جواب.....صورت مسئولہ میں بعد ادائے حقوق ما تقدم علی الارث باقی ماندہ کل ترکہ چوبیس سہام کر کے تین بیوی اور آٹھ آٹھ دونوں بیٹوں کو اور پانچ بھتیجا کو ملیں گے۔نواسے اور بہن کا پوتا

محروم رہیں گے صورت مسئلہ یہ ہے مسئلہ ۲۴' بیوی ثمن آٹھواں حصہ' بیٹی' بیٹی ثلثان' بھتیجا ۵' نواسے محروم' بہن کا پوتا محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

نابالغ لڑکی کے تقسیم ترکہ کی صورت

سوال...... ایک لڑکی شادی شدہ نابالغ رخصتی سے قبل انتقال کرگئی اس کا مہر اور کچھ نقد رقم اس کے رشتہ داروں کو کس طرح تقسیم کئے جائیں باپ ماں تین بہن بالغ' دو نابالغ' دو بھائی بالغ' ایک نابالغ اور شوہر یہ وارثین ہیں۔

جواب...... صورت مسئولہ میں اخراجات غسل وکفن ودفن اور ادائے قرض اور وصیت ہو تو تہائی مال تک اس کو پورا کرنے کے بعد باقی مال چھ سہام کر کے تین شوہر کو ایک والدہ کو اور دو والد کو ملیں گے بھائی بہن سب محروم رہیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے مسئلہ ۶' شوہر ۳' والد ۲' والدہ ۱' بھائی بہن محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

شوہر بہنوں اور دادی میں تقسیم ترکہ

سوال...... علیم النسا نے انتقال کے وقت یہ وارث چھوڑے شوہر دو بہنیں' دادی' چچا اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... مسئلہ ۸' شوہر ۳' دادی ۱' بہن ۲' بہن ۲' عم محروم۔

ترکے کے آٹھ حصے کر کے تین حصے شوہر کو ایک حصہ دادی کو اور دو حصے دونوں بہنوں کو ملیں گے چچا کا کوئی حق نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۶۱)

ورثہ میں تقسیم ترکہ کی صورت

سوال...... حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا ایک بھائی' ایک بہن' ایک زوجہ اور چھ لڑکیاں چھوڑیں براہ کرم جملہ وارثین کے حقوق متعین فرمائیں؟

جواب...... بعد اخراجات واجبہ متقدمہ کل املاک بہتر سہام ہو کر نو سہام بیوی کو اور آٹھ آٹھ سہام چھ لڑکیوں کو اور دس بھائی اور پانچ بہن کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ بیوی ۳'۹' بیٹی ۸' بیٹی ۸' بیٹی ۸' بیٹی ۸' بیٹی ۸' بیٹی ۸' بیٹی ۸' بیٹی ۸' بھائی ۱۰' بہن ۵۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

چار ورثاء میں تقسیم ترکہ کی صورت

سوال...... زید کا انتقال ہوا تین لڑکیاں' اللہ دی' صغریٰ' آسیہ اور ایک بیوی چھوڑی پھر ایک لڑکی آسیہ کا انتقال ہوگیا۔ اس نے چار لڑکے تین لڑکیاں ایک شوہر ایک والدہ وارث چھوڑے اس

کے بعد بیوی کا انتقال ہوا اس نے ایک بھائی تلی اور تین لڑکیاں تین بھانجے اور ایک بھانجی چھوڑی تقسیم ترکہ کی شرعی صورت کیا ہے؟

جواب.....صورت مسئولہ میں مورث اعلیٰ زید کا ترکہ بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث نو ہزار پانچ سو چار سہام کر کے صغریٰ کو تین ہزار تین سو بائیس اور اللہ دی کو بھی تین ہزار تین سو بائیس اور آسیہ کے شوہر کو چھ سو ترانوے اور آسیہ کی اولاد میں سے ہر ایک کو دو سو چرانوے اور ہر ایک لڑکی کو ایک سو سنتالیس اور تلی کو پانچ سو پچاس حصے ملیں گے۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

دو لڑکی اور تین بھائیوں میں تقسیم ترکہ

سوال.....ایک شخص کے انتقال پر اسکی دو لڑکیاں اور تین بھائی زندہ رہے تقسیم میراث کس طرح ہو؟

جواب..... بعد ادائے حقوق کل ترکہ اٹھارہ سہام کر کے چھ چھ ہر لڑکی اور دو دو تینوں بھائیوں کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے مسئلہ ۳ نمبر ۱۸ لڑکی ۶ لڑکی ۶ بھائی ۲ بھائی ۲ بھائی ۲۔

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

تین بیویاں' نو بھتیجے' چار بھتیجیاں

سوال.....نذر نے تین شادیاں کیں اولاد کسی سے نہیں ہوئی نذر کا انتقال ہوا تینوں بیویاں زندہ تھیں والدین میں سے کوئی نہ تھا بھائی بہن' چچا تایا بھی نہ تھے البتہ نو بھتیجے اور چار بھتیجیاں تھیں ابھی ترکہ تقسیم نہیں ہوا ہے کہ نذر کی بڑی بیوی کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ والدین' بھائی' بہن چچا' تایا کوئی نہیں صرف بھتیجے' بھتیجیاں' بھانجے بھانجیاں موجود ہیں تو نذر اور بیوی کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

جواب.....صورت مسئولہ میں بعد ادائے حقوق کل ترکہ چار سو چھبیس حصوں میں تقسیم ہو کر تینوں بیویوں کو بائیس بائیس حصے نو بھتیجوں کو اٹھارہ حصے اور چاروں بھتیجیوں کو نو نو حصے ملیں گے اس کے بعد مرحومہ کا حصہ مرحومہ کے بھتیجوں اور بھتیجیوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر بھتیجے کو بھتیجی کا دوگنا حصہ ملے گا صورت مسئلہ یہ ہے۔

بیوی ۲۲' بیوی ۲۲' بیوی ۲۲' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجا ۱۸' بھتیجی ۹' بھتیجی ۹' بھتیجی ۹' بھتیجی ۹۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ایک بھائی اور بیوی میں تقسیم ترکہ

سوال.....ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے صرف اپنی بیوی اور ایک بھائی چھوڑا تقسیم ترکہ کی کیا صورت ہوگی؟

جواب...... بعد ادائے حقوق کل ترکہ چار حصے کر کے ایک بیوی کو اور تین مرحوم کے بھائی کو ملیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے بیوی ا' بھائی ۳۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ورثاء میں بیوی' لڑکی اور بھائی ہے

سوال...... مرحوم کے ورثاء میں ایک بیوی ایک لڑکی کو اور ایک بھائی ہے میراث کس طرح تقسیم ہوگی؟
جواب...... کل مال کے آٹھ حصے ہونگے ایک بیوی کو چار لڑکی اور تین حصے بھائی کو ملیں گے۔
(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۹۷)

چوبیس سہام پر تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... زید کا انتقال ہوا اس نے والد ایک بھائی ایک بہن' دو بیٹیاں اور زوجہ وارث چھوڑے مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟
جواب...... صورت مسئولہ میں بعد ادائے حقوق کل ترکہ چوبیس سہام کر کے زوجہ کو تین اور ہر لڑکی کو آٹھ آٹھ اور باپ کو پانچ سہام ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ زوجہ ۳' لڑکی ۸' لڑکی ۸' باپ ۵' بھائی' بہن محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

چوبیس سہام پر تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... زید کا انتقال ہوا زید کے ماں باپ پانچ بھائی' دو بہن اور ایک لڑکا ہے زید کی ملکیت میں کس کا کتنا حق ہے؟
جواب...... بعد ادائے حقوق کل مال کے ۲۴ حصے کر کے تین بیوی کو چار چار والدین میں سے ہر ایک کو اور تیرہ بیٹے کو ملیں گے بھائی بہن محروم ہوں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ مسئلہ ۲۴' بیوی ۳' ماں ۴' باپ ۴' بیٹا ۱۳' بھائی بہن محروم۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

اڑتالیس سہام پر تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... شمشاد کی وفات پر دو بیویاں تین بچیاں ماں' باپ اور چار بھائی چھوڑے تقسیم ترکہ اور مہر کی کیا صورت ہوگی؟
جواب...... صورت مسئولہ میں بعد ادائے حقوق کل مال اڑتالیس سہام کر کے چھ چھ سہام ہر بیوی کو آٹھ آٹھ سہام تینوں بچیوں کو آٹھ والدہ کو اور دس والد کو ملیں گے اور بھائی بہن محروم رہیں گے۔

صورت مسئلہ یہ ہے۔ مسئلہ ۴۸/۲۴

بیوی ، بیوی ، لڑکی ، لڑکی ، لڑکی ، والدہ ، والد
۵ ۴ ۱۶ ۴ ۴
۱۰ ۸ ۸ ۸ ۸ ۳ ۳

بیوی دولڑکی اور ایک بھائی میں تقسیم ترکہ

سوال..... زید کا انتقال ہوا پسماندگان میں ایک زوجہ دو لڑکیاں اور ایک بھائی چھوڑا تو ہر ایک کا حصہ متعین فرمائیں؟

جواب..... بعد ادائے حقوق کل ترکہ چوبیس سہام کر کے تین سہام بیوی کے آٹھ آٹھ سہام دونوں لڑکیوں کے اور پانچ بھائی کو ملیں گے۔

صورت مسئلہ یہ ہے
مسئلہ ۲۴

بیوی ، لڑکی ، لڑکی ، بھائی۔
۳ ۸ ۸ ۵

(فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

بھائی کے ترکہ کی تقسیم

سوال..... ایک شادی شدہ بھائی' کنواری بہن اور بیوہ ماں ہم تین افراد ہیں بیوہ ماں کا ایک لڑکا بغیر شادی اور وصیت کے انتقال کر جاتا ہے اور اپنے پیچھے ایک خطیر رقم چھوڑ جاتا ہے تب کیا آدمی رقم کی وارث ماں ہے یا بھائی؟ اس تمام رقم کا حقدار کون قرار پائے گا؟ براہ کرم اس کی تقسیم سے آگاہ فرمائیے۔

جواب..... مرحوم کے ترکہ میں ایک تہائی ماں کا ہے اور باقی بھائی اور بہن کا' اس لئے کل ترکہ ۹ حصوں پر تقسیم ہوگا ان میں سے تین حصے ماں کے چار بھائی کے اور دو بہن کے ہوں گے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔ ماں ۳' بھائی ۴' بہن ۲۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۳۶۳)

دو بیوی' ایک لڑکی اور بھتیجوں میں تقسیم ترکہ

سوال..... زید نے بعد وفات ایک لڑکی دو بیوی چار بھتیجے اور پانچ بھتیجیاں اپنے وارث چھوڑے تو متوفی کی جائیداد میں اس کے وارثین کتنے کتنے حصہ کے حقدار ہوں گے۔

جواب..... بعد ادائے حقوق میت کا ترکہ بائیس سہام بنا لیا جائے پھر دو دو سہام دونوں بیویوں کو سولہ سہام لڑکی کو اور تین تین سہام چاروں بھتیجوں کو دے دیا جائے بھتیجیاں محروم رہیں گی ان کو کچھ نہیں ملے گا صورت مسئلہ یہ ہے۔

زوجہ	زوجہ	لڑکی	چار بھتیجے				پانچ بھتیجیاں
۱		۴					محروم
۲	۲	۱۶	۳	۳	۳	۳	

لڑکے اور بھتیجے میں تقسیم میراث

سوال..... اسماعیل خاں نے اپنی وفات پر ایک لڑکی اور دو بھتیجے چھوڑے تقسیم میراث کس طرح ہوگی؟

جواب..... بعد ادائے حقوق کل املاک کے چار حصے کر کے دو لڑکی کو اور ایک ایک دونوں بھتیجوں کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ مسئلہ ۲' نمبر ۴' بنت ۲' ابن الاخ ۱' ابن الاخ ۱۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

دو بھائی' ایک بہن اور ایک بیوی میں تقسیم وراثت

سوال..... احقر کے بھائی کا انتقال ہوا اس وقت ہم دو حقیقی بھائی اور ایک بہن موجود ہیں مرحوم کی بیوی ہے بچہ کوئی نہیں' مرحوم کے پاس دس بیگہ زمین ہے دو مکان' تین بھینس ہیں چاروں کے حصے تحریر فرمادیں۔

جواب..... صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد اشیاء مذکور و دیگر سامان کے بیس سہام کر کے پانچ بیوی کو اور چھ چھ دونوں بھائیوں کو اور تین تین کو ملیں گے صورت مسئلہ یہ ہے۔ بیوی ۵/۱' بھائی ۶/۳ بھائی ۶/۳' بہن ۳۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ایک لڑکی دو بھتیجے میراث کتنی کتنی ملے گی؟

سوال..... اسماعیل نے بوقت انتقال ایک لڑکی اور دو بھتیجے چھوڑے ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ میراث ملے گا؟

جواب..... بعد ادائے حقوق کل املاک چار سہام کر کے دو لڑکی کو اور ایک ایک بھتیجے کو ملیں گے۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔ مسئلہ ۴' لڑکی ۲' بھتیجا ۱' بھتیجا ۱۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

مسئلہ فرائض

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر لاولد فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے تین سوتیلے بھائی جن کا باپ ایک ہے اور دو زوجہ وارثان چھوڑے ہیں متوفی مذکور کے

ذمہ قرضہ متفرقات اور ہر دو زوجہ کا دین مہر باقی ہے ترکہ کے تقسیم کی شرعاً کیا صورت ہوگی اور کس کس قدر حصہ ہر ایک وارث کو شرعاً ملے گا دین مہر و قرضہ کی ادائیگی کی کیا سبیل ہوگی جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

جواب......۸ مسئلہ۴ مورث بکر زوجہ۱ زوجہ۱ اخ علاتی ۲ اخ علاتی ۲

اول بکر کا سب قرضہ ادا کیا جاوے مہر بھی دونوں بیویوں کا اور متفرق قرض بھی اور سب قرض ادا کرنے کے بعد جو ترکہ باقی رہے اس کو اس طرح تقسیم کیا جاوے کہ آٹھ سہام کرکے ایک ایک سہام ہر دو زوجہ کو اور دو دو سہام ہر سہ بھائیوں کو دیا جاوے اور اگر ترکہ نقد نہیں ہے اور ورثاء یہ چاہتے ہیں کہ جائیداد ہم رکھیں اور قرضہ اپنے پاس سے پھر ادا کر دیں گے تب بھی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ قرض خواہ اس پر راضی ہوں اور اگر قرض خواہ تاخیر پر راضی نہ ہوں تو ان کا قرضہ ابھی ادا کر دیا جاوے خواہ جائیداد فروخت کرکے یا اور کہیں سے انتظام کرکے غرض یہ کہ بدون رضامندی قرض خواہ کے ترکہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہوسکتا ہاں اگر ورثاء قرضہ ادا کرنے پر اس وقت تیار ہوں تو قرض خواہ ہوں کو جائیداد لینے یا فروخت کرانے کا حق نہیں کیونکہ ان کا حق عین ترکہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ مالیت سے متعلق ہے۔

قال فی الدرالمختار: (ظهر دين فی التركة المقسومة تفسخ) القسمة (الا اذاقضوه) ای الدين اوابرأ الغرماء (الورثة اويبقى منها) ای من التركة (ما يعنی به)لزوال المانع. وفی الشامية: و(قوله ذمم الورثة) كذافی الدرقال ط فيه أن الدين تعلق بعين التركة بعدتعلقه بذمةالميت اه تتمة اجازالغريم قسمة الورثة قبل قضاء الدين له الخ. ج ۵،ص ۲۶۰. وفيه ايضاً بعدقليل (قوله تعلق الدين بالمعنى) وهومالية التركة ولذا كان لهم ان يقضوا الغريم ويستقلوالها كمامر اه

قلت ولعل المراد ممامر قول الدر المذكور انفاتفسخ القسمة الاأن قضوه. والله اعلم. (امدادالاحكام ج۴ ص۶۳۷)

بیوی چار بھائی تین بہن اور والدہ

سوال......زید کا انتقال ہوا بیوی چار بھائی تین بہن اور والدہ چھوڑے تقسیم ترکہ کی صورت کیا ہوگی؟

جواب...... بعد ادائے حقوق ماتقدم علی الارث ایک سو بتیس سہام کرکے تینتیس بیوی کو بائیس والدہ کو چودہ چودہ چاروں بھائیوں کو اور سات سات تینوں بہنوں کو ملیں گے۔

صورت مسئلہ یہ ہے مسئلہ۱۲ نمبر۱۳۲ بیوی ۳/۳۳ والدہ ۲/۲۲ بھائی ۱۴ بھائی ۱۴ بھائی ۱۴ بھائی ۱۴ بہن ۷ بہن ۷ بہن ۷۔ (فتاویٰ مفتاح العلوم غیر مطبوعہ)

ہم طعام ورثہ میں جائیداد کی تقسیم

سوال......ایک شخص کے وارثوں میں دو بیٹے ایک بیوی ہے تینوں ایک مدت تک ہم طعام رہے دونوں لڑکوں نے جدا جدا کمایا اور جائیداد پیدا کی اب جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب...... جب کہ لڑکوں نے جدا جدا کمایا اور جدا جدا جائیداد بنائی تو ہر ایک اپنی کمائی اور جائیداد کا جدا مالک ہوگا صرف ہم طعام ہونے سے جائیداد مشترک نہیں ہو جاتی ہاں باپ کا ترکہ سب وارثوں میں تقسیم ہوگا بی بی کو مہر اور آٹھواں حصہ میراث دے کر باقی مال دونوں لڑکوں کو برابر برابر ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۰)

میراث کا مسئلہ

سوال......زید نے مندرجہ ذیل وارث چھوڑے ترکہ کتنے سہام پر تقسیم ہوگا؟ ایک زوجہ دو لڑکیاں ایک حقیقی بھائی ایک ماں

جواب......مقدم حقوق ادا کرنیکے بعد کل ترکہ چوبیس سہام پر منقسم ہوگا تین سہام زوجہ کو اور آٹھ آٹھ سہام ہر ایک لڑکی کو چار سہام ماں کو اور ایک سہام حقیقی بھائی کو دیا جائیگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۹۳)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال......دانش مند خاں فتح اللہ خاں فصاحت خاں تین بھائی اور ایک بہن عظیمن حقیقی تھے اور ان کے پاس باپ کی جائیداد مشترک تھی اولاً دانش مند خاں نے ایک لڑکا بنی داد خاں اور ثانیاً فتح اللہ خاں نے ایک لڑکی بنو اور ثالثاً فصاحت خاں نے ایک لڑکا احمد اللہ خاں اور رابعاً عظیمن نے تین لڑکی اپنے بعد چھوڑیں اب بہ قضائے الٰہی احمد اللہ خاں ایک زوجہ اور دو لڑکیاں شہزادی نوازی چھوڑ کر فوت ہو گئے اور زوجہ مذکورہ شرکاء کی مشترکہ جائیداد پر دست تصرف دراز کرتی ہے اور کسی موروثی ترکہ سے حصہ نہیں دیتی تو ایسی صورت میں موروثی جائیداد سے بنی داد خاں ولد دانش مند خاں بنو بنت فتح اللہ خاں شہزادی اور نوازی زوجہ احمد اللہ خاں اور عظیمن کی لڑکیوں کو علیحدہ علیحدہ کس قدر ترکہ شرعاً پہنچتا ہے؟

جواب......مقدم حقوق کی ادائیگی کے بعد باپ کی جائیداد کے دو حصے تینوں بھائی دانش مند خاں فتح اللہ خاں اور فصاحت خاں کو اور ایک حصہ عظیمن کو پہنچ کر دانش مند کا حصہ بنی داد خاں کو اور فتح اللہ خاں کا نصف حصہ بنو لڑکی کو اور بقیہ نصف کے حصے کر کے دو حصے اس کی تین لڑکیوں کو برابر اور باقی ایک ثلث بنی داد اور احمد اللہ برادر زادوں کو اور احمد اللہ خان کے حصے میں سے آٹھواں حصہ اسکی زوجہ کو اور دو ثلث اس کی لڑکیوں شہزادی اور نوازی کو اور مابقی بنی داد خاں کو دیا جائیگا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۹۲)

بہن اور چچازاد بھائی میں تقسیم ترکہ

سوال......ایک شخص فوت ہوگیا ہے ایک ہمشیرہ زندہ ہے اور ایک بہن متوفیہ کے تین فرزند ہیں ایک بھتیجی ہے ایک چچا کا بیٹا ہے دوسرے چچا کے دو پوتے ہیں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب......مسئلہ ۲' اخت ا' ابن العم ا' بہن کی اولاد محروم' بھتیجی محروم' چچا کے لڑکے کا لڑکا محروم اس صورت میں نصف ترکہ بہن کو اور نصف چچا کے بیٹے کو ملے گا بہن متوفیہ کی اولاد اور متوفی بھائی کی اولاد اور چچا کے پوتے محروم ہیں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۶)

تقسیم میراث کی ایک صورت

سوال......زید متوفی نے یہ وارث چھوڑے ایک لڑکی' ایک بیوہ ایک ہمشیرہ دو بھتیجے ایک بھتیجی' زید نے اپنی حیات میں اپنی زوجہ کو قاضی شہر کے روبرو طلاق دے دی تھی اب زید کی کچھ موروثی اور کچھ اپنی پیدا کردہ اور کچھ بڑے بھائی کی جائیداد موجود ہے۔

جواب......مسئلہ ۲' بنت ا' اخت ا۔

زید کا ترکہ نصف اسکی دختر کو اور نصف اسکی بہن کو ملے گا بھتیجے اور بھتیجی محروم ہیں اور زید کے بھائی کا ترکہ ان کی اولاد کو ملے گا اس میں زید کی لڑکی اور بہن حقدار نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۵)

خاوند اور باپ وارث ہیں

سوال......جمیلہ مرگئی ورثہ میں باپ اور خاوند ہے مال کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب......مسئلہ ۲' خاوند ا' باپ ا۔

ترکے کے دو حصے ہونگے شوہر کو ایک حصہ اور باپ کو ایک حصہ ملے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۶۸)

ورثہ میں بیوی' ماں' بہن اور تین لڑکیاں

سوال......مرحوم کے ورثا میں تین لڑکیاں بیوی والدہ اور بہن ہیں تو ہر ایک کو کیا ملے گا؟

جواب......مسئلہ ۲۴' نمبر ۷۲' زوجہ ۹/۳' ام ۱۲/۴' بنت ۱۶' بنت ۱۶' بنت ۱۶' اخت ۱/۳۔

صورت مسئولہ میں مرحوم کے مال کے بہتر سہام ہوں گے ان میں نو سہام (آٹھواں حصہ) زوجہ کو بارہ سہام (چھٹا حصہ) ماں کو اور سولہ سولہ سہام (دوثلث) تین لڑکیوں کو اور باقی تین سہام بہن کو ملیں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۶۱)

دو بیویوں کی اولاد میں تقسیم میراث

سوال...... زید کی پہلی بیوی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی، دوسری بیوی سے صرف ایک لڑکا ہے بتلایئے کہ باپ کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟

جواب...... اگر صرف یہی وارث ہیں تو کل سات سہام کر کے دو دو سہام (حصے) تینوں لڑکوں کو ملیں گے ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۳)

میراث میں دو جہتوں کا اعتبار ہوگا

سوال...... وارث علی فوت ہوا اس نے ایک زوجہ اور تین چچازاد بھائی ذوالفقار، محمد علی اور احمد علی چھوڑے اور احمد علی ابن العم بھی ہے اور ابن الام بھی دو جہت رکھتا ہے وارث علی کا ترکہ ان وارثوں پر کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب...... کل ترکہ چھتیس سہام پر منقسم ہو کر زوجہ کو نو اور احمد علی اور ذوالفقار و محمد علی کو سات سات حصص ملیں گے۔

مسئلہ ۳۶/۱۲

میـ

زوجہ	اخ لام	ابن العم	ابن العم	ابن العم
۹	۶	۷	۷	۷

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۴۲)

مسئلہ ۴ ج ۳۲

زوجہ - بنت - اخت شقیقہ - و ابن - و ابن - و ابن - اخت شقیقہ اخری - بنت و بنت للاخ الشقیق

۱/۸ ۳ ۳ ۳ ۳ ۶ ۶

درصورت مسطورہ بعض چنیں تخریج میکنند و بعضے برخلاف۔ فریق اول ایں چنیں

مسئلہ ۴ ج ۳۲ ح ۲۳۴

زوجہ - بنت اخت شقیقہ - ابن و ابن و ابن لاخت شقیقہ اخری - بنت و بنت الاخ الشقیق

۱/۸/۵۶ ۱۲ ۲۴ ۲۴ ۲۴ ۶/۴۲ ۶/۴۲

سوال آن ست کہ ازیں ہر دو فریق قول کدام صحیح ست۔

اقول وبالله التوفیق۔ درصورت مذکورہ تخریج اول صحیح ست آنچہ فخرج ثانی دراولاخوات **للذکر مثل حظ الانثیین** کردہ وجہے ندارچراکہ ایں تقسیم باولاد دوکس فقط۔ **والله اعلم الجواب الملقب بالافحام فی بعض احکام ذوی الارحام**

ہمارے نزدیک تخریج ثانی صحیح ہے کیونکہ اختین کو ایک طائفہ بنایا جاوے گا اور پھر ان کے کل سہام کو ان کی اولاد میں **للذکر مثل حظ الانثیین** کے موافق تقسیم کیا جاوے گا سراجی میں ہے۔

وعندمحمد رحمه الله يقسم المال على الاخوة والاخوات مع اعتبار عدد الفروع. والجهات في الاصول فمااصاب كل فريق يقسم بين فروعهم كما في الصنف الاول۔ اورصنف اول میں جوصورت چھ بطون کی فرض کی ہے اس سے پیشتر لکھا ہے۔

وعند محمدرحمه الله تعالىٰ: المال بين الاصول اعني في البطن الثاني اثلاثاثلثاه لبنت ابن البنت نصيب ابيهاوثلثه لابن بنت البنت نصيب امه وكذلك عند محمدرحمه الله اذاكان في اولادالبنات بطون مختلفة يقسم المال على اول بطن اختلف في الاصول ثم يجعل الذكور طائفة والاناث طائفة بعد القسمة فما اصاب الذكور يقسم على اعلى الخلاف الذي وقع في اولادهم وكذلك مااصاب الاناث وهكذا يعمل الى ان ينتهي بهذاالصورة.

اس کے بعدصورت درج کی ہے جس میں ہرموقع اختلاف کوذکورکوایک طائفہ اوراناث کو ایک طائفہ بنایا گیا ہے اورطائفہ اناث کی اولاد ہیں للذکر مثل حظ الانثیین پرعمل کیا گیا ہے اورایساہی طائفہ ذکورکی اولاد ہیں حالانکہ وہ اولادایک شخص کی نہیں ہے چنانچہ بطن سادس کے شروع ہی میں بنت وابن ہے اوران کے اصول بطن خامس میں بنت وبنت ہے اوراس بطن سادس والے ابن کودوسہام اوربنت کوایک سہام دیا گیا حاشیہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

فوجدناباذاء البنتين في البطن السادس ابنا وبنتا فقسمنا الثلاثة (اى التي وصل الى البنتين في الخامس) بينهما فاصاب الابن اثنان والبنت واحد الخ.

پس تخریج ثانی کے متعلق ''وجہے ندارد'' کہنا سمجھ میں نہیں آیا اوراسی طرح اس دلیل میں ''چراکہ تقسیم باولادیک کس الخ)'' کہنا بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ واللہ اعلم

میں نے بھی دیکھتے ہی تخریج ثانی کوصحیح سمجھا تھااوراسی کے موافق میراعمل تھا۔ مفتی صاحب کی تحریر سے کچھ تردد ہوا تھا جواس توضیح سے رفع ہوگیااب بلاترددتخریج ثانی میرے نزدیک صحیح ہے۔

(امدادالاحکام ج۴ص۶۳۸)

تقسیم میراث کاایک مسئلہ

سوال......زیدمرحوم کی تین عورتیں تھیں ان میں سے ایک عورت بحال بیوگی فوت ہوگئیں دو زندہ ہیں اب دوعورتیں چھ لڑکے اوردولڑکیاں موجود ہیں ایک زندہ عورت کواولادنہیں باقی متوفیہ عورت کوبھی اولاد ہے اورزندہ کوبھی اب اس عورت کوجس کواولادنہیں ہے اس کوبھی اورعورتوں کے مانندمیراث ملے گی یازیادہ؟

جواب...... مسئلہ ۱۶' زوجہ ا' زوجہ ا' پسران ۱۲' دختران ۲۔
اس صورت میں متوفی کے ترکے میں سے ایک ایک آنا ہر ایک زوجہ کو اور دو دو آنے ہر ایک پسر کو اور ایک ایک آنا ہر ایک دختر کو ملے گا یعنی فی روپیہ اس حساب سے ترکہ کا تقسیم ہوگا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۲۰)

لڑکیوں اور تایازاد بھائیوں میں تقسیم ترکہ

سوال...... والد کی ملکیت کی مالک ہر دو لڑکیاں ہیں یا تایازاد بھائی؟ تایازاد بھائی ترکے میں سے کتنا حصہ پا سکتا ہے اور لڑکیاں کتنا؟
جواب...... متوفی کی دو لڑکیاں اور تایازاد بھائی ہے تو ترکے کے تین حصے ہوں گے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو اور ایک تایازاد بھائی کو ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۴۳)

پانچ لڑکے دو لڑکیاں اور ایک بہن میں تقسیم ترکہ

سوال...... والدہ کا انتقال ہوا ورثاء حسب ذیل ہیں پانچ لڑکے دو لڑکیاں شوہر اور ایک حقیقی بہن ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ جواب...... ترکے کے اڑتالیس حصے ہوں گے اس میں سے شوہر کو بارہ (چوتھا حصہ) اور ہر لڑکے کو چھ چھ اور ہر لڑکی کو تین تین ملیں گے بہن محروم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۶ ص ۴۲۶)

مسئلہ $\frac{۴۸}{۱۲}$

شوہر	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکا	لڑکی	لڑکی	حقیقی بہن
۱۲	۶	۶	۶	۶	۶	۳	۳	

تقسیم ترکے کا ایک مسئلہ

سوال...... مورث نے انتقال کیا دو بیبیاں ہیں ایک مرحوم ایک زندہ' زندہ بیوی کے سات لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور مرحومہ کی اولاد میں دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں مورث نے ایک جائیداد اپنے لڑکے فلاں ...... کے نام کردی تھی وہ اس پر مالکانہ قابض ہے اور ایک جائیداد اور نام کی تھی جس کا مقدمہ شفعہ چل رہا ہے اسی طرح دوسری بیوی کے دو لڑکوں کے نام خریدی ہے جس کی رجسٹری وغیرہ ضابطے میں ہوگئی ہے ایسی حالت میں یہ جائیداد داخل وراثت ہے یا نہیں؟
جواب...... تقسیم ترکے کی تو یہ صورت ہوگی کہ بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی المیراث مورث کا ترکہ ایک سو بانوے سہام پر منقسم ہو کر زوجہ موجودہ کو چوبیس اور نو لڑکوں میں سے ہر ایک کو چودہ چودہ اور چھ لڑکیوں میں سے ہر ایک کو سات سات ملیں گے اور تین لڑکوں کے نام جو جائیداد مورث نے خرید کردی ہے وہ انہی لڑکوں کی ملک ہوگی اس میں یا اس کی قیمت میں دوسرے ورثاء کا کچھ نہیں۔
البتہ جس جائیداد میں شفعہ کا مقدمہ دائر ہے۔ اگر اس پر لڑکے کا قبضہ نہ ہوا ہو اور شفیع

کامیاب ہو جائے تو زرِ ثمن جو واپس ہوگا وہ سب ورثہ کا ہوگا اور اگر قبضہ ہو گیا ہو گو شفیع کامیاب بھی ہو جائے تب زرِ ثمن خالص اسی لڑکے کا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۱)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال...... عبدالکریم کے دو لڑکے تھے عثمان وعلی اور ایک بیٹی خدیجہ' عبدالکریم نے اپنی حیات میں بڑے لڑکے عثمان کو آدھی ملک دے کر علیحدہ کیا اور باقی آدھی ملک کے ساتھ علی کے پاس رہتا رہا عبدالکریم فوت ہوا اور علی اپنی بہن خدیجہ کے ساتھ رہا اب علی کی زوجہ مریم سے دو لڑکیاں علیم اور کریم موجود ہیں علی کا بھی انتقال ہو گیا علی کی ملک میں اس کی بہن خدیجہ کو کیا حق ہے؟ باپ نے دونوں بیٹوں کو جو دیا تھا اس میں خدیجہ کا کیا حق ہے؟

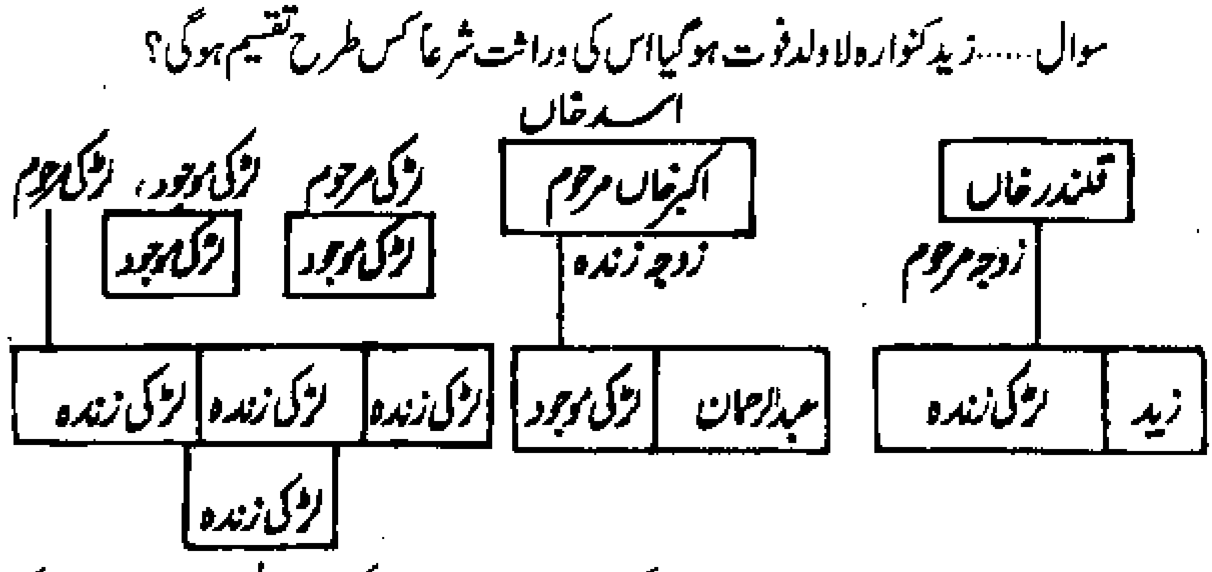
جواب...... خدیجہ اپنے باپ کے ترکے میں بھی حقدار تھی مگر باپ نے اس کو حصہ نہیں دیا تو اس کا گناہ باپ کے سر رہا اب اس کے بھائی علی کا انتقال ہوا تو علی کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

مسئلہ ۲۴' زوجہ مریم ۳' دختر علیم ۸' دختر کریم ۸' بہن خدیجہ ۵۔

مقدم حقوق ادا کرنے کے بعد ترکے کے چوبیس سہام کر کے تین سہام زوجہ کو اور آٹھ آٹھ سہام دونوں لڑکیوں کو اور پانچ سہام بہن خدیجہ کو ملیں گے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۲۲)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال...... زید کنوارہ لاولد فوت ہو گیا اس کی وراثت شرعاً کس طرح تقسیم ہوگی؟



جواب...... زید کے مرحوم وارث اس کی بہن اور چچا زاد بھائی عبدالرحمٰن ہے نصف اس کی بہن کو اور نصف اس کے بھائی کو ملے گا زید کی پھوپھی' پھوپھی زاد چچا زاد سب محروم ہیں۔

(کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۱۹)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال..... زید ایک حقیقی ماموں کے لڑکے ایک لڑکی اور ایک حقیقی ماموں کے دوسرے لڑکے کی عورت جواب دوسرے کے نکاح میں ہے چھوڑ کر فوت ہوا اس کے بعد لڑکے نے انتقال کیا اس کے تین لڑکیاں ہیں زید کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب..... زید کا ترکہ تین حصے کر کے دو حصے ماموں کے لڑکے کو اور ایک حصہ ماموں کی لڑکی کو دیا جائے پھر لڑکے کا حصہ اس کی موت کے بعد اس طرح تقسیم ہوگا کہ اس کے حصے کے نو حصے کر کے دو دو حصے تینوں لڑکیوں کو اور تین حصے اس کی بہن کو دیئے جائیں گے مگر یہ تقسیم جب ہے کہ یہ بہن متوفی کی حقیقی یا علاتی بہن ہو۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۱۹)

ماں، سوتیلے باپ اور بھائیوں میں تقسیم ترکہ

سوال..... ایک عورت نے حقیقی ماں، سوتیلے والد اور سوتیلے بھائی وارث چھوڑے بھائی ماں شریک ہیں اور عورت کا ایک شوہر ہے اب ورثاء میں سے ہر ایک کو کتنا ملنا چاہئے؟

جواب..... متوفیہ کا ترکہ اڑتالیس سہام پر تقسیم ہوگا اس میں سے شوہر کو چوبیس اور سوتیلے بھائیوں کو گیارہ گیارہ سہام اور سوتیلے باپ کو دو سہام دے جائینگے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۳۱)

بیوی، لڑکی اور سوتیلے بھائی میں تقسیم ترکہ

سوال..... زید نے پہلی بیوی سے ایک لڑکی اور ایک دوسری بیوی اور بھائی سوتیلی ماں سے چھوڑا زید مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

جواب..... مسئلہ ۸، زوجہ ۱، دختر ۴، برادر علاتی ۳۔

آٹھ سہام ہو کر ایک سہام زوجۂ ثانیہ کو چار سہام دختر کو اور تین سہام علاتی بھائی کو ملیں گے۔

(کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۵)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال..... شیخ مینڈو کے دو لڑکے (بودی اور اللہ دیا) ایک لڑکی قمرن، بودی کے دو لڑکے کریم، حمید، اللہ دیا کے دو لڑکی غفورن، مجیدن، ایک بیوہ مسماۃ بسم اللہ۔

شیخ مینڈو کے کوئی جائیداد نہ تھی اور بودی اور اللہ دیا علیحدہ علیحدہ رہتے تھے اللہ دیا نے اپنی قوت بازو سے جائیداد پیدا کی اور وفات پائی اس متروکہ جائیداد کے کون کون حصہ دار ہیں؟

جواب..... اللہ دیا کی وفات کے وقت اس کی دو لڑکیاں ایک بیوہ، ایک بھائی، ایک بہن اور دو بھتیجے غالباً وارث تھے سوال میں تصریح نہیں ہے لیکن اگر صورت حال یہی ہے جو میں نے لکھی

ہے تو اللہ دیا کا ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا۔

اللہ دیا کے ترکے کے بہتر حصے کر کے نو حصے بیوہ کو اور چوبیس چوبیس حصے غفورن' مجیدن کو اور دس حصے بودی کو اور پانچ حصے قمرن کو دے جائیں گے اگر بودی اللہ دیا کی وفات کے وقت زندہ نہ تھی تو بودی کا حصہ قمرن کو ملے گا اور قمرن بھی اگر زندہ نہ تھی اللہ دیا کے بھتیجے زندہ تھے تو بودی وقمرن کا حصہ دونوں بھتیجوں کو بحصہ مساوی ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۴۹)

شوہر' والدہ بھائی اور لڑکی میں تقسیم ترکہ

سوال..... ہندہ نے اپنی ماں بھائی' اور ایک لڑکی چھوڑ کر انتقال کیا متوفیہ کے نام جو جائیداد ہے اس کے پانے کا شرعی حقدار کون ہے؟

جواب..... متوفیہ کا ترکہ اسکے وارثوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ ترکے کے بارہ حصے کر کے تین حصے خاوند کو دو حصے والدہ کو اور چھ حصے دختر کو اور ایک حصہ بھائی کو دیا جائیگا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۵۱)

شوہر' والدہ اور نانی میں تقسیم ترکہ

سوال..... محمودہ نے یہ وارث چھوڑے والد' دادی' نانا' نانی اور شوہر ترکہ کس کس کو کتنا ملے گا؟

جواب..... مسئلہ ۶' شوہر ۳' والد ۲' دادی' نانا محروم' نانی ۱۔

متوفیہ کا ترکہ چھ سہام پر تقسیم ہوگا ان میں سے تین سہام شوہر کو اور دو سہام والد کو اور ایک سہام نانی کو ملے گا۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۳۴۲)

تقسیم میراث کا ایک مسئلہ

سوال..... ایک جائیداد زید اور عمرو کی ملک ہے اول زید گزرتا ہے اور حسب ذیل ورثاء چھوڑتا ہے ایک لڑکی پہلی متوفیہ بیوی سے ایک لڑکی دوسری مطلقہ ومتوفیہ بیوی سے ایک تیسری بیوی اور اس سے ایک لڑکی جو زید کے بعد متوفیہ ہوئی اور ایک لڑکا نابالغ حیات ہے موجودہ بیوی نے مہر معاف نہیں کیا تقسیم ترکے کا کیا حکم ہے؟ زید کی تیمارداری اور تجہیز وتکفین میں کچھ روپیہ عمرو کی اہلیہ نے خرچ کیا ہے جس کا کوئی حساب نہیں مگر وہ رقم معین کر کے طلب کرتی ہے اس صورت میں عمرو کی اہلیہ کو کیا مل سکتا ہے؟

بعد ازاں عمرو گزرتا ہے اس کی بی بی جس نے مہر معاف کر دیا ہے اور ایک لڑکا موجود ہے ان کی تقسیم کیا ہوگی؟

جواب..... زید اور عمرو اس جائیداد میں اگر برابر کے شریک تھے تو دونوں کی نصف ہوگی زید

کی جائیداد زید کے وارثوں میں اور عمرو کی عمرو کے وارثوں میں تقسیم ہوگی زید کی بیوی کا مہر اور دوسرے قرضے ادا کرنے کے بعد زید کی جائیداد اس طرح تقسیم کی جائے کہ زوجہ موجودہ کو تیس حصے لڑکے کو ایک سو اڑسٹھ(؟) ہر لڑکی کو بیالیس حصے دیئے جائیں گے کل سہام دو سو چالیس ہوں گے۔

مسئلہ ۲۴۰ زید

پسر	دختر	دختر	دختر	زوجہ موجودہ
۱۴ / ۸۴	۷	۷ / ۴۲	۷ / ۴۲	۱ / ۵ / ۳۰

مسئلہ ۶ دختر

علاتی بہنیں	حقیقی بھائی	ام
محروم	۵ / ۳۵	۱ / ۷

عمرو کی بیوی نے اگر مہر معاف کر دیا ہے تو عمرو کے ترکے میں سے بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور باقی ۷/۸ عمرو کے لڑکے کو ملے گا۔

مقتولہ کے وارثوں میں مصالحت کرنے کا مجاز بھائی' والدہ یا بیٹا؟

سوال...... جنم قیدی بکر اپنی مقتولہ بیوی کے ورثاء سے صلح کرنا چاہتا ہے مگر ہر فرد کہتا ہے کہ اصل وارث میں ہوں دوسرے سے بات مت کرو مقتولہ کا بھائی' والدہ بیٹا زندہ ہیں مگر والد فوت ہو چکا ہے اب ان تینوں میں سے شرعاً جائز حقیقی اور بڑا وارث کون ہے؟

جواب...... مندرجہ بالا صورت میں مقتولہ کا بیٹا صلح کا مجاز ہے بیٹے کی موجودگی میں بھائی وارث نہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۴۲۰)

فرائض کی بعض طویل صورتیں

سوال...... عبدالغفور مرحوم نے یہ وارث چھوڑے مرحوم کے حقیقی چچا کی دو نواسی زینب اور فاطمہ اور ایک نواسا محمد عمر اور مرحوم کی حقیقی خالہ کے دو پوتے' عبدالحلیم اور عبدالعلی اور مرحوم کی حقیقی پھوپھی کا ایک نواسا اور اسی پھوپھی کی دو پوتیاں اور تین پوتے اور مرحوم کی دوسری حقیقی پھوپھی کا ایک پوتا یہ کل بارہ وارث موجود ہیں تقسیم ترکہ کیسے ہوگی؟

جواب...... مرحوم کے ترکے کا تیسرا حصہ تو دو حصے ہو کر مرحوم کی ماں کی طرف سے وارثوں کو یعنی خالہ کے دونوں پوتوں کو ایک ایک حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی مال مرحوم کے باپ کی طرف

سے وارثوں کو یعنی چچا اور پھوپھی کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ یہ دو تہائی پہلے خود چچا اور پھوپھیوں پر تقسیم ہوگا مگر تقسیم میں چچا اور پھوپھیوں کی اولاد میں جتنے وارث ہیں ان کی گنتی کی برابر چچا اور پھوپھیں مان کر تقسیم کریں گے پس صورت موجودہ میں پھوپھیوں کی اولاد میں چونکہ سات شخص ہیں لہٰذا سات پھوپھیں مانی جائیں اور چچا کی اولاد میں تین شخص ہیں لہٰذا تین چچا مانے جائیں گے اور ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوتا ہے اس لئے یہ دو تہائی کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے چھ حصے چچا کو ملیں گے پھر چچا کی اولاد میں پہلے درجے کی اولاد چونکہ ایک ہی قسم کی ہے یعنی لڑکی ہے لہٰذا اس کو چھوڑ کر دوسرے درجے میں جو دو قسم کی اولاد ہے یعنی ایک نواسا اور دو نواسی اور نواسے کا حق دوگنا ہوتا ہے اس لئے ان چھ حصوں کے چار حصے کر کے ایک ایک حصہ نواسی کو اور دو حصے نواسے کو دیئے جائیں گے اور پھوپھیوں کے حصے میں جو سات آتے ہیں اس کا یہ حکم ہے کہ پھوپھیوں کی پہلے درجے کی اولاد میں چونکہ دو قسم کے لوگ ہیں مرد اور عورت یعنی ایک لڑکی اور دو لڑکے اور اس لڑکی اور دونوں میں سے ایک لڑکے کی اولاد میں صرف ایک ایک شخص ہے اور دوسرے لڑکے کی اولاد میں پانچ شخص ہیں لہٰذا پہلے درجے کی اولاد پھوپھیوں کی قاعدہ مذکورہ کے موافق ایک لڑکی اور چھ لڑکے مانے جائیں گے اور ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہوتا ہے اس لئے پھوپھیوں کے حصے میں جو سات حصے آئے ہیں ان کے تیرہ حصے کئے جائیں گے ان میں سے ایک حصہ پھوپھی کی لڑکی کے حصے میں آئے گا اور اس کے لڑکے کو مل جائے گا اور باقی بارہ حصے پھوپھی کے لڑکوں کے حصے میں رہے اور ان دونوں لڑکوں کی اولاد جو کہ پھوپھیوں کے دوسرے درجے کی اولاد ہے ان کو ملیں گے مگر ان دونوں کی اولاد میں بھی مرد وعورت یعنی دو لڑکیاں اور چار لڑکے ہیں اس لئے مذکورہ بارہ حصوں کے دس حصے کئے جائیں گے ان میں سے ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو مل جائے گا اور دو دو حصے ایک ایک لڑکے کو ملیں گے۔

اب اس حساب کو آسانی سے سمجھنے کے لئے ایک مثال لکھی جاتی ہے مثلاً مرحوم کا ترکہ چھبیس روپے ساڑھے چھ آنے ہے تو اس میں ایک تہائی آٹھ روپے بارہ آنے دس پائی (جو مرحوم کی خالہ کے حصے کے ہیں) خالہ کے دونوں پوتوں کو ملیں گے ہر ایک کو چار روپے چھ آنے پانچ پائی ملیں گے اور باقی دو تہائی یعنی سترہ روپے نو آنے آٹھ پائی کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے چھ حصے کی رقم آٹھ روپے ڈیڑھ آنے مرحوم کے چچا کے چار حصے ہو کر ان کی دونوں نواسی اور ایک نواسے کو ملیں گے ہر ایک نواسی کو دو دو روپیہ دو پیسے اور ہر ایک نواسے کو چار روپے ایک آنہ ملے گا اور باقی سات حصے کی رقم نو روپے سات آنے آٹھ پائی (جو پھوپھیوں کے حصے کے ہیں) اس کے تیرہ حصے کر کے اس میں سے ایک حصہ یعنی گیارہ آنے آٹھ پائی حبیبہ کے حصے میں آ کر اس کے لڑکے عبدالستار کو مل جائیں گے اور باقی بارہ حصے کی رقم آٹھ روپے بارہ

آنے جو پوتوں کے حصے کے ہیں وہ حصے ہو کران کی اولاد یعنی دولڑکیوں اور چارلڑکوں کو ملیں گے ہر ایک لڑکی کو چودہ آنے اور ہر ایک لڑکے کو پونے دوروپے ملیں گے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۴۰۲)

نوٹ: (از حضرت مفتی سعید احمد صاحب مظاہر علوم) تخریج کی اصول تقسیم اور رقوم کی تصحیح درست ہے مگر بیچ میں جو سہام کا عمل کیا ہے وہ بہت مجمل ہے جو قاعدہ اہل فرائض نے نقل سہام کا ذکر کیا ہے اس کے مطابق سمجھ میں نہیں آیا۔

مسئلہ میراث وحکم المیراث من القادیانی وغیرہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمی کرم علی خان کا انتقال ہوا اور اس نے اپنی وفات پر ایک زوجہ ذی مہر مسماۃ جیسما اور ایک بھائی حقیقی مسمی فخرن علی خان کو وارث چھوڑا متروکہ کرم علی خان پر جیسما بعوض اپنے دین مہر پر قابض ہوگئی اور اس کے بعد مسماۃ جیسما کا انتقال ہوگیا اس نے اپنی وفات پر دو حقیقی بھانجے مسمی الطاف علی خان، یوسف علی خان چھوڑے اور ایک لڑکی نابالغ مسماۃ کنیز اجو جیسما کے حقیقی بھتیجے کی لڑکی ہے چھوڑی، بھتیجے کا نام ابرار خان تھا اور ابرار خان اور اس کے والد عبداللہ خان حیات مسماۃ جیسما میں فوت ہوگئے فخرن خان زندہ ہیں اور کل متروکہ کرم علی خان کو لینا چاہتے ہیں دریافت طلب امور حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آیا فخرن خان اوپر حصے میں سے جو مسماۃ جیسما کو شرعاً بعد وفات کرم علی خان پہنچا کچھ بعد وفات جیسما کے بمقابلہ الطاف علی خان ویوسف خان پر پاسکتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ اگر مسماۃ جیسما کل متروکہ کرم علی خان پر بعوض اپنے دین مہر کے قابض تھی تو یوسف علی خان اور الطاف علی خان متروکہ جیسما مسماۃ کا بشمول اس کے دین مہر غیر موادی کے مالک ہیں متروکہ مذکورہ بعض متروکہ کرم علی خان پر تا ادائیگی دین مہر مسماۃ جیسما قابض رہے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

بعد کو معلوم ہوا کہ مسمی کرم علی خان مورث اعلیٰ قادیانی تھا۔

الجواب مسئلہ ۴/۸ — میت: کرم علی خان

زوجہ	ام
جیسما	فخرن خان
۱	۳
	۲

مسئلہ ۲ — میت: جیسما — معرا

ابن الاخت	ابن الاخت	بنت ابن الاخ
الطاف علی خان	یوسف علی خان	کنیز
۱	۱	م

بصورت مذکورہ سوال بعد ادائے حقوق متقدمہ علی الارث تجہیز وتکفین وادائیگی دین، مہر دین

مال متروکہ کے آٹھ سہام میں سے چھ سہام فخرن خان کو اور ایک ایک سہام الطاف علی خان اور یوسف علی خان کو ملے گا کنیز محروم ہے جسیما کے حصے میں سے فخرن خان کچھ نہیں پا سکتے۔ واللہ اعلم

یہ تقسیم اس صورت میں ہے کہ ادائیگی دین مہر وغیرہ کے بعد متروکہ کرم علی خان باقی رہے ورنہ دین مہر میں جسیما کل متروکہ کی مالک ہوگی فخرن خان محروم ہوں گے پھر جسیما کے بعد جائیداد دو سہام پر منقسم ہو کر ایک ایک سہام الطاف علی خان اور یوسف علی خان کو ملے گا اور وہ بجائے جسیما متروکہ پر قابض ہوں گے۔ (امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۱۵)

متفرقات

صرف عاق لکھ دینے سے وارث محروم نہیں ہوگا اور فاسق بیٹے کو جائیداد سے محروم کرنے کا طریقہ

سوال..... علماء دین مسئلہ ذیل میں بموجب حکم اللہ اور اس کے رسول کے کیا فرماتے ہیں سائل اپنی جائیداد ذیل کا مالک ہے دو منزلہ مکانات اور کچھ اسباب خانہ داری ظروف رکھتا ہے ایک مکان خود پیدا کردہ سائل ہے دوسرا مکان جدی جس میں بذریعہ وارث سائل منجملہ پانچ سہام سے دو سہام کا مالک ہوا باقی ماندہ تین سہام اور حصہ داران شرعی سے بیع خرید کرے اب سائل کو کچھ قرضہ بھی ادا کرنا ہے اولاد موجودہ حسب ذیل ہے پسر ایک بیوہ دختر زوجہ اول سے چار پسر منجملہ چھ پسران تین پسران کی شادی ہو چکی ہے تین پسران کا عقد نہیں ہوا ہے ایک پسر سب سے بڑا جس کا نام..... ہے وہ عرصہ سے خلاف شرع کے نشہ وغیرہ کرتا ہے اور میری فرمانبرداری نہیں کرتا اور ناشائستہ جو حرام شرع شریف نے کیا ہے وہ نہیں چھوڑتا ہے سائل کو شرعاً اختیار ہے کہ ایسے نافرمان پسر کو جو خلاف شرع کام کرتا ہے اپنی جائیداد اور مال سے محروم کر سکتا ہے یا نہیں۔ فقط الراقم

جواب..... عاق اور محروم الارث کرنے کا جو دستور ہے مثلاً والد کہہ دیتا ہے کہ میرے فلاں بیٹے کو میرے ترکے میں سے کچھ حصہ نہ ملے اس کی شرع میں کوئی اصل نہیں اس طرح کہنے کے بعد بھی وہ وارث ہوگا اگر عاق کر دینے کی وجہ سے دوسرے ورثاء نے اس کا حصہ نہ دیا تو وہ گنہگار ہوں گے اس لئے محروم الارث کرنا بالکل فضول ہے۔

البتہ اگر اپنے نیک بخت بچوں کی زندگی میں ہبہ دے دیا اور ہبہ تمام شرائط کے ساتھ پورا

کردے پھر اس فاسق کو کوئی حق نہ ہوگا اور اس ہبہ میں کوئی گناہ گار نہیں بلکہ بہتر ہے۔

في العالمگيرية: (ص ۱۰۶۴، ۱۰۶۵. ج/۳) ولو كان ولده فاسقاً واراد ان يصرف ماله الى وجوه الخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه كذا في الخلاصة (فتاوىٰ امدادية ص ۱۰۰ ج ۳)

وفي الدرالمختار: ولو كان ولده مبسا دون البعض لزيادة اشده لاباس به ولوكانا سواء يجوز في القضاء ولكن هوآثم(مجموعة الفتاوىٰ مع خلاصة الفتاوىٰ ص/۳۹۳. ج ۴)فقط.(امدادالاحكام ص ۶۱۴)

مجوب الارث بھتیجے کی آوارگی کا کون ذمے دار ہے؟

سوال.....اگر یہ بچہ تعلیم وتربیت کے بغیر آوارہ پھرے اور بری صحبت کی وجہ سے بدمعاش یا ڈاکو بن جائے تو اس کی ذمے داری کس پر عائد ہوگی؟

جواب..... ہر شخص اپنے افعال کا خود ذمے دار ہے اگر اس کا مال دے دیا جائے اور وہ اس کے ذریعے سے فسق وفجور کرے تو اس کی ذمے داری کس پر عائد ہوگی کیا وارث کے گناہ مورث پر ڈالے جائیں کہ اس کی میراث کے مال سے اس نے فسق وفجور کیا ہے؟ حاشا وکلا۔
(کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۰)

ردعلی الزوجین پر ایک اشکال کا جواب

سوال.....ردعلی الزوجین اور بنت معتق اور رضاعی لڑکا اور لڑکی ان کی باہمی ترتیب کے متعلق بندے کی رائے ناقص یہ ہے کہ ان کی توریث چونکہ شرعی طریق سے نہیں سراجی کے حاشیے میں ہے کہ مال متروکہ کا ان کو ملنا بطریق ارث نہیں ہے بلکہ میت کے قریبی ہونے کی وجہ سے ہے پس جب ترکے کی تقسیم ان پر بطور وراثت نہیں تو شرعی ترتیب بھی نہ ہوگی مسلمان حاکم یا بستی کے بااثر لوگ ان میں سے جس کو چاہیں دیں۔

اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے امدادالفتاویٰ میں تحریر فرمایا کہ اگر زوجہ یا زوج بیت المال کے مال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے پس یہ قید کہاں سے معلوم ہوئی؟ نیز اگر استحقاق وغیرہ کی قید لگائی جائے تو زوجہ وغیرہ کی کیا خصوصیت رہی؟

جواب.....حق وراثت کی وجہ سے جن کو حصہ ملتا ہے ان کی ترتیب منقول ہے اور جن کو حق وراثت کی وجہ سے نہیں ملتا ان کی ترتیب منقول نہیں اور چونکہ ایسا مال اصالتاً بیت المال میں رہنا

چاہئے تھا لہٰذا جو شخص بیت المال میں تصرف کا حق رکھتا ہو اسی کی رائے سے اس میں بھی تصرف کیا جائے گا اور وہ حاکم وقت ہے یا مسلمانوں کی معزز جماعت اس کے قائم مقام ہے اور جو بیت المال کے مصارف ہیں وہی اس کے بھی مصارف ہیں زوجین پر بھی رد اسی بنا پر ہے اور اسی وجہ سے قید لگائی ہے کہ "اگر بیت المال کے مستحق ہوں تو ان کو دیا جائے"۔

علاوہ ازیں زوجین بنت المعتق وغیرہ کو چونکہ میت سے قرابت کا بھی تعلق ہے لہٰذا ان میں دو چیزیں جمع ہو جائیں گی اول احتیاج دوم قرابت تو فقط اہل احتیاج پر ان کو تقدیم ہوگی لیکن اگر ان میں احتیاج نہ ہو بلکہ صاحب وسعت ہوں تو ان کے لئے پرہیز کرنا زیادہ لائق ہے حتیٰ کہ مال داروں کے لئے بیت المال میں کوئی حصہ نہیں جب تک وہ عامل' قاضی وغیرہ نہ ہوں اور فقراء کے لئے بلا ان وجوہ کے بھی حصہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۵۳)

اثاث البیت میں تقسیم ترکہ

سوال...... ماموں کے ترکے میں کئی قسم کی چیزیں ہیں ایک خاص انہی کے استعمال کے لائق' جیسے مردانہ کپڑے وغیرہ وہ تو یقیناً ورثاء میں تقسیم ہوں گے دوم خاص زنانی چیزیں جیسے زنانہ کپڑے وغیرہ تو یہ زوجین (میت کی دو بیوی) میں جو جس کے قبضے میں ہے غالباً اسی کی ملک قرار دی جائے اور وراثت جاری نہ ہو سوم اثاث البیت جیسے لوٹا' پتیلی' صندوق' تخت چارپائی وغیرہ اسباب خانہ داری...... قسم ثالث کا حال یہ ہے کہ زوجین میں جو چیز جس کے پاس ہے وہی اس کے اوپر قابض ہے یہ بھی داخل ترکہ ہے یا نہیں؟ کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ اسباب حیات میں زوجین کو دیئے گئے تھے وہ دینا بطور ہبہ تھا کچھ زنانے تھا ان زوجۂ اولیٰ کے پاس احقر کے نکاح کے لئے تھے ان کا کیا حکم ہے؟ ممانی صاحبہ کے دینے کی صورت میں ان کا لینا درست ہے یا نہیں؟

جواب......**وان مات احد هما واختلف وارثه مع الحی فی المشکل فالقول فیه للحی اھ:**

اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں بیوی کا قول معتبر ہوگا جس سامان کے بارے میں وہ ہبہ و تملیک وغیرہ کا دعویٰ کرے تو اس کا قول صحیح ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۳۹)

نوٹ: امداد الفتاویٰ میں صرف عربی عبارت مندرج تھی جس کو مختصراً یہاں نقل کیا گیا توضیح کے لئے عربی عبارت کا اضافہ کر دیا گیا ہے (محمد ناصر عفی عنہ)

معافی مہر کے بعد کسی جائیداد کو بعوض مہر دینا

سوال...... اگر ہندہ اپنے شوہر زید کا مہر معاف کر دے اور پھر زید کسی جائیداد کی نسبت یہ لکھ دے کہ فلاں جائیداد بعوض مہر ہے تو اس کی بابت کیا حکم ہوگا؟

جواب...... اگر اس لکھنے سے یہ مقصود ہے کہ میں نے یہ جائیداد بالفعل زوجہ کو دے دی ہے تو یہ ہبہ ہے پس اگر مرض الموت کے قبل ہے تو اس کی صحت ہبہ کی تمام شرائط کے وجود پر موقوف ہے حتیٰ کہ ہبہ بالعوض میں بھی وہ شرائط ضروری ہیں۔

اور اگر مرض الموت میں ہے تو وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت وارث کے لئے جائز نہیں اور اگر اس لکھنے سے یہ مقصود ہے کہ میرے مرنے کے بعد ہندہ کو یہ جائیداد دے دی جائے تو بھی وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے ناجائز ہے جیسا ابھی بیان ہوا۔

اور اس لکھنے سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ دین مہر کے عوض ہو کر بیع ہے کیوں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس نے میرے ساتھ احسان کیا ہے میں بھی اس کے ساتھ احسان کرتا ہوں اس سے بیع لازم نہیں آتی کیونکہ بیع کے لوازم میں سے ہے "بیع کے بعد ثمن کا واجب ہونا" اور یہ یہاں موجود نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۳۰)

میراث ذوی الارحام کے متعلق ایک صورت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ اللہ دی نے انتقال کیا ایک بھائی ماموں زاد مسمی شیخ محمد اور ایک بھائی خالہ زاد مسمی شیخ مسیتا اور تایا زاد بہن کی دو لڑکیاں وحیدن و مجیدن اور دوسری تایازاد بہن کے دو لڑکے حبیب احمد و مشتاق احمد اور شوہر مرحوم کا ایک بھتیجا مسمی مہدی حسن وارث چھوڑا ہے ترکہ شرعاً کس طرح تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا

جواب...... بعد تقدیم حقوق مقدمہ علی المیراث کے کل ترکہ مسماۃ اللہ دی کا تین حصوں پر تقسیم کر کے ماموں زاد بھائی شیخ محمد کو دو حصے اور خالہ زاد بھائی شیخ مسیتا کو ایک حصہ دیا جائے باقی سب محروم ہیں۔ فقط

وفي العالمگيرية: اعلم بان الاقرب من الاولاد العمات والاخوال و الخالات تقدم على الابعدفي الاستحقاق سواء اتحدت الجهة اواختلفت والتفاوت بالقرب بالتفاوت في البطون ممن يكون ذوبطنين ا۵ قال:فان استووافي القرابة فالقسمة بينهم على الابدان في قول ابي

يوسفؒ الآخروعلى اول من يقع الخلاف الخ (ج/٧، ص٢٩٨، ٢٩٩)
ايضاً قال وقول محمد:اشهرالروايتين عن ابى حنيفة فى جميع ذوى الارحام وعليه الفتوىٰ اه والله اعلم. (امدادالاحکام ج۴ ص۵۸)

مفقود کے ترکے کا حکم

سوال.....زید پچپن سالہ تقریباً بیس سال سے دیوانہ تھا اور اسی حالت میں وہ لاپتہ ہو گیا تقریباً آٹھ سال ہو گئے لاپتہ ہونے کے وقت اس کے ایک لڑکی دو بھائی اور ایک بہن تھی پھر ایک بھائی فوت ہو گیا اور اس کی لڑکی کا بھی انتقال ہو گیا سوال یہ ہے کہ فوت شدہ بھائی اور لڑکی کو مفقود کے ترکے سے کس قدر شرعی حصہ پہنچا؟

جواب.....خود مفقود کا مال تو اس کے ورثہ میں اس وقت تقسیم ہوتا ہے جب قاضی حاکم مسلم یا اس کے قائم مقام شرعی پنچائیت اس کی موت کا حکم کر دے باقی موت کا حکم لگنے سے پہلے اگر اس کا کوئی مورث مر جائے تو اس کے ترکے میں سے اس مفقود کا حصہ امانت رکھا جاتا ہے اگر یہ زندہ آ گیا تو اپنا حصہ لے لے گا اور اگر حکم بالموت کی نوبت آ گئی تو جن جن وارثوں کا حصہ کر کے اس مفقود کے لئے رکھا گیا تھا وہ سب رکھا ہوا ان ورثاء کو مل جائے گا۔

پس اس قاعدے کی بنا پر جواب مسئلے کا ظاہر ہے کہ اس صورت میں فوت شدہ بھائی اور فوت شدہ لڑکی کو اس مفقود کے ترکے میں سے کچھ نہ ملے گا البتہ اس فوت شدہ بھائی اور فوت شدہ لڑکی کے ترکے میں اس مفقود کا حصہ شرعی جس قدر ہو وہ رکھ لیا جائے گا اگر زندہ آ گیا اپنا حصہ لے لے گا اور اگر حکم بالموت واقع ہوا تو وہ حصہ اس بھائی اور اس لڑکی کے ان ورثاء کو دیا جائے گا جن کا حصہ کم کر کے اس مفقود کے لئے رکھا گیا تھا۔ (امداد الفتاویٰ ج۴ ص۳۶۲)

میاں اور بیوی دونوں مر جائیں تو مہر کا حکم

سوال.....زوجہ کا انتقال ہوا اس نے اولاد چھوڑی اس شخص نے دوسری شادی کی اس سے بھی اولاد ہوئی پھر وہ شخص ایک بیوی اور اولاد جو دونوں بیویوں سے ہے چھوڑ کر انتقال کر گیا اس کی جائیداد میں سے دین مہر دونوں بیویوں کا ادا کیا جائے گا یا نہیں یا صرف موجودہ بیوی کا؟

جواب.....دونوں بیویوں کی اولاد اپنے باپ کے مال کی حقدار ہے اور دونوں بیویوں کا مہر خاوند کے مال سے ادا کیا جائے گا مگر جو بیوی کہ خاوند کے سامنے مر گئی ہے اس کے مہر میں سے خاوند کا چوتھا حصہ وضع کر لیا جائے گا۔ (کفایت المفتی ج۸ ص۲۹۴)

وراثت کے اصول شخصی مفاد کی خاطر بدلے نہیں جاسکتے

سوال..... کیا یہ شرعاً جائز ہے کہ ایک یتیم بچہ تعلیم وتربیت اور معاش سے بھی محروم رہے اور ہر قسم کی تکلیف اٹھائے اور اس کا چچا عیش کرے جبکہ اس بچے کے دادا کے پاس کافی جائیداد ہو

جواب..... شریعت اسلامیہ نے جو اصول کلیہ مقرر فرمادیئے ہیں ان کی پابندی لازمی ہے یتیم بچہ اگر کفالت وتعلیم وغیرہ کا محتاج ہے تو اس کی اعانت مامور بہا اور موجب اجر ہے لیکن وراثت کے اصول شخصی مفاد کی خاطر بدلے نہیں جاسکتے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۹۷)

شرعی وراثت نہ رکھنے والے کی میراث

سوال..... ہمارے بلاد میں بیت المال منتظم نہیں ہے اگر کوئی شخص مر گیا جس کا کوئی شرعی وارث نہیں صرف رضاعی بہن ہے یا عورت مردہ کے لئے شوہر کا بھائی وغیرہ ہے جس سے یک گونا تعلق ضرور ہے مگر حق وارثت نہیں تو اس کا مال بیت المال کو دیا جائے یا رضاعی بہن وغیرہ کو؟

جواب..... تعلق رکھنے والے لوگوں کو دے دیا جائے۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۸۸)

امور خیر میں صرف کرنا بیت المال کے قائم مقام ہے

سوال..... ترکے کی تقسیم میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی وارث نہ ہو تو بیت المال میں داخل کر دیا جائے آج کل ایسی صورت میں کہاں صرف کیا جائے؟ اور رد علی الزوجین آج کل جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... امور خیر میں صرف کرنا بیت المال کے قائم مقام ہے اور رد علی الزوجین اس وقت جائز ہے جبکہ زوجین مصارف بیت المال میں سے ہوں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۵)

لڑکے کو روپیہ ہبہ کیا مگر کاغذات میں قرض لکھا ہو تو ان روپوں میں میراث کا کیا حکم ہے؟

سوال..... ایک شخص نے انتقال کیا ان کا ایک لڑکا بیان کرتا ہے کہ والد صاحب نے مجھ کو ایک ہزار روپے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ تم اپنے کام میں لاؤ اور ہم کو واپس نہ دینا اور یہ بیان ان کا اپنے والد کے انتقال کے بعد ہے مگر متوفی کے کاغذات میں مستعار لکھے ہوئے نکلے اس صورت میں وارثین معلوم کرتے ہیں کہ اگر گواہان کے ذریعے یہ ثبوت مل جائے کہ متوفی نے مرض الموت میں واپس لینے کا ارادہ ترک کر دیا تھا یا معاف کر دیا ہے تو یہ فعل متوفی کی وصیت سمجھا جائے گا یا نہیں؟

جواب......اگر دیگر ورثاء کو اس لڑکے کا یقین ہے کہ والد نے بحالت صحت وہ روپیہ دیا اور ہبہ کر دیا تب تو وہ روپیہ محض اس لڑکے کا ہے دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں اگر یقین نہیں اور اس کے پاس ثبوت شرعی بھی نہیں تو پھر وہ ترکہ شمار ہوگا اور سب ورثاء اس میں شریک ہوں گے۔
(فتاویٰ محمودیہ ج ۱۱ص ۴۲۸)

ترکہ کا مکان کس طرح تقسیم کیا جائے جبکہ مرحوم کے بعد اس پر مزید تعمیر بھی کی گئی ہو

سوال......ایک صاحب کا انتقال ہو گیا ہے جنہوں نے اپنے ترکہ میں ایک عدد مکان چھوڑا ہے جو کہ آدھا تعمیر شدہ ہے جس کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے تھی مرحوم کی وفات کے بعد ان کی اولاد نرینہ نے اپنی رقم سے اس کو مکمل کرا کر فروخت کر دیا چار لاکھ بیس ہزار میں اب آپ فرمائیے کہ مندرجہ بالا مسئلے کی صورت میں وراثت کی تقسیم کس طرح سے ہوگی؟ وارثوں میں مرحوم نے ایک بیوہ چار لڑکے دو شادی شدہ اور دو غیر شادی شدہ لڑکیاں چھوڑی ہیں۔

جواب...... یہ دیکھا جائے کہ اگر یہ مکان تعمیر نہ کیا جاتا تو اس کی قیمت کتنی ہوتی؟ چار لاکھ بیس ہزار میں سے اتنی قیمت نکال کر اس کو ۹۶ حصوں پر تقسیم کیا جائے ۱۲ حصے بیوہ کے ۱۴، ۱۴ چاروں لڑکوں کے اور ۷، ۷ چاروں لڑکیوں کے۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۴۲۰)

مشترک ترکے سے خریدی ہوئی زمین میں میراث کا حکم

سوال......دو بھائی اور والد ایک گھر میں رہتے تھے اور کام بھی سب کا ایک ہی تھا ایک قطعہ زمین بڑے بھائی کے نام خریدی گئی تو اس میں چھوٹے بھائی کا بھی حق ہے یا نہیں؟

جواب......جس نے وہ زمین خریدی ہے اگر اس نے اپنے ہی لئے خریدی ہے تو وہ اسی کی ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں قیمت اگر مشترک روپے سے ادا کی ہے تو شرکاء کو روپیہ حسب حصص دینا اس کے ذمے واجب ہے۔

اگر وہ شرکت کیلئے خریدی ہے تو مشترک ہے شرکاء قیمت میں بھی شریک ہونگے بینہ نہ ہونے کی صورت میں وجوب ثمن کیلئے مشتری کا قول قسم کیساتھ معتبر ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۸ص ۳۴۷)

صلہ خدمت میں ملنے والی زمینوں میں میراث جاری نہ ہوگی

سوال......قاضی محمد صادق، قاضی محمد مراد، قاضی محمد اعظم، قاضی غلام، قاضی محمد اسلم، قاضی

محمد ہاشم' قاضی محمد محسن' قاضی محمد اسماعیل۔

سورت کی خدمت قضا قاضی محمد صادق کو سپرد ہوئی تھی اور یکے بعد دیگرے درج بالا سلسلے کے مطابق قاضی ہوتے رہے قاضی محمد صادق کو خدمت قضا کے صلے میں کچھ زمینیں دی گئی تھیں اور وہ سلسلے وار ہر مابعد کے قاضی کو ملتی رہیں قاضی محمد محسن کے انتقال کے بعد ان کی نرینہ اولاد نہ تھی صرف تین لڑکیاں تھیں رسول بو' حفصہ' خدیجہ' رسول بو کا لڑکا محمد اسماعیل تھا جو قاضی محمد محسن کا نواسا ہوا' حکومت نے تحقیق کے بعد قاضی محمد اسماعیل کے نام خدمت قاضی جاری رکھی اور تمام زمینیں ان کے نام بطور انعام حق مالکانہ عطا کر دیں ہر قطعہ زمین کے متعلق ایسی سندیں دی گئی ہیں قاضی محمد اسماعیل خود بھی خدمت قضا ادا کرتے رہے اور ان کے بعد ان کی اولاد کرتی رہی اب قاضی محمد اسماعیل کی اولاد نے ان زمینوں کو بیچ کر کے آپس میں روپیہ تقسیم کر لیا ہے قاضی محمد محسن کی لڑکی خدیجہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس زمین میں ایک تہائی میرا حق ہے نیز قاضی محمد ہاشم کی نواسیاں بھی دعویٰ کرتی ہیں کہ ہمارا بھی حق ہے تو کیا شرعاً ان کا کوئی حق ان زمینوں میں ہے؟

جواب...... اراضی مذکورہ کا قاضیوں کے نام منتقل ہوتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عطیہ بشرط خدمت تھا اور جو عطیہ بشرط خدمت ہو وہ اسی شخص پر منتقل ہوتا ہے جو خدمت انجام دے اس میں میراث جاری نہیں ہوتی مثلاً قاضی محمد صادق کے بعد ان کے وارثوں پر تقسیم کرنا ہوگا بلکہ قاضی محمد مراد کے نام منتقل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قاضی محمد صادق کو اس کا وکیل مالک نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ خدمت قضا کا صلہ تھا اور جب کہ ان کے بعد قاضی محمد مراد نے خدمت قضا انجام دی تو زمین ان کے نام منتقل ہوگی اسی طرح قاضی محمد محسن تک منتقل ہوتی چلی آئی پس قاضی محمد ہاشم' یا کسی قاضی سابق کے ورثاء کو اس زمین میں کوئی حق نہیں۔

قاضی محمد محسن کے بعد چونکہ قاضی محمد اسماعیل کے ذمے خدمت قضا مقرر ہوئی لہٰذا وہ زمینیں قاضی محمد اسماعیل کی طرف منتقل ہوئیں اور قاضی محمد محسن کے وارثوں کا ان میں کوئی حق نہیں اسکے بعد اگر حکومت نے قاضی محمد اسماعیل کے نام وہ زمینیں بحق مالکانہ بطور انعام کے کر دیں تو انکے وارثوں پر باقاعدہ میراث تقسیم ہوگی اور انکے وارث اگر بیچ کر دیں تو انکی بیع جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۲۶۷)

تقسیم ترکہ کی ایک صورت

سوال...... زید کا انتقال ہو گیا ہے اور جائیداد ۶۰ ہزار کی ملکیت چھوڑی دفن کے بعد ۹ حصوں میں تقسیم ہوئی تیس ہزار قرض خواہ ہوں کو ۱۰ ہزار والدہ کو اور ۵۰۰۰' ۵۰۰۰ ہزار دو بھائیوں کو اور دو' دو ہزار پانچ

بہنوں کو اس وقت مرحوم کے ایک بھائی عمرو نے ۵۰۰۰ ہزار نقد لے لیا اور دستاویز لکھا کہ ہم نے اپنے مرحوم برادر کے حصص سے ۵۰۰۰ ہزار بخوشی لے لیا اور کورٹ میں بھی رجسٹر کیا گیا بقایا والدہ اور ایک بھائی اور ۵ بہنوں نے تقسیم مال کو جدا نہیں کیا بلکہ اس نے یوں عرض کیا کہ ہمارے برادر مرحوم کا قرض ادا ہو جائے گا اس وقت ہم لوگ لیں گے بعد عرصہ نو سال کے وہی مرحوم کے برادر عمرو نے پہلے جو پانچ ہزار روپیہ لیا تھا وہ برابر ہے مگر زائد ملتا تھا ہماری بیماری کے سبب سے لیتا ہوا اور ہم کو ملنا چاہئے۔

جناب مولوی صاحب برائے خدا بہت جلد حکم شریعت صادر فرمادیں۔

نوٹ: جس وقت ۵۰۰۰ ہزار عمرو نے لیا تھا اس وقت بڑے بڑے لوگوں نے تقسیم کردی تھی جب بھی عمرو نے ہر طرف سے زبردستی کر کے نوٹس وغیرہ دیا کہ مجھے پانچ ہزار ملتا تو ہے ورنہ کورٹ سے لے لیں گے اب پھر زبردستی کررہا ہے اور پہلے بھی اس کی زبردستی کی بناء پر اس کو دیئے گئے۔

مسئلہ ۵۴/۹

والدہ	بھائی	بھائی	بہن	بہن	بہن	بہن	بہن
۹	۱۰	۱۰	۵	۵	۵	۵	۵

صورت مسئولہ میں بعد ادائے دین وتجہیز وتکفین وغیرہ کے خرچ کرنے کے چوبیس ہزار روپیہ بچتا ہے اس کو چون سہام پر تقسیم کر کے والدہ کو ۹ سہام دیئے جائیں جس کی مقدار ۴۰۰۰ تین پائی ہوتی ہے اور ہر بھائی کو ۱۰ دس سہام دیئے جائیں جس کی مقدار ۵۵۵ ہے ۸ ایک پائی اور پانچ پانچ سہام ہر بہن کو دے دیئے جائیں یعنی ہر بہن کو دو ہزار سات سو ستتر روپے (۲۷۷۷ ۱۲/۲ پائی)

ہمارے حساب میں یوں ہی نکلتا ہے کسی محاسب سے دوبارہ حساب درست کروا لیا جائے بس عمرو نے جو پانچ ہزار روپیہ جو لیا ہے وہ اس کے علاوہ شرعاً ۵۵۵ روپے اشعاریہ ۸ ایک پائی) کا مستحق ہے والدہ کو جو دس ہزار روپے دیئے گئے ہیں وہ اس کے حق شرعی سے زیادہ دیئے گئے ہیں اور بھائی بہنوں کو حق شرعی سے کم دیا گیا ہے لہٰذا اب موافق تقسیم شرعی کے تیس ہزار کی رقم کو چون سہام پر تقسیم کر کے بانٹنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ (امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۰۶)

قانون واجب الارض اور ارض مغصوبہ کی واگذاری

سوال......زید نے ایک پرانا مکان ایک ہندو سے خریدا اور رجسٹری کرالیا کچھ عرصے بعد مکان کا تمام اسباب اٹھا لیا اور دیواریں منہدم ہوگئیں اور زمین تو وہ بن گئی اس کے بعد زید نے وہ مکان بنوانا چاہا اور میونسپلٹی سے تعمیر کی اجازت چاہی جواب ملا کہ زمین زمین دار کی ہے اور زمین دار عذر کرتے ہیں اس لئے درخواست نامنظور کردی گئی زید نے زمیندار کو راضی کرنا چاہا زمین داروں نے کہا کہ جب مکان گر گیا اور تمام اسباب ملبہ اٹھا لیا گیا اور واجب الارض کی رو سے آپ

کا کوئی حق نہ رہا اور رجسٹری کا معاملہ ختم ہو گیا اب سوال یہ ہے کہ

۱۔اس صورت میں اس زمین پر زید کی ملک اس کی وفات کے وقت قائم تھی یا نہیں؟

۲۔حامد نے اپنے باپ کی ملک پر قبضہ حاصل کیا کیا زمین داروں کی چیز پر زبردستی قبضہ کیا؟

۳۔اب اس زمین کا مستحق صرف حامد ہوگا یا زید کے تمام ورثاء؟

۴۔شرعی حیثیت سے واجب الارض معتبر ہے یا نہیں؟

جواب...... واجب الارض کا قانون ظاہر ہے کہ شرعاً تو معتبر ہو ہی نہیں سکتا کہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے البتہ باہمی تراضی سے اور معاہدے سے ہو سکتا ہے سو جن لوگوں نے اول یہ معاہدہ کیا تھا ان کے حق میں معتبر ہوگا (بشرطیکہ اس کی کوئی دفعہ حرام نہ ہو) بعد کے لوگوں پر ان کا معاہدہ کوئی حجت نہیں جب تک کہ وہ خود اس معاہدے کو برضا تسلیم نہ کریں۔

تو اب مدار حکم یہ ہے کہ موجودہ حالت میں زمیندار اور رعیت میں یہ معاملہ مسلمہ ہے یا نہیں؟ یعنی جس وقت زمیندار کسی کو کوئی مکان یا زمین دیتا ہے اس وقت صراحتاً یہ کہا جاتا ہے یا عادتاً سمجھا جاتا ہے کہ یہ زمین حسب قاعدہ مقررہ قانون واجب الارض بطور سکونت دی جاتی ہے بیع نہیں ہے یا اس کے خلاف اصل زمین کا بیع نامہ سمجھا جاتا ہے اور لکھا جاتا ہے۔

پہلی صورت میں طرفین کی رضامندی کی وجہ سے قانون واجب الارض اس بارے میں واجب العمل ہو جائے گا اور اس معاملے کو شرعاً اجارہ کہا جائے گا اگرچہ بوجہ جہالت اجارہ فاسد ہوگا۔

اور دوسری صورت میں قانون واجب الارض پر عمل ضروری نہ ہوگا بلکہ زمین خریدار کی ملک ہوگی اور اس کو ہر قسم کا اختیار ہوگا زمیندار کو اس میں کچھ دخل نہ رہے گا اور ان دونوں صورتوں میں سے ایک کی تعیین یا بیع نامے کے الفاظ دیکھنے سے ہو سکتی ہے اور یا مقامی عرف ورواج سے متعلق ہے پس اگر تحریر بیع نامے کے الفاظ بیع پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں واپسی زمین کی کوئی قید نہیں ہے اور نہ عادتاً یہ واپسی ضروری سمجھی جاتی ہے تب تو زید اس زمین کا مالک ہو گیا۔ زمینداروں کا اس پر غلبہ ظلم تھا حامد نے جو زبردستی قبضہ کیا یہ اپنا آبائی حق وصول کیا اس کا مستحق تنہا حامد نہ ہوگا بلکہ زید کے تمام ورثاء حصۂ شرعی کے مطابق وارث ہوں گے۔

البتہ جس قدر روپیہ حامد کا اس زمین کے قبضہ میں لانے کے لئے خرچ ہوا ہے اس کو حصے کے مطابق سب وارثوں پر تقسیم کر کے ان سے وصول کر سکتا ہے۔ (امداد المفتیین ص ۱۰۴۴)

سجال نامے کی شرعی حیثیت

سوال..... نادر کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں ان میں سے بڑا لڑکا باپ کے سامنے تین لڑکے چھوڑ کر انتقال کر گیا انتقال سے تیسرے روز ایک سجل نامہ لکھا کہ میرے بعد متوفی لڑکے کے بیٹے بھی دیگر ورثاء کی طرح وارث ہوں گے لیکن نادر نے کوئی جائیداد ان کے نام ہبہ نہیں کی اور چند روز بعد نادر نے اپنے تمام مال مہر زوجہ کے عوض بیع کر دیا نادر کے انتقال کے بعد ان کی زوجہ نے بیع نامے کے مطابق تمام جائیداد پر قبضہ کر لیا اب متوفی کے بیٹے دعویٰ کرتے ہیں تو یہ دعویٰ سجل نامے کے مطابق ہے یا نہیں؟

جواب..... سجال نامے کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں اس کا وجود و عدم وجود برابر ہے اس کی وجہ سے بیٹوں کی حجت رد نہیں کی جا سکتی۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ص ۳۹۲)

مشترک مکان کی قیمت کا کب سے اعتبار ہوگا؟

سوال..... اس وقت ہمارے گھر میں ایک ماں' کنواری بہن اور ہم دو بھائی رہتے ہیں شادی شدہ دو بہنیں الگ رہتی ہیں والد کی حیات میں (۱۹۷۴ء میں) اس مکان کے ۸۰ ہزار روپے مل رہے تھے ہم دونوں کے تعمیر کر دینے پر اب یہ مکان تین لاکھ میں فروخت ہونے والا ہے ہم دو شادی شدہ بہنوں اور کنواری بہن کو ۸۰ ہزار کی تقسیم کرنے پر تیار ہیں لیکن وہ اس کے بجائے تین لاکھ کی تقسیم پر اصرار کر رہی ہیں براہ کرم بتایئے مکان فروخت نہ کیا جائے تب بھی ہمیں ادائیگی کرنا ہوگی یا نہیں؟ مولانا صاحب! آپ سے التماس ہے کہ حصے تحریر کرنے کے بجائے رقم کی مقدار کو آسان ترین طریقے سے تقسیم کرنے کا شرعی طریقہ بتا دیجئے ہر فرد آپ کے بتائے ہوئے حصے کو من وعن تسلیم کرنے پر تیار ہے۔

جواب..... والد کی وفات کے وقت مکان کی جو حیثیت تھی اندازہ لگایا جائے کہ آج اس حیثیت کے مکان کی کتنی قیمت ہو سکتی ہے اس قیمت کو آٹھ حصوں پر تقسیم کر لیا جائے ایک حصہ آپ کی بیوہ والدہ کا دو دو حصے دونوں بھائیوں کے اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کا' جو اضافہ آپ نے والد صاحب کے بعد کیا ہے اور جس کی وجہ سے مکان کی قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے وہ آپ دونوں بھائیوں کا ہے۔ (آپ کے مسائل ج ۶ ص ۴۲۰)

ایک غیر مسلم متوفی کا ترکہ اور ورثہ

سوال..... ایک غیر مسلم شخص مرا اور اس کا ترکہ اس کی بیویوں کو پہنچا اس کے مرنے کے

سات سال بعد بیوی کو ایک لڑکی ہوئی جس کو ڈاکٹروں نے اسی کا حمل بتلایا اور حکومت نے اس کو جائیداد دلوادی پھر اس لڑکی کے ایک لڑکا ہوا اور اس لڑکے کو نانی نے متبنیٰ بنالیا اس لئے وہ قابض جائیداد کا رہا پھر اس مرنے والے کے ایک دور کے رشتہ دار نے جائیداد کا دعویٰ کیا اور وکیلوں کی معرفت ان ورثاء سے مقدمہ کیا اور محنتانہ وکلا کا یہ ٹھہرا کہ اگر کامیابی ہوگئی تو کل جائیداد میں سے 9/16 حصہ وکیلوں کو دیں گے اتفاق سے اس وقت جائیداد کا مقدمہ خارج ہوگیا اور زبانی وکیلوں سے معاہدہ فسخ کر دیا گیا مگر اس عہد نامے کی واپسی یا رسید نہیں لی گئی کچھ دن بعد اس دعویدار نے اپیل کی اور اس میں اس کو کامیابی ہوگئی تو اس معاہدہ کی بنا پر وکیلوں نے اس سے 9/16 حصہ زمین کا لے لیا اس زمین کو مسلمان مزارع پہلے سے کاشت کرتے چلے آئے ہیں اور بوجہ موروثی ہونے کے لگان بہت کم ہے۔اب حسب ذیل سوالات ہیں۔

۱۔صورت بالا میں یہ وکیل مالک زمین ہوگئے یا نہیں؟

۲۔اگر موروثی کاشت کار زمین پر قبضہ رکھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور ناجائز ہونے کی تقدیر پر آمدنی اس کی موروثی کاشت کار کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

۳۔اگر کاشت کار زمین دار سے زمین خریدنا چاہے اور بوجہ اپنی موروثیت کے کم دام میں زمین خریدے تو اس میں گنہگار نہ ہوگا اور زمین کا مالک ہو جائے گا یا نہیں؟

۴۔اور حکومت کے قانون میں موروثی اور مالک اگر مل کر زمین کو فروخت کریں تو روپیہ نصفا نصف ملتا ہے تو کیا یہ روپیہ کو لینا جائز ہے

۵۔قبضہ حرام ہونے کی تقدیر پر گذشتہ قبضہ سے توبہ کا کیا طریق ہے؟

جواب......(من المولوی عبدالکریم الکمتھلوی) یہ وکیل اس زمین کے مالک ہوگئے خواہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اس معاہدہ کا زبانی فسخ قانوناً معتبر نہیں اور اس عہد نامے کے مطابق جو زمین لی گئی ہے وہ قانون کے مطابق ہے۔

۲۔موروثی قبضہ رکھنا جائز نہیں ہے البتہ جو آمدنی حاصل ہو چکی وہ جائز ہے بوجہ استیلا کے لیکن اب اس زمین کا واپس کر دینا لازم ہے۔

۲۔امام ابو یوسف کے نزدیک تو اس کو کم داموں پر خریدنا جائز نہیں ہے اور ان کا قول احوط واسلم ہے البتہ امام محمد کے قول پر یہ صورت درست ہے پس اگر کوئی ان کے قول پر عمل کرے تو

گنجائش ہے خلاف احتیاط۔ تنبیہ: اس پر معاملہ سود کو قیاس نہ کیا جائے

۴۔ اس کا حکم بھی مثل نمبر ۳ کے ہے۔

۵۔ فقط قبضہ اٹھالینا کافی ہے نیز توبہ کرنا باقی رہا تدارک قبضہ گذشتہ کا' سو اسکی ضرورت نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۵)

کالرہ بل کی شرعی حیثیت اور حکم

سوال...... عبدالغنی وکیل سرگودھا کونسل پنجاب میں ایک بل پیش کرنا چاہتے ہیں جس کا نام کالرہ بل ہے اس کی دفعات درج ذیل ہیں۔

ا۔ اس ایکٹ کا نام قانون نا قابل تقسیم جائیداد کالرہ ہوگا۔

۲۔ یہ ایکٹ اس تاریخ سے نافذ ہوگا جو کہ لوکل گورنمنٹ تجویز کرے۔

۳۔ جائیداد نا قابل تقسیم سے مراد وہ جائیداد ہے جو تنہا مرد وارث کو پہنچے اور تقسیم نہ ہو سکے۔

۴۔ قاعدہ وراثت موجودہ مالک وقابض جائیداد کالرہ کی وفات کے بعد اس جائیداد کی وراثت اگر اس کے وارثان اسفل ہوں تو جائز مرد وارثان کو پہنچے گی

الف: اگر اکلوتا بیٹا ہو یا اس کا اکلوتا بیٹا ہو' تو ایسا بیٹا یا ایسے بیٹے کا بیٹا جیسی کہ صورت ہو اور اسی طرح حتیٰ کہ تمام وارثان ختم ہو جائیں یعنی

ب: اگر ایک سے زیادہ لڑکے ہوں تو سب سے بڑا لڑکا یا وہ اگر وفات پا چکا ہو تو اسکا بڑا لڑکا اگر کوئی ہو جیسی کہ صورت ہو اور اسی طرح حتیٰ کہ بڑے لڑکے تمام وارثان ختم ہو جائیں۔

ج: اگر سب سے بڑے لڑکے کی اولاد نرینہ ہو تو دوسرا لڑکا یا اگر دوسرا لڑکا مر چکا ہو تو اس کا بڑا لڑکا جیسی کہ صورت ہو اور اسی طرح حتیٰ کہ دوسرے لڑکے کے تمام وارثان ختم ہو جائیں

۵۔ قابض کے وارثان اسفل کے گزارے کی ادائیگی نواب سر عمر حیات خاں کے مرد وارثان اسفل اور ان کی بیوگان اس رقم گزارہ کی مستحق ہوں گی جو قابض جائیداد مقرر کرے گا اگر ایسا شخص قابض جائیداد سے عناد رکھتا ہو تو بدچلنی کی وجہ سے گزارے کا مستحق نہ ہوگا اور قابض جائیداد کو اختیار ہوگا کہ رقم گزارا روک لے یا مقرر کردہ رقم ضبط کر لے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا بل جس میں حسب ضابطہ ۴ لڑکیوں کو وراثت سے محروم کیا گیا ہے اس کی تائید وحمایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... یہ بل قطعاً شریعت اسلام کے خلاف ہے کسی مسلمان کے لئے اس کو تسلیم کرنا یا پیش کرنا یا تائید کرنا حرام ہے بلکہ تسلیم کی صورت میں کفر کا اندیشہ غالب ہے کونسل کے مسلمان ممبروں کا فرض ہے کہ وہ محرک کو اس کے پیش کرنے سے روکیں اور وہ نہ مانے تو متفقہ طور پر اس کی مخالفت کریں۔ (کفایت المفتی ج ۸ ص ۴۷۷)

ہندوستانی ریاستیں وراثت میں تقسیم کی جائیں گی یا نہیں؟

سوال...... مسلمانوں کے ایک خاندان میں قدیمی دستور یہ تھا کہ جاگیردار کے بڑے لڑکے کو ولی عہد قرار دے کر والد کی وفات پر ولی عہد حکومت جاگیر قائم ہوتا تھا حالانکہ شریعت کے یہ امر صریح خلاف ہے کہ اس کی رو سے دوسرے بیٹوں کو بھی حق وراثت ہے۔

پرانے رواج کی رو سے جاگیردار الف نے اپنے بڑے بیٹے ب کو ولی عہد قرار دیا۔ الف کے دوسرے بیٹے نے ساز باز کر کے خود جاگیر پر قبضہ کر لیا اور اعلان یہ کیا کہ الف شراب خور ہے اور اگرچہ مسلمان ہے مگر ہندو درویشوں سے موانست رکھتا ہے اور ج کے ساتھ سرکشی کرنے سے باپ کی جاگیر کا حقدار نہیں ہے اور قابل حد شریعت ہے جس پر اس کو قتل کر دیا کیا ان صورتوں میں شرعاً ج کا قتل جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو کس سزا کا مستحق ہے؟

جواب...... ہندوستان کی موجودہ ریاستیں دو قسم پر ہیں۔

ایک وہ جو باقاعدہ سلطنت وحکومت کی شان رکھتی ہیں جن میں سکہ اور فوج مستقل ہیں دوسرے وہ کہ زمیندار کی حقیقت سے متجاوز نہیں چونکہ عرفاً دونوں قسموں پر لفظ ''ریاست'' بول دیا جاتا ہے اس لئے تنقیح کی ضرورت ہے کیونکہ احکام دونوں کے جدا جدا ہیں۔

قسم اول کی ریاستیں ولی عہد یا نواب کی ملک نہیں ہیں اور نہ ان کو ریاست کے خزانے میں مالکانہ تصرفات کے حقوق حاصل ہیں اور عموماً ایسا کیا بھی نہیں جاتا بلکہ خزانہ ریاست کا حساب وکتاب آمد وخرچ اور تمام کاروبار جدا ہوتا ہے اور ولی عہد کی ذاتی جائیداد اس سے بالکل ممتاز ہوتی ہے اس کا عملہ جدا رکھا جاتا ہے۔

اور قسم دوم کی ریاستیں رئیس ونواب کی مملوکہ ہیں اور ان میں یہ صورتیں نہیں ہوتیں قسم اول کی ریاستیں اصل ہیں سلطنت دہلی ولکھنو کے صوبے اور ان کے نواب سلاطین دہلی یا لکھنؤ کی طرف سے صوبےدار مقرر تھے جب نظم سلطنت میں خلل آیا تو یہ صوبے خود مختار اور مستقل ہو گئے انگریزی

عمل داری کے بعد خود مختارانہ حیثیت کلی طور پر تو باقی نہ رہی لیکن بہت سے اختیارات ملکی مستقل فوج اور مستقل سکہ اور اندرون ملک مستقل قانون کا رواج وغیرہ ان کے قبضے میں رہے اس لئے ان کا حکم شرعی مملوکہ جائیداد جیسا نہیں کہ نواب کے انتقال کے بعد میراث کی طرح تقسیم ہوں بلکہ سلطنت وحکومت کا حکم رکھتی ہیں اور ان کے رئیس ونواب' امیر وبادشاہ کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن چونکہ کامل اختیارات اور اس قدر قوت نہیں رکھتے جو امیر المومنین کے لئے ہونے چاہئیں اس لئے عام احکام میں خلیفہ وامیر کے احکام ان کے لئے جاری نہیں کئے جاسکتے۔

اور قسم دوم کی ریاستیں البتہ مملوکہ جائیدادیں ہیں اور ان کا حکم شرعی یہ ہے کہ وفات کے بعد مورث کے ورثاء میں شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوں اس کے خلاف کرنے والے اگر دیگر ورثاء کی رضا سے کرتے ہیں تو ظلم کرتے ہیں۔

لیکن صورت مسئولہ میں ریاست خواہ قسم اول سے ہو یا قسم دوم سے الف کا قتل جائز نہ تھا کیونکہ شراب خوری یا ہندو درویشوں سے موانست کے الزام پر (اگر یہ الزام ثابت بھی ہو جائے) قتل مسلم جائز نہیں اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ الف' ج سے سرکشی کرنے کی وجہ سے باپ کی جاگیر کا حق دار نہیں رہا کیونکہ اگر خود باپ کی بھی سرکشی کرتا تب بھی میراث سے محروم نہ تھا اس کے ولی عہد کی سرکشی کی وجہ سے کیسے محروم الارث ہوسکتا ہے اور ولی عہد کوئی خلیفہ وقت یا امیر المومنین نہیں کہ اس کی سرکشی کرنے پر بغاوت کا حکم دیا جائے اور باغی کو واجب القتل سمجھا جائے جب تک وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو موجب قتل ہو۔

لہٰذا ج کا الف کو قتل کرنا حرام ہے پھر چونکہ یہ قتل خطا ہے اس لئے ج پر کفارۂ قتل اور دیت اس کے عاقلہ پر واجب ہے اور کفارۂ قتل ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا ہے اور قتل خطا ہونا اس کا اس وجہ سے ہے کہ اس نے ہنود کے ساتھ موانست اور شراب خوری کی وجہ سے اس کو کافر سمجھ کر یا اپنے کو امیر یا بادشاہ اور اس کو باغی سمجھ کر قتل کیا ہے اگرچہ اس کا یہ خیال حقیقتاً غلط تھا۔ (امداد المفتین ص ۱۰۵۲)

مرض الموت کی تعریف اور اس کے متعلق چند سوالات

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ ان مسائل کے' کہ زید کو بیس برس کی عمر سے قرحہ مثانہ ہوا مگر وہ اپنا کاروبار برابر انجام دیتا رہا اور اس کے علاج ومعالجہ سے بھی غافل نہیں رہا پچاس سال کی عمر میں اس کو دنبل زیر خوطہ پیدا ہو گیا اور اس نے اس قدر ترقی کہ بالآخر

دنبل نکلنے کے دو ماہ بعد انتقال ہو گیا دو ہفتہ قبل از انتقال زید نے ایک تحریر اس مضمون کی اسٹامپ پر اپنی زوجہ کے نام لکھ دی کہ تم میری قانوناً زوجہ ہو اور تمہارا مہر ایک لاکھ اسی ہزار اشرفی دہ دینار سرخ مقرر ہوا تھا۔اور اس کا ادا کرنا میرے اوپر ضروری ہے۔اس لئے میں نے اپنی کل جائیداد بعوض نصف مہر کے تجھے دے دی اور یہ تحریر اپنی عین حیات بہ ثبات عقیل ونقل لکھی ہے واضح ہو کہ زید انگریزی نہیں جانتا تھا اور یہ تحریر انگریزی میں اسٹامپ پر کسی دوسرے شخص سے لکھوا کر اس پر دستخط ثبت کر دیئے اور اس کاغذ پر چھ گواہوں کے بھی دستخط ہیں اس سلسلہ میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ زید ایسی جائیداد کا مالک ہے جو شاہان مغلیہ نے بعوض قضاۃ عطاء فرمائی ہے جب برطانیہ کا تسلط ہوا تو اس نے منجملہ اختیارات شرعی صرف اقامت جمعہ وعیدین بحال رکھے اور دیگر اختیارات سماعت دیوانی وغیرہ اپنے اختیار میں رکھے اور اس نے اپنے انتظام کی وجہ سے ۴ کی جمع معالی بھی لے لے اور بقیہ ۱۲ استمراء اس خاندان کے لئے بخدمت عہدہ قضاۃ یعنی خدمت اقامت جمعہ وعیدین مندرجہ ذیل شرائط پر جاری رکھے۔

۱۔ یہ جائیداد منتقل نہیں کی جاسکتی۔

۲۔ جب تک خدمت کی ضرورت ہے اور بحالت وفاداری سرکار برطانیہ بحال رکھی جائیگی خاندان میں یہ طریقہ اب تک جاری ہے کہ اولاد کو جائیداد علی السویہ تقسیم کی جاتی ہے۔اور اناث میں نہ کبھی تقسیم ہوئی اور نہ کبھی انہوں نے مطالبہ کیا۔

۱۔ کیا مرض مذکور مرض الموت میں شمار ہو سکتی ہے۔

۲۔ کیا مذکورہ تحریر نامہ جائز ہے جبکہ زید ایک دوسرے شخص کا بھی مقروض ہے۔

۳۔ کیا جائیداد مذکور ایسے قرض میں دین مہر میں زوجہ کو منتقل ہو سکتی ہے اگر یہ جائیداد منتقل ہو سکتی ہے تو بعد انتقال زوجہ زید اس جائیداد کے پانے کا کون مستحق ہے۔

۴۔ اگر مرض الموت ہے تو زوجہ کو کتنا مہر مل سکتا ہے جبکہ دوسرے ورثاء موجود ہیں اگرچہ زید لاولد فوت ہوا۔

۵۔ مہر اگر حیثیت سے بہت زیادہ ہو تو کیا شرعاً جائز ہے اور قابل ادائیگی ہے یا نہیں اگر قابل ادائیگی ہے تو کس مقدار میں؟ امید ہے کہ پانچوں امور کا جواب مع نام ہر کتاب بحوالہ عبارت وترجمہ اردو مرحمت فرمادیں اور عنداللہ ماجور ہیں۔

جواب.....قال فی الدر وشرحه الغرر فی تعریف المریض بمرض الموت

مانصه من غالبه الهلاک کمریض عجزعن اقامة مصالحة خارج البیت فمن یقضیها فی خارج البیت وهویشتکی لایکون فاراً لان الانسان قلمایخلوعنه هوالصحیح اه وفی حاشیة الشرنبلالی علیه قال الزیلی وهوالصحیح اه. ویخالفه ما قال الکمال: اذامکنه القیام بهافی البیت لافی خارجه فالصحیح انه صحیح اه هذافی حق الرجال امافی حق المرأة فقال فی النهرعن البزازیة فبان تعجز عن المصالح الداخلة اه (ج. ۱' ص/ ۳۸۰)

پس اس صورت مذکورہ میں اگر زید اس تحریر کے وقت گھر سے باہر آنے جانے اور اپنی ضرورت کے امور کو بجالانے پر قادر تھا تو وہ مریض مرض الموت نہ تھا اور اگر عاجز تھا تو وہ مریض مرض موت تھا۔

وفی الدر:تجب العشرة ان سماهااو دونها ویجب الاکثرمنها ان سمی الاکثر. قال الشامی: ای بالغاً مابلغ فالتقدیر بالعشرة لمنع النقصان اه. وتتاکد عند وطأ اوخلوة صحت من الزوج اوموت احدهما اه. وفی کشف الغمة للشعرانی وفی المقاصدللسخاوی: وکان عمربن الخطاب رضی الله عنه. کثیراما یقول لاتغلواصدق النساء فانهالوکانت مکرمة فی الدنیاوتقویٰ فی الآخرة کان اولاکم بهارسول الله صلی الله علیه وسلم وصعدٌ مرة علی المنبرفقال لاتزید وافی صداق علی اربعمائة درهم فاعترضته امرأة من قریش فقالت تنهی الناس عن شئ اباحه الله لهم فقال کیف فقالت اماسمعت قول الله تبارک وتعالیٰ واتیتم احداهن قنطاراً فلاتأ خذوا الخ. فقال اللهم عفواًکل الناس افقه من عمر قال ثم رجع فرکب المنبر فقال ایهاالناس انی کنت نهیت ان تزیدوا النساء فی صدقتهن علی اربعمائة درهم فمن شاء ان یعطی من ماله مااحب قال ابویعلی واظنه قال فمن طابت نفسه فلیفعل اه. (مقاصد ۱۵۰)قال السخاوی وسنده جیدقوی اه وفی الدر(ج/۲'ص/۳۶۷) دین صحة مطلقاً ودین مرض موته بسبب فیه معروف یقدمان علی مااقربه فیه والکل علی الارث ولم یجزتخصیص غریم بقضاء دینه اه.

ان نصوص کے بعد جواب سوالات معروض ہے جب خاندان میں اس کی جائیداد کا ذکور پر تقسیم ہونا متعارف ہے تو یہ علامت ملک مورث کی ہے اناث پر منقسم نہ ہونا۔ مانع ملکیت سے نہیں کیونکہ

جہالت کی وجہ سے عموماً ہندوستان میں لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا لہٰذا یہ رواج قابل اعتبار نہیں ہے۔

۱۔اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے۔ملاحظہ ہو۔

۲۔اگر زید اس تحریر کے وقت گھر کے اندر باہر اپنے کام کر سکتا تھا تو یہ تحریر درست ہے اور دوسرے قرض خواہوں کے قرض خواہوں کے قرض ادا نہ کرنے کا گناہ زید کے ذمہ رہا مگر اسٹامپ کے حجت ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ جن لوگوں کی اس پر گواہی درج ہے وہ زبانی کہیں کہ زید نے اس کو ہمارے سامنے سن کر اقرار کیا ہے یا اس نے ہمارے سامنے املاء کرایا ہے اور املاء کے موافق ہی اسٹامپ میں لکھا گیا ہے اور اگر ورثاء زید اور اسٹامپ کے گواہوں میں اختلاف ہو تو یہ گواہی بدون مجلس حاکم میں پیش ہونے کے معتبر نہ ہوگی۔

وقال فی الحامدیة: ومنهامجلس القضاء فلاتسمع هی ای الدعوی والشهادة الابین یدی الحاکم اه.ج' ۲' ص'۷)

اور اگر زید اس تحریر کے وقت باہر آنے جانے سے عاجز تھا تو یہ تحریر درست نہیں ہے بلکہ سب قرض خواہوں کو جن میں عورت بھی داخل ہے جائیداد مذکور تقسیم کر لیں۔

۳۔جائیداد مذکور دین مہر زوجہ میں منتقل ہو سکتی ہے اور اس کے مالک بعد وفات زوجہ کے وارثان زوجہ ہوں گے۔

۴۔زوجہ اپنے پورے مہر ایک لاکھ ۸۰ ہزار دہ دینار سرخ کی مستحق ہے اگر اس سے کچھ بچے گا تو ورثاء کو ملے گا ورنہ نہیں۔

۵۔مہر جتنا باندھ دیا جائے وہی معتبر ہے چاہے حیثیت سے کتنا ہی زیادہ ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔
(امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۰۸)

کتاب الفرائض

(وراثت کا بیان)

وارث کو وراثت سے محروم کرنا

سوال: رسول اللہ نے فرمایا ''کہ جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کر دے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی میراث سے محروم کر دے گا۔'' (ابن ماجہ)

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں خدا نے جو قوانین بنا دیئے وہ اٹل ہیں اور انہیں توڑنے والا کفر کا کام کرتا ہے۔ ہم نے اکثر ایسی مثالیں دیکھی ہیں کہ باپ اپنی اولاد میں سے کسی سے ناراض ہو جاتا ہے تو اسے وراثت سے محروم کر دیتا ہے۔ اب ہمارے ذہن میں مندرجہ بالا حدیث کا مفہوم بھی ہے اور یہ بات بھی کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ میری مرضی ہے کہ جسے بھی دوں اب خدا کے اس اٹل فیصلے سے کیا مفہوم اخذ کیا جاتا ہے اس ناقص عقل کو تشریح کے ساتھ جواب جلد مرحمت فرمایئے؟

جواب: کسی شرعی وارث کو محروم کرنا یہ ہے کہ یہ وصیت کر دی جائے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں شخص وارث نہیں ہوگا جس کو عرف عام میں ''عاق نامہ'' کہا جاتا ہے۔ ایسی وصیت حرام اور ناجائز ہے اور شرعاً لائق اعتبار بھی نہیں اس لیے جس شخص کو عاق کیا گیا ہو وہ بدستور وارث ہوگا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۶)

''نافرمان اولاد کو جائیداد سے محروم کرنا یا کم حصہ دینا''

سوال: ایک ماں باپ کے تین لڑکے ہیں۔ تینوں میں سے ایک لڑکے نے اپنی زندگی میں ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور ماں باپ اس سے خوش ہیں اور باقی دونوں میں سے ایک تعلیم حاصل کر رہا ہے اور جو بڑا ہے اس نے آج تک بھی ماں کو ماں اور باپ کو باپ نہیں سمجھا۔ رہتے سب وہ ایک ہی گھر میں ہیں اب باپ جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ مولانا صاحب آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ کیا باپ اس لڑکے کو جائیداد کا زیادہ حصہ دے سکتا ہے جس نے

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا؟ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے یا وہ تینوں میں برابر تقسیم کر دے؟ آپ اس سلسلے میں فیصلہ فرما دیں تا کہ میں کوئی فیصلہ کر سکوں؟

جواب: جن لڑکوں نے ماں باپ ماں کو ماں باپ نہیں سمجھا انہوں نے اپنی عاقبت خراب کی اور اسکی سزا دنیا میں بھی انکو ملے گی مگر ماں باپ کو یہ اجازت نہیں کہ اپنی اولاد میں سے کسی کو جائیداد سے محروم کر جائیں۔ سب کو برابر رکھنا چاہیے ورنہ ماں باپ بھی اپنی عاقبت خراب کرینگے۔ (آپکے مسائل جلد ۶)

باپ کی وراثت میں بیٹیوں کا بھی حصہ ہے

سوال: والدین اپنی وراثت میں جو ترکہ میں چھوڑ کر جاتے ہیں اس پر بہن بھائی کا کیا قانونی حق بنتا ہے؟ جب کہ ایک بھائی باپ کے مکان میں رہائش پذیر ہے جبکہ بھائیوں کا کہنا ہے کہ باپ کی وراثت میں تینوں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ احکام قرآنی اور احادیث کے حوالے سے جواب صادر فرمائیں کہ بہن بھائیوں کے خلاف قانونی کارروائی کا حق رکھتی ہے؟

جواب: قرآن کریم میں تو بھائیوں کے ساتھ بہنوں کا بھی حصہ (بھائی سے آدھا) رکھا ہے۔ وہ کون لوگ ہیں جو قرآن کریم کے قطعی اور دوٹوک حکم کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ باپ کی وراثت میں بہنوں کا (یعنی باپ کی لڑکیوں کا) کوئی حصہ نہیں۔ (آپ کے مسائل ج ۶)

دوسرے ملک میں رہنے والی بیٹی کا بھی باپ کی وراثت میں حصہ ہے

سوال: میرے سسر کا انتقال ہو گیا ہے۔ انہوں نے وارثوں میں بیوہ' تین لڑکے جن میں سے ایک کا انتقال ہو چکا ہے اور چھ لڑکیاں چھوڑی ہیں جس میں ایک لڑکی ہندوستان کی شہری ہے۔ مرحوم کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ کیا ہندوستانی شہریت رکھنے والی لڑکی بھی پاکستانی وراثت کی حق دار ہے اگر ہیں تو اس کا حصہ کاٹنے کے بعد کتنا کتنا حصہ بنے گا؟ یعنی وہ بیوہ' لڑکوں اور لڑکیوں کا الگ الگ؟

جواب: آپ نے یہ نہیں لکھا کہ مرحوم کے جس لڑکے کا انتقال ہو چکا ہے اس کا انتقال باپ سے پہلے ہوا یا بعد میں۔ بہر حال اگر پہلے ہوا تو مرحوم کا ترکہ (ادائے قرض اور نفاذ وصیت (مرحوم کی وصیت پوری کرنے کے بعد اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو) کے بعد) اسی (۸۰) حصوں پر تقسیم ہوگا۔ ان میں دس حصے بیوہ کے' چودہ چودہ دونوں لڑکوں کے اور سات سات لڑکیوں کے۔ جو لڑکی ہندوستان میں ہے وہ بھی وارث ہوگی اور جس لڑکے کا انتقال اس کے باپ کی زندگی میں ہو چکا ہے وہ وارث نہیں ہوگا اور اگر لڑکے کا انتقال

باپ کے بعد ہوا ہے تو ترکہ چھیانوے (۹۶) حصوں میں تقسیم ہوگا بارہ حصے بیوہ کے چودہ چودہ تینوں لڑکوں کے اور سات سات لڑکیوں کے۔ مرحوم لڑکے کا حصہ اس کا وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

بہنوں سے ان کی جائیداد کا حصہ معاف کروانا

سوال: ہمارے معاشرے میں وراثت سے متعلق یہ روایت چل رہی ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں سے بھائی اپنی بہنوں اور ماں سے یہ لکھوا لیتے ہیں کہ انہیں جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں چاہیے۔ بہن بھائیوں کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے حصے سے دستبردار ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح باپ کی تمام جائیداد بیٹوں کو منتقل ہو جاتی ہے۔ کیا شرعی لحاظ سے اس طرح معاملہ کرنا درست ہے؟ کیا اس طرح بہنیں اپنی اولاد کا حق غصب کرنے کی مرتکب نہیں ہوتیں؟ اگر بہنیں اپنے حصے سے دستبردار ہو جائیں تو کیا ان کی اولاد کو مذکورہ حصہ طلب کرنے کا حق ہے؟

جواب: (۱) اللہ تعالیٰ نے باپ کی جائیداد میں جس طرح بیٹوں کا حق رکھا ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حق رکھا ہے لیکن ہندوستانی معاشرے میں لڑکیوں کو ان کے حق سے محروم رکھا جاتا رہا ہے۔ اس لیے رفتہ رفتہ یہ ذہن بن گیا کہ لڑکیوں کا وراثت میں حصہ لینا گویا ایک عیب یا جرم ہے۔ لہٰذا جب تک انگریزی قانون رائج رہا کسی کو بہنوں سے حصہ معاف کرانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور جب سے پاکستان میں شرعی قانون وراثت نافذ ہوا بھائی لوگ بہنوں سے لکھوا لیتے ہیں کہ انہیں حصہ نہیں چاہیے۔

یہ طریقہ نہایت غلط اور قانون الٰہی سے سرتابی کے مطابق ہے۔ آخر ایک بھائی دوسرے کے حق میں کیوں دستبردار نہیں ہو سکتا؟ اس لیے بہنوں کے نام ان کا حصہ کر دینا چاہیے۔ سال دو سال کے بعد اگر وہ اپنے بھائی کو دینا چاہیں تو ان کی خوشی ہے ورنہ موجودہ صورتحال میں وہ خوشی سے نہیں چھوڑتیں بلکہ رواج کے تحت مجبوراً چھوڑتی ہیں۔

(۲) اگر کسی بہن نے اپنا حصہ واقعتاً خوشی سے چھوڑ دیا ہے تو اس کی اولاد کو مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ اولاد کا حق ماں کی وفات کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ ماں کی زندگی میں ان کا ماں کی جائیداد پر کوئی حق نہیں اس لیے اگر وہ کسی کے حق میں دستبردار ہو جائیں تو اولاد اس کو نہیں روک سکتی۔

وارثوں میں بیٹا بیٹی ہیں' بیٹا زمین کا خالی حصہ بیٹی کو دینا چاہتا ہے اور تعمیر شدہ خود لینا چاہتا ہے

سوال: ایک شخص کا انتقال ہو گیا' وارثوں میں صرف ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے۔ اس کی اہلیہ کا اور ماں باپ کا انتقال مرحوم کی زندگی میں ہو گیا تو مرحوم ترکہ اس کے بیٹا اور بیٹی میں کس طرح

تقسیم ہوگا؟ مرحوم کے ترکہ میں ایک مکان ہے' مکان کے اگلے حصہ میں تعمیر ہے اور پچھلا حصہ کھلی جگہ ہے' مکان کے تین حصے کرکے بھائی اپنی بہن سے کہتا ہے کہ تم یہ کھلی جگہ جو ایک حصہ کے بقدر ہے لے لو' بہن اس پر راضی نہیں ہے وہ کہتی ہے کہ اس میں میرا نقصان ہے' تو شرعاً بھائی کی بات قابل قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: صورت مسئولہ میں حقوق متقدمہ علی الارث ادا کرنے کے بعد مرحوم کے کل ترکہ کے تین حصے ہوں گے' بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملے گا' بھائی اپنی بہن کو مکان میں سے کھلی جگہ (جس میں تعمیر نہیں ہے) دینا چاہتا ہے اور تعمیر والا حصہ خود لینا چاہتا ہے۔ اگر بہن اسے لینے پر دل سے راضی نہ ہو تو بھائی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بہن کو یہ جگہ لینے پر مجبور کرے' ترکہ میں جو چیز ہوتی ہے اس کے ہر ہر جزو میں تمام وارثوں کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی وارث اپنی مرضی سے دوسرے وارث کا حصہ متعین کرکے اس کو وہ حصہ لینے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ شرعاً اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ ہدایہ اولین میں ہے:

الشركة ضربان شركة املاک و شركة عقود فشركة الاملاک العين يرثها رجلان او يشتريانها فلا يجوز لاحدهما ان يتصرف فی نصيب الاخر الا باذنه (هدايه اولين ص ۶۰۴ كتاب الشركة)

فتح القدیر میں فوائد ظہیریہ سے نقل کیا ہے:

ان الشركة اذا كانت بينهما من الابتداء بان اشتريا حنطلةً او ورثاها كانت كل حبة مشركة بينهما. الخ (فتح القدير مع عناية ص ۱۵۴ ج ۶ كتاب الشركة)

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ شرکۃ کی دو قسمیں ہیں: لشرکۃ املاک' شرکۃ عقود' شرکت املاک یہ ہے۔ دو آدمی (یا ان سے زیادہ) کسی چیز کے وارث بنے یا دو آدمیوں نے مل کر کوئی چیز خریدی تو وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگی اور دونوں میں سے کسی ایک کے لیے اپنے ساتھی کے حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور شرکت جب بالکل ابتداء سے ہو جیسے دو آدمیوں نے مل کر گیہوں خریدے یا گیہوں کے وارث بنے تو اس کا ہر ہر دانہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔ (ہدایہ اولین' فتح القدیر)

عنایہ شرح ہدایہ میں ایک مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

ان صاحب عشرة اسهم يكون شريكاً لصاحب تسعين سهماً فی جميع

الدار علی قدر نصیبها منها ولیس لصاحب الدران یدفع صاحب القلیل من جمیع الدار فی قدر نصیب من ای موضع کان.

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ایک مکان میں دو شخص حصہ دار ہیں۔ ایک شخص کے نوے ۹۰ حصے ہیں اور دوسرے کے دس تو دونوں اپنے اپنے حصے کے بقدر پورے مکان میں شریک ہیں۔ لہٰذا جس شخص کا حصہ زیادہ ہے اس کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے ساتھی کو جہاں سے چاہے حصہ دے دے۔

(عنایه شرح هدایه ص۲۷۵ ج۶ مع فتح القدیر تحت المسئلة ومن اشتری عشرة اذرع من مأته ذراع من دار او حمام' کتاب البیوع)

لہٰذا صورت مسئولہ میں کوئی ایسی صورت نکالی جائے کہ دونوں میں سے کسی کا نقصان نہ ہو اور ہر ایک کو اتنا حصہ مل جائے جتنا کہ اسکا حق ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ص ۲۸۴)

وراثت کی جگہ لڑکی کو جہیز دینا

سوال: جہیز کی لعنت اور وباء سے کوئی محفوظ نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہم جہیز کی شکل میں اپنی بیٹی کو "ورثہ" کی رقم دے دیتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ باپ اپنی زندگی میں ہی ورثہ بیٹی کو دے دے؟ جہیز کے نام پر اور اس کے بعد اس سے سبکدوش ہو جائے؟

جواب: ورثہ تو والدین کے مرنے کے بعد ہوتا ہے' زندگی میں نہیں۔ البتہ اگر لڑکی اس جہیز کے بدلے اپنا حصہ چھوڑ دے تو ایسا کر سکتی ہے۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

ماں کی وراثت میں بھی بیٹیوں کا حصہ ہے

سوال: ہماری والدہ کا انتقال ہوئے تقریباً ساڑھے آٹھ سال ہو چکے ہیں' ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ ہماری والدہ کے ورثہ پر ہمارے والد صاحب اور بھائیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ تمام جائیداد اور کاروبار سے والد اور بھائی مالی فائدہ اٹھا رہے ہیں' ہم بہنیں جب والد صاحب سے اپنا حصہ مانگتی ہیں تو کہتے ہیں بیٹیوں کا ماں کے ورثہ میں کوئی حصہ نہیں ہوتا اور یہ سب میرا ہے؟

جواب: آپ کے والد کا یہ کہنا غلط ہے کہ ماں کی وراثت میں بیٹیوں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بیٹیوں کا حصہ جس طرح باپ کی میراث میں ہوتا ہے اسی طرح ماں کی میراث میں بھی ہوتا ہے۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے اس پر آپ کی والدہ کا ترکہ ۳۲ حصوں پر تقسیم ہوگا۔ آٹھ حصے آپ کے والد کے ہیں' ۶/۶ دونوں بھائیوں اور ۳/۳ چاروں بہنوں کے۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

لڑکے اور لڑکی کے درمیان وراثت کی تقسیم

سوال: اگر مسلمان متوفی نے ایک لاکھ روپے ترکہ میں چھوڑے اور وارثوں میں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوں تو از روئے شریعت ایک لاکھ روپے کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ کیا ہماری عدالتیں بھی اسلامی قانون وراثت کے مطابق فیصلے کرتی ہیں؟

جواب: اگر اور کوئی وارث نہیں تو مرحوم کی تجہیز وتکفین ادائے قرضہ جات اور باقی ماندہ تہائی مال میں وصیت نافذ کرنے کے بعد (اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو) مرحوم کا ترکہ چار حصوں میں تقسیم ہوگا۔ دو حصے لڑکے اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کا۔ ہماری عدالتیں بھی اسی کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں۔ (آپکے مسائل اوران کا حل)

بھائی بہنوں کا وراثت کا مسئلہ

سوال: ہم تین بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ ہماری والدہ اور والد انتقال کر چکے ہیں۔ ایک مکان ہمارے ورثہ میں چھوڑا ہے جس کو ہم ۱۰۵۰۰۰۰ روپے میں فروخت کر رہے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ بہنوں کے حصے میں کیا آئے گا اور بھائی کے حصے میں کیا رقم آئے گی؟ ہم مسلمان ہیں اور سنی عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں؟

جواب: آپ کے والد مرحوم کے ذمہ کوئی قرض ہو تو اس کو ادا کرنے اور کوئی جائز وصیت کی ہو تو تہائی مال کے اندر اسے پورا کرنے کے بعد اس کی ملکیت میں چھوٹی' بڑی' منقولہ غیر منقولہ جتنی چیزیں تھیں وہ پانچ حصوں پر تقسیم ہوں گی۔ دو حصے بھائی کے ہیں اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کا۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

وراثت میں لڑکیوں کو محروم کرنا بدترین گناہ کبیرہ ہے

سوال: تقسیم سے پہلے ہمارے نانا کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ میان درمیان میں کچھ بھی کیا ہو لیکن مرنے سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے برنس روڈ میں ایک چائے خانہ کھولا ہوا تھا جس کو بعد میں مٹھائی کی دکان میں تبدیل کر لیا۔ دکان پگڑی کی تھی اور بڑے بیٹے کے نام تھی۔ بعد میں دکان چل پڑی اور بہت مشہور ہوگئی' بڑے بیٹے نے اپنے بھائیوں میں وہ دکانیں بانٹ لیں' اس طرح نانا کے مرنے پر بچوں نے صرف بھائیوں میں جائیداد تقسیم کر دی' لڑکیوں کو کچھ نہیں دیا۔ کچھ عرصے کے بعد نانی کا انتقال ہوا انہوں نے جو رقم نقد چھوڑی تھی لڑکوں میں تقسیم ہوگئی' لڑکیوں کو کچھ نہیں ملا۔

اب مولانا صاحب! آپ سے عرض ہے کہ آپ صحیح صورت حال کا اندازہ لگا کر جواب دیجئے کہ کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل ٹھیک ہے؟ کیا اس سے مرنے والوں کی روحیں بے چین نہ ہوں گی؟ ویسے بھی ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حق داروں کا حق کھانے والا کبھی پھلتا پھولتا نہیں؟

جواب: بیٹیوں اور بہنوں کو وراثت سے محروم کرنا بدترین گناہ کبیرہ ہے' آپ کے نانا نانی تو اس کی سزا بھگت ہی رہے ہوں گے جو لوگ اس جائیداد پر اب ناجائز طور پر قابض ہیں وہ بھی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔ لڑکوں کو چاہیے کہ بہنوں کا حصہ نکال کر ان کو دے دیں۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

کیا بچیوں کا بھی وراثت میں حصہ ہے؟

سوال: ہم پانچ بہن بھائی ہیں' دو بھائی اور تین بہنیں' سب شادی شدہ ہیں۔ ماں باپ حیات ہیں' ہم بھائی جس مکان میں رہ رہے ہیں وہ ہماری اپنی ملکیت ہے چونکہ ہم بھائیوں کی بیویاں ایک جگہ رہنا پسند نہیں کرتیں اس لیے ہم نے یہ مکان فروخت کرنے کا فیصلہ کیا ہے' مکان کا سودا بھی ہو گیا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ جب بہنوں کو یہ معلوم ہوا کہ ہم مکان فروخت کر رہے ہیں انہوں نے بھی مکان میں حصے کا مطالبہ کر دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کا حصہ نہیں ہوتا جبکہ بہنیں اپنا حصہ لینے پر اصرار کر رہی ہیں۔ مولانا صاحب اب آپ ہماری بہنوں کو سمجھائیں کہ باپ کی جائیداد میں لڑکیوں کا حق نہیں ہوتا اور مولانا صاحب اگر میں ہی غلطی پر ہوں تو براہ کرم کتاب و سنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا ہماری بہنیں بھی اس جائیداد میں سے حق دار ہیں اور اگر ہیں تو بہنوں کے حصے میں کتنی رقم آئے گی؟ آپ کا احسان مند رہوں گا؟

جواب: یہ تو آپ نے غلط لکھا ہے کہ باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کا حصہ نہیں ہوتا۔ قرآن کریم نے بیٹی کا حصہ بیٹے سے آدھا بتایا ہے۔ اس لیے یہ کہنا تو جہالت کی بات ہے کہ باپ کی جائیداد میں بیٹیوں کا حصہ نہیں ہوتا۔ البتہ جائیداد کے حصے والد کی وفات کے بعد لگا کرتے ہیں' اس کی زندگی میں نہیں۔ اپنی زندگی میں اگر والد دینا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ سب کو برابر دے لیکن اگر کسی کی ضرورت و احتیاج کی بناء پر زیادہ دے دے تو گنجائش ہے۔ بہر حال آپ کو چاہیے کہ اپنی بہنوں کو بھی دیں۔ بھائیوں کا دوگنا حصہ اور بہنوں کا اکہرا۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶)

سوتیلے بیٹے کا باپ کی جائیداد میں حصہ

سوال: کیا سوتیلے بیٹے کو باپ کی جائیداد سے حصہ مل سکتا ہے جب کہ شادی کے وقت وہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ آیا ہوا اور اب اپنے بچوں کے ساتھ الگ اپنے گھر میں رہتا ہے؟

جواب: اس بچے کا سوتیلے باپ کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶)

مرحوم کے ترکہ میں دونوں بیویوں کا حصہ ہے

سوال: ہمارے والد کی دو شادیاں تھیں، پہلی بیوی سے ہم دو بھائی اور دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہے، ہمارے والد صاحب کو فوت ہوئے تقریباً دس سال گزر چکے ہیں اور اس عرصہ میں ہماری دوسری والدہ نے دوسرا عقد کر لیا جس سے ان کے تین بچے ہیں۔ اب ہم اپنے والد کی وراثت منقولہ وغیر منقولہ کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ ہم میں سے ہر ایک کو کتنا حصہ ملتا ہے اور ہماری دوسری والدہ کو کتنا حصہ؟ اگر شرعاً ان کا حق ہو؟ ذرا تفصیل سے بتائیں مہربانی ہوگی؟

جواب: آپ کے والد مرحوم کا ترکہ اس کی دونوں بیویوں اور اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا۔

پہلی بیوی ۵ دوسری بیوی ۵ لڑکا ۲۸ لڑکا ۲۸ لڑکی ۱۴

یعنی کل ترکہ کے ۸۰ حصے بنا کر آٹھویں حصہ کی رو سے دونوں بیویوں کو ۱۰ حصے (ہر ایک کو ۵، ۵ حصے کر کے ملیں گے اور بقیہ ۷۰ حصے اس کی اولاد میں اکہرا دہرا کے حساب سے تقسیم ہوں گے) دونوں لڑکوں کو ۲۸، ۲۸ کر کے اور لڑکی کو ۱۴ حصے ملیں گے۔ الغرض مرحوم کے ترکہ میں دوسری بیوی کا بھی حصہ ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۶)

دو بیویوں اور ان کی اولاد میں جائیداد کی تقسیم

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں۔ ایک سے ایک لڑکا اور دوسری سے تین لڑکے ہیں۔ وہ اپنی جائیداد ان پر تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جائیداد دونوں بیویوں میں تقسیم ہوگی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں چاروں لڑکوں میں تقسیم کرنا ہوگی۔ شریعت کی رو سے اس جائیداد کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟

جواب: شرعاً اس کی جائیداد کا آٹھواں حصہ دونوں بیویوں کے درمیان اور باقی سات حصے چاروں لڑکوں کے درمیان مساوی تقسیم ہوں گے۔ گویا اس کی جائیداد کے اگر ۳۲ حصے کر لیے جائیں تو ان میں سے دو دو حصے دونوں بیویوں کو ملیں گے اور باقی ۲۸ حصے چار لڑکوں پر سات حصے فی لڑکا کے حساب سے برابر تقسیم ہوں گے۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

مرحوم کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا جبکہ والد، بیٹی اور بیوی حیات ہوں

سوال: میرا نام غزالہ شفیق احمد ہے میں اپنے والد کی اکلوتی بیٹی ہوں، میری پیدائش کے دو سال

بعد میرے والدین میں علیحدگی ہوگئی تھی اس کے پانچ سال بعد میرے والد نے دوسری شادی کرلی تھی لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کا ایک مکان اور دکان جو ۸۰ گز پر ہے جو کہ پہلے میرے دادا نے (جو ماشاء اللہ حیات ہیں) خریدا اور بنوایا تھا اور اپنے بیٹے شفیق کے نام گفٹ کردیا تھا اور اس کے تین سال بعد میرے والد کا انتقال ہوگیا اب جب کہ میں ان کی اکلوتی بیٹی ان کی دوسری بیوی اور ان کے والد حیات ہیں۔ مہربانی کرکے آپ یہ بتائیں کے والد کے انتقال کے بعد ہم سب کا کتنا حصہ بنتا ہے؟

جواب: آپ کے مرحوم والد کا کل ترکہ (ادائے ماوجب کے بعد یعنی ادائے قرضہ جات اور نفاذ وصیت کے بعد) آٹھ حصوں میں تقسیم ہوگا۔ آٹھواں حصہ آپ کی سوتیلی والدہ کا' چار حصے (یعنی کل ترکہ کا آدھا) آپ کا اور باقی ماندہ تین حصے آپ کے دادا کے ہیں۔

اور ہاں! آپ نے یہ نہیں لکھا کہ آپ کی دادی صاحبہ بھی زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر دادی صاحبہ نہ ہوں تب تو مسئلہ وہی ہے جو میں نے اوپر لکھ دیا اور اگر دادی صاحبہ بھی موجود ہوں تو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ان کو دیا جائے گا۔ اس صورت میں ترکہ کے ۲۴ حصے ہوں گے ان میں ۳ مرحوم کی بیوہ کے' ۴ والدہ کے' ۱۲ بیٹی کے اور ۵ والد کے۔

مرض الموت کی طلاق سے حق وراثت ختم نہیں ہوتا

سوال: ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں بیوی کو طلاق دی' اس کے چند دن بعد وہ اس بیماری سے فوت ہوگیا تو کیا اس مطلقہ عورت کو خاوند کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟

جواب: مرض الوفات میں طلاق دینے سے خاوند کے بارے میں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید اس نے بیوی کو میراث سے محروم کرنے کے لیے یہ قدم اٹھایا ہو' اس لیے ازروئے شرع مرض الموت میں طلاق دینے سے عورت کا حق میراث ختم نہیں ہوتا۔

لما فی الهندية: الرجل اذا طلق امرأته طلاقاً رجعيًا فی حال صحته او فی حال مرضه برضاها او بغير رضاها ثمّ مات وهی فی العدّة فانهما يتوارثان بالاجماع. (الفتاویٰ الهندية ج ا ص ۴۶۲ الباب الخامس فی طلاق المريض)

(قال العلامة ابن عابدينؒ: الطلاق اذا كان رجعيًا ترثه وكذا يرثها لوماتت فی العدّة. (ردّالمحتار ج۲ ص۵۶۷ باب طلاق المريض) وَمِثْلُهٗ فی كنزالدقائق علی

ھامش البحر الرائق ج۴ص ۴۲ باب طلاق المریض) (فتاویٰ حقانیہ ج ۴ ص ۵۷۹)

مرحوم کی وراثت کے مالک بھتیجے ہوں گے نہ کہ بھتیجیاں

سوال: الف ب ج تینوں بھائی فوت ہو گئے۔ (د) جو لاولد ہے زندہ رہا۔ اس کی زندگی میں اس کی اہلیہ بھی فوت ہو گئی۔ اب (د) بھی فوت ہو گیا ہے۔ (د) نے انتقال کے وقت اپنے پیچھے ایک مکان اور کچھ نقد رقم چھوڑی ہے جس کی قیمت رائج الوقت سکہ کے مطابق تقریباً ایک لاکھ روپیہ بنتی ہے۔ (د) کا ماسوائے تینوں بھائیوں کی اولاد کے اور کوئی وارث نہیں ہے اب یہ ترکہ کس کو ملے گا؟

جواب: شرعاً اسکے وارث اسکے بھتیجے ہونگے' بھتیجیاں وارث نہیں ہوگی۔ (آپکے مسائل جلد۶)

زندگی میں جائیداد لڑکوں اور لڑکیوں میں برابر تقسیم کرنا

سوال: جناب محترم! ہمارے ایک جاننے والے جو کہ دیندار بھی ہیں ان کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں جو کہ سب شادی شدہ ہیں۔ ان صاحب کا یہ ارادہ ہے کہ وہ اپنی جائیداد کو اولاد میں برابر تقسیم کر دیں کیونکہ ان کا یہ کہنا ہے کہ مرنے کے بعد ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ ایسا اس لیے کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے نالائق' بے ادب لڑکوں لڑکیوں کو سزا دینا چاہتے ہیں' اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ ایسا کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟

جواب: اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنی اولاد میں (خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں) برابر تقسیم کر سکتے ہیں۔ (آپ کے مسائل جلد۶)

مرحومہ کا جہیز' حق مہر وارثوں میں کیسے تقسیم ہوگا

سوال: میری بیوی تین ماہ قبل یعنی بچی کی ولادت کے موقع پر انتقال کر گئی لیکن بچی خدا کے فضل سے خیریت سے میرے پاس ہے۔ اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ:

(الف) مرحومہ جو سامان جہیز میں اپنے میکے سے لائی تھی اسکے انتقال کے بعد کس کا ہوگا؟

(ب) میرے سسرال والے مرحومہ کی رقم میں مہر کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ مرحومہ نے زبانی طور پر اپنی زندگی میں بغیر کسی دباؤ کے وہ رقم معاف کر دی تھی؟

جواب: مرحومہ کا سامان جہیز' حق مہر اور دوسرا سامان وغیرہ وارثوں میں مندرجہ ذیل طریقے سے تقسیم ہوگا:

حق مہر معاف کرنے کے سلسلے میں اگر مرحومہ کے والدین منکر ہیں اور حق مہر کا مطالبہ کرتے

ہیں اور شوہر کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے تو معافی کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا اس لیے حق مہر بھی ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ مرحومہ کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ زیورات وحق مہر وغیرہ کو تیرہ حصوں میں تقسیم کر کے شوہر کو تین حصے بیٹی کو چھ حصے والدہ کو دو حصے اور والد کو دو حصے ملیں گے۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

بیوی کی جائیداد سے بچوں کا حصہ شوہر کے پاس رہے گا

سوال: کیا مذہب اسلام میں بیوی کی چھوڑی ہوئی دولت ہو تو بچوں کی بہتر تربیت اور ضرورت پر شوہر کو حق نہیں ہے کہ وہ پیسے کو ہاتھ لگائے حالانکہ یہ حکم ہے کہ پیسے کو کسی قانونی طریقے سے بچوں کو بالغ ہونے تک ادائیگی کروادے؟

جواب: بیوی کی چھوڑی ہوئی دولت میں سے جو حصہ بچوں کو پہنچے وہ بچوں کے والد کی تحویل میں رہے گا اور وہی ان کی ضروریات پر خرچ کرنے کا مجاز ہے۔ (آپکے مسائل اور ان کا حل جلد ۶)

مرحوم شوہر کا ترکہ الگ رہنے والی بیوی کو کتنا ملے گا؟ نیز عدت کتنی ہوگی؟

سوال: میرے شوہر کا انتقال ہو گیا' ہم دونوں کافی عرصے الگ رہے' یہ اپنے والدین کے پاس رہتے تھے جن کا انتقال ہو چکا ہے اور میں اپنی بوڑھی والدہ کے ساتھ۔ انتقال کے وقت میں اس کے گھر گئی اور بعد میں اپنی والدہ کے گھر ۴۰ دن عدت گزارے میرا ذریعہ معاش نوکری ہے اور چھٹی لی تھی' کیا عدت ہوگی؟

جواب: شوہر کی وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور یہ عدت اس عورت پر بھی لازم ہے جو شوہر سے الگ رہتی ہو۔ آپ پر چار مہینے دس دن کی عدت لازم تھی۔

اپنی شادی خود کرنیوالی بیٹیوں کا باپ کی وراثت میں حصہ

سوال: میرے ایک رشتہ دار کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹیوں میں سے ایک بیٹی نے باپ کی زندگی میں اپنی مرضی سے شادی کی اور ایک نے باپ کے انتقال کے بعد شادی اپنی مرضی سے کی کیونکہ اب باپ کا انتقال ہو چکا ہے اور بھائیوں میں سے بڑا بھائی اپنے باپ کی جائیداد کا وارث بن بیٹھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جن دو بہنوں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے ان کا باپ کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ جن دو بیٹیوں نے اپنی مرضی سے شادی کی ہے اور وہ دونوں باپ کی حقیقی بیٹیاں ہیں' کیا ان دونوں بیٹیوں کا اپنے باپ کی وراثت میں اسلام کی رو سے حصہ ہوتا ہے؟

جواب: جن بیٹیوں نے اپنی مرضی کی شادیاں کیں' ان کا بھی اپنے باپ کی جائیداد میں دوسری بہنوں کے برابر حصہ ہے۔ بڑے بھائی کا جائیداد پر قابض ہو جانا حرام اور ناجائز ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے باپ کی جائیداد کو دس حصوں میں تقسیم کرے' دو دو حصے بھائیوں کو دیے جائیں اور ایک ایک بہنوں کو۔ واللہ اعلم (آپ کے مسائل جلد ۶)

مطلقہ کی میراث کا حکم

سوال: اگر عدت کے دوران مطلقہ کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو کیا مطلقہ معتدۃ کو خاوند کی جائیداد میں ارث کا حق مل سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر عورت کے مطالبہ پر خاوند نے طلاق دی ہو تو ایسی حالت میں مطلقہ حق وراثت سے محروم رہے گی اس کے علاوہ چونکہ معتدۃ خاوند کے نکاح میں پابند رہتی ہے اس لیے اس کو میراث سے حصہ ملے گا۔ اگرچہ عورت مطلقہ مغلظہ ہی کیوں نہ ہو۔

لما فی الهندیة: الرجل اذاطلق امرأته طلاق رجعیًا فی حال صحته او فی حال مرضه برضاها او بغیر رضاها ثمّ مات وهی فی العدّة فانهما یتوارثان ...... ولو طلقها طلاقاً بائنًا او ثلاثًا ثمّ مات وهی فی العدّة فکذٰلک عندنا ترث. الخ (الفتاویٰ الهندیة ج ا ص ۴۶۲ الباب الخامس فی طلاق المریض)

(قال العلامة عالم بن العلاء الانصاریؒ: اذا طلق المریض امرأته طلاقاً رجعیًا ورثت مادامت فی العدّة وفیه. ولو طلقها بائناً او ثلاثاً ثم مات وهی فی العدّة فکذٰلک عندنا ترث. (الفتاویٰ التاتارخانیة ج۳ص۵۷۷ الفصل العشرون فی طلاق المریض' کتاب الطلاق) وَمِثْلُهٗ فی ردالمحتار ج۲ ص۵۶۷ باب طلاق المریض) (فتاویٰ حقانیه ج ۴ ص ۵۸۱)

(۱) صرف لڑکیاں ہوں تو بھائی بہن کو ترکہ میں استحقاق ہوگا یا نہیں؟
(۲) اپنی زندگی میں اولاد کو جائیداد کا ہبہ؟

سوال: ہم تین بھائی اور دو بہنیں ہیں' باپ کی ملکیت کا مکمل بٹوارہ ہو چکا ہے' رہن سہن بھی الگ الگ ہے' منشاء سوال یہ ہے کہ میری چھ لڑکیاں ہیں' لڑکے تین ہیں تو کیا میرے مال میں سے میرے بھائی اور بہنوں کو بھی ورثہ ملے گا اور ملے گا تو کتنا؟

(۲) میں اپنی حیاتی میں اپنی لڑکیوں کو اپنی ملکیت بخشش کر سکتا ہوں یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہوں تو کس طریقہ سے؟

جواب: عورت (بیوی) ہو تو آٹھویں حصہ کی وہ حق دار ہے اور لڑکیاں چھ ہیں وہ آپ کے ترکہ میں سے دوثلث ۲/۳ کی حق دار ہیں۔ آپس میں برابر سرابر تقسیم کر لیں اس کے بعد جو بچے اس کا اس کے بھائی بہن حق دار ہونگے اور للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول پر بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ (یعنی) ایک بھائی کو دو بہنوں کے برابر ملے گا یہ حکم آپ کی وفات کے بعد کا ہے بھائی بہن شرعاً وارث ہے۔

آپ اپنی زندگی میں کیوں تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنی زندگی میں صرف اپنی بیوی اور لڑکیوں کو دیں گے اور جو کچھ دینا ہو اس پر قبضہ بھی کرا دیں تو قانوناً اگرچہ لڑکیاں اور بیوی مالک بن جائیں گی مگر بھائی بہن محروم ہوں گے اور ان کو محروم کرنے کا گناہ ہوگا۔ اگر آپ اپنے کو گناہ سے بچانا چاہتے ہوں اور زندگی میں تقسیم کرنا ضروری ہو تو بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے آپ اپنے لیے بقدر ضرورت الگ نکال لیجئے کہ آئندہ آپ کو دوسروں کا محتاج ہونا نہ پڑے بعد بیوی کو آٹھواں حصہ چھ لڑکیوں کو کل مال کے دو حصے اور اس کے بعد جو بچے اوپر بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق بھائی کو دو حصے اور بہن کو ایک حصہ دیا جائے انشاء اللہ اس صورت میں ہر ایک کو اپنا حق مل جائے گا اور کوئی محروم نہ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

زندگی میں اپنی لڑکیوں کو جائیداد تقسیم کر دینا

سوال: میری صرف لڑکیاں ہیں بھائی بہن صاحب مال ہیں اور ایک دوسرے کی وراثت کی تمنا نہیں رکھتے اس حال میں بھی کیا میرے بھائی بہنوں کو ترکہ میں سے دیا جائے گا؟ اگر میرے بھائی بہن راضی ہوں تو میں اپنی لڑکیوں کو اپنی جائیداد وغیرہ بطور ہبہ دے سکتا ہوں؟ رہنمائی فرمائیں!!!

جواب: انتقال کے بعد ترکہ تقسیم شرعی حکم ہے جو بھی شرعاً وارث ہو شریعت کے قانون کے مطابق اسے اس کا حق ملتا ہے وہ مالدار ہو یا غریب تقسیم وراثت اپنی مرضی کی چیز نہیں کہ جسے چاہیں دے دے اور جسے چاہیں نہ دیں اور جو شرعی وارث ہے اسے بھی یہ حق نہیں کہ اپنا حصہ نہ لے بلکہ شرعاً اسے اس کا حصہ ملے گا ہاں لینے کے بعد اسے حق حاصل ہے کہ جسے چاہے بخشش کے طور پر دے دے اور اپنی زندگی میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ترکہ کی تقسیم بالفاظ دیگر تقسیم وراثت نہیں۔ یہ ہبہ اور بخشش ہے اور انسان کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے یہ حق ہے کہ اپنے مال میں جو چاہے تصرف کرے لیکن اگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے اپنا

مال کسی کو دے دے تو نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور اگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت نہ ہو اور نہ ہی دل سے اس پر راضی ہوں اور محض اس خیال سے کہ میرے انتقال کے بعد لڑکیاں پریشان نہ ہوں اپنی زندگی میں بخشش کر کے قبضہ دے کر مالک ومختار بنادے تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

بہن کو حق نہ دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: ترکہ تقسیم کرنے کے بارے میں بھائی کی نیت خراب ہے' یعنی باپ کے ترکہ میں سے بہنوں کا حق دینے کے لیے بھائی راضی نہیں ہے تو اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: میراث کی تقسیم کے بارے میں شرعی حکم نہ ماننا اور لڑکیوں کو ان کے حق سے محروم کرنا اور ان کو ان کا حق نہ دینا بہت سخت گناہ کا کام ہے بلکہ حد کفر تک پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ خدائے پاک نے اپنے کلام پاک میں وراثت کے قانون وقواعد بیان کرنے کے بعد صریح الفاظ میں فرمایا:

"ومن یعص اللّٰہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیھا ولہ عذاب مھین"

(یعنی اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقررہ حدود سے تجاوز کرے گا تو اس کو جہنم میں ڈال دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔) (سورہ نساء) لہٰذا صورت مسئولہ میں بہنوں کو ان کا حق دینا ضروری ہے انکار کرنا رسم کفار کی اتباع ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۲۵۳۔

میراث سے متعلق چند سوالات

سوال...... زید صاحب رشد وہدایت فوت ہوا اس کے دو لڑکے (عمرو بالغ اور خالد نابالغ تھے) اور چار لڑکیاں تین بالغ اور ایک نابالغ اور دو زوجہ تھیں زید نے وفات سے چند روز پہلے قرضہ تحریر کرایا جو چھپن سو ہوا۔ ان میں سے دو سو اٹھارہ روپے متوفی نے خود ادا کر دیئے اور باقی روپے کی نسبت بڑے عمرو سے کہا کہ تجہیز وتکفین کے بعد پہلے میرا قرضہ ادا کرنا پھر دوسرے کام کرنا اور ایک ہزار میری قبر پر لگانا اور کہا کہ میں نے ہر ایک وارث کا حصہ ادا کر کے راضی کیا ہے محافظ مال ہندہ (غیر وارث) سے کہا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ عمرو کو دے دینا کہ اس کا حصہ ہے اور پانچ سو روپے جو شادی سے متعلق ہیں وہ بھی دے دینا پھر عمرو سے کہا کہ تو بھی اپنی طرف سے سو روپے دختر ہندہ کو دے دینا اور اپنے چھوٹے بھائی کی تعلیم وتربیت کرنا مگر اراضی' مکانات' زیورات پشمینہ کپڑے یا برتن مسی کسی وارث کے پاس تھے ان کی نسبت کچھ نہ کہا مگر حویلی الگ

الگ ورثاء کو دے رکھی تھی اور کچھ حصے میں وہ محافظ مال رہتی تھی جب محافظ بیت اللہ کو چلے گئے تو وہ مکان عمرو کے قبضے میں آ گئے اور زید نے عمرو کو انتقال سے کچھ پہلے حکم دیا کہ دروازوں کا قفل لگا دو کہ قبضہ متحقق ہو جائے اور توشے خانے پر جہاں محافظ تھے اس کا قفل لگ گیا تو مال غبن باہر نہ جا سکے گا عمر نے قفل لگا دیئے مگر جس میں زید بیمار تھا اس کو قفل نہ لگ سکا زید کا انتقال ہو گیا تو عمرو تکفین وغیرہ میں لگ گیا اور محافظ مال کا داؤ لگ گیا اور سب مال ایسی ایسی جگہ رکھ دیا کہ جہاں عمرو کا زور نہ تھا دو چار دن بعد عمرو نے محافظ سے کہا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ ہندہ نے کہا کہ میرے پاس وہی آٹھ سو روپیہ ہے عمرو نے کہا وہی لے آؤ وہ لائی تو عمرو نے حسب وصیت سو روپے اس کو دیئے محافظ نے ان روپوں اور برتنوں کے علاوہ عمرو کو کچھ نہ دیا اور خود بیت اللہ کو چلی گئی اور وہیں مر گئی اور عمرو نے حسب وصیت تمام قرضہ ادا کیا بعد ازاں ورثاء سے کہا کہ جائیداد کا کچھ حصہ لے چکے ہو اب جو جائیداد زید نے تقسیم نہیں کی تھی اور حسب حصہ لے لو اور موافق حصے کے قرضہ دو سب نے کہا کہ نہ ہم حصہ لیتے نہ قرضہ دیتے۔

عمرو نے حسب وصیت خانقاہ کی تعمیر شروع کی اسی دوران حویلی کی جانب شمال میں آگ لگ گئی تو عمرو نے چاہا کہ تعمیر کرا دے تب والدہ خالد اور ننھیالی مانع آئے کہ ہم پیسہ نہیں دے سکتے اپنا حصہ خواہ بنا لو ردوقدح کے بعد تعمیر کی اجازت ہوئی تو عمرو نے تعویذ اور ہدایا وغیرہ کی آمدنی سے وہ تیار کی۔

اور عمرو نے اپنی مذکورہ آمدنی سے کچھ اراضیات خرید کی ہیں اور بعض مریدین نے ہبہ کی ہیں اور بعض لوگوں نے زید کو زمینیں ہبہ کی تھیں مگر قبضہ وکاغذات مکمل نہ ہوا تھا عمرو نے ان کو بھی اپنے قبضہ میں لیا اسی طرح مویشی کپڑا' برتن اور مکانات زید نے تیار کئے ہیں اور سرکار کی طرف سے وہ معافیات جو زید کے وقت تھیں اور زید کے انتقال کے وقت بسبب قید دین حیات ضبط ہو گئی تھیں عمرو کے نام پھر واگذار ہوئی ہیں بلکہ بعض جدید اس کے نام ہوئی ہیں مگر کاغذات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کل اس کے لئے ہیں جو زید کا جانشین ہو اس سال ورثاء میں تقسیم کی کچھ بات چلی ہے فریقین کو فیصلہ شرعی منظور ہے لہٰذا ان امور کا جواب تحریر فرمائیں۔

ا۔ جو اراضیات اور پارچے وغیرہ عمرو کو ہبہ یا رہن مریدین یا غیر مریدین سے حاصل ہوئے ہیں ان میں باقی ورثاء شریک ہیں یا نہیں؟

جواب..... زید کے ورثہ زید کے ترکے سے حصہ پا سکتے ہیں اور ترکہ وہ مال ہے جو میت بوقت موت اپنی ملک میں چھوڑے پس جو چیزیں خاص عمرو کی ملک میں آئی ہیں ان

میں ورثاء زید کا حق نہیں ہو سکتا ہے۔

۳۔حویلی جس طرح زید نے ہر وارث کو دے رکھی تھی اسی طرح رہنی چاہئے یا دوبارہ تقسیم ہو۔

جواب......حویلی جو زید نے تقسیم کر کے ہر ایک کا قبضہ کرادیا تھا وہ ہر وارث کی ملک ہو گیا پس ترکہ نہ رہا اور اس کی جدید تقسیم نہیں ہو سکتی وہی تقسیم بحال رہے گی۔

۴۔بڑی حویلی سے متصل چھوٹی حویلی جو زید نے زمین مشترک میں تیار کرائی ہے کس طرح تقسیم ہو؟

جواب......زمین مشترک میں شرکاء کی اجازت کے بغیر اگر کچھ تعمیر کرے تو وہ بنائے خاص اسکی ہوتی ہے اور زمین مشترک رہتی ہے اور اجازت دینے کی صورت میں بھی حق رجوع ہوتا ہے۔

۵۔مریدین کا اپنے پیر کی اولاد کی جو خدمت کرتے ہیں اور تعویذ وغیرہ کی آمدنی اور دیگر اشخاص جو خدمت کرتے ہیں شرع اس میں کیا مقرر کرتی ہے؟

جواب......مریدین کا اپنے پیرزادوں کی خدمت اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کا سجادہ نشین کی خدمت کرنا یہ ہبہ واجرت کے حکم میں ہے پس کرنے والا جس کو دے گا وہ اسی کی ملک ہوگا دوسرے شخص کا اس میں کچھ حق نہیں۔

۶۔جو کچھ جائیداد زیورات وغیرہ موت زید کے وقت سے وارثوں کے قبضے میں ہیں لیکن ہبہ قطعی کی اطلاع نہیں ہے اسی کی ہے یا تقسیم ہونی چاہئے؟

جواب......زید نے جو چیز ہبہ کر کے قبضہ کرادیا وہ اسی کی ہوگی ترکہ سے خارج رہے گی اور اس کے علاوہ تقسیم میں داخل ہوگی۔

۷۔کتب اور فرش اور حمام اور باغ تقسیم ہونے چاہئیں یا نہیں؟

جواب......ان سب چیزوں کی تقسیم ہوگی اس وجہ سے کہ یہ سب ترکے میں داخل ہیں۔

۸۔جو باغات اور کنویں وغیرہ جو عمرو نے زمین مشترک میں بنوائے ہیں ان کی تقسیم کس طرح ہونی چاہئے؟

سوال......زمین مشترک کی قسمت باعتبار قیمت کے ہوگی اور درخت وغیرہ عمرو کے ہوں گے اگر اس نے اپنے مال خاص سے نصب کئے ہیں۔

۹۔معافیات جو فقراء کے مصارف کے واسطے ہے متعلق مکان رہنی چاہئے یا تقسیم ہونی چاہئے؟

جواب......زید کے مرنے کے بعد جو معافیات ضبط ہوگئی تھیں اور پھر عمرو کے نام عطا ہوئی ہیں ان میں اور ایسے ہی ان معافیات میں جو ابتداء عمرو کو عطا ہوئی ہیں تقسیم نہیں ہوگی عطائے سرکاری اسی شخص کی ہوتی ہے جس کے نام پر مقرر ہو۔

۱۔جو زمین زید کو ناقص ہبہ کے ذریعے ملی تھیں اور تکمیل کاغذات اور قبضہ عمرو نے کیا ہے کیا ان کی بھی تقسیم ہونی چاہئے؟

جواب......جو زمین زید کو ایام حیات میں کسی نے ہبہ کی تھیں مگر قبضہ نہیں ہوا تھا وہ ملک زید میں نہیں آتی اس وجہ سے کہ ہبہ بدون قبضہ مفید ملک نہیں ہوتا پس وہ ترکے سے خارج رہے گی۔

۱۱۔مرد دیوان خانہ مسافرین کے برتن کی تقسیم ہونی چاہئے یا نہیں؟

۱۲۔حویلی خام زید نے جو مسافروں کے لئے بنوائی تھی تقسیم ہونی چاہئے یا نہیں؟

جواب......جو چیز ان میں سے زید نے بطور وقف قائم رکھی ہیں ان میں تقسیم جاری نہ ہوگی

۱۳۔جو چیز اولاد عمرو کو ہبہ ہوئی ہیں یا انہوں نے خرید کی ہیں اس سے عمرو کو یا دیگر ورثاء کو کوئی تعلق ہے یا نہیں؟

جواب......ایسی چیزوں میں عمرو کو اور زید کے دوسرے ورثاء کو کچھ تعلق نہیں وہ چیزیں انہیں کی ہیں جن کی ملک میں بذریعہ کسی سبب کے داخل ہوئی ہیں

۱۴۔ورثاء کے اقرار کے مطابق کہ نہ ہم حصہ لیتے ہیں اور نہ قرض دیتے ہیں اور اس جائیداد سے لا دعویٰ ہیں یا نہیں اور قول عمرو کا کہ کل کو میں غریب ہوگیا اور تم مال دار تو پھر یہ نہیں ہوگا کہ تم قرضہ کا روپیہ دو اور خواستگار حصے کے ہو ان کے عدم استحقاق میں مؤثر ہے یا نہیں؟

جواب......ورثاء کا یہ اقرار ان کے حق کو باطل نہ کرے گا اور ان کو حصوں کے دعوے کا حق پہنچتا ہے مگر جب وہ حصہ لے لیں گے تو قرضہ بھی حصوں کے موافق ہوگا اور جو قرضہ عمرو نے ادا کیا ہے وہ ان پر بقدر حصص کے عود کرے گا۔ (فتاویٰ عبدالحیٔ ج ۲ ص ۳۹۴)

توریث ذوی الارحام کی ایک صورت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سوندھے خان کا انتقال ہوا اس کا ترکہ اس کے بیٹے فرض اللہ خان کو ملا پھر فرض اللہ خان کا انتقال ہوا اس کا ترکہ اس کے فرزند مقصود علی

خان وصادق علی خان کو ملا۔ مقصود علی خان نے لاولد انتقال کیا صادق علی خان نے ایک دختر چھوڑی جس کا نام رفیقہ ہے یہ دختر نابالغ فوت ہوگئی اس نے کچھ نہیں چھوڑا دختر کا صرف ایک ماموں زندہ ہے جو اس کے ترکہ کا حقدار بننا چاہتا ہے اور میں مسمی عطا محمد خان اس کا پھوپھی زاد بھائی ہوں مجھے اس ترکہ میں سے کچھ حصہ پہنچتا ہے یا نہیں اور کل ترکہ کا حقدار کون ہوگا۔

جواب......صورت مسئولہ میں اگر مساۃ رفیقہ کا کوئی عصبہ قریب یا بعید زندہ نہیں اور یہ جب معلوم ہوسکتا ہے کہ مساۃ رفیقہ کے باپ دادا' پردادا وغیرہ کی اولاد کو اوپر تک خوب تفتیش کرلیا جاوے تو اس وقت بھی اگر کوئی عصبہ نہ ملے اور صرف ماموں اور پھوپھی زاد بھائی ہی وارث ہوں تو کل ترکہ کا مستحق ماموں ہوگا اگر وہ ماموں حقیقی ہے کیونکہ اس کی قرابت قریب ہے وہ میت کی ماں کا بھائی ہے اور پھوپھی زاد بھائی باپ کی بہن کا لڑکا ہے اس کی قرابت بعید ہوگئی ماموں ذوی الارحام کی قسم رابع میں نمبر اول ہے اور پھوپھی زاد بھائی نمبر دوم ہے اور نمبر اول کے سامنے نمبر دوم محروم رہتے ہیں۔ واللہ اعلم

تتمہ سوال بالا

مساۃ مذکورہ کی پھوپھی اور چچی حقیقی بھی زندہ ہے اور ماموں بھی حقیقی ہے اب یہ تحریر کیجئے کہ ان دونوں میں سے کسی کو حق پہنچتا ہے یا نہیں اور پھوپھی حق لینا چاہتی ہے اور چچی یہاں موجود نہیں صرف پھوپھی کے متعلق تحریر فرمادیجئے۔

جواب......اس صورت میں مساۃ مذکورہ کا ترکہ تین سہام میں کرکے دو سہام پھوپھی کو اور ایک حصہ ماموں کو ملے گا اور چچی کو محض چچا کی بیوی ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں مل سکتا ہاں اگر اس کو مساۃ مرحومہ کے ساتھ خود بھی کچھ قرابت ہو تو اس کو بیان کرکے سوال دوبارہ کریں۔ واللہ اعلم۔

(امداد الاحکام ج ۴ ص ۶۰۱)

۱-مفقود کو کسی سے ترکہ ملے اسکا کیا حکم ہے؟
۲-مفقود کے ذاتی مال کا کیا حکم ہے؟

سوال: ایک عورت کا انتقال ہوگیا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں ہے' شوہر کا انتقال اس کی زندگی میں ہوگیا' والدین میں سے بھی کوئی نہیں' صرف اس کے چار بھائی ہیں اور ان میں سے ایک بھائی لاپتہ ہے تو مرحومہ کا ترکہ پورا جو بھائی موجود ہیں ان میں تقسیم کیا جائے یا لاپتہ بھائی کا بھی اس میں حق ہے؟ اگر اس کا حق لگتا ہو تو جو اس کے حصہ میں آئے اس کا کیا کیا جائے؟ کیا اس کے

وارثوں کو دے دیں؟

نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جو بھائی لاپتہ ہے اس کا اپنا ذاتی مال وملکیت ہے کیا اس کی ملکیت اس کے وارثوں میں تقسیم کر دی جائے؟ اس کا ایک لڑکا ایک لڑکی اور ایک بیوی ہے' مدلل و مفصل واضح جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا توجروا

جواب: اس مرحومہ عورت کے صرف چار بھائی ہی ہوں ان کے علاوہ اور کوئی نہ ہو تو مرحومہ کے ترکہ کے چار حصے ہوں گے اور ہر بھائی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔

مرحومہ کا ایک بھائی مفقود (لاپتہ) ہے اس کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک زندہ مانا جائے گا جب تک اس کے ہم عمر زندہ ہیں۔ جب اس کے ہم عمر مر جائیں تب اس کو متوفی اور مردہ سمجھا جائے گا اور نوے ۹۰ سال کی عمر ایسی مانی گئی ہے کہ اس کے ہم عمر عموماً اتنی مدت میں انتقال کر جاتے ہیں۔ (ہاں بعض صورتوں میں جیسے کہ جنگ میں گم ہو گیا ہو یا ٹی بی یا کینسر وغیرہ مرض مہلک میں غائب ہو گیا ہو یا دریا میں کام کرتے ہوئے لاپتہ ہو گیا ہو اور شرعی قاضی کو یا اس کے قائم مقام شرعی پنچایت کو اس کی موت کا غالب گمان ہو جائے تو وہ موت کا حکم دے سکتا ہے یا شہادت شرعیہ سے اس کی موت کا ثبوت ہو جائے تو اس کو مردہ تسلیم کیا جائے گا۔)

مفقود کا اپنا ذاتی مال و جائیداد ہے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے جب اس کی موت کا حکم لگایا جائے گا اس وقت اس کے جو وارث زندہ ہوں گے ان میں وہ مال شرعی طور پر تقسیم کیا جائے گا اس کی موت کے حکم سے پہلے جن کا انتقال ہو گیا ہو محروم ہوں گے یہ تو خود اس کے ذاتی مال کا حکم ہے۔

اور دوسروں سے اس کو جو مال بطور وراثت ملتا ہے وہ بطور امانت محفوظ رکھا جائے۔ اگر وہ آجائے تو وہ مال اس کو سپرد کر دیا جائے اور اگر واپس نہ آئے تو جب مندرجہ بالا اصول کے مطابق اس کی موت کا حکم لگایا جائے اس وقت وہ مال جو بطور امانت محفوظ رکھا تھا جس مورث سے اس کو وہ مال ملا تھا وہ مال اسی مورث کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔ (مفقود کے وارثوں میں تقسیم نہ کیا جائے) لیکن اس وقت کے وارثوں کا اعتبار نہیں بلکہ ان وارثوں پر لوٹایا جائے جو مورث کے انتقال کے وقت موجود تھے ان وارثوں میں جو زندہ ہوں گے وہ خود اس مال کو لیں گے اور جو انتقال کر گئے ہوں وہ حصہ ان کے وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ (سراجی و مفید الورثین وغیرہ)

صورت مسئولہ میں مفقود کو اپنی بہن سے جو ایک حصہ ملا ہے وہ کسی امانت دار کے پاس محفوظ رکھا جائے اگر وہ آ جائے تو اس کو وہ حصہ دے دیا جائے اور اگر نہ آئے تو جس وقت اس کی موت کا حکم لگایا جائے یہ ایک حصہ اس کی مرحومہ بہن کے جو تین بھائی اس کے انتقال کے وقت زندہ تھے ان میں مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ اگر ان میں سے کسی بھائی کا انتقال ہو جائے تو اس کے حصہ میں جو مال آتا ہے وہ اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

اور جو مفقود کا ذاتی مال ہے اس کو بھی محفوظ رکھا جائے' وارثوں میں تقسیم نہ کیا جائے۔ جب اس کی موت کا حکم لگایا جائے اس وقت اگر یہ وارث یعنی بیوی' لڑکا' لڑکی زندہ ہوں تو مفقود کے ترکہ کے چوبیس ۲۴ سہام ہوں گے۔ آٹھ سہام بیوی کو' چودہ سہام لڑکے کو' سات سہام لڑکی کو ملیں گے اور اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو جو زندہ ہوں گے ان میں مفقود کا ترکہ تقسیم ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ فتاویٰ رحیمیہ ج ۱۰ ص ۲۷۳۔

وصیت

وصیت کی تعریف' نیز وصیت کس کو کی جاتی ہے؟

سوال: وصیت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا موصی یہ وصیت ہر اس شخص کو کر سکتا ہے جو خاندان کا فرد ہو اور موصی کی وصیت پر عملدرآمد کرا سکتے یا وصیت اولاد ہی کو کی جا سکتی ہے؟

جواب: وصی ہر اس شخص کو بنایا جا سکتا ہے جو نیک' دیانتدار اور شرعی مسائل سے واقف ہو۔ خاندان کا فرد ہو یا نہ ہو۔

سرپرست کی شرعی حیثیت

سوال: ایک سرپرست کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مثال کے طور پر زید ایک مطلقہ عورت سے شادی کرے اور وہ خاتون ایک ڈیڑھ سالہ بچہ بھی اپنے سابقہ شوہر کا ساتھ لائے تو ایسے بچے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا یہ بچی اپنی والدیت میں اپنے اصلی باپ کی جگہ اس سرپرست کا نام استعمال کر سکتا ہے؟ جواب سے مستفید فرمائیں!!!

جواب: سوتیلا باپ اعزاز و اکرام کا مستحق ہے اور بچے پر شفقت بھی ضرور باپ ہی کی طرح کرنی

چاہیے لیکن نسب کی نسبت حقیقی باپ کے بجائے اس کی طرف کرنا صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

بہنوں کے ہوتے ہوئے مرحوم کا صرف اپنے بھائی کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں

سوال: ایک نیک آدمی جو گورنمنٹ ملازم تھا نو ماہ کی بیماری کے بعد انتقال کر گیا۔ اس نے شادی نہیں کی تھی اور والدین کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کا صرف ایک بھائی ہے اور چار بہنیں ہیں جس میں سے تین بہنیں شادی شدہ ہیں اور ایک بہن کی شادی نہیں ہو سکی۔ مرنے سے پہلے اس آدمی نے اپنی زمین اور دفتر سے واجبات کی ادائیگی کے لیے بھائی کو نامزد کیا ہے۔ زبانی بھی سب بہنوں کے سامنے کیا اور لکھ کر بھی دیا کہ میری ہر چیز کا مالک میرا چھوٹا بھائی ہے۔ اب آپ سے فقہ کی روشنی میں یہ پوچھنا ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے مرنے والے کی پنشن اور دیگر واجبات مل جائیں تو صرف بھائی اس کا حق دار ہوگا یا بہنوں کو بھی حصہ دیا جائے گا؟ جب کہ مرنے والے نے صرف بھائی کو ہی نامزد کیا ہے اور کہا ہے کہ میری ہر چیز کا مالک میرا بھائی ہے؟

جواب: مرحوم کی وصیت غلط ہے' بہنیں بھی حصہ دار ہوں گی۔ مرحوم کے ترکہ کے (جس میں واجبات وغیرہ بھی شامل ہیں) چھ حصے ہوں گے' دو بھائی کے اور ایک ایک چاروں بہنوں کا۔

کمپنی کی طرف سے مرحوم کو دیئے جانیوالے واجبات کا مسئلہ

سوال: فقہ کی روشنی میں کیا حکومت اور مرنے والے کے دفتر والوں کو اس کی پنشن اور دیگر واجبات جو کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ بنتے ہیں اس کے نامزد کردہ بھائی یا بہنوں کو ادا کرنے چاہئیں؟ جب کہ اس کی بیوی بچے نہیں ہیں اور والدین بھی نہیں یا یہ رقم دفتر والے خود رکھ لیں؟ کیونکہ دفتر والوں نے اس رقم کی ادائیگی سے نامزد کردہ حقیقی بھائی اور بہنوں کو انکار کر دیا ہے یہ کہہ کر کہ مرنے والے کے بیوی بچے نہیں ہیں اور والدین بھی نہیں ہیں جب کہ فقہ کی روشنی میں اگر سگے بھائی بہن موجود نہ ہوں تو حق دار اور وارث بھتیجے اور بھانجے ہوتے ہیں؟

جواب: پنشن اور دیگر واجبات میں حکومت کا متعلقہ قانون لائق اعتبار ہے۔ اگر قانون یہی ہے کہ جب مرنے والے کے والدین اور بیوی بچے نہ ہوں تو کسی دوسرے عزیز کو پنشن اور دیگر واجبات نہیں دیئے جائیں گے تو دفتر والوں کی بات صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ (آپ کے مسائل جلد ۶)

جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ

سوال: مرحوم کی جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یعنی سب سے پہلے کسے دیں کیا دیں؟

جواب: مرحوم نے بوقت انتقال اپنی ملکیت میں جو کچھ بڑا چھوٹا ساز وسامان منقولہ وغیر منقولہ جائیداد ٔدکان ٔمکان ٔپلاٹ ٔنقدی ٔسونا ٔچاندی ٔزیورات ٔ کپڑے ٔبرتن ٔغرض یہ کہ جو کچھ بھی چھوڑا ٔمرحوم کا ترکہ ہے جس میں سب سے پہلے مرحوم کی تجہیز و تکفین کے متوسط مصارف (سنت کے مطابق) نکالے جائیں۔ اس کے بعد مرحوم پر کوئی قرضہ ہوتو اس کو ادا کیا جائے اور اگر بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا اور بیوی نے معاف بھی نہیں کیا تھا تو اس کو بھی ادا کیا جائے کیونکہ یہ بھی قرضہ ہے اس کے بعد مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی تھی تو باقی ماندہ ترکہ میں سے ایک تہائی کی حد تک اس پر عمل کیا جائے اس کے بعد ذوی الفروض کے حصے دیئے جائیں پھر دوسروں کے اور عصبات کے حصے دیئے جائیں۔ (ملخص) (آپ کے مسائل جلد ۶)

ترغیب وصیت

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو۔ پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کے پاس اس کی لکھی ہوئی وصیت نہ ہو۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صراط مستقیم اور طریق سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت پر مرا۔

(۳) تیسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بے شک مرد وعورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں پھر ان کی موت قریب آجاتی ہے۔ پس وہ وارث کو نقصان دینے کے لیے وصیت کرتے ہیں۔ پس واجب ہوتی ہے ان کے لیے آگ۔ (ابن ماجہ ٔترمذی ٔابوداؤد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

منکہ......ولد......قوم......عمر......مسلک......پیشہ......سکونت......شناختی کارڈ نمبر......

بقائمی حواس بغیر جبر وترغیب کسی کے وصیت لکھتا ہوں کہ اللہ پاک کی ذات وصفات اور افعال میں خاصان خدا شریک نہیں۔ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ ان کے یار ٔازواج و آل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عزت کرتا ہوں۔ رسومات شرک وبدعات سے نفرت کرتا ہوں اور مرزائیوں کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں اور اپنے ورثاء کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے ذمہ جو اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق واجب ہیں حسب حکم شریعت ان کی ادائیگی کریں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔ (دستخط وصیت کنندہ)

بقایا عبادات مع فدیہ

		سیر	من
قضا نمازیں مع وتر تعداد فدیہ گندم			
قضا روزے فرض تعداد فدیہ گندم			
سجدہ تلاوت تعداد فدیہ گندم			
صدقہ فطر تعداد فدیہ گندم			
میزان گندم			

فی فدیہ ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک احتیاطاً ۲ سیر گندم فدیہ کی گندم' صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بوقت اداء کے ہو............ یہی حال حج کے خرچ کا ہے۔

تفصیل

	روپیہ	پیسہ
قیمت گندم فی من کل قیمت گندم		
زکوٰۃ واجب الادا کل قیمت رقم		
قضاء قربانی جتنے سال نہ کی ہو موجودہ قیمت قربانی ہر سال کل میزان		
حج فرض اگر ذمہ ہے تو حج بدل کرانے کا موجودہ خرچہ اندازاً		
دیگر اگر کچھ ذمہ ہو		

فدیہ عبادات کی رقم کل میزان		

مسئلہ: اگر نمازوں اور روزوں کا فدیہ اور حج کا خرچ ۳/۱ مال سے زائد ہو جائے تو ادا کرنا وارثوں پر واجب نہیں سب کی اجازت ہو تو درست ہے۔ مگر نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ (بہشتی زیور)

اگر غریب ہو تو جہاں سے حج بدل کرانے کا خرچہ پورا ہو وہاں سے کرالے۔

نوٹ: اگر وصیت کنندہ صحت مند ہے تو ہمت کر کے نمازیں روزے خود پورے کرے ورنہ وصیت واجب ہے۔

قرضہ واجب الادا مع امانت — قرضہ واجب الوصول مع امانت

تفصیل مع نام و پتہ قرض خواہ	پیسہ	روپیہ	تفصیل مع نام و پتہ مقروض	پیسہ	روپیہ

میزان — میزان

تفصیل جائیداد	نمبر خسرہ	مقام	مالیت	روپیہ
			میزان مالیت	

تفصیل ترکہ سامان وغیرہ میت	مالیت روپیہ	میزان ہائے تخمینہ بذمہ میت	روپیہ
		فدیہ عبادات وغیرہ میزان	

		قرضہ واجب الادا یا امانتیں میزان	
		کل میزان	
		میزان مالیت ترکہ جائیداد	
		قیمت سامان وغیرہ میزان	
		قرضہ یا امانتیں قابل وصول میزان	
		میزان کل مالیت ترکہ میت	
		اندازاً بقایا قرض میزان	
		یا	
		بقایا مالیت میت بعد وضع قرضہ وغیرہ میزان	
میزان			

آخری التجا: اگر قرضہ ترکہ سے زائد ہوگیا تو بالغ اولاد ادائیگی کر سکے تو بہتر ورنہ قرض خواہوں سے معاف کرایا جائے۔

۱/۳ حصہ ترکہ کے لیے اگر وصیت کرنا چاہے مع مالیت

غریب رشتہ دار غیر وارث	پیسہ	روپیہ
مساجد مدرسہ یا ادارہ		
خدمت گار		
فقراء ومساکین		

نوٹ: ادائیگی قرضہ اور اجراء وصیت کے بعد باقی ترکہ کسی عالم سے تقسیم کرا کر اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کرلیں اور قانونی اندراجات بھی مکمل کرلیں۔

نابالغ اولاد تعلیم وشادی کیلئے خصوصی ہر ایک کا حصہ ممتاز کر کے بچہ اگر سمجھ دار ہو تو اس کا قبضہ معتبر ہے ورنہ ولی کا قبضہ کرادیں اور اس کی تفصیل میں لکھ دیں۔	ضروری کاغذات کیا اور کہاں ہیں وصیت پر عمل کرانے والے کا نام

نمبر شمار	نام وارثان	خصوصی ہدایات وتاثرات

قابل اعتماد خاص دوست کا نام مع پتہ نامکمل کام

بیوی رشوہر خصوصی وصیتیں	آئندہ رشتہ لین دین کیلئے رائے	نصیحت کی کچھ اور باتیں

نوٹ: تمام وصیت بعد الموت قابل عملدرآمد ہے اگر اس میں شریعت کے خلاف کچھ لکھا گیا ہو تو فتوے پر عمل کریں۔

العــــــــــــــبد

العــــــــــــــبد العــــــــــــــبد

العــــــــــــــبد العــــــــــــــبد

گواہ شد گواہ شد گواہ شد

اگر کچھ رجسٹری کرانا چاہیں تو اس خالی جگہ میں تفصیل لکھ کر رجسٹری کرالیں.....مہر رجسٹرار صاحب

(ہر ذمہ دار مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر کرتا ہے تاکہ زندگی کے انتقال پر اس کے ذمہ کسی کے حقوق نہ رہیں اور اگر ہوں تو وہ بصورت وصیت درج ہوں۔ وصیت نامہ تحریر کرنے کے لیے یہ فارم دیا جارہا ہے جیسے والد محترم حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی مدظلہم نے بڑی محنت سے مرتب فرمایا تھا جس پر اکابرین کی طرف سے دعاؤں اور علماء کرام کی طرف سے

تصدیق ہوتی رہی۔ قارئین کی سہولت کے پیش نظر اس فارم کو مختصر انداز میں دیا جا رہا ہے جس کی فوٹو سٹیٹ لیکر آپ حسب ضرورت اس میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ فکر آخرت رکھنے والے قارئین کیلئے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔) محاسن اسلام۔

جہاد اور شہید کے احکام

اسلام میں شہادت فی سبیل اللہ کا مقام

سوال: اسلام میں جہاد اور شہادت کا کیا مرتبہ اور مقام ہے؟ ہمارے ہاں آج کل یہ عنوان موضوع بحث ہے تفصیل سے آگاہ فرمادیں؟

جواب: اس عنوان پر نئی تحریر کے بجائے مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے اس مقالہ کا ترجمہ پیش کیا جائے جو راقم الحروف نے آج سے کئی سال قبل کیا تھا۔ حضرت بنوریؒ اواخر مارچ ۱۹۷۱ء میں مجمع البحوث الاسلامیہ مصر کی چھٹی کانفرنس میں شرکت کے لیے قاہرہ تشریف لے گئے تھے۔ تقریباً تیس بتیس عنوانات میں سے مذکورہ بالا عنوان پر مقالہ لکھا اور پڑھا جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین۔ ولا عدوان الا علی الظالمین' والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و خاتم النبیین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وتابعیھم اجمعین.

امابعد: حضرات! اسلام میں شہادت فی سبیل اللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ (نبوت وصدیقیت کے بعد) کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی اس کی گرد کو نہیں پا سکتا۔ اسلام کے مثالی دور میں اسلام اور مسلمانوں کو جو ترقی نصیب ہوئی وہ ان شہداء کی جاں نثاری وجانبازی کا فیض تھا جنہوں نے اللہ رب العزت کی خوشنودی اور کلمہ اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے خون سے اسلام کے سدابہار چمن کو سیراب کیا۔ شہادت سے ایک ایسی پائیدار زندگی نصیب ہوتی ہے جس کا نقش دوام جریدہ عالم پر ثبت رہتا ہے جسے صدیوں کا گرد وغبار بھی نہیں دھندلا سکتا اور جس کے نتائج وثمرات انسانی معاشرے میں رہتی دنیا تک قائم ودائم رہتے ہیں۔ کتاب اللہ کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں شہادت اور شہید کے اس قدر فضائل بیان ہوئے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور

شک وشبہ کی ادنیٰ گنجائش باقی نہیں رہتی۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: **انّ اللّٰہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنّۃ یقاتلون فی سبیل اللّٰہ فیقتلون' ویقتلون وعدًا علیہ حقًا فی التّوراۃ والانجیل والقرآن' ومن اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ من اللّٰہ فاستبشروا ببیعکُمُ الّذی بَایَعتم بہٖ' وذالک ھو الفوز العظیم.** (التوبہ)

ترجمہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ توریت اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے؟ تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا معاملہ تم نے ٹھہرایا ہے' خوشی مناؤ اور یہ ہی بڑی کامیابی ہے۔''

سبحان اللہ! شہادت اور جہاد کی اس سے بہتر ترغیب ہو سکتی ہے؟ اللہ رب العزت خود بنفس نفیس بندوں کی جان و مال کا خریدار ہے جن کا وہ خود مالک و رزاق ہے اور اس کی قیمت کتنی اونچی اور کتنی گراں رکھی گئی جنت۔ پھر فرمایا گیا کہ یہ سودا کچا نہیں کہ اس میں فسخ کا احتمال ہو بلکہ اتنا پکا اور قطعی ہے کہ توریت وانجیل اور قرآن' تمام آسمانی صحیفوں اور خدائی دستاویزوں میں یہ عہد و پیمان درج ہے اور اس پر تمام انبیاء و رسل اور ان کی عظیم الشان اُمتوں کی گواہی ثبت ہے پھر اس مضمون کو مزید پختہ کرنے کے لیے کہ خدائی وعدوں میں وعدہ خلافی کا کوئی احتمال نہیں' فرمایا گیا ہے ''**ومن اوفٰی بعھدہ من اللّٰہ**'' یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدہ اور عہد و پیمان کی لاج رکھنے والا کون ہو سکتا ہے؟ کیا مخلوق میں کوئی ایسا ہے جو خالق کے ایفائے عہد کی ریس کر سکے؟ نہیں! ہرگز نہیں! مرتبہ شہادت کی بلندی اور شہید کی فضیلت و منقبت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی یہی ایک آیت کافی و وافی ہے۔ امام طبری' عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے مسجد میں ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا اور ایک انصاری صحابی بول اٹھے: واہ واہ! کیسی عمدہ بیع اور کیسا سودمند سودا ہے۔ واللہ! ہم اسے کبھی فسخ نہیں کریں گے' نہ فسخ ہونے دیں گے۔

نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن یّطع اللّٰہ والرَّسول فاؤلٰئک مع الّذین انعم اللّٰہ علیھم من النَّبیّن

والصّدّیقین والشّھداء والصّالحین وحسن اُولئک رفیقًا. (النساء ع ۹)

ترجمہ: ''اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں راہ خدا کے جانباز شہیدوں کو انبیاء وصدیقین کے بعد تیسرا مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون. (البقرہ ع ۱۹)

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں' مگر تم کو احساس نہیں۔'' نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتًا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتٰھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم ان لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یستبشرون بنعمۃ مّن اللّٰہ وفضل وان اللّٰہ لایضیع اجر المؤمنین. (آل عمران ع ۱۷)

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں' ان کو رزق بھی ملتا ہے' وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر خوش ہوتے ہیں کہ ان پر کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں' نہ وہ مغموم ہوں گے' وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت وفضل خداوندی کے اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔'' (ترجمہ حکیم الامت تھانویؒ)

ان دونوں آیتوں میں اعلان فرمایا گیا کہ شہداء کی موت کو عام انسانوں کی سی موت سمجھنا غلط ہے شہید مرتے نہیں بلکہ مر کر جیتے ہیں' شہادت کے بعد انہیں ایک خاص نوعیت کی ''برزخی حیات'' سے مشرف کیا جاتا ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگراست

یہ شہیدان راہ خدا' بارگاہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور اس کے صلے میں

حق جل شانہ کی طرف سے ان کی عزت وتکریم اور قدر ومنزلت کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی روحوں کو سبز پرندوں کی شکل میں سواریاں عطا کی جاتی ہیں۔ عرش الٰہی سے معلق قندیلیں ان کی قرارگاہ پاتی ہیں اور انہیں اذن عام ہوتا ہے کہ جنت میں جہاں چاہیں جائیں' جہاں چاہیں سیر د تفریح کریں اور جنت کی جس نعمت سے چاہیں لطف اندوز ہوں۔ شہید اور شہادت کی فضیلت میں بڑی کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اس سمندر کے چند قطرے یہاں پیش خدمت ہیں۔

حدیث نمبرا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی' ماقعدت خلف سریّة ولو ددت انی اقتل ثم احیی ثم اقتل احیی ثم اقتل. (اخرجه البخاری فی علة ابواب من کتاب الایمان والجهاد وغیرها فی حدیث طویل)

ترجمہ: ''اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میری اُمت کو مشقت لاحق ہوگی تو میں کسی مجاہد دستہ سے پیچھے نہ رہتا اور میری دلی آرزو یہ ہے کہ میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔''

غور فرمایئے! نبوت اور پھر ختم نبوت وہ بلند وبالا منصب ہے کہ عقل وفہم اور وہم وخیال کی پرواز بھی اس کی رفعت وبلندی کی حدوں کو نہیں چھوسکتی اور یہ انسانی شرف ومجد کا وہ آخری نقطہ عروج اور غایۃ الغایات ہے جس سے اوپر کسی مرتبہ ومنزلت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا لیکن اللہ رے مرتبہ شہادت کی بلندی وبرتری! کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مرتبہ شہادت کی تمنا رکھتے ہیں بلکہ بار بار دنیا میں تشریف لانے اور ہر بار محبوب حقیقی کی خاطر خاک وخون میں لوٹنے کی خواہش کرتے ہیں:

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

صرف اسی ایک حدیث سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مرتبہ شہادت کس قدر اعلیٰ وارفع ہے۔

حدیث نمبر۲: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما من احدیدخل الجنة یحب ان یرجع الی الدنیا وله مافی الارض من شیئ الا الشهید یتمنی ان یرجع الی الدنیا فیقتل عشر مرات

لما یری منالکرامۃ. (اخرجہ البخاری فی باب تمنی المجاھدان یرجع الی الدنیا. ومسلم)

ترجمہ: ''کوئی شخص جو جنت میں داخل ہو جائے یہ نہیں چاہتا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور اسے زمین کی کوئی بڑی سے بڑی نعمت مل جائے' البتہ شہید یہ تمنا ضرور رکھتا ہے کہ وہ دس مرتبہ دنیا میں جائے پھر راہ خدا میں شہید ہو جائے کیونکہ وہ شہادت پر ملنے والے انعامات اور نوازشوں کو دیکھتا ہے۔''

حدیث نمبر۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں بعض دفعہ جہاد کے لیے اس وجہ سے نہیں جاتا کہ بعض (نادار اور) مخلص مسلمانوں کا جی اس بات پر راضی نہیں کہ (میں تو جہاد کے لیے جاؤں اور) وہ مجھ سے پیچھے بیٹھ جائیں (مگر ان کے پاس جہاد کے لیے سواری اور سامان نہیں) اور میرے پاس (بھی) سواری نہیں کہ ان کو جہاد کے لیے تیار کر سکوں۔ اگر یہ عذر نہ ہوتا تو اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں کسی مجاہد دستے سے جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جائے' پیچھے نہ رہا کروں اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے میری تمنا یہ ہے کہ میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔'' (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر۴: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واعلموا ان الجنۃ تحت ظلال السیوف (بخاری)

''جان لو! کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔''

حدیث نمبر۵: حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء عند ربھم یرزقون. الآیۃ

ترجمہ: ''اور جو لوگ راہ خدا میں قتل کر دیئے گئے ان کو مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں' اپنے پروردگار کے مقرب ہیں' ان کو رزق بھی ملتا ہے۔''

تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تفسیر دریافت کی تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ارواحهم فی جوف طیر خضرلها قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حیث شاء ت ثم تاوی الٰی تلک القنادیل فاطلع الیهم ربهم اطلاعةً فقال: هل تشتهون شیئًا' قالوا: ایّ شیءٍ نشتهی ونحن نسرح من الجنة حیث شئنا؟ ففعل ذالک بهم ثلاث مّرات' فلما راؤا انّهم لن یترکوا من ان یسألوا قالوا: یا ربّ! نرید ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتّٰی نقتل فی سبیلک فلمّا رأی ان لیس لهم حاجة ترکوا. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جوف میں سواری کرتی ہیں۔ان کی قرارگاہ وہ قندیلیں ہیں جو عرش الٰہی سے آویزاں ہیں وہ جنت میں جہاں چاہیں سیر وتفریح کرتی ہیں' پھر لوٹ کر انہی قندیلوں میں قرار پکڑتی ہیں۔ایک بار ان کے پروردگار نے ان سے بالمشافہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو؟ عرض کیا: ساری جنت ہمارے لیے مباح کردی گئی ہے ہم جہاں چاہیں آئیں جائیں' اس کے بعد اب کیا خواہش باقی رہ سکتی ہے؟ حق تعالیٰ نے تین بار اصرار فرمایا(کہ اپنی کوئی چاہت تو ضرور بیان کرو'جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی نہ کوئی خواہش عرض کرنا ہی پڑے گی تو عرض کیا: اے پروردگار! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دی جائیں تاکہ ہم تیرے راستے میں ایک بار پھر جام شہادت نوش کریں' اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ اب ان کی کوئی خواہش باقی نہیں' چنانچہ جب یہ ظاہر ہوگیا تو ان کو چھوڑ دیا گیا۔''

حدیث نمبر۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایکلم احد فی سبیل الله. والله اعلم بمن یکلم فی سبیله. الاجاء یوم القیامة وجرحه یثعب دمًا' اللون لون الدم والریح ریح المسک. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: ''جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہو......اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی

ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون کا فوارہ بہہ رہا ہوگا' رنگ خون کا اور خوشبو کستوری کی۔"

حدیث نمبر۷: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

للشهيد عندالله ست خصال يغفرله في اول دفعة ويرى مقعده من الجنة ويجار من عذاب القبر ويأمن من الفزع الاكبر ويوضع على رأسه تاج الوقار' الياقوتة منها خير من الدنيا ومافيها' ويزوج ثنتين وسبعين زوجةً من الحور العين' ويشفع في سبعين من اقربائه. (رواه الترمذي وابن ماجة ومثله عند احمد والطبراني من حديث عبادة بن الصامت)

اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے چھ انعام ہیں:

(۱) اول وہلہ میں اس کی بخشش ہو جاتی ہے۔

(۲) (موت کے وقت) جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔

(۳) عذاب قبر سے محفوظ اور قیامت کے فزع اکبر سے مامون ہوتا ہے۔

(۴) اسکے سر پر "وقار کا تاج" رکھا جاتا ہے جس کا ایک نگینہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

(۵) جنت کی بہتر حوروں سے اس کا بیاہ ہوتا ہے۔

(۶) اور اس کے ستر عزیزوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

حدیث نمبر۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الشهيد لايجد الم القتل كمايجد احدكم القرصة.

(رواه الترمذي والنسائي والدارمي)

ترجمہ: "شہید کو قتل کی اتنی تکلیف بھی نہیں ہوتی جتنی کہ تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے تکلیف ہوتی ہے۔"

حدیث نمبر۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا وقف العباد للحساب جاء قوم واضعی سیوفهم علیٰ رقابهم تقطر دماً. فازدحموا علیٰ باب الجنة فقیل من هولاء؟ قیل الشهداء کانوا احیاء مرزوقین. (روه الطبرانی)

ترجمہ: ''جبکہ لوگ حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے جن سے خون ٹپک رہا ہوگا' یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے' لوگ دریافت کریں گے کہ یہ کون لوگ ہیں (جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا' سیدھے جنت میں آ گئے) انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے جنہیں رزق ملتا تھا۔''

حدیث نمبر ۱۰: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مامن نفس تموت لها عندالله خیر یسرها ان ترجع الی الدنیا' الاالشهید' فانّه یسره ان یرجع الی الدنیا فیقتل مرةً اخریٰ لما یری من فضل الشهادة. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''جس شخص کے لیے اللہ کے ہاں خیر ہو جب وہ مرے تو کبھی دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتا' البتہ شہید اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کی بہترین خواہش یہ ہوتی ہے کہ اسے دنیا میں واپس بھیجا جائے تاکہ وہ ایک بار پھر شہید ہو جائے اس لیے کہ وہ مرتبہ شہادت کی فضیلت دیکھ چکا ہے۔''

حدیث نمبر ۱۱: ابن مندہ نے حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:

''وہ کہتے ہیں کہ اپنے مال کی دیکھ بھال کے لیے میں غابہ گیا' وہاں مجھے رات ہوگئی' میں عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو شہید ہو گئے تھے) کی قبر کے پاس لیٹ گیا' میں نے قبر سے ایسی قرأت سنی کہ اس سے اچھی قرأت کبھی نہیں سنی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قاری عبداللہ (شہید) تھے' تمہیں معلوم نہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھتے ہیں اور انہیں جنت کے درمیان (عرش پر) آویزاں کر دیتے ہیں' رات کا وقت ہوتا ہے تو ان کی روحیں ان کے اجسام میں واپس کر دی جاتی ہیں اور صبح ہوتی ہے تو پھر انہیں قندیلوں میں آ جاتی ہیں۔''

یہ حدیث حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد بھی شہداء کے لیے طاعات کے درجات لکھے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر۱۲: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احد کے قریب سے نہر نکلوائی تو وہاں سے شہداء احد کو ہٹانے کی ضرورت ہوئی' ہم نے ان کو نکالا تو ان کے جسم بالکل تر و تازہ تھے۔ محمد بن عمرو کے اساتذہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جو احد میں شہید ہوئے تھے) نکالا گیا تو ان کا ہاتھ زخم پر رکھا تھا' وہاں سے ہٹایا گیا تو خون کا فوارہ پھوٹ نکلا' زخم پر ہاتھ دوبارہ رکھا گیا تو خون بند ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد ماجد کو ان کی قبر میں دیکھا تو ایسا لگتا تھا گویا سو رہے ہیں جس' چادر میں ان کو کفن دیا گیا تھا وہ جوں کی توں تھی اور پاؤں پر جو گھاس رکھی گئی تھی وہ بھی بدستور اصل حالت میں تھی' اس وقت ان کو شہید ہوئے چھیالیس سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس واقعہ کو کھلی آنکھوں دیکھ لینے کے بعد اب کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ شہداء کی قبریں جب کھودی جاتیں تو جونہی تھوڑی سی مٹی گرتی اس سے کستوری کی خوشبو مہکتی تھی۔''

یہ واقعہ امام بیہقی نے متعدد سندوں سے اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے جیسا کہ تفسیر مظہری میں نقل کیا ہے۔ مندرجہ بالا جواہر نبوت کا خلاصہ مندرجہ ذیل امور ہیں:

اول: شہادت ایسا اعلیٰ وارفع مرتب ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اس کی تمنا کرتے ہیں۔

دوم: مرنے والے کو اگر موت کے بعد عزت و کرامت اور راحت و سکون نصیب ہو تو دنیا میں واپس آنے کی خواہش ہرگز نہیں کرتا۔ البتہ شہید کے سامنے جب شہادت کے فضائل و انعامات کھلتے ہیں تو اسے خواہش ہوتی ہے کہ بار بار دنیا میں آئے اور جام شہادت نوش کرے۔

سوم: حق تعالیٰ شہید کو ایک خاص نوعیت کی ''برزخی حیات'' عطا فرماتے ہیں' شہداء کی ارواح کو جنت میں پرواز کی قدرت ہوتی ہے اور انہیں اذن عام ہے کہ جہاں چاہیں آئیں جائیں' ان کے لیے کوئی روک ٹوک نہیں اور صبح و شام رزق سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

چہارم: حق تعالیٰ نے جس طرح ان کو ''برزخی حیات'' سے ممتاز فرمایا ہے اسی طرح ان کے اجسام بھی محفوظ رہتے ہیں۔ گویا ان کی ارواح کو جسمانی نوعیت اور ان کے اجسام کو روح کی خاصیت حاصل ہوتی ہے۔

پنجم: موت سے شہید کے اعمال ختم نہیں ہوتے نہ اس کی ترقی درجات میں فرق آتا ہے بلکہ موت کے بعد قیامت تک اس کے درجات برابر بلند ہوتے رہتے ہیں۔

ششم: حق تعالیٰ ارواح شہداء کو خصوصی مسکن عطا کرتے ہیں جو یاقوت وزبرجد اور سونے کی قندیلوں کی شکل میں عرش اعظم سے آویزاں رہتے ہیں اور جنت میں چمکتے ستاروں کی طرح نظر آتے ہیں۔

بہت سے عارفین نے جن میں عارف باللہ حضرت شیخ شہید مظہر جان جاناں" بھی شامل ہیں۔ ذکر کیا ہے کہ شہید چونکہ اپنے نفس اپنی جان اور اپنی شخصیت کی قربانی بارگاہ الوہیت میں پیش کرتا ہے اس لیے اس کی جزا اور صلہ میں اسے حق جل شانہ کی تجلی ذاتی سے سرفراز کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں کونین کی ہر نعمت ہیچ ہے۔ آپ کے مسائل ج ۸ ص ۳۵۶۔

حکومت کیخلاف ہنگاموں میں مرنے والے اور افغان چھاپہ مار کیا شہید ہیں؟

سوال: حکومت کے خلاف ہنگامے کرنے والے جب مرجاتے ہیں یا افغان چھاپہ مار مرجاتے ہیں یا ہندوستان کے مسلمان فوجی مارے جاتے ہیں یہ سب شہید ہیں یا نہیں؟ کیونکہ یہ جہاد کے طریقے سے نہیں لڑتے اور ہنگاموں میں مرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟ اخبار میں لکھا جاتا ہے کہ شہداء کی نماز جنازہ ادا کی جارہی ہے؟

جواب: افغان چھاپہ مار تو ایک کافر حکومت کے خلاف لڑتے ہیں ان کے شہید ہونے میں شبہ نہیں۔ ہندوستان کے مسلمان فوجی جب کسی مسلمان حکومت کے خلاف لڑیں ان کو شہید کہنا سمجھ میں نہیں آتا اور حکومت کے خلاف بلووں اور ہنگاموں میں مرنے والوں کی کئی قسمیں ہیں بعض بے گناہ خود بلوائیوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں اور بعض بے گناہ پولیس والوں کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں اور دنگا فساد کی پاداش میں مرتے ہیں اس لیے ان کے بارے میں کوئی قطعی حکم لگانا مشکل ہے۔ (آپ کے مسائل ص ۳۷۵ ج ۸)

کنیزوں کا حکم

سوال: آپ کی توجہ اسلام کے ابتدائی دور میں کنیز لونڈی کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جیسا کہ سورۃ مومنون میں ارشاد خداوندی ہے جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا کنیزوں جو ان کی ملک ہوتی ہیں اسلام میں اب کنیز لونڈی رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور خلفاء راشدین کے دور میں کنیز رکھنے کی اجازت تھی یا نہیں؟

جواب: اسلامی جہاد میں جو مرد اور عورتیں قید ہو کر آتی تھیں ان کو یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا یا ان کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کرایا جاتا تھا ان کو غلام اور باندیاں بنایا جاتا تھا۔ اس قسم کی کنیزیں یا باندیاں بشرطیکہ مسلمان ہو جائیں ان کو بغیر نکاح کے بیوی کے حقوق حاصل ہوتے تھے کیونکہ وہ اس شخص کی ملک ہوتی تھیں قرآن کریم میں وماملکت ایمانکم کے الفاظ سے انہیں غلام اور باندیوں کا ذکر ہے اب ایک عرصے سے جہاد نہیں اس لیے شرعی کنیزوں کا وجود نہیں' آزاد عورتوں کو پکڑ کر فروخت کرنا جائز نہیں اور اس سے وہ باندیاں نہیں بن جاتیں! (آپ کے مسائل ص ۳۸۲ ج ۸)

کیا ہنگاموں میں مرنے والے شہید ہیں

سوال:۔ حیدرآباد اور کراچی میں فسادات اور ہنگاموں میں جو بے قصور ہلاک ہو رہے ہیں کیا ہم ان کو شہید کہہ سکتے ہیں؟ کہہ سکتے ہیں تو کیوں؟ اور نہیں کہہ سکتے تو کیوں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں۔

جواب:۔ شہید کا دنیاوی حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا اور نہ اس کے پہنے ہوئے کپڑے اتارے جاتے ہیں' بلکہ بغیر غسل کے اس کے خون آلود کپڑوں سمیت اس کو کفن پہنا کر (نماز جنازہ کے بعد) دفن کر دیا جاتا ہے۔

شہادت کا یہ حکم اس شخص کے لئے جو: ا۔ مسلمان ہو' ۲۔ عاقل ہو' ۳۔ بالغ ہو' ۴۔ وہ کافروں کے ہاتھوں سے مارا جائے یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جائے اور اس کے بدن پر قتل کے نشانات ہوں' یا ڈاکوؤں یا چوروں نے اس کو قتل کر دیا ہو' یا وہ اپنی مدافعت کرتے ہوئے مارا جائے' یا کسی مسلمان نے اس کو آلہ جارحہ کے ساتھ ظلماً قتل کیا ہو۔

۵۔ یہ شخص مندرجہ بالا صورتوں میں موقع پر ہلاک ہو گیا ہو اور اسے کچھ کھانے پینے کی' یا علاج معالجے کی' یا سونے کی' یا وصیت کرنے کی مہلت نہ ملی ہو' یا ہوش وحواس کی حالت میں اس پر نماز کا وقت نہ گزرا ہو۔

۶۔ اس پر پہلے سے غسل واجب نہ ہو۔

اگر کوئی مسلمان قتل ہو جائے مگر متذکرہ بالا پانچ شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا اور دنیوی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں کہلائے گا۔ البتہ آخرت میں شہداء میں شمار ہوگا۔

اس دور میں شرعی لونڈیوں کا تصور

سوال: شرعی لونڈی کا تصور کیا ہے؟ کیا قرآن شریف میں بھی لونڈی کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے؟ میں نے کہیں سنا ہے کہ قرآن پاک کا فرمان ہے کہ مسلمان چار بیویوں کے علاوہ ایک لونڈی رکھ سکتا ہے اور لونڈی سے بھی جسمانی خواہشات پوری کی جاسکتی ہیں؟ اگر زمانہ قدیم شرعی لونڈی رکھنا جائز تھا جیسا ہوتا رہا ہے تو اب یہ جائز کیوں نہیں ہے؟ پہلے وقتوں میں لونڈیاں کہاں سے اور کس طرح سے حاصل کی جاتی تھیں جہاں تک میں نے پڑھا اور سنا ہے زمانہ قدیم میں لونڈیوں کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی اب یہ سلسلہ ناجائز کیوں ہے؟

جواب: جہاد کے دوران کافروں کے جو لوگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے ان کے بارے میں تین اختیار تھے ایک یہ کہ ان کو معاوضہ لے کر رہا کر دیں' دوسرا یہ کہ بلا معاوضہ رہا کر دیں' تیسرا یہ کہ ان کو غلام بنالیں۔ ایسی عورتیں اور مرد جن کو غلام بنالیا جاتا تھا ان کی خرید وفروخت بھی ہوتی تھی' ایسی عورتیں شرعی لونڈیاں کہلاتی تھیں اور اگر وہ کتابیہ ہوں یا بعد میں مسلمان ہوجائیں تو آقا کو ان سے جنسی تعلق رکھنا بھی جائز تھا اور نکاح کی ضرورت آقا کے لیے نہیں تھی چونکہ اب شرعی جہاد نہیں ہوتا اس لیے رفتہ رفتہ غلام اور باندیوں کا وجود ختم ہوگیا۔ (آپ کے مسائل ص ۳۸۳ جلد ۸)

لونڈیوں پر پابندی حضرت عمرؓ نے لگائی تھی

سوال: لونڈی کا لکھنا صحیح ہے یا کہ نہیں اور اس کے ساتھ میاں بیوی والے تعلقات بغیر نکاح کے درست ہیں یا کہ نہیں؟ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لونڈیوں پر پابندی لگائی تھی حالانکہ اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات حسنینؓ کے گھروں میں لونڈیاں ہوتی تھیں جو کہ جنگ کے بند بعد بطور مال غنیمت ملتی تھیں؟

جواب: شرعاً لونڈی سے مراد وہ عورت ہے جو کہ جہاد میں بطور مال غنیمت کے مجاہدین کے ہاتھ قید ہوجائے۔ اگر وہ مسلمان ہوجائے تو اس کے ساتھ جنسی تعلقات جائز ہیں۔ شیعہ جھوٹ بولتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لونڈیوں پر پابندی لگائی تھی بلکہ آپ غور فرمائیں تو شیعہ اصول کے مطابق نہ لونڈیوں کی اجازت ثابت ہوتی ہے نہ سیدوں کا نسب نامہ ثابت ہوتا ہے

کیونکہ جیسا کہ اوپر لکھا لونڈی وہ ہے جو جہاد سے حاصل ہو اور جہاد کسی مسلمان عادل خلیفہ کے ماتحت ہوسکتا ہے خلافت راشدہ کے دور کو شیعہ جن الفاظ سے یاد کرتے ہیں وہ آپ کو معلوم ہے۔ جب خلفائے ثلاثہ کی خلافت صحیح نہ ہوئی تو ان کے زمانہ میں ہونے والی جنگیں بھی شرعی جہاد نہیں ہوئیں اور وہ شرعی جہاد نہ تھا تو جو لونڈیاں آئیں تو ان سے تمتع شرعاً جائز نہ ہوا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات حسنینؓ کے پاس شرعی لونڈیاں کہاں سے آ گئی تھیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ سالہ دور میں کوئی جہاد کافروں سے نہیں ہوا' لونڈیاں آئیں تمام سید جو حسن بانو کی نسل سے ہیں یہ نسب اس وقت صحیح تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ شرعی لونڈی ہوں اور شرعی تب ہوسکتی ہیں کہ جہاد شرعی ہو اور شرعی جہاد جب ہوسکتا ہے کہ حکومت شرعی ہو تو معلوم ہوا کہ شیعہ یا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کو شرعی حکومت مانیں یا سیدوں کی ''صحت نسب'' سے انکار کردیں۔ (آپ کے مسائل جلد ۸ ص ۲۸۳)

لونڈی غلام بنانے کی رسم کے متعلق

سوال: (۱) غلام لونڈی بنانے کا رواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد سے ہے یا پہلے ہی سے تھا؟ اس کی مختصر تاریخ

(۲) لونڈی اپنے مالک کے لیے بغیر نکاح کے بھی حلال ہے اگر ہے تو یہ کیوں اور اس میں کیا حکمت ہے؟

(۳) دور حاضر میں لونڈی رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر کوئی مسلمان آدمی لونڈی رکھنا چاہے تو اس لونڈی کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا غیر مسلم کو بھی رکھ سکتا ہے؟

(۵) پہلے زمانے میں کس قدر لونڈی رکھتے تھے اور اس دور میں کس قدر رکھنے کی اجازت ہے؟

(۶) لونڈی کے لیے پردہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کیا وجہ اور نہیں ہے تو کیا وجہ ہے؟

(۷) لونڈی کی اولاد آزاد ہے یا غلام؟

(۸) مالک کے مال میں لونڈی اور اس کی اولاد وارث ہے یا نہیں؟

جواب: غلام اور لونڈی کا رواج اسلام سے پہلے سے ہے۔ اکثر و بیشتر یہ جنگ کے نتیجہ میں

ہے یعنی دنیا میں جب سے جنگ وقتال کا آغاز ہوا ہے اس وقت سے اس رواج کی بنیاد پڑی ہے۔ یہ رواج تقریباً دنیا کی تمام اقوام وممالک میں تھا۔ اولاً جب دشمن مقبوض ہوتے تو بے رحمی سے قتل کردیئے جاتے تھے پھر اس میں کچھ اصلاح ودوستی ہوتو یہ طریقہ رائج ہوا کہ جو قیدی خطرناک ہوتے ان کو قتل کردیا جاتا' کمزور قیدیوں' عورتوں اور بچوں کو قتل سے معاف رکھا جاتا مگر خدمت کے لیے ان کو غلام اور لونڈی بنالیا جاتا۔ اسلام نے اس قدیم اور مروجہ رسم کی مخالفت نہیں کی۔ اگر مخالفت کرتا تو بے سود ہوتا کیونکہ اس زمانے کی سیاسی اور معاشرتی حالت کے پیش نظر ایسا کرنا غیر مفید اور خلاف مصلحت تھا۔ بین الاقوامی روابط ایسے مضبوط نہ تھے کہ ایک ملک کا قانون دوسرے ملک پر اثر ڈالتا اس وقت غلامی کو اگر ایک حکم منسوخ کردیا جاتا تو یقیناً ایسا ہوتا کہ دشمن اطمینان سے ہمارے قیدیوں کو غلام بناتے ان کو ذلیل کرتے اور اس سے مطمئن رہتے کہ ان کے ہم قوم قیدیوں کو بھی ہمارے ہاتھ سے یہ مصیبتیں پہنچ سکتی ہیں جہاں تک احترام انسانیت کا تعلق ہے اسلام نے اس جذبہ کی قدر کی اور ایسی صورتیں تجویز کردیں جن کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ یہ رسم خود ختم ہوجائے۔ بایں ہمہ بہت سی خرابیاں اور غلط مفادات جو غلامی کے سلسلہ میں حاصل کیے جاسکتے تھے ان کو یک لخت ختم کردیا۔ مثلاً:

(۱) لونڈیوں سے بدکاری کروا کر کماتے تھے تو قرآن نے کہا (**ولاتکرھوا فتیاتکم علی البغاء**) (سورہ نور)

یعنی تم اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو گھر کے کام کاج اور اپنی راحت کی خاطر غلام اور لونڈیوں کو نکاح کی اجازت نہیں دیتے تھے اس پر ارشاد خداوندی ہوا (**انکحوا الا یامی منکم الخ**) تم اپنی بن بیاہی عورتوں اور اپنے نیک غلام ولونڈیوں کا نکاح کرادو۔ (نور)

(۲) پہلے لونڈی غلام کے ساتھ حیوانوں جیسا برتاؤ کیا جاتا تھا لیکن اسلام نے تعلیم دی کہ یہ تمہارے بھائی بہن ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ تلے (اور تمہارے تابع) کردیا ہے اس سے بھائی چارہ کا رشتہ ختم نہیں ہوتا وہ بدستور باقی رہتا ہے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ مساوات برتو یہاں تک کہ کھانے اور پہننے میں بھی مساوات رکھو جو تم کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ۔ جیسا لباس تم پہنو ویسا ہی ان کو پہناؤ ان سے ان کی استطاعت کے مطابق خدمت لو اور کوئی ایسا کام سپرد کردو جو ان کی

طاقت سے باہر ہو اور سخت ہو تو ان کی مدد کرو اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے غلام سے سختی کا معاملہ کرے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا اور فرمایا کہ جو اپنے غلام کو بلاقصور مار پیٹ کرے یا طمانچہ مار دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔

(۳) ایک شخص نے سوال کیا کہ میں اپنے غلام کی خطا پر کتنی بار درگذر کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ روزانہ ستر مرتبہ معاف کرتا رہ۔ مطلب یہ کہ سزا دینے سے بچو' وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت یہ تھی کہ نماز کی پابندی کرو اور غلام باندی کے ساتھ اچھا سلوک کرو اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلام کے قصور پر اس کو گوشمالی کی پھر نادم ہوئے اور توبہ کر کے غلام سے کہا کہ تو میری گوشمالی کر اس نے انکار کیا' بالآخر آپ کے اصرار پر گوشمالی کی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا زور سے اور فرمایا میں قیامت کے دن کی سزا سے ڈر رہا ہوں' ایسے واقعات بہت ہیں جن کا نقل کرنا دشوار ہے۔

(۴) اسلام نے (فک رقبۃ) غلام لونڈی کی گردن چھڑانے اور آزاد کرنے کو موجب اجر عظیم قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا تو خدائے پاک اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اس کے تمام اعضاء کو جہنم کی آگ سے نجات دے گا۔ حتیٰ کہ شرم گاہ کے بدلہ میں شرم گاہ کو غیر مسلم غلام لونڈی آزاد کرنے کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے اور ہدایت دی ہے کہ جو کوئی اپنی لونڈی کو ادب سکھائے یعنی اچھی تربیت کرے اور حسن اخلاق کی تعلیم دے اور سدھارے پھر اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لے تو اس کے لیے دوگنا اجر و ثواب ہے اس طرح کے ارشادات اور احکام بہت ہیں ان کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں کی تعداد میں غلام لونڈی آزاد ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات الشریف تریسٹھ ۶۳ غلام لونڈی آزادی کیے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے تریسٹھ ۶۳ آزاد کیے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار آزاد کیے' حضرت حکیم بن حزام نے سو آزاد کیے۔ حضرت عباس نے ستر ۷۰ آزاد کیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو ایک آزاد کرتے اور مزید فرماتے کہ جو غلام خشوع و خضوع سے نماز پڑھے گا

اس کو آزاد کردوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہتر ۶۹ آزاد کیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک ہزار آزاد کیے۔ حضرت ذوالکلاع حمیریؓ نے ایک ہی روز میں آٹھ ہزار آزاد کیے۔ (الرق فی الاسلام ج ۱ صفحہ ۱۳۱) (**سلسلہ ندوۃ المصنفین دھلی**)

(۵) ان اصول ارشادات کے علاوہ جزئیات اور تفصیلی احکام میں بہت سی صورتیں ایسی ہیں کہ غلام خود بخود آزاد ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ:

(۲) غلام کسی ایسے شخص کی ملک میں آ گیا جو اس کا قریبی رشتہ دار (ذی رحم محرم تھا) مثلاً بھائی' باپ' چچا' ماں یا لڑکے کی ملک میں آ گیا۔

(۲) کوئی حربی کافر مسلمان غلام کو دارالاسلام سے خرید کر دارالحرب میں لے گیا تو یہ غلام وہاں پہنچتے ہی آزاد ہوجائے گا۔

(۳) مالک سے جس لونڈی کا بچہ پیدا ہوا تو مالک کی وفات کے بعد وہ لونڈی آزاد ہے۔

(۴) چند صورتیں ایسی ہیں جہاں قانونی یا اخلاقی مطالبہ ہوتا ہے کہ غلام آزاد کیا جائے۔ مثلاً

(۱) قتل خطا کے کفارہ میں غلام آزاد کیا جائے۔

(۲) کفارہ ظہار میں

(۳) کفارہ قسم

(۴) کفارہ صوم میں غلام آزاد کیا جائے۔

(۵) اپنے غلام کو طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا ٹھہرایا۔

(۶) سورج گرہن میں غلام آزاد کرے۔

(۷) چاند گرہن میں غلام آزاد کرے۔

(۸) ایصال ثواب کے لیے آزاد کرے۔

اس طرح قدم قدم غلام لونڈی آزاد کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی اور رسم غلامی ختم کرنے کی کوشش کی۔

فرمان فاروقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں چند فرمان جاری کیے جن کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ بیشمار غلام آزاد ہوگئے بلکہ بنیادی طور پر آزادی کی چند صورتیں سامنے آئیں۔ مثلاً فرمان جاری کیا گیا:

(۱) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں مرتد قبائل کے لوگ لونڈی غلام بنائے گئے ہیں۔ان سب کو آزاد کیا جائے۔

(۲) یہ اصول قائم کر دیا کہ اہل عرب کبھی کسی کے غلام نہیں بنائے جا سکتے۔ان کا قول ہے کہ (لایسترق عربی) یعنی عرب کا کوئی آدمی غلام نہیں بنایا جا سکتا۔(الفاروق حصہ دوم صفحہ ۷۸ بحوالہ فتوح البلدان صفحہ ۳۱۶)

(۳) نہ ذمی کو غلام بنا سکتے ہیں۔

(۴) زمانہ جاہلیت میں جو غلام بنائے گئے ہیں پھر انہوں نے اسلامی دور بھی دیکھا ہے تو وہ اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔مالک (راضی ہو یا ناراض) (الرق فی الاسلام فتح الباری نہایہ وغیرہ)

مسلمانوں پر ہر معاملہ کا شرعی حکم جاننا ضروری ہے اس کی حکمت و مصلحت معلوم کرنا ضروری نہیں اور حکمت معلوم کرنا ہر کس و ناکس کا کام بھی نہیں ہے۔لہٰذا ہر معاملہ میں حکمت کے درپے ہونا غلط ہے اور حکمت کے جاننے پر عمل موقوف رکھنا بغاوت ہے اور اس کے عدم ادراک پر اس کو خلاف حکمت و مصلحت ماننا گمراہی ہے اگر کسی معاملہ کی حکمت سمجھ میں نہ آئے تو اپنی فہم کا قصور سمجھے کہ شرعی حکم خلاف حکمت نہیں ہوتا۔اپنی فہم کا قصور ہوتا ہے کہ ایک بار بارش برسی تو ایک بزرگ نے کہا اے اللہ کیسے موقعہ کی بارش برسائی غیب سے آواز آئی کہ بتاؤ ہم نے بے موقعہ کب برسائی ہے۔بزرگ نے یہ آواز سنی انہیں احساس ہوا کہ بارگاہ خداوندی کی شان میں گستاخی سرزد ہوئی ہے وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔غرض کہ شرعی حکم مصلحت سے خالی نہیں ہوتا' لونڈی بغیر نکاح کے اپنے مالک کے لیے حلال ہے اس میں بھی بڑی مصلحت و حکمت ہے۔ہم کیا سمجھ سکتے ہیں ہمارے لیے قرآن مجید نے فیصلہ فرمایا ہے:"وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً" (یعنی تم کو بہت تھوڑا دیا گیا ہے) (سورہ بنی اسرائیل)

اگر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام لونڈیوں کی حلت کے لیے نکاح لازم فرماتے تو خود لونڈیوں کو بڑی دشواری پیش آتی تو قرآن مجید میں ہے کہ خداوند کریم تمہارے لیے سہل اور آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اور تمہیں دشواری اور مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتے۔یرید اللّٰہ بکم الآیہ (بقرہ) یاد رہے کہ شریعت میں مالک کے لیے لونڈی کی حلت کا حکم کسی خراب منشاء و برے مقصد کے لیے نہیں بلکہ وہ سراسر معاشی و تہذیبی مصلحت اور لونڈیوں کی خیر خواہی ہے۔

لونڈی کے لیے نکاح کی حاجت اس لیے نہیں کہ شریعت نے لونڈی کی ملکیت کو جواز وطی کے لیے نکاح کا قائم مقام بنا دیا ہے جس طرح ایجاب وقبول سے نکاح کا انعقاد اور ملک بضعہ کا حاصل ہو جانا یعنی حق تمتع (منکوحہ سے وطی کا حق) محض اعتبار شرعی ہے۔ اسی طرح لونڈی کے ملک میں آ جانے سے حق تمتع کا حاصل ہونا بھی شرعی اعتبار ہے تو اس کے جواز میں شرعاً وعقلاً کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ واضح کر دینا بھی مناسب ہے کہ اعتبار کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً بکریوں وغیرہ حیوانات اور پرندوں کے حلال ہونے کے لیے ذبح کرنا (بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر کاٹنا) شرط اور ضروری ہے۔ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہو سکتے۔ برخلاف مچھلی کے کہ اس کی حلت کے لیے ذبح شرط نہیں ہے ذبح کے بغیر بھی کھا سکتے ہیں۔ مچھلی کا قبضہ میں آ جانا اور اس کا مالک ہونا ہی اس کے ذبح کے قائم مقام ہے حالانکہ دونوں قسموں کے حیوانات جاندار ہیں لیکن ایک کے لیے ذبح شرط ہے دوسرے کے لیے شرط نہیں تو آزاد عورت کی حلت کے لیے نکاح شرط ہوا اور لونڈی کی حلت کے لیے شرط نہ ہوا اور اس کی ملکیت کو قائم مقام نکاح سمجھا جائے تو اس میں کیا خلاف عقل ہے۔ اب یہ بات کہ مملوکہ لونڈی نکاح کے بغیر کیوں حلال ہے؟ یہاں ایجاب وقبول اور نکاح کی قید کیوں نہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کی ضرورت ہی نہیں۔

یعنی نکاح میں ایجاب وقبول اس لیے ہوتا ہے کہ ایک خاص طرح کا فائدہ جس کا آپ کو حق نہیں ہے شرعاً آپ کو اس کا حق حاصل ہو جائے۔ یہاں جب خریداری اور ملکیت کے باعث آپ پوری باندی اور اس کے جملہ حقوق کے مالک ہو گئے تو اس فائدہ کے بھی مالک ہو گئے جو نکاح کے ذریعہ حاصل ہوا کرتا ہے اب نکاح تحصیل حاصل (حاصل شدہ چیز کو حاصل کرنا) اور قطعاً فضول ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نکاح کے سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے: (**ان تبتغوا باموالکم**) یعنی خواتین کی حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے کلام الٰہی نے یہ شرط قرار دیا ہے کہ کچھ مال پیش کیا جائے جس کو مہر کہا جاتا ہے اب اگر باندی کا نکاح کسی غیر شخص سے کیا جائے تو یہ مال (مہر) باندی کا مالک لے گا لیکن اگر باندی کا نکاح خود مالک سے ہو تو سوال یہ ہے کہ مال یعنی مہر کون دے گا اور

کون لے گا۔ باندی جب تک باندی ہے حق ملکیت سے محروم ہے وہ کسی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی اس کے پاس جو کچھ ہے وہ مالک کا ہے اب کیا مالک سے لے کر مالک کو دے دے اور مالک خود ہی مطالبہ کرنے والا بھی ہو اور خود ہی ادا کرنے والا بھی یہ ایک مذاق ہے۔ شرعی حکم اور قانون نہیں بن سکتا اس میں اور بھی دقتیں ہیں جس بناء پر نکاح کی قید خلاف حکمت تھی۔

مثلاً یہ کہ جب یہ باندی آزاد آدمی کی کفو نہیں ہے تو اس کو شوہر میسر آنا مشکل ہوگا جس کا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ جنسی آوارگی پیدا ہو جس کو کتاب اللہ میں فاحشہ اور فحشاء فرمایا گیا ہے جو عنداللہ غیر محبوب اور بدترین خصلت ہے۔ پس شریعت نے یہ صورت تجویز فرمائی جو اگرچہ فی الحال نکاح کی صورت نہیں رکھتی مگر نتیجہ کے لحاظ سے نکاح کی شان پیدا کر دیتی ہے کیونکہ باندی سے بچہ پیدا ہونے کے بعد مالک کی ملکیت ناقص ہو جاتی ہے یعنی اس کو فروخت کرنا جائز نہیں رہتا وہ اس کے یہاں بچوں کی ماں گھر کی گھرستن اور اپنے مالک کی بیوی کی طرح رہے گی اور مالک کے انتقال کے بعد آزاد ہو جائے گی وارثوں کو نہیں دی جا سکتی نہ فروخت کی جا سکتی ہے۔

موجودہ زمانے میں لونڈیاں ملنی دشوار ہیں شرعی باندیوں کے لیے جو شرائط ہیں وہ اس زمانہ میں ملنی مشکل ہیں۔ لہٰذا لونڈی نہیں رکھ سکتے اگر کسی جگہ لونڈی کا رواج ہو تو شرعی تحقیق کے بغیر معتبر نہیں اور نکاح کے بغیر اس کے ساتھ صحبت جائز نہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ولا سیما السراری اللاتی یؤخذن غنیمة فی زماننا للتیقن بعدمه قسمة الغنیمة فیبقی فیهن حق اصحاب الخمس وابقیة الغانمین۔ (شامیه ج ۲ صفحه ۳۹۶)

(یعنی ہمارے زمانے میں جو لونڈیاں بطور غنیمت حاصل کی جاتی ہیں وہ شرعی لونڈیاں نہیں ہیں) اور ان کے ساتھ صحبت جائز نہیں کیونکہ اس کا یقین ہے کہ مال غنیمت کی جس طرح تقسیم ہونی چاہیے وہ پس جو مستحق ہیں) یعنی اصحاب خمس اور باقی مجاہدین) ان کے حقوق رہ جاتے ہیں (تو کسی باندی پر بھی پوری طرح جائز ملک ثابت نہیں ہوتی) شرعی لونڈیاں اور ہیں جو جنگ اور جہاد میں گرفتار کر کے مال غنیمت میں شامل کر لی گئی ہوں اور امیر یعنی خلیفۃ المسلمین یا اس کے نائب نے ان

کو دارالحرب سے اپنے اسلامی علاقہ (دارالاسلام) میں لاکر قاعدہ شریعت کے مطابق تقسیم کیا ہو دارالسلام میں لانے اور امیر کی تقسیم سے پہلے لونڈی کسی کے لیے حلال نہیں۔ حتیٰ کہ امام نے یا لشکر نے اعلان کر دیا ہو کہ جس کے قبضہ میں لونڈی آئے وہ اس کی ہے تب بھی دارالاسلام میں لائے بغیر قبضہ کرنے والے غازی ومجاہد کے لیے حلال نہیں۔ اس زمانے میں یہ قوانین کہاں ہیں۔ اسلامی قانون جہاد کے بموجب قاعدہ یہ ہے کہ دشمن سے جو مال بطور غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے علیحدہ کرلیا جائے جو ضرورت مند فقراء' مسکینوں مثلاً یتامیٰ اور بیواؤں کو دیا جائے باقی چار حصے غازیوں اور مجاہدوں میں تقسیم کیے جائیں۔ جب تک مال غنیمت اپنے ملک یعنی دارالاسلام میں نہ آ جائے اس وقت تک تقسیم درست نہیں اور جب تک تقسیم نہ ہو اور مشترک مال ہے اس میں سب کا حق ہے۔ البتہ جب امیر تقسیم کرے گا تو جو جس کے حصہ میں آئے گی وہ اس کے لیے حلال ہوگی جس طرح لڑکی کا ولی جس سے لڑکی کا نکاح کرادے اس کے لیے وہ حلال ہو جائے اس سے پہلے نہیں اسی طرح امیر باندی کا ولی ہے جس کو مالک بنادے اس کے لیے وہ بچند شرائط حلال ہو جاتی ہے پھر اس مالک کو حق ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بیچ دے یا بطور عطیہ دے کر مالک بنادے تو اس کے لیے وہ حلال ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کوئی لونڈی وراثت میں منتقل ہوتی رہی ہے تو آج بھی شرعی باندی ہے اور اس کا مالک اس کو رکھ سکتا ہے اس کے لیے حلال ہے مگر ایسی باندی اس زمانہ میں کہاں ہے۔ بظاہر اسی باندی کا اس زمانے میں کم از کم ہندوستان میں وجود نہیں ہے۔ باندی کسی بھی مذہب کی کسی بھی نسل کی ہو مملوک بن سکتی ہے لیکن مجامعت صرف اسی سے جائز ہو سکتی ہے جو مسلمان یا اہل کتاب (عیسائی) (یا یہودی) ہو مشرکہ یعنی بت پرستی لونڈی سے مجامعت جائز نہیں ہے؟

شرعی لونڈی حسب طاقت وحسب حیثیت جتنی بھی چاہے رکھ سکتا ہے کوئی تعداد معین نہیں ہے لیکن باندیوں کے لیے جو قواعد ہیں وہ بہت نازک ہیں انہیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً جس لونڈی سے وطی کرلی اس کے قریبی رشتہ دار (مثلاً بہن' خالہ' پھوپھی' بھانجی' بھتیجی وغیرہ) سے وطی کرنا جائز نہیں رہی۔ اگرچہ اس کی ملکیت میں کیوں نہ ہو جیسے کہ نکاح کی صورت میں ناجائز ہے یہاں بھی ناجائز ہے؟

لونڈیوں کے لیے آزاد عورتوں کی طرح سخت پردے کا حکم نہیں ہے کیونکہ اس کے ذمہ اپنے آقا کی خدمت ضروری ہے خانگی و بیرونی کام کرنے ہوتے ہیں اس وجہ سے پردہ کے معاملہ میں شریعت نے لونڈی کو آزاد عورتوں کی طرح مکلف نہیں بنایا ہے؟

لونڈی کی جو اولاد آقا سے پیدا ہو وہ آزاد شمار کی جائے گی۔ (الجوھرة النیرة ج ۲ ص ۱۸۸)

مالک کے مال میں لونڈی وارث نہیں' ہاں مالک کی اولاد (جو اس باندی کے پیٹ سے ہو) وارث ہوگی۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

تبلیغ اور جہاد

سوال: ایک صاحب کا کہنا ہے کہ تبلیغ والے جہاد نہیں کرتے' میں نے ان سے کہا کہ وہ جہاد سے منع بھی نہیں کرتے اور دین کے مختلف شعبے ہیں۔ انہوں نے تبلیغ کو اختیار کیا ہے تو اس پر وہ کہنے لگے کہ پورے دین پر چلنا چاہیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت بھی کی ہے جبکہ تبلیغی جماعت کے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ تم لوگ جہاد نہیں کرتے ہو' جہاد اور جنگ میں فرق ہوتا ہے۔ آنجناب سے جواب کی درخواست ہے کہ فرمائیں کس کا مؤقف صحیح ہے؟

جواب: میں آپ کی بات سے متفق ہوں۔ آپ کے مسائل ج ۸ ص ۳۸۰۔

الحمد للہ جلد ۹ ختم ہوئی